وَاِنَّهٗ لَذِکْرٌ لَّکَ وَلِقَوْمِکَ وَسَوْفَ تُسْئَلُوْنَ

اِنَّ فِیْ ھٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِیْنَ

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ

رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ

جلد اوّل

سیرۃ النبی الامی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

از

قاضی محمد سلیمان صاحب سلمان منصورپوری
ریاست پٹیالہ

سنہ ۱۹۲۴ء

بار سوم
جسکو خلیفہ شیخ ہدایت اللہ صاحب پبلشرز و مینیجر دفتر رحمۃ للعلمین پٹیالہ نے
کانشی رام پریس لاہور میں چھپوایا

قیمت فی جلد ...

سبیل الرشاد

فاضل اجل قاضی محمد سلیمان صاحب سلمان منصورپوری مصنف کتاب رحمۃ للعالمین کا سفرنامہ حجاز ہے

حرمین کے تاریخی حالات۔ احکام قرآنی۔ فرمان نبوی صحف سماویہ کی پیشینگوئیاں۔ جغرافی اور ملکی واقفیت۔ حج کے اسرار ومقاصد۔ حج کے صحیح احکام اور مناسک۔ مدینہ طیبہ اور مسجد نبوی اور اطراف حرم پاک کے نہایت مستند واقعات۔ عرب کی تمدنی۔ جوگرافی۔ ملکی حالت۔ سفر مدینہ طیبہ کے واقعات کمال صحت اور وضاحت سے لکھے گئے ہیں۔ مضامین ایسے ضروری ہیں۔ جن سے وہ بھی بے خبر رہتے ہیں۔ جو حج کر چکے ہیں۔ لازم ہے۔ کہ ہر ایک مسلمان کے گھر میں یہ کتاب پائی جائے۔ اور ہر ایک اسلامیہ سکول اور مکتب میں اسے داخل تعلیم کیا جائے۔ محدثین و فقہاء۔ متکلمین و مورخین برابر مستفید ہو سکتے ہیں۔ الغرض یہ جواہر بے بہا بقیمت .. عمر

خلیفہ ہدایت اللہ صاحب پنشنر ضلعدار نہر و مینجر رحمۃ للعالمین پٹیالہ ریاست پنجاب سے دستیاب ہو سکتا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین، وسلام علی المرسلین والصلوٰۃ والسلام علی عبدہٖ ورسولہٖ محمدن المصطفیٰ امام الانبیاء وخاتم النبیین وعلیٰ اٰلہٖ واصحابہ الطیبین الطاہرین رضوان اللہ علیہم اجمعین

اما بعد۔ سالہا سال سے میری یہ آرزو رہی ہے۔ کہ حضرت سید ولد آدم محمدن النبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ پر تین کتابیں لکھ سکوں،

مختصر،

متوسط،

مطول

۱۸۹۹ء میں مختصر کتاب لکھ کر شائع کر چکا ہوں، اُس کا نام مہر نبوۃ ہے، متوسط کتاب کا نام رحمۃ للعالمین تجویز کیا گیا ہے، یہ کتاب تین جلدوں میں ختم ہوگی، یہ پہلی جلد ہے جسے ناظرین مطالعہ فرما رہے ہیں دوسری جلد ۱۹۲۱ء میں طبع ہوئی۔ تیسری جلد بھی انشاء اللہ جلد شائع ہوگی۔ اُن کے بعد پھر سیرت نبوی پر ایک کتاب پورے شرح و بسط سے لکھی جائیگی۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

میں جانتا ہوں کہ میری یہ کتاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے محامد و محاسن کا اظہار اُسی قدر کر سکتی ہے؛ جس قدر کہ ذرہ بمقدار آفتاب عالمتاب کے انوار کو آشکارا کر سکتا ہے؛ تاہم میں اس کتاب کے پیش کرنے کی جرأت صرف اس لئے کرتا ہوں، کہ شاید کسی ایک انسان ہی کو اس کے مضامین سے فائدہ پہونچ سکے؛ مضامین کتاب کی نسبت اس قدر عرض کر دینا ضروری ہے؛ کہ میں نے صحیح روایات ہی کے اندراج کرنے میں پوری کوشش و سعی کی ہے؛ اللہ تبارک و تعالےٰ سے بہ تضرع و التجا یہ دعا ہے؛ کہ وہ میری اس ناچیز محنت و عمل کو قبول فرما کر اس کا ثواب میرے والد ماجد حاجی مولوی قاضی احمد شاہ مرحوم (المتوفی ۲۸ محرم ۱۳۲۸ھ ہجری) کے نامۂ اعمال میں ثبت فرمائے؛ رَبَّنَا تقبل منا انّك انت السميع العليم؛

المذنب

راجی شفاعت و غفران

قاضی محمد سلیمان عفی اللہ عنہ

سپیشل مجسٹریٹ درجہ اوّل متوطن منصور پور علاقہ ریاست پٹیالہ

جمادی الاولےٰ ۱۳۳۰ھ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الحمد للّٰهِ الذی لم یتخذ ولدًا ولم یکن لہٗ شریکٌ فی الملک
ولم یکن لہ ولیٌّ من الذل وکبرہ تکبیرًا، فللّٰہ الحمد رب السمٰوٰت
ورب الارض رب العالمین، ولہٗ الکبریاءُ فی السمٰوٰت والارض و
ھو العزیز الحکیم، واشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ
کلمۃً قامت بھا الارض والسمٰوٰت وخلقت لاجلھا جمیع الموجودات
وبھا ارسل اللّٰہ رسلہ وانزل کتبہ وشرع شرائعہ ولاجلھا نصبت
الموازین ووضعت الدواوین واشھد ان محمدًا عبدہٗ ورسولہٗ، الذی
یجدونہ مکتوبًا عندھم فی التوراۃ والانجیل یامرھم بالمعروف وینھٰھم
عن المنکر ویحل لھم الطیبات ویحرم علیھم الخبائث ویضع عنھم اصرھم
والاغلال التی کانت علیھم ارسلہ اللّٰہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین
کلہ، شاھدًا علی الخلائق اجمعین ونذیرًا مبین ورحمۃً للعالمین
ومبشرًا للمومنین بان لھم من اللّٰہ فضلًا کبیرًا، فصلی اللّٰہ تعالیٰ نبی نبیہ
امینہ علی وحیہ وخیرتہ من خلقہ سید المرسلین وخاتم النبیین
امام الخیر وقائد الخیر ورسول الرحمۃ المبعوث بالدین القویم والمنھج

لہ دیباچہ طبع سوم

المستقیم وعلی السابقین الاولین من المهاجرین والانصار والذین اتبعوهم باحسانٍ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔

اھدی الیہ الھنا متواتراً	دار الصلوٰۃ الزھر الغراء
والی معاشرِ صحبہ لعالین	والاٰل الکرام السادۃ الکبراء
ما اھتزت الارواح من نفس الصبا	وتنفس الارواح بالاضواء

امّا بعد۔ کتاب رحمۃ للعالمین کی یہ جلد اول ہے جو ۱۹۱۲/۱۹۱۶ء کے بعد اب سہ بارہ بعد صحت چھپوائی گئی ہے۔ یوم اشاعت سے اس کتاب کو محدثین، مورخین اوباء و فضلاء نے جس محبت اور عزت سے دیکھا، اور جس کثرت سے اس کے مضامین کو کتابوں، رسالوں، اور مضامین میں نقل کیا گیا، اور جس شغف سے طالب علموں، واعظوں، اور خطیبوں نے اس پر توجہ کی، اور اقصائے ملک تک جس طرح اس کی اشاعت ہوئی، صلحاء امت نے جس تواتر کے ساتھ اپنی اپنی رائے کا اظہار فرمایا، میں اس کے لئے اپنے مالک حکیم العلیم کے افضال عظیمہ ونعم متکاثرہ کا نہایت درنہایت شکر گزار ہوں، جامع اوراق کو اس امر کا وہم وگمان بھی نہ تھا، کہ یہ ناچیز محنت اس طرح پر قبول کی جاویگی۔ وربک یخلق مایشاء ویختار ما کان لھم الخیرہ سبحان اللہ وتعالیٰ عما یشرکون۔ ربک یعلم ما تکن صدورھم ومایعلنون وھو اللہ لا الٰہ الا ھو۔ لہ الحمد فی الاولیٰ والاٰخرۃ ولہ الحکم والیہ ترجعون۔

طبع سوم میں چند درچند معلومات کا اضافہ کردیا گیا ہے، اب دعا ہے کہ رب العالمین بقیہ کتاب کے بھی جلد شائع ہونیکی توفیق رفیق فرمائے، وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

محمد سلیمان کان اللہ لہ

ذیقعد ۱۳۴۲ھ

مطابق ماہ جون ۱۹۲۴ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ؕ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

حضرت مسیحؑ سے قریباً دو ہزار سال پیشتر کا ذکر ہے۔ کہ سلطنتِ بابل نہایت عروج پر تھی۔ سلطنت کی مالی حالت مستحکم اور فوجی طاقت زبردست تھی۔ دولت کثیرہ، امن بسیط نے بادشاہ کے دماغ میں نخوت و غرور اس قدر بھر دیا تھا۔ کہ اس نے سلطنت کے معبد اعظم میں اپنی سونے کی مورت رکھوا کر حکم دیا تھا۔ کہ مخلوق اُسی کو سجدہ کرے۔ اور اُسی سے منت و نذر و نیاز مانگی جایا کرے؛

رب العالمین نے اُن کی ہدائت کے لئے ابراہیم علیہ السلام کو مبعوث کیا۔ حضور کا سلسلہ نسب ۹ واسطے سے حضرت نوحؑ سے جا ملتا ہے۔ بادشاہ کو توحید کی آواز پسند نہ آئی کیونکہ اس کے قبول کرنے سے بادشاہ کو خدائی کے درجہ سے اُتر کر بندہ بننا پڑتا تھا۔ اس لئے حضرت ابراہیمؑ کا گھرانا بھی جو بادشاہ رس تھا اپنے خاندان کے تو نہال سے ناراض ہو گیا۔ قوم اور سلطنت کی مخالفت دیکھ کر اُنہوں نے وطن چھوڑ دیا۔ سرہؑ جو بیوی تھی اور لوط بن فاران جو اِن کا برادر زادہ تھا۔ دونوں نے مہاجرت میں اُن کا ساتھ دیا؛

حضرت ابراہیمؑ نے اپنی گزران کے لئے بھیڑ بکریاں رکھ لی تھیں۔ خدا نے اُن میں برکت دی اور وہ بڑھ گئے بہت سے گلّے بن گئے؛

امساکِ بارش سے وہ سرسبز میدان۔ جہاں اُنکے گلّے رہتے اور پلتے تھے۔ جب کفِ دست بیابان بن گیا۔ تو حضرت ابراہیمؑ وہاں سے آگے بڑھے۔ چلے گئے اور مصر پہنچ گئے؛

مصر پر اس وقت جو بادشاہ تھا۔ اُس کا نام رقیون[1] تھا اور وہ در اصل بابل ہی کا باشندہ تھا۔ (ممکن ہے۔ مصر جاتے ہوئے حضرت ابراہیمؑ نے ہموطنی کے رشتہ کو وجہ تعارف خیال کر لیا ہو)

بادشاہ مصر نے بی بی سرہ کو اپنی ملک کی خاتون سمجھ کر اپنے لئے پسند کیا۔ لیکن اُسے خدا نے جلد معلوم کرا دیا۔ کہ وہ خدا کے برگزیدہ نبی کی بیوی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کی اس نے نہایت قدر و منزلت کی۔ اور جب وہ وہاں سے وطن کو واپس ہوئے۔ تو اُس نے اپنی بیٹی ہاجرہ[2] بھی ساتھ کر دی۔ تاکہ اسی نیک خاندان میں اس کی تربیت ہو۔ اور وہ اپنے ہی ملک اور قدیم نسل کے باشندوں میں بیاہی جائے۔ اپنے مہمان نواز بادشاہ کی خوش آئند آرزو کے پورا کرنے کی غرض سے حضرت ابراہیمؑ نے ہاجرہؓ سے نکاح کر لیا۔ خدا نے انھیں پہلوٹا بیٹا اسی کے بطن سے عنائت کیا۔ اُس کا نام اسمٰعیل (علیہ السلام) رکھا گیا۔

بی بی سرہؓ سے دوسرا لڑکا پیدا ہوا۔ اُس کا نام اسحاق (علیہ السلام) رکھا گیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے دوست ابراہیم کو بتلا دیا تھا۔ کہ یہ دونوں[3] بیٹے بڑے بابرکت ہونگے اور بڑی بڑی قوموں کے جد اعلےٰ ہوں گے اور ان کی اولاد کثرت سے گنی نہ جائیگی۔ اس لئے باپ نے خدا کے حکم اور کنبہ والوں کی درخواست پر انکے لئے علیحدہ علیحدہ ملک تقسیم کر دیئے تھے +

---

[1] خطبات احمدیہ صفحہ ۱۰۹۔ دکتور فی الادب حسن ابراہیم حسن مصری نے اپنی تالیف تاریخ عمرو بن العاص مطبوعہ مطبعۃ السعادۃ مصر۔ جلد ۲ صفحہ ۸۲ میں اس بادشاہ کا نام طوطیس بن مالیا۔ اور اس کے دار الخلافہ کا نام منف لکھا ہے۔ صفحہ ۸۳ پر طوطیس کو سلاطیس لکھا گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ رقیون اس کا اصلی نام اور طوطیس اس کا شاہی نام تھا۔ اس مورخ نے یہ بھی لکھا ہے۔ کہ اسی بادشاہ نے سیدہ ہاجرہ تک مصر کا غلہ پہنچانے کیلئے دریائے نیل سے بحر احمر تک نہر نکالی تھی۔ جس کی بعد میں اور بان قیصر۔ تیخوس۔ دارا نے بھی تجدید کرائی۔ اور بالآخر عمر فاروق نے اسے از سر نو نکلوایا تھا +

[2] ہاجرہ کو صرف یہی شرف حاصل نہیں کہ وہ شہزادی ہیں بلکہ توراۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے ہاں بھی اُن کا درجہ بالاتر تھا۔ کتاب پیدائش ۱۶/۱۱ تا ۱۶ و ۲۱/۱۷ سے واضح ہے کہ خدا کے فرشتے ہاجرہ کے سامنے نمودار ہوتے اور خدا کا حکم اُسے پہنچایا کرتے تھے۔ مگر سارہ بی بی کے سامنے کبھی کوئی فرشتہ نہیں آیا۔ کتاب پیدائش ۱۸/۱۰ سے ثابت ہے۔ کہ سارہ کو بیٹے کی بشارت فرشتہ نے حضرت ابراہیم کی معرفت دی تھی [3] حضرت اسمٰعیل اور حضرت اسحٰق کا

شام کا ملک اسحٰقؑ کو دیا کیونکہ بابل اس کے مشرق میں تھا۔ اور اسحٰقؑ کو اپنی ننھیال سے قرب کا موقعہ ملا۔ عرب کا ملک اسماعیلؑ کو دیا۔ کیونکہ مصر اس کے مغرب میں تھا۔ اور اسماعیلؑ کو اپنے ننھیال سے قریب تر رہنے کا موقعہ مل گیا۔ اور بایں ہمہ دونوں بھائی اس طرح آباد ہوئے۔ کہ اُنکے درمیان کوئی تیسرا ملک نہ تھا۔ تاکہ وقت پر ایک بھائی دوسرے[1] کی امداد و اعانت کرتا رہے۔

اسمٰعیل کی شادی بنو جرہم کے سردار مضاض کی بیٹی سے ہوئی تھی۔ بنو جرہم عرب کا قدیم حکمران قبیلہ تھا۔ اور مضاض اپنے علاقہ کا واحد فرمانروا تھا[2]۔ اور اسحٰقؑ کی شادی اپنی ننھیال میں ہوئی تھی۔ اس طرح ایک ہی نسل کے بچوں میں جسمانی بُعد بڑھتا رہا۔ لیکن رب العالمین وقتاً فوقتاً اِس بُعد کو دونوں قوموں کے باہمی ملاپ اور معاونت سے دور فرماتا رہا۔ حضرت موسیٰ نے فرعون کے خوف سے بھاگ کر عرب ہی میں پناہ لی تھی۔ اور پھر جب وہ بنی اسرائیل کو مصر سے نجات دیکر لائے۔ تب بیابان عرب ہی میں انہوں نے چالیس سال پورے کئے تھے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) برابر کا درجہ اور برابر کی برکت مندرجہ ذیل حوالجات سے بخوبی ثابت ہے:

(الف) خدا نے درد و غم کو سُنا ...
- ہاجرہ کے .... ۱۶ — ۱۱ .. کتاب پیدائش
- سارہ کے .... ۱۸ — ۱۴ .. 〃

(ب) خدا نے نام رکھا ......
- ہاجرہ کے فرزند اسمٰعیل کا ...... ۱۶ — ۱۱ .. کتاب پیدائش
- سارہ کے فرزند اسحٰق کا ...... ۱۷ — ۱۹ .. 〃

(ج) خدا نے برکت دی ......
- ہاجرہ کے فرزند اسمٰعیل کو ...... ۱۷ — ۲۰ .. کتاب پیدائش
- سارہ کے فرزند اسحٰق کو ...... ۱۷ — ۱۹ .. 〃

(د) خدا ساتھ تھا ......
- اسمٰعیل کے .... ۲۱ — ۲۰ .. کتاب پیدائش
- اسحٰق کے ۲۶ — ۲۴ .. 〃

(ہ) قوموں اور پادشاہوں کا باپ ہوگا
- اسمٰعیل .... ۲۵ — ۱۶ .. کتاب پیدائش
- اسحٰق .... ۱۷ — ۶ .. 〃

[1] پیدائش باب ۲۵۔ درس ۹ میں ہے۔ کہ ابراہیم کو اس کے بیٹے اسحٰقؑ اور اسمٰعیلؑ نے دفن کیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ دونوں بھائی کس طرح دکھ سکھ میں شریک رہتے تھے۔

[2] خلاصہ تاریخ العرب پروفیسر سیڈیو صفحہ ۲۳۔

حضرت داؤدؑ بھی جب بادشاہ سموئیل کے خوف سے بھاگ کر اپنے ملک سے نکلے تھے؛ تو عرب ہی میں آکر ٹھہرے تھے؛

جب بنی اسرائیل کو بخت نصر نے تباہ کیا تھا۔ تو انہیں معد بن عدنان نے عرب ہی میں آرام اور عزت سے رکھا تھا؛

حضرت اسحٰقؑ کی اولاد میں پیدا ہونے والے انبیاء نے بھی اپنے الہامات میں بنی اسمٰعیل کی بابت بہت کچھ اشارے کئے ہیں ؛

اس جگہ میرا مقصود صرف حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بابت کچھ لکھنے کا ہے ؛

حضرت ابراہیمؑ نے اُن کو اور ان کی والدہ کو اس جگہ آباد کیا تھا جہاں اب شہر مکہ آباد ہے۔ مقدس باپ نے نامور بیٹے کی شمولیت سے اس جگہ ایک مسجد بھی (مکعب شکل کی) بنا دی تھی۔ اور خدا سے دعا کی تھی۔ کہ وہ مالک الملک اس سنسان جگہ میں آباد ہونے والی قوم کی روزی کا خود سامان کرے انہیں کھانے کے لئے عمدہ عمدہ میوے۔ ترکاریاں ملتی رہیں[۱]۔ اور انکی ہدایت اور رہنمائی کے لئے ایک عظیم الشان رسول بھی اُسی مقام پر پیدا ہو؛

اسماعیلؑ کی اولاد میں بارہ[۱۲] بیٹے ہوئے[۲]۔ انہوں نے عرب کو آپس ہی میں تقسیم کر لیا۔ اور وہ

---

[۱] جو لوگ مکہ جاتے ہیں۔ اُن کو دو باتیں بڑی عجیب معلوم ہوتی ہیں؛ (۱) زمین مکہ میں کوئی روئیدگی یا پیداوار نظر نہیں آتی؛ (۲) مکہ کے بازاروں میں سبز و تر میوے۔ ترکاریاں بہت سستی اور بہتات سے ملتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا نے حضرت ابراہیمؑ کی دعا کو قبول کیا۔ اور اس سے دلیل پکڑی جاتی ہے۔ کہ خدا نے دعا کے دوسرے جزو یعنی رسول پیدا کرنے کو بھی ضرور قبول کیا۔ نبی موعود کا حضرت اسمٰعیلؑ کی نسل سے پیدا ہونا تورات کی کتاب استثناء $\frac{17}{18}$ باب $\frac{18, 19}{18}$ سے اور مکہ (فاران) سے ظاہر ہونا استثناء $\frac{2}{33}$ سے ثابت ہے؛

[۲] حضرت یعقوب بن اسحٰق علیہما السلام کے بھی بارہ بیٹے ہوئے۔ بی بی لیاہ کے بطن سے چھ[۶] روبن۔ شمعون۔ لاوی۔ یہودہ۔ اشکار۔ زبلون بی بی راخل کے بطن سے دو[۲] (یوسف بن یامین)، زلفہ کے بطن سے جو بی بی لیاہ کی لونڈی تھی دو[۲] (جد۔ آشر) بلہہ کے بطن سے جو بی بی راخل کی لونڈی تھی۔ دو[۲] (دان۔ نفتالی) پیدائش $\frac{29}{30}$ باب ان ہی بارہ[۱۲] کی اولاد سے۔ بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے ہیں۔ جنہیں حضرت یعقوبؑ۔ موسیٰؑ۔ داؤدؑ۔ مسیحؑ۔ یوحنّاؑ نے برکت یافتہ بتلایا ہے۔ اگر عیسائیوں کا یہ بیان صحیح سمجھا جائے۔ کہ بی بی ہاجرہ بھی بی بی سارہ کی لونڈی تھیں۔ جسے سارہ نے اپنے شوہر سے بیاہ دیا تھا۔ تب بھی بنی اسمٰعیل پر وہ کوئی اعتراض نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ وہ جد۔ آشر۔ دان۔ نفتالی پر اور اُن کی اولاد پر کوئی اعتراض نہیں رکھتے۔ جو بلہہ اور زلفہ لونڈیوں کے بچے ہیں ؛

بہت جلد اس قدر پھیل گئے۔ کہ مغرب کی طرف مصر سے۔ جو ان کی ننھیال تھا جا ملے اور جنوب کی طرف اُن کے خیمے یمن تک پہنچ گئے۔ جہاں باپ نے ان کے بھائیوں بنو قطورہ کو آباد کیا تھا۔ اور شمال کی طرف ان کی بستیاں شام سے جا ملیں۔ جہاں ان کے بھائی بنو اسحٰقؑ آباد تھے؛

اس طرح پر ایک ہی باپ کے فرزند بابل اور مصر کے قدیم علم و تہذیب کے مالک ہو گئے اور جزیرہ ہند۔ و بحر احمر کے ایسے بندرگاہوں پر اُن کا قبضہ ہو گیا۔ جہاں سے اس وقت کی تمام متمدن دنیا کی تجارت پر وہ اپنا قبضہ کر سکتے تھے۔ اور عرب کا اندرونی حصہ بھی انکے پاس آ گیا۔ جو غیر اقوام سے بچاؤ کے لئے ہمیشہ ناقابل تسخیر حصار ثابت ہوا ہے؛

قیدار کی

حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد میں اُن کا دوسرا فرزند قیدار نہایت نامور ہوا ہے۔ قیدار کی اولاد خاص مکہ میں آباد رہی۔ انہوں نے اپنے باپ کی طرح اس مقدس مسجد کے حقوق کو ہمیشہ پورا کیا۔ جو دنیا کے لئے توحید کی پہلی درس گاہ تھی؛

قیدار کی اولاد میں ۳۷ پشت کے بعد عدنان اول نہایت اولوالعزم شخص گذرا ہے اُس کے چھوٹے بھائی عک نے یمن میں سلطنت قائم کر لی تھی؛

عدنان کے بعد اس قوم پر بنی جرہم کا قبیلہ غالب آ گیا۔ اگرچہ وہ ان کے ماموں ہی تھے۔ تاہم بنو جرہم نے ان کو ۲۰۷ء میں مکہ سے نکال دیا۔ کیونکہ بنو اسمٰعیلؑ نے اب تک بنو جرہم کا بت پرستی میں ساتھ نہ دیا تھا؛

لیکن قصی نے جو عدنان دوم سے پندرہویں پشت میں ہے۔ پھر مکہ پر قبضہ حاصل کر لیا اور اس نے مکہ میں مشترکہ حکومت کی بنیاد ۴۴۰ء میں رکھ کر مندرجہ ذیل عہدے قائم کئے:۔

(۱) رفادہ؛ (۲) سقایہ؛ (۳) حجابتہ؛ (۴) قیادہ؛

(۵) نیز قومی نشان بنایا جسے لواء کہتے تھے؛

(۶) نیز قومی مجلس قائم کی۔ جسے ندوہ یا دار الندوہ کہتے تھے؛

قصّی کے بعد اس کا فرزند عبد مناف[1]۔ پھر اس کا فرزند ہاشم[2]۔ اس کا فرزند عبد المطلب[3] (المولود ۴۹۷ء) اس کا فرزند ابو طالب اپنے اپنے وقت میں مکہ کے محترم سردار ہوتے رہے۔ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کی سیرۃ پاک پر یہ متوسط کتاب لکھی گئی ہے۔ عبد المطلب کے پوتے تھے۔

مذکورہ بالا بیان سے آپ سمجھ گئے ہیں۔ کہ عرب میں بسنے والے کون تھے۔ اور ان کا اپنی ہمسایہ ممالک کی قوموں کے ساتھ کیا تعلق تھا۔ لیکن ابھی ملک عرب کی نسبت مجھے کچھ اور بیان کرنا ضروری ہے۔

نقشہ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ عرب وہ جزیرہ نما ہے۔ جس کے مغرب میں بحر احمر اور جنوب میں۔ بحیرہ ہند۔ مشرق میں خلیج فارس۔ اور شمال میں ملک شام ہے۔ اسے شام سے وہ سلسلہ کوہ جدا کرتا ہے۔ جو اس کے شمال میں چلا گیا ہے۔ اور مصر سے نہر سویز جو چالیس برس پیشتر خاکنائے سویز سے موسوم تھی۔ الگ کرتی ہے۔ ہندوستان اور عرب میں خلیج فارس حائل ہے۔

عرب وسعت میں مملکت فرانس سے تقریباً دو چند بڑا ہے۔ ملک کے مختلف حصے اپنی اپنی خاص خصوصیتوں کی وجہ سے ممتاز ہیں۔ یمن کے وادی اور طائف کے پہاڑ ایسے سرسبز ہیں۔ کہ ہندوستان کے بہترین حصوں کو رشک آتا ہے۔ الحجر کی پتھریلی زمین اور وسط عرب کا وسیع ریگستان اس قدر بے آب و گیاہ ہے۔ کہ صحرائے اعظم افریقہ سے مقابلہ کھاتا ہے۔ ہم جس ستودہ صفات کے عہد سے اپنی کتاب کا آغاز کرنے والے ہیں۔ ان کی

---

[1] عبد مناف کا نام مغیرہ تھا۔ پیدائش کے بعد ان کو مناف بت کے مندر میں لے گئے تھے۔ اس لئے عبد مناف مشہور ہو گئے تھے۔

[2] ہاشم کا نام عمر تھا۔ یہ شوربا میں روٹی کے ٹکڑے بھگو کر غریبوں کو کھلایا کرتے تھے۔ اسلئے ہاشم نام پڑ گیا۔

[3] انکا نام شیبہ تھا۔ جب پیدا ہوئے۔ تو سر کے چند بال سفید تھے۔ اسلئے ماں نے انکا نام شیبہ (بوڑھا) رکھا۔ مطلب انکا چچا تھا جس نے یتیمی کے دنوں میں انہیں پالا تھا۔ اس شکر گذاری میں یہ تمام عمر عبد المطلب کہلائے۔

پیدائش کے وقت عرب کی ملکی اور اخلاقی حالت کا یہ حال تھا؛

عرب کی سیاسی حالت

کہ اس کے جنوب پر سلطنت حبش کا اور مشرقی حصہ پر سلطنت فارس کا اور شمالی اقطاع پر روما کی مشرقی شاخ سلطنت قسطنطنیہ کا قبضہ[ل] تھا۔ اندرونی ملک بزعم خود آزاد تھا۔ لیکن ہر ایک سلطنت اس پر قبضہ کرنے کے لئے ساعی تھی؛

عرب کی اخلاقی حالت

اندرونی ملک کے باشندوں پر خود مختاری نے بہت برا اثر ڈالا تھا۔ ان میں خود مختاری سے خود سری پیدا ہو گئی تھی۔ اُنہوں نے اپنی شجاعت و جرأت کا نشانہ اپنے ہی بھائیوں کو بنا رکھا تھا۔ بیکاری اور کاہلی نے جوا اور شراب کی عادت پیدا کر دی اور طبیعت ثانی بنا دی تھی۔ ممالک غیر سے الگ تھلگ رہنے کی وجہ سے انکی زبان اور نسل بیشک کھری تھی۔ لیکن فصاحت کا استعمال وہ زیادہ تر خود ستائی یا دوسری قوموں کی تحقیر میں کیا کرتے تھے۔ یا اپنے فحش کارناموں کو مشتہر کرنے کے لئے زبان کی ساری طاقت خرچ کر کے اپنے ساتھ اپنی معشوقہ کی بھی خوب تشہیر کیا کرتے تھے۔ الگ تھلگ رہنے نے مصاہرت کی برائی ان کے ذہن میں قائم کر دی تھی۔ اور مدعیان شرافت بڑی دلیری اور فخر سے اپنی بیٹیوں کو زندہ زمین میں گاڑ دیا کرتے تھے؛

جہالت نے اُن میں بت پرستی رائج کر دی تھی۔ اور بت پرستی نے انسانی دل و دماغ پر قابض ہو کر ان کو توہم پرست بنا دیا تھا۔ فطرت کی ہر ایک چیز۔ پتھر۔ درخت۔ چاند سورج۔ پہاڑ۔ دریا وغیرہ کو وہ اپنا معبود سمجھنے لگ گئے تھے۔ اور اس طرح پر وہ خدا کی عظمت و جلال کے فراموش کر دینے کے ساتھ ساتھ خود اپنی قدر و قیمت کو بھی بھول چکے تھے۔ اس لئے انسانی حقوق کے لئے نہ کوئی ضابطہ تھا۔ اور نہ ایسے حقوق کو صحیح مرکز پر لانے کے لئے کوئی قانون تھا۔ قتل انسان۔ رہزنی۔ حبس بیجا۔ تصرف ناجائز۔ مداخلت بیجا۔ عورتوں کو جبر یا پھسلاوٹ سے بھگا لیجانا۔ بیٹیوں کو زندہ پیوند خاک کر دینا ہی

ل تاریخ العرب پروفیسر سیڈیو صفحہ ۴۰؛

شجر کے ثمر تھے۔ کہ بُت پرستی نے اُن کی نگاہ میں سب سے زیادہ حقیر ہستی انسان ہی کو بنادیا تھا۔

برسوں بلکہ نسلوں اور صدیوں کے جمود نے اُنکے دل و دماغ میں یہی نقش کر دیا تھا کہ اُن کی حالت سے بہتر کوئی حالت۔ اور اُن کے تمدن سے بہتر کوئی تمدن اور ان کی تدین سے بہتر کوئی تدین ہو ہی نہیں سکتا؛

عرب کے مختلف اطراف میں مختلف حکومتوں اور سلطنتوں کے تعلق کی وجہ سے تمام ملک میں مختلف مذاہب اور بھی پائے جاتے تھے۔ یہودی[۱]۔ عیسائی[۲]۔ صابی ایسے مذاہب ہیں جن کے نام سُنکر ناواقف شخص دھوکا کھا سکتا ہے۔ کہ ان لوگوں میں ان مذاہب کی عمدگیوں کے نمونہ بھی پائے جاتے ہونگے۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ ان لوگوں نے اپنے آپ کو مذہب سے درست کرنے کی بجائے مذہب کو اپنی وجہ سے خراب کر دیا تھا۔ اگر موسیٰ و عیسیٰ و شعیب و صالح علیہم السلام پیغمبروں کو ان کے دیکھنے کا موقع ملتا۔ تو وہ ہرگز نہ پہچان سکتے۔ کہ یہ ہمارے ہی اصول پر چلنے والے لوگ ہیں؛

عام عیسائی ایک مسیح کو ابن اللہ کہتے ہیں۔ لیکن عرب کے عیسائی مریم کو خدا کی جورو اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں بھی کہا کرتے تھے۔ اور بُت پرست تو لات و عزیٰ کو مؤنث خدا (لات مؤنث ہے الہ کا۔ اور عزیٰ مؤنث ہے عزیز کا) بھی کہا کرتے تھے؛

اس زمانہ کے عام یہودی حضرت عزیر کو توریت کے از بر لکھ دینے سے ابن اللہ کہا

---

[۱] یہودیوں کو جب یونانیوں اور سریانیوں نے اپنے علاقہ سے نکالا۔ تو وہ عرب کی طرف آئے اور بنو اسمٰعیل نے (اپنے ان چچازاد بھائیوں کا) خیر مقدم کیا۔ اور ان کے مذہب نے حجاز اور نواحِ خیبر و مدینہ میں اچھی اشاعت پائی (از کتاب خلاصہ تاریخ العرب صفحہ ۳۸)؛

[۲] عیسائیت کو سنہ ۳۳ء میں بنو غسان نے قبول کیا۔ اور پھر عراق عرب۔ بحرین اور صحرائے فاران و دومۃ الجندل اور فرات و دجلہ کے دوآبہ میں یہی مذہب پھیل گیا۔ اور اس دین کی اشاعت میں نجاشی اور قیصر نے باہم مل کر کوشش کی تھی۔ سنہ ۳۹۵ء و سنہ ۵۱۳ء میں اس کی اشاعت پر بڑا زور دیا گیا تھا اور یمن میں اناجیل بکثرت پھیل گئی تھیں؛ (ایضاً صفحہ ۳۹)

کرتے ہیں۔ مگر عرب کے یہودی اپنی قوم کے سب زن و مرد کو خدا کے بیٹے۔ بیٹی۔ پیارے پیاری کہا کرتے تھے؛

آتش پرست غالبًا بیٹی۔ بہن کو گھر میں ڈال لیا کرتے تھے۔ مگر عرب کے مُلحِد اپنی حقیقی والدہ کو چھوڑ کر اپنے باپ کی تمام جورؤں کو اپنی لونڈیاں بنا لیا کرتے تھے؛

عرب کی جملہ اقوام (باستثنائے بعض افراد) لکھنے پڑھنے سے بیخبر۔ علوم سے بے بہرہ فنون سے عاری۔ تمدّن سے ناواقف مصالحت اور معافی سے ناآشنا تھے؛

ملحد اور دہریئے بھی عرب میں آباد تھے۔ وہ حیات اور موت کو اتفاق اور وقت سے موسوم کر کے دنیا کے ہر انقلاب کو دَورِ زمانہ سے منسوب کیا کرتے تھے؛

خدا کی ہستی کا اقرار اور جزا و سزا کا تصور۔ نیک و بد افعال پر نیک و بد نتائج مترتب ہونا ان کے نزدیک قابل تمسخر خیال تھا؛

ان جملہ عیوب کی وجہ سے عرب گویا جملہ مذاہب باطلہ اور تخیلات کی بُرائیوں کا مجموعہ تھا؛

عرب کا محل وقوع

اگر ہم عرب کو کرۂ ارض کے نقشہ پر دیکھیں۔ تو اسکے محل وقوع[۱] سے یہی معلوم ہوتا ہے

---

[۱] کرہ ارض پر آباد دنیا کو دیکھو۔ کہ جنوب میں زیادہ سے زیادہ ۴۰ درجہ عرض البلد۔ اور شمال میں زیادہ سے زیادہ ۸۰ درجے تک آبادی ہے سو دونوں کا مجموعہ ۱۲۰۔ اور نصف ۶۰ ہوا۔ جب ۶۰ کو ۸۰ درجے شمالی سے تفریق کریں تب ۲۰ رہ جاتے ہیں۔ اور جب ۶۰ میں سے ۴۰ درجہ جنوبی کو تفریق کر دیں۔ تب بھی ۲۰ درجہ شمالی رہ جاتے ہیں اور مکہ معظمہ ۲۱½ درجے پر آباد ہے۔ اسلئے کل کرۂ ارض میں یہی وسط ہونے کا درجہ رکھتا ہے؛

یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ مکہ کا نام لغات کی کتابوں میں نافِ زمین ہے۔ انسان کے جسم میں ناف بھی ٹھیک وسط میں نہیں ہوتی۔ بلکہ قریبًا وسط میں ہوتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ عرض بلد میں مکہ بھی وسط حقیقی کے قریب تر واقعہ ہوا ہے۔ ڈیڑھ درجہ کا جو تفاوت ہے وہ اسلئے ہے کہ مکہ نافِ زمین ثابت ہو؛

(ب) اب اس طرح سمجھو کہ ملک عرب ۱۵ سے ۳۵ درجہ ہائے عرض بلد شمالی پر واقع ہے۔ اور ان ہی خطوط کے اندر دنیا کی تمام مشہور نسلیں اس طرح مقیم ہیں۔ کہ مشرق میں آریا و منگول اور مغرب میں حبشی و ہامائٹ (نسل حام) اور ریڈ انڈینز (امریکہ کے اصلی باشندے) ہیں۔ اور جب کل قوموں میں تبلیغ کا پہونچانا مدنظر ہو۔ تو عرب ہی اس کا مرکز قرار دیا جا سکتا ہے۔ غالبًا اس لئے بھی قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:۔ وَجَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ (ترجمہ) ہم نے تم کو درمیانی اُمت بنایا ہے۔ تاکہ قوموں کے سامنے تم خدا کی شہادت ادا کرو۔ فقط

ہے۔ کہ خدا نے اسے ایشیا و یورپ و افریقہ کے برّاعظموں کے وسط میں جگہ دی ہے۔ اور وہ خشکی و تری (دونوں راستوں) سے دنیا کو اپنے دہنے اور بائیں ہاتھ سے ملا کر ایک کر رہا ہے۔ اس لئے ایسے ملک میں دنیا کے جملہ مذاہب کا پہنچ جانا۔ اور جہالت کی حکومتِ اعلیٰ کے زیر اثر ہو کر سب ہی کا بگڑ جانا بخوبی ذہن نشین ہو سکتا ہے۔ اور اسی طرح یہ بھی سمجھ میں آسکتا ہے۔ کہ اگر تمام دنیا کی ہدائیت کے واسطے ایک واحد مرکز قائم کرنے کے لئے ہم جگہ کا انتخاب کرنا چاہیں۔ تو عرب ہی اس کے لئے موزون ہے۔ خصوصاً اُس زمانہ پر نظر کر کے ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ جب افریقہ اور یورپ اور ایشیا کی تین بڑی سلطنتوں کا تعلق عرب سے تھا۔ تو عرب کی آواز اِن برّاعظموں میں بہت جلد پہونچ جانے کے ذرائع بخوبی موجود تھے؛

ربّ العالمین نے (جہاں تک میں سمجھتا ہوں) اسی لئے سیّدنا محمّد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب میں پیدا کیا۔ اور اُن کو بتدریج قوم۔ اور ملک۔ اور عالم کی ہدایت کا کام سپُرد فرمایا؛

ناظرین اس کتاب کو پڑھ کر معلوم کر سکیں گے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کام کس قدر مشکل تھا۔ اور اُنھوں نے اس فرض کو کیسی خوش اسلوبی۔ صبر و حلم۔ استقامت اور تحمّل سے شروع کیا۔ کیونکر تہذیب و تمدّن اور علم و اخلاق کو پھیلایا۔ کیونکر قوموں اور ملکوں کو ایک بنایا۔ کس طرح انسان کا درجہ بلند کیا۔ کس طرح توحید کی اشاعت کی۔ اور انسان کے دل پر عظمت و کبریائی ربّانی کا نقش قائم کر دینے کے بعد کس طرح جملہ اشیاء و اسباب کا خادمِ انسان ہونا ثابت کر دیا؛

رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح پر نسل اور قومیّت کی خصوصیتوں اور ملک و مقام کی حالتوں۔ اور امیری و غریبی کے امتیازوں۔ اور فاتح و مفتوح کے تفاوتوں مختلف زبانوں۔ مختلف رنگتوں کے مابہ الامتیازوں سے قطع نظر کر کے کیسی خوش اسلوبی

سے سب کو دینِ واحد کے رشتہ سے متحد و متفق۔ یکساں و مساوی۔ ہم سطح و ہم خیال۔ ہم اعتقاد و ہم آواز بنایا؛

اور جب وہ اِس عظیم الشان کام کو انجام دے چکے۔ بندوں کو خدا سے نزدیک اور قوموں کو قوموں سے قریب بنا چکے۔ نفرت و عداوت کی جگہ نصرت و اخوت کو بٹھلا چکے۔ ظلمت اور جہالت کو نکال کر اُن کے دل و دماغ پر نورِ صداقت و علم کو متمکن کر چکے۔ تب کیسی فارغ البالی۔ کشادہ پیشانی۔ اور مسرت کے ساتھ اس دنیا سے سدھار گئے؛

اسلام اور مختلف طبقات

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے عظیم الشان کام کا اندازہ کرنے کے لئے دیکھو۔ کہ اسلام کا بیج کیسے پاک قلوب میں بویا گیا تھا۔ جو اس کا نیک پھل لائے تھے؛

نجاشی ملک حبشہ۔ جیفر ملک عمان۔ اکیدر شاہ دومۃ الجندل؛

نجد کے وحشی۔ تہامہ کے بدو۔ اور یمن کے مسکین کے دوش بدوش کھڑے ہونے پر نازاں ہو رہے ہیں؛

مختلف مذاہب اسلامی حلقہ میں

عبد اللہ بن سلام یہودیت اور ورقہ بن نوفل عیسائیت اور عثمان بن طلحہ ابراہیمیت کی مسند ہائے امامت چھوڑ کر اسلام کے خادم شمار کئے جانے پر مفتخر ہیں؛

یہودیوں کا زر خرید غلام سلمان پارسی۔ منّا اہل البیت کے درجہ پر فائز ہو جاتا ہے۔ اور بت پرستوں کے زر خرید غلام بلال حبشی کو فاروق اعظم بھی جس کی سطوت و ہیبت سے قیصر و کسریٰ کے اندام پر لرزہ تھا۔ سیّد سیّد (آقا آقا) کہہ کر پکار رہا ہے۔

مساوات قائم کی اور اخوت باہمی

رنگتوں کا اختلاف۔ زبانوں کا تباین۔ قومیت کا تفرقہ۔ ملکی خصوصیات کا امتیاز سب کچھ جاتا رہا ہے۔ حسب و نسب کی شرافت کا زبان پر لانا کمینگی کی دلیل بن گیا ہے دینِ واحد نے سب کو ملت واحد بنا کر ایک ہی ولولہ دلوں میں۔ ایک ہی جوش طبیعتوں میں۔ ایک ہی خیال دماغوں میں۔ ایک ہی آوازۂ توحید زبانوں پر جاری کر دیا ہے؛

دشمنوں کا دوست بن جانا

دشمن دوست بن گئے ہیں۔ اور جان ستان۔ جان نثار ثابت ہوئے ہیں۔ وہ عمرو بن عاص جو حبش میں نجاشی کے پاس قریش کا سفیر بن کر گیا تھا۔ کہ مسلمانوں کو بطور اکسٹراڈیشن مجرموں کے حاصل کرے۔ چند سال کے بعد وہی عمان کے بادشاہ کے پاس داعئ اسلام بن کر جاتا ہے۔ اور ہزاروں اشخاص کے مسلمان ہو جانے کی بشارت نبی صلّی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لاتا ہے؛

وہی خالدؓ بن ولید جو جنگ اُحد میں بُت پرستوں کے رسالہ کی کمانڈ کرتا ہُوا مسلمانوں کو تباہ کرنا اپنی زندگی کا اعلیٰ مقصد سمجھتا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد حاضر ہوتا ہے لات وعزےٰ کے مندروں کو اپنے ہاتھوں سے گراتا۔ اور اسلامی فتوحات میں گرم جوش جنرل کا درجہ پاتا ہے؛ وہی عروہ بن مسعودؓ۔ جو حدیبیہ میں آنحضرت کو مکہ میں داخل ہونے سے روکنے کے لئے قریش کا سفیر بن کر آیا تھا۔ خود بخود مدینہ میں حاضر ہوتا اپنی قوم میں دعوتِ اسلام کی اجازت حاصل کر کے اسی خدمت میں اپنی جان قربان کر دیتا ہے۔ وہی سہیل بن عمرو جو معاہدہ حدیبیہ میں بُت پرستوں کی جانب سے کمشنر معاہدہ تھا۔ اور جس نے عہدنامہ میں اسم پاک محمدؐ کے ساتھ لفظ رسُول اللہ لکھے جانے پر انکار کیا تھا۔ وفات نبوی کے بعد بیت اللہ میں کھڑے ہو کر اسلام کی صداقت اور دین الٰہی کی تائید میں ایسی زبردست تقریر (خطبہ) کرتا ہے۔ جو سینکڑوں دلوں میں سکینہ اور ایمان بھر دیتی ہے۔ وہی عمرؓ جو تلوار لیکر گھر سے آنحضرتؐ کا سر قلم کرنے کے لئے نکلا تھا۔ وفات نبوی کے دن شمشیر برہنہ لے کر کہہ رہا ہے۔ کہ جو کوئی کہیگا۔ کہ آنحضرتؐ نے وفات پائی۔ اُس کا سر قلم کر دیا جاوے گا۔ وہی وحشی جس نے امیر حمزہ کو مارا۔ کلیجہ نکالا۔ اعضاء کاٹے۔ جنازہ بیحرمت کیا تھا؛

کچھ دنوں کے بعد مسلمان ہو جاتا شرم و خجالت سے مُنہ سامنے نہیں کرتا اور بالآخر مسیلمہ جیسے کذاب کے قتل کو اپنی حرکت سابقہ کی تلافی سمجھتا ہے؛

وہی ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب۔ جو حقیقی چچا کا بیٹا ہو کر بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں متواتر اشعار کہا کرتا تھا۔ جذبۂ توفیق سے خدمت میں حاضر ہوتا ہے۔ اور جنگ حُنین کے میدان میں وہی اکیلا رکاب نبوی تھامے نظر آتا ہے۔

وہی ابوسفیان بن حرب۔ جو سات برس تک برابر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں فوجیں لاتا رہا۔ اور مسلمانوں کے خلاف سارے ملک میں آتش فساد بھڑکاتا رہا۔ اسلام لاتا۔ اور نجران کے عیسائی علاقہ پر اسلامی حاکم بنا کر بھیجا جاتا ہے

وہ طفیلؓ دوسی۔ جو مکہ میں روئی کی ڈاٹ کانوں میں لگا کر پھرتا تھا۔ کہ محمدؐ کی آواز کان میں نہ پہنچے۔ بالآخر اپنے وطن میں گھر گھر پھرتا۔ اور محمدؐ کی آواز کو پہونچاتا تھا۔ وہ عبدیالیل ثقفی جس نے طائف میں غلاموں بچوں کو پتھراؤ کرنے کے لئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے لگا دیا تھا۔ آخر مدینہ حاضر ہوا۔ اور وہاں سے اپنی قوم کے پاس جواہر ایمان وایقان لایا تھا۔ وہی بریدہ بن الحصیب اسلمی۔ جو قریش سے سو شتر سُرخ کے انعام کا وعدہ لے کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی گرفتاری کے لئے ستر سواروں کی دَوڑش لے گیا تھا۔ چند گھنٹہ کے بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا علمبردار بن گیا۔ الغرض ایسی مثالوں کے لئے ایک دفتر درکار ہے؛

یہ سب کرشمے اُس پاک تعلیم کے تھے۔ جو آہستہ آہستہ دلوں کو فتح کرتی جاتی تھی؛ اکثر انبیاء علیہم السلام نے معجزے دکھلائے۔ لاٹھی۔ سانپ۔ پتھر۔ دریا۔ آگ کی قلب ماہیت یا سلب خاصیت کا نظارہ دیکھنے والوں کو نظر آیا۔

لیکن نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم (فداہ ابی واُمی) نے عظیم الشان معجزہ یہ دکھلایا کہ دلوں کو بدل دیا۔ اور روح کو پاکیزہ بنا دیا۔ انسان اور لاٹھی۔ انسان اور سانپ۔ انسان اور پتھر میں جتنا تفاوت ہے۔ وہی تفاوت اس معجزہ اور دیگر معجزات میں بھی ہے!

معجزات انبیاء کی معجزات نبوی سے تطبیق

اور یہی وہ چیز ہے۔ جو آج تک اُن سب دماغوں کی حیرت و محویت کا موجب ثابت ہوئی ہے۔ جنہوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق (باوجود مخالفت مذہب) کچھ کہنا یا کچھ لکھنا چاہا ہے۔

کاش مُسلمان اس پاکیزہ تعلیم کی قدر کریں۔ کاش وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک مقصد سے آگاہی حاصل کریں۔ کاش وہ اسلام کی حفاظت کو اپنا فرض سمجھیں کاش وہ اسلام کی بقا کو اپنی جانوں۔ اپنے بچوں۔ اپنے باپ۔ پیر بزرگوں کی حیات وبقا سے زیادہ ضروری سمجھنے لگیں۔ وما ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیز۔

ناظرین! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں یہ عجیب خصوصیت ہے۔ کہ اس سے ہر طبقہ کا شخص ہدایت پا سکتا ہے۔

آنحضرتؐ دنیا کی ہُوا میں سانس لینے سے پیشتر یتیم ہو چکے تھے۔ اس لئے مسکینی و غُربت ایسے اوصاف ہیں۔ جو حضور کے توأم ہیں۔

عمر کے ابتدائی سال دیہاتی زندگی میں بسر ہوئے تھے۔ اِس لئے سادگی و بے تکلفی نے حضور کے ساتھ ساتھ نشوونما پائی تھی۔ لڑکپن کا زمانہ ایسے وقت میں کٹا تھا۔ جب کہ قوم حرب الفجار وغیرہ لڑائیوں میں مصروف تھی۔ اِسلئے امن بسیط اور ہمدردی عامہ کی قدر و منزلت شروع ہی سے حضور کے خاطر نشین تھی۔

۲۵ سال کی عمر تک حضور نے شادی نہیں کی۔ تجرد کا یہ زمانہ جو عین عنفوان شباب کا عالم تھا۔ کمال عفت و عصمت شرم و حیا سے بسر ہوا۔ دیکھنے والوں کی شہادت موجود ہے۔ کہ حضور پردہ نشین کنواری لڑکیوں سے بڑھ کر باشرم و باحیا تھے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاش کے لئے تجارت کو پسند فرمایا تھا اور اس طرح اُن بلند حوصلہ لوگوں کے لئے جو ثبات و استقلال۔ معاملہ فہمی و ضرورت شناسی۔ حلم اور بُردباری سے متصف ہوں۔ ہدایت فرمائی۔ کہ تجارت سے بہتر

سیرت نبوی کی خصوصیات اور زندگی کے مختلف دوروں کے حالات

اور کوئی معاش نہیں۔

مردانہ جمال میں کمال حسین۔ حسب ونسب میں عالی خاندان ہونے پر بھی ایک بیوہ عورت سے۔ جو عمر میں حضور سے پندرہ سال زیادہ تھی۔ پہلا نکاح کیا۔ اور اس سے عقد بیوگاں کی ضرورت اور عظمت پر نہایت شاندار نمونہ قائم فرمایا۔ نیز واضح کردیا۔ کہ متاہل زندگی میں بھی ہم کیونکر شہوانی خیالات کے تقید سے آزاد رہ سکتے ہیں۔

یہ بیوی نہایت متمول تھی۔ لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی قانعانہ طبیعت اور زاہدانہ سیرت کی وجہ سے اپنے آپ کو اپنی بیوی یا اپنے خاندان کی امداد مالی سے ہمیشہ مستغنی ثابت کیا۔ اور اس طرح اپنی مدد آپ کرنے والوں کی سرِراہ ایک مشعل روشن فرمائی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑے ہی عرصہ میں اپنی صادقانہ وہمدردانہ زندگی کا اثر خونخوار عرب پر پھیلا دیا تھا۔ اور سب کے دلوں میں اپنے لئے عزت و محبت کے ساتھ جگہ بنالی تھی۔ اور اس طرح پر راستبازوں کے لئے ایک درخشندہ مثال قائم فرمادی۔ کہ کیونکر نیکی اور صداقت کی طاقت۔ ظلم اور جہالت کو مغلوب کرسکتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعاون وتمدن کی برکات اور طاقت کو سمجھا۔ اور حلف الفضول کے قائم کرنے سے قیامِ امن اور حفاظت نوع انسانی کی جدید سڑک تیار کردی اور اُن منتظمین کو جو سچے دل سے کسی ملک کو ترقی دینا چاہتے ہیں۔ اُسی ملک کے باشندوں کو شریک انتظام کرلینے کے زرین اصول کا سبق دیا۔

حجر اسود کے نصب کرنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلادیا۔ کہ جب مختلف

اغراض اور مختلف مقاصد کے لوگ ایک جگہ فراہم ہوجائیں۔ تو ان کو کیوں کر مرکز واحد پر لا سکتے ہیں۔ نیز ثابت فرمادیا۔ کہ خدشہ جنگ کے ٹلا دینے اور امن کو مستحکم رکھنے کے لئے جنگی طاقت کی نہیں۔ بلکہ اعلیٰ دماغی قابلیّت کی ضرورت ہے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں جملہ انبیاء کی شان نظر آتی ہے۔

آپ مسیح علیہ السلام کی طرح جھٹلائے اور ستائے گئے۔ پھر بھی صابر و شاکر ہی پائے گئے،

آپ نے یحییٰ علیہ السلام کی طرح بیابانوں اور بستیوں میں خدا کی آواز کو پہونچایا،

آپ نے عیسیٰ رسول اللہ کی طرح خُدا کے گھر کی عظمت و حرمت کو از سر نو زندہ فرمایا،

آپ نے ایوب علیہ السلام کی صبر و شکیبائی کے ساتھ گھاٹی میں تین سال تک محصُوری کے دن کاٹے۔ اور پھر بھی آپ کا دل خدا کی ثنا گزاری سے لبریز۔ اور زبان ستائش گوئی سے زمزمہ سنج رہی،

آپ نے نوح علیہ السلام کی طرح قوم کے برگشتہ بخت لوگوں کو خفیہ اور علانیہ۔ خلوت اور جلوت میں۔ میلوں اور جلسوں۔ گزرگاہوں اور راہوں پر۔ پہاڑوں اور میدانوں میں اسلام کی تبلیغ فرمائی۔ اور لوگوں کو اُن کے افعال بد سے نفرت دلائی،

آپ نے ابراہیم علیہ السلام کی طرح نافرمان قوم سے علیحدگی اختیار کی۔ اور وطن کو چھوڑ کر شجرۂ طیبہ اسلام کے لگانے کے لئے پاک زمین کی تلاش میں رہ نورد ہوئے،

آپ شبِ ہجرت کو داؤد علیہ السلام کی طرح دشمنوں کے نرغہ سے نکلنے میں کامیاب ہوئے،

اور یونس علیہ السلام کی طرح (جنھوں نے تین دن مچھلی کے پیٹ میں رہکر پھر نینوے میں اپنی منادی کو جاری کیا تھا) غار ثور کے شکم میں تین دن رہ کر پھر مدینہ

طیبہ میں کلمۃ اللہ کی آواز کو بلند فرمایا؛

آپ نے موسٰے علیہ السلام کی طرح جنہوں نے بنی اسرائیل کو فرعون مصر کی غلامی سے آزاد کرایا تھا شمالی عرب کو شاہ قسطنطنیہ کی بند ملوکیت سے اور شرقی عرب کو کسرائے ایران کے حلقۂ غلامی سے اور جنوبی عرب کو شاہ حبش کے طوق بندگی سے نجات دلائی؛

آپ نے سلیمان علیہ السلام کی طرح مدینہ میں خدا کے لئے ایک گھر بنایا جو ہمیشہ کیلئے خدا کی یاد کرنے والوں سے معمور اور ضیاء توحید سے پُر نور رہا ہے۔ جسے کوئی بخت نصر جیسا سیاہ بخت ویران نہیں کر سکا؛

آپ نے یوسف علیہ السلام کی طرح اپنے ایذا رساں وستم پیشہ برادران مکہ کے لئے نجد سے بتوسط ثمامہ بن اثال غلہ بہم پہنچایا۔ اور بالآخر فتح مکہ کے دن لا تثریب علیکم الیوم کا مژدہ سُنا کر۔ انتم الطلقاء کے فرمودہ سے انہیں پابند منت واحسان بنایا؛

وقت واحد میں آپ موسٰی کی طرح صاحب حکومت تھے۔ اور ہارون کی طرح صاحب امامت بھی؛

ذات مبارک میں نوح علیہ السلام کی سی سرگرمی۔ ابراہیم علیہ السلام جیسی نرم دلی۔ یوسف علیہ السلام کی سی درگذر۔ داؤد علیہ السلام کی سی فتوحات۔ یعقوب علیہ السلام کا سا صبر۔ سلیمان علیہ السلام کی سی سطوت۔ عیسی علیہ السلام کی سی خاکساری یحیٰی علیہ السلام کا سا زہد۔ اسمٰعیل علیہ السلام کی سی ربک، روحی کامل ظہور بخش تھی؛

اے کہ بر تخت سیادت ز ازل جا داری

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

خورشید رسالت میں اگرچہ تمام مقدس رنگ موجود تھے۔ لیکن رحمۃ للعالمینی کا

وہ نور تھا۔ کہ جس نے تمام رنگتوں کو اپنے اندر لے کر دنیا کو ایک برگزیدہ و چیدہ (بیضاوِ نقیہ) روشنی سے منور کر دیا ہے؛

ذرۂ بیمقدار کی کیا تاب کہ خورشید عالم افروز کی جلوہ نمائی میں آئینہ داری کرے۔ اس لئے سادہ و مختصر حالات پیش کر دیتا ہوں۔ خداوند کریم میری حسنِ نیت پر نظر فرما کر میرے زلات کو عفو فرمائے؛ اور برادران اسلام میری کمی بضاعت کو ملحوظ رکھ کر تقصیر خدمت کو معاف فرمائیں؛

خاکسار

"محمد سلیمانؔ"

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

و

نُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

سیدنا محمد[1] بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی ہمارے نبیؐ ہیں۔ دادا نے آنحضرت کا نام محمدؐ اور ماں نے خواب میں ایک فرشتے سے بشارت پاکر احمد[2] رکھا تھا[3]۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم[4] خلیل الرحمن و ابو الانبیاء کی اولاد سے ہیں جو ہاجرہ بی بی کے بطن سے ہوئی۔ ہاجرہ بادشاہ مصر رقیون کی بیٹی تھی۔ خدا کے ہاں اُن کا

---

[1] لفظ محمد۔ حمد سے اسم مفعول ہے یعنی مضاعف سے مبالغہ کیلئے ہے۔ اور احمد بھی حمد سے واقع علی المفعول ہے اسم محمد سے حمد کی کثرت و کمیت۔ اور اسم احمد سے۔ حمد کی صفت اور کیفیت ظاہر ہوتی ہے۔ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا شعر ہے وَشَقَّ لَہٗ مِنْ اِسْمِہٖ لِیُجِلَّہٗ۔ فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَ ھٰذَا مُحَمَّدٌ۔ خدا نے اس کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے اس کا نام اپنے نام سے مشتق کیا۔ دیکھو رب العرش تو محمود ہے۔ اور آنحضرت محمدؐ ہیں۔ واضح ہو۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حمد سے خاص مناسبت ہے۔ حضور کا نام محمدؐ و احمدؐ ہے اور حضور کے مقام شفاعت کا نام محمود ہے۔ اُمت محمدیہ کا نام حمادون ہے۔ اور آنحضرت کی لوء کا نام لواء الحمد ہے والحمد للّٰہ علٰی ذٰلک حمداً کثیراً۔

[2] حدیث میں ہے۔ کہ زمین پر میرا نام محمدؐ اور آسمان پر احمدؐ ہے۔ توریت میں اسم مبارک محمد اور انجیل میں احمدؐ ہے۔

[3] سیدہ آمنہ بی بی کو نام رکھنے کی بشارت فرشتے کی معرفت ایسے ہی ملی تھی۔ جیسے کہ فرشتے کی بشارت سے ہاجرہ بی بی نے اسماعیل کا نام (پیدائش $\frac{16}{11}$) اور مریم نے یسوع کا نام (لوقا باب ۱ درس ۳۱) رکھا تھا۔

[4] حضرت ابراہیم کا نام شروع میں ابرام تھا۔ خدا نے ابراہیم رکھا جسکے معنے "قوموں کا باپ" ہیں (پیدائش ۱۷ باب ۵ ورس)۔ بنی اسمٰعیل و بنی اسرائیل و بنو عیصو و بنو قطورہ انہی کی اولاد ہیں۔ پادری صاحبان جو صرف بنی اسرائیل کا نام ہی زبان پر رکھتے ہیں وہ غور کریں۔ کہ انکے قول کے مطابق حضرت ابراہیم قوموں کا باپ کیونکر ثابت ہوئے۔

ایسا درجہ تھا۔ کہ خدا کے فرشتے انکے سامنے آیا کرتے۔ اور خدا کے پیغام پہنچایا کرتے تھے[۱]۔

ہاجرہ بی بی کے فرزند کا نام اسمٰعیلؑ ہے۔ جو حضرت ابراہیمؑ کے پہلوٹے بیٹے ہیں باپ نے ان کو وادی میں اس جگہ آباد کیا تھا۔ جہاں اب مکہ معظمہ ہے۔ خدا نے اسمٰعیلؑ کے لئے زمزم کا چشمہ ظاہر کیا تھا[۲]؛

حضرت اسمٰعیلؑ کو خدا نے بارہ بیٹے دئے تھے۔ اُن میں سے قیدار بہت مشہور ہیں۔ توریت میں ان کا ذکر بکثرت[۳] آیا ہے؛

قیدار کی اولاد میں عدنان اور عدنان کی اولاد میں قصیٰ بہت مشہور ہیں جو چار واسطے سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے دادا ہیں؛

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ماں کا نام آمنہ ہے۔ جو وہب کی بیٹی ہیں۔ وہب قبیلہ بنو زہرہ کا سردار تھا۔ ان کا سلسلہ نسب فہر الملقب بہ قریش کے ساتھ جا ملتا ہے؛

اس لئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم دوھیال اور ننھیال میں عرب کے بہترین قبیلہ۔ بہترین قوم اور شاخ میں سے ہیں؛

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم موسم[۴] بہار میں دوشنبہ[۵] کے دن ۹ ربیع[۶] الاول ۱ عام الفیل[۷]

---

[۱] کتاب پیدائش ۱۶/۷ تا ۱۱ و ۲۱/۱۷؛

[۲] زبور ۸۴ باب ۴-۵-۶ درس و کتاب صحیح بخاری بروایت ابن عباسؓ؛ و پیدائش ۲۱/۱۹

[۳] یسعیاہ ۱۶/۲۱ زبور ۱۲۰/۵ یسعیاہ ۶۰/۷ یرمیاہ ۴۹/۲۸ وغیرہ وغیرہ

[۴] حضرت یحییٰ و حضرت آدم علیہما السلام کی ولادت بھی فصل بہار میں ہوئی تھی = فوحی الزمان و شہر و ضحی۔ ربیع فی ربیع فی ربیع

[۵] نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی میں دوشنبہ کا دن خصوصیت رکھتا ہے۔ ولادت۔ نبوت۔ ہجرت وفات سب اسی دن ہوئی ہیں۔ اس سے مختلف تاریخوں کی تصحیح میں بڑی مدد ملتی ہے؛

[۶] تاریخ ولادت میں مؤرخین نے اختلاف کیا ہے۔ طبری و ابن خلدون نے ۱۲ تاریخ۔ اور ابو الفداء نے ۱۰ لکھی ہے۔ مگر سب کا اتفاق ہے۔ کہ دوشنبہ کا دن تھا۔ چونکہ دوشنبہ کا دن ۹ ربیع کے سوا کسی اور تاریخ سے مطابقت نہیں کھاتا۔ اس لئے ۹ ربیع ہی صحیح ہے۔ تاریخ دول العرب والاسلام میں محمد طلعت بک عرب نے بھی ۹ تاریخ ہی کو صحیح قرار دیا ہے؛

[۷] واقعہ عام الفیل سے ۵۵ یوم بعد؛

مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء[۱] مطابق یکم جیٹھ[۲] سمت ۶۲۸ بکرمی کو مکہ معظمہ میں۔ بعد از صبح صادق[۳] و قبل از طلوع نیر عالمتاب پیدا ہوئے۔ حضور اپنے والدین کے اکلوتے[۴] بچے تھے۔ والد بزرگوار کا آنحضرتؐ کی پیدائش سے پہلے انتقال ہوگیا تھا۔

عبدالمطلب آنحضرتؐ کے دادا نے خود بھی یتیمی کا زمانہ دیکھا ہوا تھا۔ اپنے چوبیس سالہ نوجوان پیارے فرزند عبداللہ کی اس یادگار کے پیدا ہونے کی خبر سنتے ہی گھر میں آئے۔ اور بچے کو خانہ کعبہ میں لے گئے اور دعا مانگ کر واپس لائے۔ ساتویں دن قربانی کی۔ اور تمام قریش کو دعوت دی۔ دعوت کھا کر لوگوں نے پوچھا۔ کہ آپ نے بچے کا نام کیا رکھا۔ عبدالمطلب نے کہا۔ "محمدؐ"۔ لوگوں نے تعجب سے پوچھا۔ کہ آپ نے اپنے خاندان کے سب مروجہ ناموں کو چھوڑ کر یہ نام کیوں رکھا۔ کہا۔ میں چاہتا ہوں کہ میرا بچہ دنیا بھر کی ستائش اور تعریف کا شایاں قرار پائے[۵]۔

نام رکھا گیا۔ قوم نے اس نام پر تعجب کیا۔

---

[۱] ۲۲ اپریل گریگورین رول کے مطابق ہے۔ جس پر ستمبر ۱۷۵۲ء سے انگریزی تقویم کا حساب شروع ہوا ہے لیکن قاعدہ قدیم کے مطابق ۹ ربیع مطابق ۱۹ اپریل ۵۷۱ء جولین کے تھی۔ اور گریگورین نے اس ۱۹ کو ۲۰ اپریل ۵۷۱ء بروئے حساب قدیم قرار دیا۔ فقط

[۲] واضح ہو۔ کہ شمسی سال کی صحیح مقدار ۳۶۵ دن ۵ گھنٹے ۴۸ منٹ ۴۶ سکنڈ ہے۔ مگر سمت پروشٹہ کے جاری کرنیوالوں نے ۲۳ منٹ ۲۳ سکنڈ کی مقدار اس سے زیادہ تجویز کی۔ اس زیادتی کی وجہ سے سمت پروشٹہ سنہ عیسوی کے مقابلہ میں ۲۳ منٹ ۲۳ سکنڈ کی تاخیر سے شروع ہوتا ہے۔ سمت پروشٹہ سنہ کا آغاز یوم یکشنبہ مطابق ۱۴ اپریل ۶۵۷ء جولین ہوا تھا یعنی اعتدال ربیعی سے ۲۹ یوم پہلے مگر سمت ۶۲۸ پروشٹہ کا آغاز ۲۲ مارچ ۵۷۱ء کو ہوا تھا یعنی اعتدال ربیعی سے ایک یوم بعد۔ اور ہمارے زمانہ میں سمت ۱۹۷۲ پروشٹہ ۱۳ اپریل ۱۹۱۵ء کو شروع ہوا ہے یعنی اعتدال ربیعی سے ۲۳ یوم بعد آئندہ بھی سمت پروشٹہ میں اسی تناسب سے یہ فرق بڑھتا رہیگا۔ یعنی ۶۱½ سال کے بعد سمت کا شروع ایکدن موخر ہوتا رہیگا غرض سمت پروشٹہ میں جو غلطی متعلق مقدار سال شمسی کے ابتدائے قائمی سمت مذکور سے موجود ہے۔ اسی کی وجہ یہ ہے۔ کہ سمت ۶۲۸ پروشٹہ کا یکم جیٹھ مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء تھا۔ اور سمت ۱۹۷۲ پروشٹہ کا یکم جیٹھ مطابق ۱۴ مئی ۱۹۱۵ء کے ہے۔

[۳] یوم ولادت باسعادت کو مکہ معظمہ میں صبح صادق کا طلوع ۴ بجکر ۲۰ منٹ دھوپ گھڑی کے گھنٹوں والے حساب سے یا ۹ بجکر ۵ منٹ (حساب مروجہ حال عرب سے) ہوا تھا۔ اور آفتاب اس وقت برج حمل سے ۳۱ درجہ ۲۰ دقیقے پر تھا۔ اور تاریخ یکم جیٹھ کے شروع ہونے پر ۱۳ گھنٹے ۱۶ منٹ گزر چکے تھے۔

[۴] یسعیاہ ۹/۶ میں ہے۔ "ہمکو ایک بیٹا بخشا گیا"۔ یہ بشارت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے جو حضرت مسیح کی نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ انجیل متی سے ظاہر ہے۔ کہ مسیح کی اور بھی بہنیں اور بھائی تھے۔ اور وہ مریم کے اکلوتے بچے نہ تھے۔

[۵] ابوالفداء صفحہ ۱۱۰۔ نیز یسعیاہ ۹/۶ "وہ اس نام سے کہلاتا ہے عجیب"۔

شرفاء مکہ کا دستور تھا۔ اپنے بچوں کو جبکہ وہ آٹھ دن کے ہو جاتے تھے۔ دودھ پلانے والیوں کے سپرد کر کے کسی اچھی آب و ہوا کے مقام پر باہر بھیجدیا کرتے تھے۔

ایام رضاعت اسی دستور کے موافق آنحضرتؐ کو بھی حلیمہ سعدیہ کے سپرد کر دیا گیا، وہ ہر چھٹے مہینے لا کر انکی والدہ اور دیگر اقربا کو دکھلا جاتی تھیں۔ دو برس کے بعد آپ کا دُودھ چھڑایا گیا۔ مائی حلیمہ آپ کو لیکر حضرت آمنہ کے پاس آئیں۔ حضرت آمنہ نے اِس خیال سے (کہ وہاں کی آب و ہوا حضور کے خوب موافق تھی اور) شاید مکہ کی آب و ہوا موافق نہ ہو۔ پھر مائی حلیمہ ہی کے سپُرد کر دیا؛

والدہ مکرمہ کا انتقال جب آنحضرتؐ کی عمر چار برس کی ہوئی۔ تو والدہ مکرّمہ نے آنحضرتؐ کو اپنے پاس رکھ لیا۔ جب آنحضرتؐ کی عمر چھ برس کی ہوئی۔ تو والدہ کا انتقال ہو گیا۔ اور دادا نے آپ کی پرورش اور نگرانی اپنے ذمّہ لی[1]؛

جب آنحضرتؐ کی عمر آٹھ برس ۱۰ دن کی ہوئی۔ تو آپ کے دادا عبدالمطلب نے ۸۲ برس کی عمر میں وفات پائی[2]؛

ابُوطالب کی تربیت ابوطالب آنحضرتؐ کے چچا تھے۔ اور آپ کے والد عبداللہ کے حقیقی بھائی۔ اب وہ آنحضرتؐ کی نگرانی اور تربیت کے ذمّہ وار بنے[1]؛

بحیرہ صاحب کی ملاقات اکثر کتابوں میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ آنحضرتؐ جب بارہ سال[1-2] کے ہوئے۔ تو اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ۔ جبکہ وہ تجارت شام کو جاتے تھے سفر میں گئے۔ بُصریٰ میں بحیرہ راہب نے آنحضرتؐ کو پہچان لیا۔ کہ نبی موعود یہی نوجوان ہے چچا سے کہا۔ کہ اسے یہودیوں کے ملک میں نہ لیجاؤ۔ وہ اسے پہچان کر کہیں گزند نہ پہنچائیں شفیق چچا نے آنحضرتؐ کو بصری ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہی سے واپس کر دیا[3]؛

---

[1] ماخوذ از خطبات احمدیہ مصنفہ سر سید احمد خاں المتوفی ۱۳۱۵ سنہ ہجری [2] زاد المعاد [2] زاد المعاد

[3] پادری صاحبان نے اتنی بات پر کہ بحیرہ نصرانی ملا تھا۔ یہ شاخ و برگ اور بھی لگا دئے۔ کہ ۴۰ سال کی عمر کے بعد جو تعلیم آنحضرتؐ نے ظاہر کی تھی۔ وہ اس راہب کی تعلیم کا اثر تھا۔ میں کہتا ہوں۔ کہ اگر آنحضرتؐ نے تثلیث

(۱) اس بارہ میں جو حدیث ترمذی وغیرہ میں ہے۔ اس میں یہ بھی ہے۔ کہ چچا نے واپس کرتے وقت آنحضرتؐ کے ساتھ بلالؓ کو بھیجا تھا۔ ابن قیمؒ کہتے ہیں۔ کہ یہ صریح غلطی ہے۔ اول تو اُس وقت بلال نہ ابوطالب کے پاس تھا۔ نہ ابوبکرؓ کے پاس۔ دوسرے یہ بھی ممکن ہے۔ کہ وہ اُن دنوں موجود ہی نہ ہو[1]۔

(۲) قرآن مجید کی آیت وَکَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَی الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ فَلَمَّا جَآءَھُمْ مَّا عَرَفُوْا کَفَرُوْا بِہٖ[2] سے ثابت ہے۔ کہ یہودی رسول موعود کے انتظار میں رہا کرتے تھے۔ اور سمجھتے تھے۔ کہ اُس کے آنے پر یہودیوں کو کافروں پر فتح و نصرت ہوگی۔ یہ اعتقاد اُن کا اس وقت تک رہا۔ جبتک کہ حضور کی بعثت نہ ہوئی۔ اِس آیت سے یہ بھی ثابت ہو گیا۔ کہ بحیرہ راہب کا قول غلط تھا۔ کیونکہ اگر یہودی اس لڑکپن میں آنحضرتؐ کو پہچان لیتے۔ تو اپنے اعتقاد کے مطابق حضور کو اپنی فتح و نصرت کا دیوتا سمجھ کر نہایت خدمتگزاری کرتے۔ نتیجہ یہ ہے کہ راہب کی داستان ناقابل اعتبار ہے۔

تجارت کا خیال جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم جوان ہوئے۔ تو آپ کا خیال پہلے تجارت کی طرف ہوا۔ مگر گھر کا روپیہ پاس نہ تھا۔ مکہ میں نہایت شریف خاندان کی ایک بیوہ عورت خدیجہ تھی۔ وہ بہت مالدار تھی۔ اپنا روپیہ تجارت میں لگائے رکھتی تھی۔ اُس نے آنحضرتؐ کی خوبیاں اور اوصاف سُن کر۔ اور آپ کی سچائی۔ دیانتداری۔ سلیقہ شعاری کا حال معلوم کر کے خود درخواست کر دی۔ کہ اُس کے روپے سے تجارت

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور کفارہ کا رد مسیح کے صلیب پر جان دینے کا بطلان۔ اس راہب کی تعلیم ہی سے کیا تھا تو اب عیسائی اپنے اُس بزرگ کی تعلیم کو قبول کیوں نہیں کرتے؟ (محمد سلیمان)

[1] زاد۔ مصنفہ علامہ ابن القیم (المتوفی ۲۳۔ رجب ۷۵۱ھ) صفحہ ۱۷

[2] یہ لوگ نبی کے آنے سے پیشتر کافروں پر فتح اس کے ذریعہ پانے کی آرزو میں رہا کرتے۔ جب۔ نبی ظاہر ہوا۔ اور انہوں نے پہچان بھی لیا تب اُس سے منکر ہو بیٹھے۔

تجارت کریں آنحضرتؐ اُس کا مال لیکر تجارت کو گئے۔ اس تجارت میں بہت نفع ہُوا!

اِس سفر میں خدیجہ کا غلام میسرہ بھی آنحضرتؐ کے ساتھ تھا۔ اُس نے آنحضرتؐ کی اُن تمام خوبیوں اور بزرگیوں کا ذکر خدیجہؓ کو سُنایا۔ جو سفر میں خود دیکھی تھیں۔ اِن اوصاف کو سُن کر خدیجہؓ نے درخواست کر کے آنحضرتؐ سے ساتھ نکاح کر لیا۔ حالانکہ خدیجہؓ اس سے پہلے بڑے بڑے سرداروں کی درخواست نکاح کو رد کر چکی تھی!

نکاح جب یہ نکاح ہُوا۔ تو آنحضرتؐ کی عمر ۲۵ سال اور خدیجہ بی بی کی عمر ۴۰ سال کی تھی۔ آنحضرتؐ کے نکاح میں وہ ۲۵ سال تک زندہ رہیں۔ آنحضرتؐ اُن کے مرجانے کے بعد بھی اکثر اُن کا محبت سے ذکر کیا کرتے۔ اور اُن کی سہیلیوں سے بھی عزت اور شفقت کا برتاؤ کیا کرتے تھے!

اِس شادی کے بعد آنحضرتؐ کا تمام وقت خدا کی عبادت۔ اور بنی آدم کی بہبودی وخیر اندیشی میں پُورا ہُوا کرتا تھا!

قیام امن ونگرانی حقوق کی انجمن کا انعقاد انہی دنوں میں آنحضرتؐ نے اکثر قبیلوں کے سرداروں اور سمجھدار لوگوں کو ملک کی بے امنی۔ راستوں کا خطرناک ہونا مسافروں کا لٹنا۔ غریبوں پر زبردستوں کا ظلم بیان کر کے ان سب باتوں کی اصلاح پر توجہ دلائی۔ آخر ایک انجمن قائم ہوگئی۔ جس میں بنو ہاشم۔ بنو المطلب۔ بنو اسد۔ بنو زہرہ۔ بنو تیم شامل تھے!

اس انجمن کے ممبر مندرجہ ذیل عہد و اقرار کیا کرتے تھے:۔

(۱) ہم ملک سے بے امنی دور کریں گے!

(۲) ہم مسافروں کی حفاظت کیا کریں گے:

(۳) ہم غریبوں کی امداد کرتے رہیں گے!

(۴) ہم زبردست کو زیردست پر ظلم کرنے سے روکا کریں گے[1]!

[1] انگلستان میں نائٹ ہڈ کا آرڈر جسکے ممبر قریبًا یہی اقرار کیا کرتے تھے۔ اس انجمن سے کئی صدیوں کے بعد قائم ہوا تھا۔

اِس تدبیر سے بنی آدم کے جان و مال کی بہت کچھ حفاظت ہو گئی تھی۔ آنحضرتؐ اپنے نبوت کے زمانے میں بھی فرمایا کرتے۔ کہ اگر آج بھی کوئی اُس انجمن کے نام سے کسی کو مدد کے لئے بُلائے۔ تو میں سب سے پہلے اُس کی امداد کو تیار پایا جاؤں گا۔

ملک کی طرف سے صادق و امین کا نام آنحضرتؐ کو ملنا

ایسے ہی نیک کاموں کی وجہ سے اُن دنوں میں لوگوں کے دلوں پر آنحضرتؐ کی نیکی اور بزرگی کا اتنا اثر تھا۔ کہ وہ آنحضرتؐ کو نام لیکر نہیں بُلاتے تھے۔ بلکہ الصادق۔ یا الامین۔ کہہ کر پکارا کرتے تھے۔

آنحضرتؐ کی عمر ۳۵ سال کی تھی۔ جب قریش نے کعبہ کی عمارت[۱] کو جسکی دیواریں سیلاب کے صدمے سے پھٹ گئی تھیں از سرِ نو تیار کیا۔

عمارت کے بنانے میں تو سب ہی شامل تھے۔ مگر جب حجرِ اسود[۲] کے قائم کرنیکا موقعہ آیا۔ تو سخت اختلاف ہُوا۔ کیونکہ ہر ایک یہی چاہتا تھا۔ کہ یہ کام اُسی کے ہاتھ سے سر انجام پائے۔ چار دن تک برابر یہی جھگڑا ہوتا رہا۔ آخر ابو امیہ بن مغیرہ نے جو

---

[۱] کعبہ کی اول تعمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مع حضرت اسمٰعیلؑ کے کی تھی۔ پھر بنی جرہم۔ بنو عمالقہ قصی اور قریش نے اس کی تجدید کی تھی۔ تجدید عمارت کی ضرورت مرورِ زمانہ کے اثر یا صدمۂ سیلاب وغیرہ کی وجہ سے پیدا ہو جاتی تھی کسی غیر قوم کے قبضہ کرکے گرا دینے۔ منہدم کرنے کا واقعہ اس عمارت کعبہ کے ساتھ پانچہزار سال سے کبھی نہیں ہُوا جیسا کہ ہیکل یروشلم کے ساتھ بارہا ایسے واقعات پیاپے۔ اور متعدد بار ہوتے رہے۔ اور یہ ایسا شرف ہے کہ دنیا کے کسی عبادت خانہ کو حاصل نہیں؛

[۲] حضرت ابراہیمؑ اور انکی اولاد کا دستور تھا کہ میدان میں جس جگہ کو عبادت گاہ مقرر کرتے۔ وہاں ایک لمبا بن گھڑا پتھر ستون کی طرح کھڑا کر دیتے تھے۔ جیسے اب بھی مسلمان کھلی جگہ میں نماز پڑھتے ہوئے اپنی چھڑی وغیرہ گاڑ دیا کرتے ہیں۔ جسے سُترہ کہتے ہیں۔ اس کا ثبوت کتاب پیدائش باب ۱۲ ورس ۷ و ۸ باب ۱۳۔ ورس ۱۸۔ و باب ۲۶ ورس ۲۵۔ و باب ۲۸۔ ورس ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۲ و کتاب خروج باب ۲۵ و باب ۲۴۔ ورس ۴ سے بخوبی ملتا ہے؛
حجرِ اسود بھی اسی قسم کا پتھر ہے۔ اور یہ بھی ایک شہادت اس امر کی ہے۔ کہ کعبہ بنائے ابراہیمی ہے۔ اب کعبہ میں لگا دینے کے بعد یہ اتنا کام دیتا ہے۔ کہ طواف کا شروع اور ختم اس جگہ سے کیا جاتا ہے۔ مسلمانوں میں جو درجہ اس کا ہے وہ اس کے نام حجرِ اسود (کالا پتھر) سے ظاہر ہے۔ ایک دفعہ فاروق اعظمؓ نے لوگوں کے سُنانے کے لئے حجرِ اسود کو مخاطب کرکے کہا تھا۔ "تو ایک پتھر ہے۔ نہ کسی کو نفع نہ ضرر دے سکتا ہے"۔ صحیح بخاری عن عابس بن ربیعہ۔ باب ماذکر فی الحجر الاسود۔

آنحضرتؐ کا جملہ قبائل کی طرف سے حکم مقرر ہونا

قریش میں سب سے بڑھ کر بڑی عمر کا تھا۔ یہ رائے دی۔ کہ کسی کو حکم بنا کر اُس کے فیصلے پر عمل کریں۔ اس رائے کو مانا گیا۔ اور قرار دیا گیا۔ کہ جو کوئی اب سب سے پہلے حرم میں آئیگا۔ وہی سب کا حکم سمجھا جائیگا۔

اتفاقاً آنحضرتؐ تشریف لے آئے۔ آنحضرتؐ کو دیکھنا تھا۔ کہ ھٰذا الامین رضینا کے نعرے لگ گئے۔ (امین آگیا۔ ہم اس کے فیصلہ پر سب رضامند ہیں)۔

---

۵ ہم لکھ چکے ہیں۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب کے لوگ نبوت سے پہلے صادق و امین کہہ کر بلایا کرتے تھے۔ چنانچہ اس موقعہ پر بھی انھوں نے الامین ہی حضور کو کہا ہے۔ اب پہلے نبیوں کے پاک نوشتہ سے اس نام کی تصدیق ہوتی ہے۔ بائیبل کے سب سے آخر میں مکاشفات یوحنا کی کتاب ہے۔ اس کتاب کے شروع میں یہ درس ہے "یسوع مسیح کا مکاشفہ۔ جو خدا نے اُسے دیا۔ تا کہ اپنے بندوں کو وے باتیں جن کا جلد ہونا ضرور ہے دکھادے"۔ اور اس سے یہ ثابت ہے کہ مکاشفات میں اُن باتوں کا ذکر ہے۔ جو یوحنا کے بعد دنیا میں ہونیوالی تھیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ سینٹ یوحنا حضرت مسیحؑ کا حواری ہے۔ جس نے یہ مکاشفہ حضرت مسیح کے دنیا پر سے جانے کے بعد دیکھا تھا۔ یوحنا کہتا ہے۔ ۱۱ پھر میں نے آسمان کو کھلا ہوا دیکھا۔ اور دیکھو کہ (الف) ایک نقرئی گھوڑا۔ اور اُس کا سوار۔ (ب) امانتدار اور سچا کہلاتا ہے۔ (ج) اور وہ راستی سے عدالت کرتا۔ (د) اور لڑتا ہے۔ ۱۲ (ہ) اور اسکی آنکھیں آگ کے شعلے کی مانند (و) اور اُسکے سر پر بہت سے تاج۔ (ز) اور اُس کا ایک نام لکھا ہوا ہے جسے اُس کے سوا کسی نے نہ جانا۔ ۱۳۔ (ح) اور خون میں ڈوبا ہوا لباس وہ پہنے تھا۔ (ط) اور اُس کا نام کلام خدا ہے ۱۴۔ (ی) اور وے فوجیں جو آسمان میں ہیں صاف اور سفید اور کتانی لباس پہنے ہوئے نقرئی گھوڑوں پر سوار اُسکے پیچھے ہولیں۔ ۱۵۔ (ک) اور اُس کے مُنہ سے ایک تیز تلوار نکلتی ہے کہ وہ اُس سے قوموں کو مارے (ل) اور وہ لوہے کے عصا سے اُن پر حکمرانی کریگا (م) اور وہ خود قادر مطلق خدا کے قہر و غضب کی مے کے کولھو میں روندتا ہے۔ ۱۶۔ (ن) اور اُس کے لباس اور اُس کی ران پر یہ نام لکھا ہے بادشاہوں کا بادشاہ اور خداوندوں کا خداوند"۔ مکاشفہ ۱۹ باب۔

اب میں نہایت اختصار سے اس کی شرح کر دینا چاہتا ہوں۔

(الف) نقرئی گھوڑے اور اُسکے سوار کا ذکر مکاشفہ ۶-۲ میں بھی ان الفاظ سے ہے۔ ۲ دیکھو ایک نقرئی گھوڑا اور وہ جو اُس پر سوار تھا۔ کمان لئے ہے۔ اور ایک تاج اُسے دیا گیا۔ اور وہ فتح کرتا ہوا اور فتحمند ہونے کو نکلا۔ مکاشفہ ۱۹-۱۱ میں نقرئی گھوڑے کے سوار کی نام کی اور مکاشفہ ۶-۲ میں اُسکے صاحب کمان اور صاحب فتح ہونے کی علامت بیان کی گئی ہے۔ اور یہ علامات آنحضرتؐ ہی پر صادق آتی ہیں۔

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری میں بھی نقرئی گھوڑا تھا۔ جس کا نام سَجَر تھا۔ (دیکھو کتاب سفر السعادۃ)

آنحضرتؐ نے اپنی زیرکی اور معاملہ فہمی سے ایسی تدبیر کی۔ کہ سب خوش ہو گئے۔ آنحضرتؐ نے ایک چادر بچھائی۔ اس پر پتھّر اپنے ہاتھ سے رکھ دیا۔ پھر ہر ایک قبیلے کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ ۲×۲) آنحضرتؐ عربی کمان کو ہاتھ میں رکھتے۔ بسا اوقات خطبہ کے وقت بھی کمان ہاتھ میں ہوتی۔ مسلمانوں کو کمان چلانے کی تاکید فرماتے۔ حدیث میں ہے۔ ارموا۔ فان ابا کم کان رامیًا۔ تیر چلایا کرو۔ تمہارے باپ اسماعیلؑ تیر انداز تھے؛

(۳) آنحضرتؐ کے لئے فتح مبین ہونے کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے۔ سب سے بڑی فتح یہ ہے کہ جس کام کے لئے آنحضرتؐ مبعوث ہوئے تھے۔ اُسے بدرجہ کمال پہنچا کر دنیا سے رخصت ہوئے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ موسیٰ کلیم اللہ اپنی اُمّت کو وعدہ کی زمین میں پہنچانے سے پہلے اور مسیح روح اللہ اپنی بہت سی باتیں بتلانے سے پہلے دنیا سے الگ ہو گئے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اتمام و کمال کا اعلان دیکر یہاں سے رخصت ہوئے۔ تو حضور کی فتح مبین میں اور فتحمند ہونے میں کچھ شک نہیں رہ جاتا؛

(ب) امانت دار اور سچا کہلاتا ہے۔ امانت دار (امین) سچا (صادق) کا ترجمہ ہے کہلاتا ہے کے معنی یہ ہیں۔ کہ لوگ اسی نام سے بُلایا کریں گے۔ اور یہی معاملہ آنحضرتؐ کے ساتھ ہوتا رہا؛

(ج) وہ راستی سے عدالت کرتا۔ یسعیاہ (اباب میں بھی ہے "وہ راستی سے مسکینوں کا انصاف کریگا اور انصاف سے زمین کے خاکساروں کیلئے انفصال کریگا۔ یوحنا نے اُسی کو دُہرا کر بتلا دیا۔ کہ اس کا تعلق زمانہ مابعد مسیح سے ہے قرآن مجید میں ہے وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ

(د) اور لڑتا ہے۔ راستی کے ساتھ لڑنے کی صفت بھی بتلائی گئی۔ تاکہ کوئی پادری غلطی سے اس مکاشفہ کو کسی اور پر چسپاں نہ کرے۔ کیونکہ اُس سوار کے لئے مجاہد و غازی ہونا ضروری ہے؛

(ہ) اُس کی آنکھیں آگ کے شعلے کی مانند۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے حلیہ میں جو تمام پاک نوشتوں میں ہے۔ آنحضرتؐ کی آنکھوں میں سُرخی کا ہونا ضرور درج ہے۔ چنانچہ ایسا ہی تھا کہ مردمک انور کے گرداگرد سُرخ ڈورے پڑے ہوئے تھے؛

(و) اُس کے سر پر بہت سے تاج۔ انبیاء کے پاک گروہ کو دیکھو۔ کوئی واعظ ہے (سلیمانؑ) کوئی بشیر ہے (عیسیٰؑ) کوئی منذر ہے (نوحؑ)، کوئی منجی ہے (موسیٰؑ)، کوئی مناظر ہے (ابراہیمؑ)، کوئی مجاہد ہے (داؤدؑ)، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں جملہ صفات جامعیت کے ساتھ موجود ہیں۔ اسی لئے اللہ پاک فرماتا ہے يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا۔ اے نبی ہم نے تم کو شاہد، مبشر، نذیر، داعی الی اللہ اور روشن کر دینے والا سراج بنا کر بھیجا ہے۔ سر پر بہت سے تاج ہونے کے معنے یہی ہیں؛ کہ وہ جامع صفات انبیاء ہیں۔

(ز) اُس کا ایک نام لکھا ہے جسے اُسکے سوا کسی نے نہ جانا۔ آنحضرتؐ کا اسم پاک احمدؐ و محمدؐ وہ ہے جو پہلے کسی کا نام نہیں ہوا۔ مسیح اور یسوع تو حضرت عیسےؑ سے پہلے بیسیوں ہوئے؛

(ح) خون میں ڈوبا ہوا لباس وہ پہنے تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طائف میں منادی کرنے کے

سرداروں کو کہا۔ کہ چادر کو پکڑ کر اُٹھائیں۔ اسی طرح اس پتھر کو وہاں تک لائے۔ جہاں قائم کرنا تھا۔ آنحضرتؐ نے پھر اُسے اُٹھا کر کونے پر اور طواف کے سرے پر لگا دیا۔

آنحضرتؐ نے اِس مختصر تدبیر سے ایک خونخوار جنگ کا انسداد کر دیا۔ ورنہ اس وقت کے اہل عرب میں ریوڑ کے پانی پلانے۔ گھوڑوں کے دوڑانے۔ اشعار میں ایک قوم سے دوسری قوم کو اچھا بتانے جیسی ذرا ذرا سی باتوں پر ایسی جنگ ہوتی تھی۔ کہ بیسیوں برس تک ختم ہونے میں نہ آتی تھی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) وقت ایسا ہی گزرا۔ کہ تمام جسم مبارک پتھر کھاتے کھاتے لہولہان ہو گیا تھا۔ اور لباس خون میں تر جسم کا خون بہ کر ایسا جم گیا۔ کہ وضو کیلئے جوتہ اتارنا مشکل ہو گیا تھا۔ اور چونکہ اس سفر میں آنحضرتؐ تنہا تھے اسلئے یسعیاہ $\frac{63}{3\text{ و }2\text{ و }1}$ بھی آنحضرت پر ہی صادق آتا ہے۔

(۱) کلام خدا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ علامت حضرت موسیٰؑ نے اپنے سب سے آخری وعظ (کتاب ۵ باب ۳۱) اور حضرت عیسٰےؑ نے اپنی آخری وعظ یوحنا $\frac{13}{16}$ میں خصوصیت سے بیان کی تھی۔ اب یوحنا حواری نے بھی بیان کی جس سے معلوم ہوا۔ کہ یوحنا کے مکاشفہ تک کلام خداوالی علامت کا پورا ہونا باقی تھا۔ پس یہ قرآن ہی جس کی بابت خدا خود فرماتا ہے وَمَا یَنطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوحٰی۔ نبی اپنی خواہش سے نہیں بولتا۔ یہ تو وہ کلام خدا ہے جو اُس پر نازل کیا گیا ہے۔

(۲) فرشتوں کا اور ملکوتی طاقتوں کا آنحضرت کے ساتھ ہونا قرآن مجید میں بھی ہے والملٰئکۃ بعد ذٰلک ظهیرا یعنے فرشتے بھی اُس کے مددگار ہیں۔ فرشتوں کے صاف سفید کپڑے نبی صلعم کے اتباع میں ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سفید لباس ہی محبوب تھا۔ آپکے نشان (علم) کا رنگ بھی سفید تھا۔ امتناع جنگ اور قیام صلح کے لئے بھی سفید پھریرا ہی اُڑایا کرتے ہیں۔

(ک) اُس کے مُنہ سے تیز تلوار نکلتی ہے۔ یہ جہاد ہے۔ اور جن لوگوں پر جہاد کیا گیا اُن کا ذکر بھی اسی مکاشفہ ۱۹ باب کے ۱۷ سے ۲۱ تک میں بیان کر دیا گیا ہے۔

(ل) لوہے کے عصا سے حکمرانی کریگا۔ زبور ۲-۹ میں بھی اِس کا مذکور ہے۔ مکاشفہ میں زبور کے الفاظ دہرانے سے یہ نتیجہ نکلا۔ کہ ان الفاظ کا جو کوئی مصداق ہے۔ وہ یوحنا کے بعد آنے والا ہے۔ پس وہ یقیناً محمد رسول اللہ ہیں۔ کیونکہ پھر کوئی بھی حضور کے سوا دینی۔ نبوت اور سلطنت محکم کا جامع نہیں ہوا۔

(م) وہ قادر مطلق کے قہر کے کولھو میں روندتا ہے۔ سرکش قبائل کا تباہ و خراب ہونا۔ قیصر و کسریٰ کو نافرمانی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی سزا ملنا خدا کے قہر ہی سے تھا۔

(ن) اس کے لباس و ران پر بادشاہوں کا بادشاہ۔ خداوندوں کا خداوند لکھا ہوگا۔ آنحضرتؐ کے القاب عالیہ میں سے امام الانبیاء۔ سید المرسلین بھی ہیں۔ اور یہی مراد مکاشفہ کے الفاظ کی ہے۔

محمد سلیمان۔

"قربِ زمانۂ بعثت"

بعثت سے سات برس پہلے ایک روشنی اور چمک سی نظر آنے لگی تھی۔[۱] اور آنحضرتؐ اس روشنی کے معلوم کرنے سے خوش ہوا کرتے تھے[۲]۔ اس چمک میں کوئی آواز یا صورت نہ ہوتی تھی۔ بعثت کا زمانہ جس قدر قریب ہوتا گیا۔ آنحضرت صلعم کے مزاج میں خلوت گزینی کی عادت بڑھتی جاتی تھی۔ آنحضرتؐ اکثر پانی اور ستو لے کر شہر سے کئی کوس پرے سنسان جگہ کوہ حرا[۳] کی ایک غار میں جس کا طول ۴ گز عرض پونے دو گز تھا۔ جا بیٹھتے۔ عبادت کیا کرتے۔ اس عبادت میں تحمید و تقدیس الٰہی کا ذکر بھی شامل تھا۔ اور قدرت الٰہیہ پر تدبر و تفکر بھی[۴]۔ جبتک پانی اور ستو ختم نہ ہوجاتے شہر میں نہ آیا کرتے[۵]۔

غار حرا میں عبادتیں کرنا

اب آنحضرتؐ کو خواب نظر آنے لگے۔ خواب ایسے سچے ہوتے تھے۔ کہ جو کچھ رات کو خواب میں دیکھ لیا کرتے۔ دن میں ویسا ہی ظہور میں آجاتا[۶]۔

بعثت و نبوت

جب آنحضرتؐ کی عمر کے چالیس سال[۷] قمری پر ایک دن اوپر ہوا۔ تو ۹ ربیع الاول[۸]

---

[۱] صحیحین عن ابن عباس؛

[۲] سفر السعادت مشرح مطبوعہ افضل المطابع کلکتہ چھاپ سنہ ۱۲۵۲ھ صفحہ ۱۳؛

[۳] اب اسے جبل نور کہتے ہیں۔ مفصل حال ہمارے سفرنامہ حجاز میں ہے

[۴] سفر السعادت جمعًا للاقوال؛ [۵] صحیحین عن عائشہ [۶] صحیحین عن عائشہ مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۳۔

[۷] صحیح بخاری عن ابن عباس باب مبعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت موسیٰ کو بھی ۴۰ سال پورا ہونے پر نبوت ملی تھی۔ دیکھو کتاب اعمال مشمولہ انجیل۔

[۸] زاد المعاد صفحہ ۱۸ میں ۸ ربیع لکھی ہے۔ دوشنبہ کے دن پر اتفاق ہے۔ چونکہ دوشنبہ کا دن ۹ رکو پڑتا ہے اسلئے ۹ ہی صحیح ہے

سنہ ۴۱ میلادی ۔ مطابق ۱۲ فروری سنہ ۶۱۰ء کو بروز دوشنبہ روح الامین خدا کا حکم نبوت لیکر آنحضرت صلعم کے پاس آیا۔ اُس وقت آنحضرت غار حرا میں تھے۔

روح نے کہا۔ محمد۔ بشارت قبول فرمائیے۔ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اور میں جبرئیل ہوں[1]۔

اس واقعہ کے بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم فوراً گھر میں آئے۔ اور لیٹ گئے۔ بیوی سے کہا کہ مجھ پر کپڑا ڈال دو۔ جب طبیعت میں ذرا سکون ہوا۔ تو بیوی سے فرمایا کہ میں ایسے واقعات دیکھتا ہوں۔ کہ مجھے اپنی جان کا ڈر ہو گیا ہے[2]۔

خدیجۃ الکبریٰ کی شہادت آنحضرت صلعم کے اعلےٰ اخلاق پر

خدیجۃ الکبریٰ رضی نے کہا۔ نہیں۔ آپ کو ڈر کا ہے کا۔ میں دیکھتی ہوں۔ کہ آپ اقربا پر شفقت فرماتے۔ سچ بولتے۔ رانڈوں یتیموں۔ بیکسوں کی دستگیری کرتے۔ مہمان نوازی فرماتے۔ اصل مصیبت زدوں سے ہمدردی کرتے ہیں۔ خدا آپ کو کبھی اندوہگین نہ فرمائے گا[3]۔

اب خدیجۃ الکبریٰ رضی کو خود بھی اپنے اطمینان قلب کی ضرورت ہوئی۔ اس لئے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لے کے اپنے رشتے کے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں۔

اس کتاب کے مقدمے میں ہم ذکر کر چکے ہیں۔ کہ نجاشی اور قیصر کی کوششوں سے عیسائیت عرب میں آ چکی تھی۔ اس لئے بعثت محمدی کے قریب عرب میں ایسے لوگ بھی موجود تھے جو علمائے یہود و نصاریٰ سے بہت سی معلومات کا استفادہ کر چکے تھے۔ اور دین جاہلیت کو چھوڑ کر یہ خبریں دیا کرتے تھے۔ کہ عنقریب ایک رسول ظاہر ہونے والا ہے۔ جو ابلیس اور اس کے لشکر پر غالب ہو گا۔ ان اشخاص میں عثمان بن حریث

---

[1] سفر السعادت مشرح صفحہ ۲۵۔

[2] اس فقرے سے حضور کا مطلب مشکلات نبوت کا بیان تھا۔

[3] صحیحین عن عائشہ مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۴۔

عبید، زید بن عمرو۔ اور ورقہ بن نوفل کے نام خصوصیت سے مشہور ہیں[۱]۔

زید بن عمرو جو عمر فاروقؓ کے چچا تھے۔ وہ بزرگوار ہیں۔ جنھوں نے رسول موعود کی تلاش میں دور دور کے سفر کئے تھے۔ اور آخر یہ معلوم کرکے کہ وہ مکہ میں پیدا ہوں گے۔ اسی مبارک انتظار میں رہ کر انتقال کر چکے تھے۔

عیسائی عالم ورقہ بن نوفل کی شہادت آنحضرتؐ کی نبوت پر

الغرض حضرت خدیجہ کی درخواست پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ورقہ بن نوفل کے سامنے جبریلؑ کے آنے۔ بات کرنے کا واقعہ بیان فرمایا۔ ورقہ جھٹ بول اُٹھا۔ یہی ہے۔ وہ ناموس جو موسٰی علیہ السلام پر اُترا تھا۔ کاش میں جوان ہوتا۔ کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا۔ جب قوم آپ کو نکال دے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ کیا قوم مجھے نکال دیگی؟ ورقہ بولا۔ ہاں۔ اس دنیا میں جس کسی نے ایسی تعلیم پیش کی۔ اُس سے شروع میں عداوت ہی ہوتی رہی کاش میں ہجرت تک زندہ رہوں۔ اور حضور کی نمایاں خدمت کروں[۲]۔

کچھ دنوں[۳] کے بعد پھر فرشتہ آیا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جنھوں نے اب تک لکھنا پڑھنا نہ سیکھا تھا خدا کا وہ پاک نام اور پاک کلام پڑھایا۔ جو سارے علموں کی کنجی اور ساری حقیقتوں کا خزانہ ہے۔ روح الامین نے ان آیات کو پڑھا تھا۔

---

[۱] خلاصہ تاریخ العرب پروفیسر سیڈیو۔

[۲] صحیحین عن عائشہ مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۴۔ ورقہ مرحوم اس واقعہ سے چند دنوں بعد ہی مر گیا تھا۔ وہ نہایت ضعیف اور فاقد البصر ہو گیا تھا۔ بزرگوار ورقہ نے ہجرت کا ذکر پیشینگوئی ۲۴ باب میں پڑھا ہوگا۔

[۳] علماء کا اتفاق ہے کہ ولادت با سعادت بماہ ربیع الاول ہوئی۔ نیز اتفاق ہے کہ ابتداء وحی اکتالیسویں سال کے شروع میں ہوئی۔ اس سے یہ نکلتا ہے۔ کہ ابتداء وحی بھی بماہ ربیع الاول ہوئی۔ مگر قرآن مجید سے ثابت ہے کہ قرآن مجید کا نزول رمضان المبارک میں ہوا۔ پس نتیجہ یہ ہے۔ کہ ابتدائے نزول قرآن بماہ رمضان ہے۔ کچھ دنوں سے مراد اس عرصہ کا درمیانی فاصلہ قریباً چھ ماہ ہے۔ جس میں وہ رویائے صادقہ آتے رہے۔ جو نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہیں (۲۳ سال عہد نبوت کا چھیالیسواں حصہ ۶ ماہ ہی تھے۔ امام طبری نے نزول قرآن کی تاریخ ۱۷ یا ۱۸ رمضان روایت کی ہے۔ چونکہ ۱۷ رمضان ۱ نبوت کو یوم جمعہ تھا مطابق ۱۷ اگست ۶۱۰ء اسلئے نزول قرآن مجید شب جمعہ ۱۸ رمضان کو تھا۔

قرآن مجید کا نزول شروع ہوا

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَأْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝

شروع ہی اللہ کے نام سے جو کمال رحمت اور نہایت رحم والا ہے پڑھ اپنے پروردگار کے نام سے جس نے سب کچھ پیدا کیا۔ جس نے انسان کو پانی کے کیڑے سے بنایا۔ ہاں پڑھتا چلا جا تیرا پروردگار تو بہت کرم والا ہے جس نے قلم کے ذریعے تعلیم دی جس نے انسان کو وہ سب کچھ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا[۱]

نماز کا آغاز

اس کے بعد روح الامین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دامن کوہ میں لایا۔ نبی صلعم کے سامنے خود وضو کیا۔ اور آنحضرت نے بھی وضو کیا۔ پھر دونوں نے ملکر نماز پڑھی روح الامین نے پڑھائی

تبلیغ کا آغاز

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر پہنچ کر تبلیغ شروع کر دی۔ خدیجہ بیوی علی بھائی عمر آٹھ سال ابو بکر دوست زید بن حارثہ رمولے پہلے ہی دن مسلمان ہو گئے[۲]۔

ان اشخاص کا ایمان لانا جو آنحضرت کی چالیس سالہ ذرا ذرا سی حرکات و سکنات تک سے واقف تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ صداقت اور راستبازی کی قوی دلیل ہے۔

بلال۔ عمرو بن عنبسہ۔ وخالد بن سعد بن عاص بھی چند روز ہی کے بعد مسلمان ہو گئے۔

ابو بکر بڑے مالدار تھے۔ تجارت کرتے تھے۔ مکہ میں ان کی دکان بزاری کی تھی۔ لوگوں سے انکا بہت میل ملاپ تھا۔ انکی تبلیغ سے عثمان غنی۔ زبیر۔ عبدالرحمن بن عوف طلحہ۔ سعد بن ابی وقاص مسلمان ہوئے۔ پھر ابو عبیدہ عامر بن عبد اللہ بن الجراح جن کا لقب بعد میں امین الامتہ ہوا۔ عبد الاسد بن ہلال۔ عثمان بن مظعون۔ عامر بن۔

سابقین الاولین کے مختصر نام

---

[۱] اس خوبی کو دیکھئے۔ کہ اللہ کا کلام جو انسان کی ہدایت کے لئے اترا۔ انسان کی ابتدائی حالت ہی سے شروع ہوتا ہے۔ اور سب سے پہلے انسان کے لئے تعلیم کی ضرورت کا اظہار کرتا ہے۔ اور یہ بھی بتلاتا ہے۔ کہ نبی کو خود خالق نے تعلیم دی۔ ما لم یعلم سے آنحضرت کا ان پڑھ ہونا ظاہر ہے۔ کتاب یسعیاہ ۲۹/۱۲ میں ہے۔

"ان پڑھ کو کتاب دیگئی۔ کہ اسے پڑھئے"۔ قرآن مجید کے لفظاً و معناً کلام الٰہی ہونے کیلئے دیکھو ہشتناہ ۱۸ تا ۲۰ درس ہا باب

[۲] علماء میں اختلاف رہا ہے کہ علی مرتضےٰ پہلے اسلام لائے یا ابو بکر صدیق۔ میں نے اس بحث کو چھوڑ دیا۔ کیونکہ یہ بحث ابو بکر صدیق یا علی مرتضےٰ کی سیرت میں ہونی چاہئے۔

فہیرہ ازدی۔ ابو حذیفہ بن عتبہ۔ سائب بن عثمان مظعون اور ارقم مسلمان ہوئے؛

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عورتوں میں خدیجہ اُمّ المومنین کے بعد

نبی صلعم کے چچا عباس کی بیوی ام الفضل۔ اسماء بنت عمیس۔ اسماء بنت ابوبکر۔ اور فاطمہ خواہر عمر فاروق نے اسلام قبول کیا؛

پہاڑ کی گھاٹی میں نماز

اُن دنوں مسلمان پہاڑ کی گھاٹی میں جاکر نماز پڑھا کرتے تھے؛

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نبوّت کے ابتدائی تین سال تک لوگوں کو چپکے چپکے سمجھایا کرتے تھے۔ اور پتھروں۔ درختوں۔ چاند اور سورج کی پوجا سے ہٹا کر خدا کی بندگی سکھلایا کرتے تھے؛

اب خدا کا حکم پہنچا؛

علانیہ تبلیغ کا حکم

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَأَنذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝ وَلَا تَمْنُن تَسْتَكْثِرُ ۝ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ

اے درست کرنے والے (عالم کے) اُٹھو (گندے اعمال والوں کو) ڈراؤ۔ اور اپنے پروردگار کی بزرگی کو پھیلاؤ۔ اور پاکدامنی اختیار کرو (مخلوق پرستی کی) نجاست سے علحدگی اختیار کرو۔ احسان اس نیّت سے نہ کرو۔ کہ لوگوں سے اِس کا فائدہ حاصل کیا جاوے۔ اپنے پروردگار کے لئے (رسالت کرتے ہوئے) ہر ایک امتحان اور تکلیف میں، استقلال رکھو؛

اِن آیات سے ظاہر ہے۔ کہ نبی صلعم کی رسالت اور نبوّت کے مقاصد مندرجہ ذیل تھے:۔

(۱) نافرمانوں کو انکی خطرناک حالت سے آگاہ کرنا۔ اور انجام سے ڈرانا؛

لہ از دثر الطائر تدثیرا درست ساخت طائر آشیانہ خود را۔ منتہی الارب۔ باب د۔ ث۔ ر

علامہ ابو السعود اپنی تفسیر جلد ہشتم صفحہ ۲۸۸ پر لکھتے ہیں۔ مدثرا اے الذی وثر ہذا الامر العظیم وعصب بہ؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا مقصد

(۲) اللہ کی ربوبیت اور کبریائی اور عظمت و جلال کا آشکار کرنا؛

(۳) لوگوں کو اعتقاد اور اعمال اور اخلاق کی ظاہری و باطنی نجاستوں سے پاک رہنے کی تعلیم دینا؛

(۴) پاکیزگی۔ صفائی اور پاکدامنی سکھلانا۔

(۵) الہٰی تعلیم مفت دینا۔ نہ اُن پر احسان جتانا۔ نہ ان سے اپنے کسی فائدہ کی توقع رکھنا

(۶) اس کام میں جس قدر بھی مصائب اور شدائد جھیلنی پڑیں۔ سب کی برداشت کرنا۔

جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی کے حالات پر غور کریگا۔ اُسے معلوم ہو جائیگا کہ آنحضرتؐ نے کیسی خوبی سے ان سب مقاصد کو پورا کیا؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ کا کام بمدارج ذیل آہستہ آہستہ وسعت پکڑتا رہا

تبلیغ کے پنجگانہ مراتب

اوّل۔ قریب کے رشتہ دار، اور خاص خاص احباب

دوم۔ قوم اور شہر کے سب لوگ؛

سوم۔ مکہ کے اطراف و جوانب کے قبیلے؛

چہارم۔ عرب کے جملہ حصص اور قبائل؛

پنجم۔ دنیا کی جملہ متمدنہ اقوام۔ اور جملہ مشہور مذاہب۔

حضورؐ نے اس تبلیغ کے لئے نہایت استحکام۔ کمال استقلال۔ اور کشادہ پیشانی و نزہت خاطر سے ہر قسم کی مصائب برداشت کرنے میں ثابت قدمی فرمائی تھی۔ اور اپنی تعلیم کو دلائل بیّن اور براہین محکم سے ثابت کر دکھایا تھا؛

ناظرین اس کتاب میں تبلیغ کی اِن پنجگانہ مراتب کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مساعی کا ذکر معلوم کر سکیں گے؛

بعثت کے وقت عالم کی حالت

یہ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ عالم

کے لئے مبعوث ہوئے۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ کہ تمام عالم پر جہالت کی تاریکی چھا رہی تھی۔ وحشت و درندگی کا دنیا پر تسلط تھا۔ انسانیت۔ تہذیب اخلاق کے نام شاید اُن کتابوں میں نظر آسکتے تھے۔ جن کا دلوں پر کوئی اثر نہ رہا تھا۔

(الف) بنی اسرائیل تو مسیحؑ سے بھی پہلے سانپ اور سانپ کے بچے کہلانے کے مستحق ٹھہر چکے تھے۔ اب مسیحؑ کی لعنت سے ظاہری شکل و صورت کے سوا اُن میں آدمیت کا ذرا بھی نشان باقی نہ رہا تھا۔ اور ہمسایہ قوموں کے اثر سے اُن میں بُت پرستی قائم ہو چکی تھی۔

(ب) یُورپ میں جہالت و وحشت کا دَور دورہ تھا۔

انگلستان میں برٹن اور سیکسن وحشی قومیں آباد تھیں۔

نارتھمبرلینڈ۔ مڈلینڈ۔ کون ٹینز۔ نارفوک۔ سوفوک۔ ساسیکس (اضلاع انگلستان) میں ورڈن بُت کی پرستش ہوتی تھی۔

فرانس۔ برن ہلڈ۔ سگ برٹ۔ فرے دی گوٹن دی۔ مل ہے رک۔ نصف پر افسانہ زمانہ میں تھا۔ جبکہ پادریوں کے ایماء سے بہت سی بیہودگیاں روا رکھی جاتی تھیں۔

فرانس ہمیشہ سیکسن قوم سے دریائے الب پر معرکہ آرا رہتا تھا۔ یہ لڑائی ۵۸۷ء کے بعد تک جاری رہی۔ جبکہ ساڑھے چار ہزار سیکسن قیدی نہایت بیرحمی سے شہر وردون میں ہلاک کئے گئے۔ ہنگری ان دنوں انتہا درجہ کی وحشی و ناشائستہ آوارہ قوم کے ہاتھوں میں تھا۔ جس کو وحشیانہ اور ظالمانہ وسائل سے اپنے مذہب میں لایا گیا تھا۔[1]

(ج) ایران پر مزدکیہ کا زور تھا۔ جنھوں نے زن۔ زر۔ زمین کے وقف عام کر دینے

---

[1] سول اینڈ ملٹری گزٹ مورخہ ۱۲۔ اکتوبر ۱۹۰۷ء۔ ایڈیٹوریل نوٹ۔

سے اخلاق اور انسانی ترقیات کو ملیا میٹ کر دیا تھا؛

(د) ہندوستان میں پُرانوں کا زمانہ شروع ہو گیا تھا[۱]۔ اور بام مارگی فرقہ قابو یافتہ تھا۔ وہ اپنے گندے اصولوں کی طرف بندگانِ خدا کی رہبری کرتے تھے۔ مندروں میں زن و مرد کی برہنگی کی تمثالیں بنا کر رکھی جاتی تھیں۔ اور اُنہی کی پرستش کی جاتی تھی۔ عبادت خانوں کے در و دیوار پر ایسی سراپا فحش تصویریں کندہ کی جاتی تھیں جن کے تصوّر سے ایک مہذّب شخص کو نفرت آنی چاہیئے؛

(ہ) چین کے باشندوں نے اپنے ملک کو آسمانی فرزند کی بادشاہت سمجھ کر خُدا سے مُنہ موڑ لیا تھا۔ ہر کام کے بُت جُدا جُدا مقرر تھے۔ کوئی بارش کا۔ کوئی اولاد کا کوئی جنگ کا۔ کوئی امن کا اور ہر ایک بُت کو سزا دینا بھی بادشاہ ہی کے اختیار میں تھا؛

کانفیوشش کو چین کا مصلح سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اس وقت تک اُس کا بھی ظہور نہ ہُوا تھا؛

(و) مصر میں عیسائیت زوروں پر تھی۔ مسیح علیہ السّلام کی شخصیت اور ابنیّت کی تعریف و تحدید۔ توحد و تفریق کے متعلق روز روز نئے نئے اعتقادات پیدا ہوتے۔ نئے نئے فرقے بنتے تھے۔ ایک فرقہ دوسرے کی تکفیر کرتا۔ اپنے مخالف کو قتل کرنے اور آگ میں جلانے سے بھی دریغ نہ کرتا تھا؛

یہ مختصر حالت اُن ممالک کی ہے۔ جو زبردست حکومتوں اور شریعتوں کے زیر اثر تھے؛ اور جن میں سے ہر ایک کو بجائے خود علم و تہذیب کے بڑے بڑے دعوے تھے؛

(ز) عرب کا قیاس انہی ممالک پر کر لیجیئے۔ اور قیاس کرتے ہوئے یہ بھی ملحوظ رکھئے کہ یہ ایسا ملک تھا۔ جہاں صدیوں سے نہ کسی بادشاہ کا تسلّط ہوا تھا۔ نہ کوئی اثر قانون

[۱] اردو تہذیب قدیم ہندوستان۔ مسٹر آر۔ سی۔ دت۔ صفحہ ۳۷؛

نے ڈالا۔ نہ کوئی ہادی انکی ہدایت کیلئے پہنچا تھا۔ اس حیوانی[1] آزادی پر بے علمی۔ جہالت اور اقوام متمدنہ سے علیحدگی اور اجنبیت نے انکی حالت کو اور بھی زیادہ تباہ کر دیا تھا؛

اِس بدترین حالت ہی نے ان کو زیادہ تر واجب الرحم ٹھہرایا۔ اور ربُّ العالمین نے اصلاح عالم کا آغاز اسی جگہ سے ہونا پسند فرمایا؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم ربانی کے موافق تبلیغ عام کا کام شروع فرما دیا؛

اپنے کنبہ میں تبلیغ

قریبی رشتہ داروں کو سمجھانے کا حکم قرآنمجید میں خصوصیت سے تھا؛ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز سب کو کھانے پر جمع کیا۔ یہ سب بنی ہاشم ہی تھے۔ انکی تعداد چالیس یا ایک کم زیادہ تھی۔ اس روز ابولہب کی بکواس کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کلام کرنے کا موقع ہی نہ ملا۔ اسلئے دوسری شب پھر انہی کی دعوت کی گئی۔ جب سب لوگ کھانا کھا کے۔ دودھ پی کے۔ فارغ ہو گئے۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؛

اپنے گھرانے کے لوگوں میں آنحضرتؐ کی تقریر

اے حاضرین! میں تم سب کے لئے دنیا اور آخرت کی بہبودی لیکر آیا ہوں۔ اور میں نہیں جانتا۔ کہ عرب بھر میں کوئی شخص بھی اپنی قوم کے لئے اِس سے بہتر اور افضل کوئی شے لایا ہو۔ مجھے اللہ تعالےٰ نے حکم دیا ہے۔ کہ میں آپ لوگوں کو اس کی دعوت دوں۔ بتلاؤ۔ تم میں سے کون میرا ساتھ دیگا؛

یہ سُنکے سب چُپ رہ گئے۔ حضرت علیؓ نے اُٹھ کر کہا۔ یا رسُول اللہ میں حاضر ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا۔ تم اس کی بات مانا کرو۔ اور جو کہا کرے۔ سُنا کرو۔ یہ فقرہ سُن کر مجمع خُوب کھل کھلا کر ہنسا۔ اور ابوطالب سے تمسخر کرنے لگا۔ دیکھو! محمدؐ نے تمہیں کہہ دیا ہے۔ کہ آج سے تم اپنے فرزند کا حکم مانا کرو[2]؛

---

[1] انسانی آزادی وہ ہے جو قانون اور مذہب کی پابندی کے تحت میں ہر شخص کو حاصل ہے اور حیوانی آزادی وہ ہے۔ جو قانون اور مذہب کے اثر کو باطل ٹھہرا کر حاصل ہوئی ہو۔ [2] ابوالفداء صفحہ ۱۱۷؛

پہاڑی کا وعظ اور اہل مکّہ کو عام تبلیغ

ایک روز نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر چڑھ کے لوگوں کو پکارنا شروع کیا۔ جب سب جمع ہو گئے۔ تو نبیؐ نے فرمایا۔ تم مجھے بتلاؤ کہ تم مجھے سچّا سمجھتے ہو یا جھوٹا جانتے ہو؟

سب نے ایک آواز سے کہا۔ ہم نے کوئی بات غلط یا بیہودہ تیرے منہ سے نہیں سُنی۔ ہم یقین کرتے ہیں۔ کہ تو صادق اور امین ہے"

نبیؐ نے فرمایا" دیکھو! میں پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا ہوں۔ اور تم اسکے نیچے ہو۔ میں پہاڑ کے اِدھر بھی دیکھ رہا ہوں" اور اُدھر بھی نظر کر رہا ہوں۔ اچھا۔ اگر میں یہ کہوں کہ رہزنوں کا ایک مسلّح گروہ دور سے آتا نظر آ رہا ہے۔ جو مکّہ پر حملہ آور ہوگا۔ کیا تم اس کا یقین کر لوگے؟

لوگوں نے کہا" بیشک۔ کیونکہ ہمارے پاس تیرے جیسے راستباز آدمی کے جھٹلانے کی کوئی وجہ نہیں۔ خصوصاً جبکہ وہ ایسے بلند مقام پر کھڑا ہے کہ دونوں طرف دیکھ رہا ہے!

نبیؐ نے فرمایا" یہ سب کچھ سمجھانے کے لئے ایک مثال تھی۔ اب یہ یقین کرو۔ کہ موت تمہارے سر پر آ رہی ہے۔ اور تم نے خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ اور میں عالم آخرت کو بھی ایسا ہی دیکھ رہا ہوں جیسا کہ دنیا پر تمہاری نظر ہے!

نبوت کے لئے مثال

اس دلنشین وعظ سے مطلب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تھا کہ نبوت کیلئے ایک مثال پیش کریں کہ کس طرح ایک شخص عالم آخرت کو دیکھ سکتا ہے جبکہ ہزاروں اشخاص اُسے نہیں دیکھ سکتے!

تبلیغ میں آنحضرتؐ کی کوششیں

اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو عام طور پر سمجھانا شروع کیا ہر ایک مجلس میں، ہر ایک میلے میں، ہر ایک گلی کوچے میں جا جا کر لوگوں کو توحید کی خوبی بتلاتے۔ بتوں۔ پتھروں۔ درختوں کی پوجا سے روکتے۔ بیٹیوں کے مار ڈالنے سے

ا۔ دیکھو مکاشفہ ۱۱/۱۹

آپکے وعظ کی بڑی بڑی باتیں

ہٹاتے۔ زنا سے منع کرتے۔ جوا کھیلنے سے لوگوں کو روکتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ لوگ اپنے جسم کو نجاست سے کپڑوں کو میل کچیل سے۔ زبانکو گندی باتوں سے۔ دل کو جھوٹے اعتقادوں سے پاک وصاف رکھیں۔ وعدہ اور اقرار کی سخت پابندی کریں۔ لین دین میں کسی سے دغا نہ کریں۔ خدا کی ذات کو نقص سے عیب سے۔ آلودگی سے پاک سمجھیں۔ اس بات کا پختہ اعتقاد رکھیں۔ کہ زمین۔ آسمان۔ چاند۔ سورج چھوٹے بڑے۔ سب کے سب خدا کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ سب اُسی کے محتاج ہیں۔ دعا کا قبول کرنا۔ بیمار کو صحت و تندرستی دینا مرادیں پوری کرنا۔ اللہ کے اختیار میں ہے۔ اللہ کی مرضی اور حکم کے بغیر کوئی بھی کچھ کر نہیں سکتا۔ فرشتے اور نبی بھی اسکے حکم کے خلاف کچھ نہیں کرتے؛

منڈیوں اور میلوں میں آنحضرتؐ کا تبلیغ فرمانا

عرب میں عکاظ اور ثعنیہ۔ اور ذی المجاز کے میلے بہت مشہور تھے۔ دور دور سے لوگ وہاں آیا کرتے تھے۔ نبی صلعم ان مقامات پر جاتے؛ اور میلے میں آئے ہوئے لوگوں کو اسلام۔ اور توحید کی دعوت فرمایا کرتے تھے؛

قریش کی مخالفت

مغرور قریش کو جو عرب میں اپنے آپ کو سب سے بڑا سمجھتے تھے جیسے سمندر میں وہیل مچھلی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وعظ پسند نہ آیا۔ اسکی چند وجوہات تھیں؛۔

(۱) وہ نبوت کا مفہوم سمجھنے سے قاصر تھے۔ اور بعید سمجھتے تھے۔ کہ خدا کے حکم سے کوئی انسان۔ انسانوں کے سمجھانے کے لئے آئے۔

(۲) وہ جزا و سزائے اعمال کے قائل نہ تھے۔ اسلئے یہ تعلیم کہ موت کے بعد اعمال کی جواب دہی ہوگی۔ ان کے نزدیک بالکل قابل تمسخر تھی؛

(۳) وہ خاندان اور شرافت بزرگاں پر نہایت مغرور تھے۔ اور انہیں اسلامی مساوات اور اسلامی اخوت کا قبول کرنا ایک قسم کی حقارت اور ذلت محسوس ہوتی تھی؛

(۴) اُن میں اکثر قبائل بنو ہاشم سے مخالفت رکھتے تھے۔ اور دشمن قبیلے کے ایک شخص کی تعلیم پر چلنا انہیں عار معلوم ہوتا تھا؛

(۵) وہ بُت پرستی پر بالکل قانع تھے۔ اور اس سے برتر کسی مذہب میں کسی خوبی کا امکان بھی ان کے تصوّر میں نہ آتا تھا؛

(۶) وہ زنا۔ جوا۔ رہزنی۔ قتل۔ عہد شکنی۔ آوارگی ہر ایک قانون وقاعدہ کی بندش وقیود سے رہنے۔ بیشمار عورتوں کو گھر میں ڈال رکھنے کے عادی تھے۔ اور اسلام کا قانون ان کو اپنی پیاری عادات کا دشمن معلوم ہوتا تھا؛

اِسلیئے اُنہوں نے آنحضرتؐ کی مخالفت پر کمر باندھی۔ اور اسلام کا نام ونشان مٹا دینے کا فیصلہ کیا؛

اسلام کے خلاف تدبیریں

اوّل۔ تدبیر یہ اختیار کی گئی۔ کہ اسلام لانے والوں کو سخت اذیت دی جائے۔ تاکہ جو مسلمان ہو چکے ہیں وہ واپس آجائیں۔ اور نئے لوگ اسے اختیار نہ کریں؛

قریش نے اسلام لانے والوں پر جو مظالم کیئے۔ انہیں جو تکالیف اور اذیتیں دیں۔ اُن کا مفصّل بیان دشوار ہے۔ مختصر طور پر اُن کے عذاب دہی کے طریقوں اور چند بزرگواروں کا حال مذکور ہوتا ہے؛

اسلام لانے والوں پر قریش کے جور وستم

(۱) بلالؓ رضی اللہ عنہ حبشی تھے ۱؎ امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ جب اُمیہ نے سُنا۔ کہ بلالؓ مسلمان ہو گئے ہیں۔ گوناگون عذاب اُنکے لئے ایجاد کیئے گئے؛ (۱) گردن میں رسّی ڈالکر لڑکوں کے ہاتھ میں دیجاتی۔ اور وہ مکّہ کی پہاڑیوں میں انہیں لئے پھرتے۔ رسّی کا نشان گردن پر نمایاں ہو جاتا؛ (۲) وادی مکّہ کے گرم ریت پر انہیں لٹا دیا جاتا۔ اور گرم گرم پتّھر انکی چھاتی پر رکھ دیا جاتا؛ (۳) مشکیں باندھکر لکڑیوں سے پیٹا جاتا؛ (۴) دھوپ میں بٹھلایا جاتا؛ (۵) بھوکا رکھا جاتا۔ حضرت بلالؓ ان سب حالتوں میں احد احد کے نعرے لگاتے رہتے۔ ابوبکر صدیقؓ نے حضرت بلالؓ کو خریدا۔ اور خدا کے لیئے آزاد کر دیا؛

۱؎ دمشق میں ۲۰ھ کو بعمر ۶۳ سال وفات پائی

(۲) عمارؓ[1] اور اُن کے والد یاسرؓ[2] اُنکی والدہ سُمّیہؓ مسلمان ہو گئے تھے۔ ابو جہل نے اُنہیں گوناگون عذاب پہنچائے۔ ایک دن نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں مار کھاتے عذاب سہتے دیکھا۔ فرمایا۔ اِصۡبِرُوۡا یَا اٰلِ یَاسِر فَاِنَّ مَوۡعِدَکُمُ الۡجَنَّۃَ (یا سرو الو صبر کرو۔ تمہارا مقام جنّت ہے) کمبخت ابو جہل نے بی بی سُمّیہ کے اندام نہانی میں نیزہ مارا۔ اور اُسے جان سے مار ڈالا[2]۔

(۳) ابو فکیہہ جن کا نام افلح تھا کے پاؤں میں رسّی باندھ کر انہیں پتھریلی زمین پر گھسیٹا جاتا[3]۔

(۴) خبابؓ بن ارث کے سر کے بال کھینچے جاتے۔ گردن مروڑی جاتی گرم پتھروں[4] سے بارہا آگ کے انگاروں پر لٹایا گیا[5]۔

(۵) لبینہ۔ زنیرہ۔ نہدیہ اور اُم عبیس بیچاری لونڈیاں تھیں اور ان کے سنگدل آقا ان کو ایسی ہی سخت وحشیانہ سزائیں دیا کرتے تھے۔

قریش کا یہ سلوک غلاموں اور ضعیفوں کے ساتھ ہی نہ تھا۔ اپنے فرزندوں اور عزیزوں کے ساتھ بھی وہ ایسی ہی سنگدلی کا برتاؤ کیا کرتے۔

(۶) عثمان بن عفان کے اسلام لانے کی خبر اُن کے چچا کو ہوئی۔ تو وہ کمبخت حضرت عثمانؓ کو کھجور کی صف میں لپیٹ کر باندھ دیتا۔ اور نیچے سے دھواں دیا کرتا۔

(۷) مصعب بن عمیرؓ[6] کو ان کی ماں نے گھر سے نکال دیا تھا۔ اسی جرم میں کہ وہ اسلام لے آئے تھے۔

(۸) بعض صحابہ کو قریش گائے اونٹ کے کچّے چمڑے میں لپیٹ کر دھوپ میں پھینک دیتے تھے۔ بعض کو لوہے کی زرہ پہنا کر جلتے جلتے پتھروں پر گرا دیا کرتے تھے۔

---

[1] جنگ صفین میں بعمر ۹۱-۹۲ سال شہید ہوئے [2] مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۵۰۔
[3] اعجاز التنزیل صفحہ ۵۳۔ [4] مدینہ میں بعمر ۶۳ سال ۱۹ھ کو وفات پائی۔
[5] اعجاز التنزیل صفحہ ۵۳۔ [6] جنگ احد میں شہید ہوئے۔

غرض ایسی وحشیانہ سزائیں دیتے تھے۔ کہ صرف اسلام کی صداقت ہی اُنکا مقابلہ کرسکتی تھی۔ پہلی اُمتوں نے تو کھوٹے روپے لیکر انبیاء کو گرفتار اور قتل تک کرادیا تھا[۱]

آنحضرتؐ کے ساتھ قریش کی بدسلوکیاں بسا اوقات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں کانٹے بچھائے جاتے۔ تاکہ رات کی اندھیاری میں آپکے پاؤں زخمی ہوں۔ گھر کے دروازے پر عفونتیں پھینکی جاتیں۔ تاکہ صحت وجمعیّت خاطر میں خلل پیدا ہو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر فرمادیا کرتے۔ کہ فرزندان عبد مناف! حق ہمسائگی خوب ادا کرتے ہو!

ابن عمروؓ بن العاص رضی اللہ عنہ کا چشمدید بیان ہے۔ کہ ایک روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ عقبہ بن ابی معیط آیا اُس نے اپنی چادر کو لپیٹ دیکر رسّی جیسا بنایا۔ اور جب نبی صلعم سجدہ میں گئے۔ تو چادر کو حضور کی گردن میں ڈالدیا۔ اور پیچ پر پیچ دینے شروع کئے۔ گردن مبارک بہت بھینچ گئی تھی۔ تاہم حضور صلعم اُسی اطمینان قلب سے سجدہ میں پڑے ہوئے تھے۔ اتنے میں ابوبکر صدیقؓ آئے۔ انہوں نے دھکے دیکر عقبہ کو ہٹایا۔ اور زبان سے یہ آیت بھی پڑھ کر سنائی۔

اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَیِّنٰتِ[۲] | کیا تم ایک بزرگ آدمی کو مارتے ہو۔ اور صرف اِس جرم میں کہ وہ اللہ کو اپنا پروردگار کہتا ہے اور تمہارے پاس اپنی روشن دلائل بھی لے کر آیا ہے؛

چند شریر ابوبکرؓ صدیق کو لپٹ گئے۔ اور اُن کو بہت زدوکوب کیا؛

ایک دوسری دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ نبی صلعم خانہ کعبہ میں نماز پڑھنے لگے۔ قریش بھی صحن کعبہ میں جا بیٹھے تھے۔ ابوجہل بولا۔ کہ آج شہر میں فلاں جگہ اونٹ ذبح ہوا ہے۔ اوجھڑی پڑی ہوئی ہے۔ کوئی جائے۔ اُٹھا لائے۔ اور اس (نبی صلعم) کے اوپر دھردے۔ شقی عقبہ

---

[۱] زاد المعاد۔ جلد ۱ صفحہ [۲] تاریخ طبری ۲۹۷/۲۴ [۳] صحیح بخاری عن ابن عمر بن العاص باب مالقی النبی من المشرکین

اُٹھا۔ نجاست بھری اوجھڑی اُٹھا لایا۔ جب نبی صلعم سجدہ میں گئے۔ تو پُشت مبارک پر رکھدی آنحضرت تو ربّ العزّت کی جانب متوجّہ تھے۔ کچھ خبر بھی نہ ہوئی۔ کفار ہنسی کے مارے لوٹے جاتے تھے۔ اور ایک دوسرے پر گرے جاتے تھے؛

ابن مسعود صحابی بھی موجود تھے۔ کافروں کا ہجوم دیکھ کر اُنکا تو حوصلہ نہ پڑا مگر معصوم سیدہ فاطمہ زہرا آگئیں۔ انہوں نے باپ کی پُشت سے اوجھڑی کو پرے پھینک[1] دیا۔ اور ان سنگدلوں کو سخت سُست بھی کہا؛

ایذا رسانی کی باقاعدہ کمیٹیاں قریش مکہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں پر جو جور و ستم ہو رہے تھے اُسے ہنوز ناکافی سمجھا۔ اسلئے بجائے متفرّق کوششوں کے اب باقاعدہ کمیٹیاں بنائی گئیں۔

مستہزئین کی جماعت ایک کمیٹی قائم ہوئی جس کا میر مجلس ابولہب تھا۔ اور مکّہ کے ۲۵ سردار اس کے ممبر تھے؛

اس کمیٹی میں حل طلب سوال ایک یہ بھی تھا۔ کہ جو لوگ دور دراز سے مکّہ میں آتے ہیں اُنہیں محمدؐ کی نسبت کیا کہا جائے تاکہ وہ لوگ اسکی باتوں میں نہ پھنسیں اور اسکی عظمت کے قائل نہوں

ایک نے کہا۔ ہم بتلایا کرینگے۔ کہ وہ کاہن ہے؛

ولید بن مغیرہ (جو ایک خرانٹ بڈھا تھا) بولا۔ مینے بہتیرے کاہن دیکھے ہیں۔ لیکن کہاں تو کاہنوں کی تُک بندیاں۔ اور کجا محمدؐ کا کلام۔ ہمکو ایسی بات نہ کہنی چاہئے۔ جس سے قبائل عرب یہ سمجھ لیں۔ کہ ہم جھوٹ بھی بولتے ہیں؛

ایک نے کہا۔ ہم اُسے دیوانہ بتایا کریں گے؛

ولید بولا۔ محمدؐ کو دیوانگی سے کیا نسبت ہے ؟

ایک بولا۔ اچھا ہم کہیں گے۔ وہ شاعر ہے؛

ولید نے کہا۔ ہم جانتے ہیں۔ کہ شعر کیا ہوتا ہے۔ اصناف سخن ہمکو بخوبی معلوم ہیں۔

---

[1] صحیح بخاری عن ابن مسعود۔ کتاب الجهاد والسیر صحیح مسلم؛

محمدؐ کے کلام کو شعر سے ذرا مشابہت نہیں؛

ایک بولا۔ ہم بتایا کریں گے۔ کہ وہ جادوگر ہے؛

ولید نے کہا جس طہارت و لطافت و نفاست سے محمدؐ رہتا ہے۔ وہ جادوگروں میں کہاں ہوتی ہے۔ جادوگروں کی منحوس صورتیں اور نجس عادتیں الگ ہی ہوتی ہیں۔

دشمنوں کا عجز آنحضرتؐ کے توصیف سے

اب سب نے عاجز ہو کر کہا۔ چچا تم ہی بتلاؤ۔ کہ پھر کیا کہا جائے۔

ولید نے کہا۔ سچ تو یہ ہے کہ محمدؐ کے کلام میں عجب شیرینی ہے۔ اُسکی گفتگو نورس حلاوت ہے کہنے کو تو بس یہی کہہ سکتے ہیں کہ اس کا کلام ایسا ہے۔ جس سے باپ بیٹے۔ بھائی بھائی۔ شوہر و زن میں جُدائی ہو جاتی ہے[1]۔ اِس لئے اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔

آخر اِس کمیٹی نے مندرجہ ذیل ریزولیوشن پر اتفاق کیا۔

دشمنوں کے ریزولیوشن آنحضرتؐ کے خلاف

"محمدؐ کو ہر طرح سے دق کیا جائے۔ بات بات میں اسکی ہنسی اُڑائی جائے۔ تمسخر اور ایذا سے اسے سخت تکلیف دی جائے۔ محمدؐ کے سچا سمجھنے والوں کو انتہا درجہ کی تکالیف کا شکار کیا جائے؛

ہجرت حبش

جب کفار نے مسلمانوں کو بیحد ستانا شروع کیا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو اجازت دیدی کہ جو کوئی چاہے۔ وہ اپنی جان و ایمان کے بچاؤ کے لئے حبش کو چلا جائے؛

اِس اجازت کے بعد ایک چھوٹا سا قافلہ ۱۲ مرد۔ ۴ عورتوں کا رات کی تاریکی میں نکلا۔ اور بندرگاہ شعیبہ سے جہاز میں سوار ہو کر حبش کو روانہ ہوگیا[2]؛

[1] سیر ابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۹۰ و شفاء قاضی عیاض صفحہ ۱۲۹؛ [2] زاد المعاد جلد اول صفحہ ۲۴۔

ستم رسیدگی بر کفار کی شہادت

حضرت عثمانؓ کی فضیلت

اس مختصر قافلہ کے سردار حضرت عثمانؓ بن عفان تھے۔ سیدہ
رقیہ (بنت النبی صلعم) اُن کے ساتھ تھیں۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوط و ابراہیم
علیہما السلام کے بعد یہ پہلا جوڑا ہے۔ جنہوں نے راہ خدا میں ہجرت کی ہے (رواہ حاکم)

قریش نے مسلمانوں کا حبش تک تعاقب کیا

اُن سے پیچھے اور بھی مسلمان (۸۳ مرد ۱۸ عورتیں) مکہ سے
نکلے۔ اور حبش کو روانہ ہوئے۔ ان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی جعفر طیار بھی
تھے۔ قریش نے سمندر تک ان کا تعاقب کیا۔ مگر یہ کشتیوں میں بیٹھ کر روانہ ہو چکے تھے:
حبش کا بادشاہ عیسائی تھا۔ مکّہ کے کافر بھی اُس کے پاس تحفے تحائف لیکر
گئے۔ اور جا کر کہا۔ کہ ان لوگوں کو جو ہمارے ملک سے بھاگ کر آئے ہیں۔ ہمارے سپرد
کر دیا جائے۔ مسلمان دربار میں بلائے گئے۔ تب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی
جعفر رضی اللہ عنہ نے دربار میں یہ تقریر کی:۔

دربار حبش حضرت جعفرؓ کی تقریر اسلام پر

اے پادشاہ۔ ہم جہالت میں مبتلا تھے۔ بتوں کو پوجتے تھے۔ نجاست
میں آلودہ تھے۔ مردار کھاتے تھے۔ بیہودہ بکا کرتے تھے۔ ہم میں
انسانیت اور سچی مہمانداری کا نشان نہ تھا۔ ہمسایہ کی رعایت نہ تھی۔ کوئی قاعدہ و قانون نہ تھا
ایسی حالت میں خدا نے ہم میں سے ایک بزرگ کو مبعوث کیا۔ جس کے حسب و نسب سچائی
دیانتداری۔ تقوی پاکیزگی سے ہم خوب واقف تھے۔ اُس نے ہم کو توحید کی دعوت دی۔
اور سمجھایا۔ کہ اُس اکیلے خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ جانیں۔ اُس نے ہم کو پتھروں کی
پوجا سے روکا۔ اُس نے فرمایا۔ کہ ہم سچ بولا کریں۔ وعدہ پورا کیا کریں۔ رحم کریں۔ گناہوں
سے دور رہیں۔ برائیوں سے بچیں۔ اُس نے حکم دیا۔ کہ ہم نماز پڑھا کریں۔ صدقہ دیا کریں۔
اور روزے رکھا کریں۔ ہماری قوم ہم سے ان باتوں پر بگڑ بیٹھی ہے۔ قوم سے جہاں تک ہو سکا
ہم کو ستایا تاکہ ہم وحدہٗ لاشریک کی عبادت کرنا چھوڑ دیں۔ اور لکڑی اور پتھر کی مورتوں
کی پوجا کرنے لگ جاویں ہمنے انکے ہاتھوں بہت ظلم اور تکلیفیں اُٹھائی ہیں۔ اور جب مجبور

دربار نجاشی میں تبلیغ اسلام

ہو گئے۔ تب تیرے ملک میں پناہ لینے کے لئے آئے ہیں[۱]؛

پادشاہ نے یہ تقریر سُنکر کہا۔ مجھے قرآن سُناؤ۔ جعفر طیارؓ نے اسے سورہ مریم سُنائی پادشاہ پر ایسی تاثیر ہوئی۔ کہ وہ رونے لگ گیا۔ اور اس نے کہا۔ کہ۔ محمدؐ تو وہی رسول ہیں جن کی خبر یسوع مسیحؑ نے دی تھی۔ اللہ کا شکر ہے کہ مجھے اس رسول کا زمانہ ملا۔ پھر پادشاہ نے مکّہ کے کافروں کو دربار سے نکلوا دیا؛

جب مکّہ کے کافروں نے دیکھا۔ کہ حبش تک جانے کا بھی کچھ فائدہ نہ نکلا۔ تو انہوں نے کہا۔ آؤ۔ محمدؐ کو پہلے تو لالچ دیں۔ پھر دھمکی دیں۔ کسی طرح تو مان ہی جائیگا۔ یہ مشورہ کر کے مکّہ کا مشہور مالدار سردار جس کا نام عتبہ تھا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اور اُس نے یوں تقریر کی۔

میرے بھتیجے محمدؐ! اگر تم اس کارروائی سے مال و دولت جمع کرنا چاہتے ہو۔ تو ہم خود ہی تیرے پاس اتنی دولت جمع کر دیتے ہیں۔ کہ تو مالا مال ہو جائے۔ اگر تم عزّت کے بھوکے ہو۔ تو اچھا۔ ہم سب تم کو اپنا رئیس مان لیتے ہیں۔ اگر حکومت کی خواہش ہے تو ہم تم کو پادشاہ عرب بنا دیتے ہیں۔ جو چاہو۔ سو کرنے کو حاضر ہیں۔ مگر تم اپنا یہ طریق چھوڑ دو۔ اور اگر تمہارے دماغ میں کچھ خلل آ گیا ہے۔ تو بتلا دو۔ کہ ہم تمہارا علاج کرائیں؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو کچھ تم نے میری بابت کہا۔ وہ ذرا بھی صحیح نہیں۔ مجھے مال۔ عزّت۔ دولت۔ حکومت کچھ درکار نہیں۔ اور میرے دماغ میں خلل بھی نہیں۔ میری حقیقت تم کو قرآن کے اس کلام سے معلوم ہو گی۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ حٰمٓ۔ تَنْزِیْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ کِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰیٰتُہٗ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا	"یہ فرمان خدا کی حضور سے آیا ہے۔ وہ بڑی رحمت والا اور نہایت رحم والا ہے۔ یہ برابر پڑھی جانیوالی کتاب ہو۔ عربی زبان میں سمجھدار لوگوں

[۱] سیرۃ ابن ہشام جلد اول صفحہ ۱۱۶؛

لِقَوْمٍ یَعْلَمُوْنَ ۝ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ ۝ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِیْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَیْهِ ۱ ؎

کے لئے اس میں سب باتیں کُھلی کُھلی درج ہیں جو لوگ خدا کا حکم مانتے ہیں۔ اُنکے واسطے اس فرمان میں بشارت ہے۔ اور جو انکار کرتے ہیں اُن کو خدا کے عذاب سے ڈراتا ہے تاہم بہت سے لوگوں نے اس فرمان سے مُنہ موڑ لیا ہے۔ وہ اسے سُنتے ہی نہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اسکا ہمارے دل پر کوئی اثر نہیں۔ اور ہمارے کان اسکے شنوا نہیں۔ اور ہم میں اور تم میں ایک طرح کا پردہ پڑا ہے۔ تم اپنی تدبیرا کرو۔ ہم اپنی تدبیرا کر رہے ہیں۔ اے نبیؐ ان لوگوں سے کہدیجئے کہ میں بھی تم ہی جیسا بشر ہوں۔ مگر مجھ پر وحی آتی ہے۔ اور خدا کے فرشتے نے یہ بتلا دیا ہے کہ سب لوگوں کا معبود صرف ایک ہے۔ اسی کی طرف متوجہ ہونا۔ اور اُسی سے گناہوں کی معافی مانگنا لازم ہے۔ اُن لوگوں پر افسوس ہے۔ جو شرک کرتے ہیں۔ اور صدقہ نہیں دیتے۔ اور آخرت کا انکار کرتے ہیں۔ لیکن جو لوگ خدا پر ایمان لائے۔ اور انہوں نے نیک کام کئے اُن کیلئے آخرت میں بڑا اجر ہے"۔

کلام پاک کے سننے سے عتبہ پر ایک محویت کا عالم طاری ہو گیا۔ وہ ہاتھوں پر سہارا دئے گردن پُشت پر ڈالے ہوئے سُنتا رہا۔ اور بالآخر چپ چاپ اُٹھ کر چلا گیا۔ قریش جو نتیجہ ملاقات معلوم کرنے کے مشتاق بیٹھے تھے۔ سردار عتبہ کے پاس جمع ہو گئے پوچھا۔ کیا دیکھا۔ کیا کہا۔ کیا سُنا؟

عتبہ بولا۔ معشر قریش۔ میں ایسا کلام سُنکر آیا ہوں۔ جو نہ کہانت ہے۔ نہ شعر ہے۔ نہ جادو ہے۔ نہ منتر ہے۔ تم میرا کہا مانو۔ میری رائے پر چلو۔ محمدؐ کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ لوگوں نے یہ رائے سُنکر کہا۔ لو عتبہ پر بھی محمدؐ کی زبان کا جادو چل گیا۔

جب لالچ کی تدبیر نہ چلی۔ تب سارے قبیلوں کے سردار اکٹھے ہوئے۔ اور نبی صلعم

۱؎ ابن ہشام جلد ا۔ صفحہ ۱۰۰؎

کے چچا ابوطالب کے پاس آکر یوں تقریر کی:۔

"ہم نے آپ کا بہت ادب کیا۔ آپکا بھتیجا ہمارے ٹھاکروں اور بتوں کو جنہیں ہمارے باپ دادا پوجتے آئے اتنا سخت سُست کہنے لگا ہے۔ کہ اب ہم صبر نہیں کر سکتے۔ آپ اسے سمجھا کر چُپ رہنے کی ہدایت کردیں۔ ورنہ ہم اسے جان سے مار ڈالیں گے اور تم اکیلے ہم سب کا کچھ نہیں کر سکو گے"۔

سارے ملک کی عداوت کو دیکھ کر چچا کا دل درد اور محبّت سے بھر گیا۔ اُسنے نبی صلعم کو بُلایا اور سمجھایا۔ کہ "بُت پرستی کا رد نہ کیا کرو۔ ورنہ میں بھی تمہاری کچھ حمایت نہیں کر سکونگا"۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "چچا۔ اگر یہ لوگ سورج کو میرے دہنے ہاتھ پر لا رکھیں۔ اور چاند کو بائیں ہاتھ پر۔ تب بھی میں اپنے کام سے نہ ہٹوں گا۔ اور خدا کے حکم میں سے ایک حرف بھی کم و بیش نہ کرونگا۔ اس کام میں خواہ میری جان بھی جاتی رہے[1]"۔

اس ناکامی کے بعد قریش مکّہ نے مشورت کی۔ کہ محمدؐ کو قوم کے سامنے بلا کر سمجھانا چاہئے۔ اس مشورت کے بعد انہوں نے نبی صلعم کے پاس کہلا بھیجا۔ کہ سرداران قوم آپ سے کچھ بات چیت کرنا چاہتے ہیں۔ اور کعبہ کے اندر جمع ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم خوش خوش وہاں گئے۔ کیونکہ حضورؐ کو اُنکے ایمان لے آنے کی بڑی ہی آرزو تھی۔ جب آنحضرتؐ وہاں جا بیٹھے۔ تو انہوں نے گفتگو کا آغاز اس طرح کیا۔

اے محمدؐ ہمنے تجھے یہاں بات کرنیکے لئے بلایا ہے۔ بخدا ہم نہیں جانتے۔ کہ کوئی شخص اپنی قوم پر اتنی مشکلات لایا ہو۔ جس قدر تو نے اپنی قوم پر ڈال رکھی ہیں۔ کوئی خرابی ایسی نہیں جو تیری وجہ سے ہم پر نہ آچکی ہو۔ اب تم یہ بتلاؤ۔ کہ اگر تم اپنے اس نئے دین سے مال جمع کرنا چاہتے ہو۔ تو ہم تیرے لئے مال جمع کردیں۔ اتنا کہ ہم میں سے کسی کے پاس اتنا روپیہ نہ نکلے۔ اور اگر شرف و عزّت کے خواستگار ہو تو ہم تجھے اپنا سردار بنالیں۔

---

[1] سیرت ابن ہشام صفحہ ۸۹۔ جلد اول۔

اور اگر تم سلطنت کے طالب ہو تو تجھے اپنا بادشاہ مقرر کر لیں۔ اور اگر تم سمجھتے ہو۔ کہ جو چیز تمہیں دکھائی دیتی ہے۔ وہ کوئی جن ہے جو غالب آ گیا ہے۔ تو ہم ٹونے ٹوٹکوں کیلئے مال صرف کریں۔ تاکہ تم تندرست ہو جاؤ۔ یا قوم کے نزدیک معذور سمجھے جاؤ"

رسول اللہ نے فرمایا۔ تمنے جو کچھ کہا۔ میری حالت کے ذرا بھی مطابق نہیں۔ جو تعلیم میں لیکر آیا ہوں وہ نہ طلب اموال کے لئے ہے۔ نہ جلب شرف یا حصول سلطنت کے واسطے ہے۔ بات یہ ہے۔ کہ خدا نے مجھے تمہاری طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے؛ مجھ پر کتاب اُتاری ہے۔ مجھے اپنا بشیر و نذیر بنایا ہے مینے اپنے رب کے پیغام تم کو پُہنچا دیئے ہیں۔ اور تمہیں بخوبی سمجھا دیا ہے۔ اگر تم میری تعلیمات کو قبول کروگے تو یہ تمہارے لئے دُنیا و آخرت کا سرمایہ ہے۔ اور اگر ردّ کروگے۔ تب میں اللہ کے حکم کا انتظار کرونگا کہ وہ میرے لئے اور تمہارے لئے کیا حکم بھیجتا ہے؛

قریش نے کہا۔ اچھا۔ محمدؐ! اگر تم ہماری ان باتوں کو نہیں مانتے۔ تو ایک اور بات سنو۔ آپ کو معلوم ہے۔ کہ ہم کس قدر سختی و تنگی سے دن کاٹ رہے ہیں۔ پانی ہمارے پاس سب سے کم ہے۔ اور گزران ہماری سب سے زیادہ تنگ ہے۔ اب تم خدا سے یہ سوال کرو۔ کہ ان پہاڑوں[۱] کو ہمارے سامنے سے ہٹا دے؛ تاکہ ہمارے شہر کا میدان کھُل جائے؛ نیز ہمارے لئے ایسی نہریں جاری کر دے۔ جیسی شام و عراق میں جاری ہیں۔ نیز ہمارے باپ دادوں کو زندہ کر دے۔ ان زندہ ہونے والوں میں قصیٔ[۲] بن کلاب ضرور ہو۔ کیونکہ وہ ہمارا سردار تھا۔ اور سچ بولا کرتا تھا۔ ہم اس سے تیری بابت بھی پوچھ لیں گے۔ اگر اُس نے تیری باتوں کو سچ مان لیا۔ اور تو نے ہمارے دوسرے سوالوں کو بھی پُورا کر دیا۔

۱؎ منکران مکہ تو صرف مکہ کے پہاڑوں کو پرے ہٹا کر اپنا صحن کھلوانا چاہتے تھے۔ لیکن ایمان والوں کے لئے جبرالٹر سے لیکر کوہ قاف تک کوئی پہاڑ بھی روک نہ بن سکا اور تمام روئے زمین گھر کا صحن بن گیا؛

۲؎ آنحضرتؐ کے دادا عبدمناف کے دادا کا نام ہے جس نے بنو جرہم کو مکہ سے نکالا اور قریش کے قبیلوں کو پھر اکٹھا کر کے مکہ میں آباد کیا۔ اور رفادہ۔ دیت۔ سقایہ۔ لوا۔ سفارت۔ حجابہ۔ ازلام کی خدمات کو تقسیم کر دیا تھا۔ دیکھو ج ۱ رحمۃ للعالمین

تب ہم بھی تجھے سچّا جان لینگے۔ اور مان لینگے۔ کہ ہاں۔ خدا کے ہاں تیرا بھی کوئی درجہ ہے اور اُس نے فی الحقیقت تجھے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ جیسا کہ تو کہہ رہا ہے"۔

رسُول اللہ نے فرمایا۔ "میں ان کاموں کے لئے رسول بنا کر نہیں بھیجا گیا۔ میں تو اس تعلیم کے لئے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اور میں نے خدا کے پیغامات تمہیں سنا دئے ہیں۔ اگر تم اس تعلیم کو قبول کر لوگے۔ تو یہ تمہاری دنیا و آخرت کیلئے سرمایہ ہے۔ اور اگر رد کر دوگے تو میں حکم خدا کا انتظار کرونگا۔ جو کچھ اُس نے میرا اور تمہارا فیصلہ کرنا ہوگا۔ فرمائے گا"۔

قریش، نے کہا۔ "اچھا۔ اگر تم ہمارے لئے کچھ نہیں کرتے۔ تو خود اپنے ہی لئے خدا سے سوال کرو۔ (۱) کہ وہ ایک فرشتے کو تمہارے ساتھ مقرر کر دے۔ جو یہ کہتا رہا کرے۔ کہ یہ شخص سچّا ہے۔ اور ہم کو تیری مخالفت سے منع بھی کر دے۔

(۲) ہاں تم اپنے لئے یہ بھی سوال کرو۔ کہ باغ لگ جائیں۔ بڑے بڑے محل بن جائیں خزانہ میں سونا۔ چاندی جمع ہو جائے۔ جس کی تجھے ضرورت بھی ہے۔ اب تک تو خود ہی بازار میں جاتا اور اپنی معاش تلاش کیا کرتا ہے۔ ایسا ہو جانے کے بعد بھی ہم تیری فضیلت اور شرف کی پہچان حاصل کر سکیں گے اور تجھے خدا کا رسول سمجھ سکیں گے[۱]"۔

رسُول اللہ نے فرمایا۔ "میں ایسا نہ کرونگا۔ اور خدا سے بھی ایسا سوال نہ کرونگا۔ اور ان باتوں کے لئے میں معبوث بھی نہیں ہوا۔ مجھے تو اللہ نے بشیر و نذیر بنایا ہے۔ تم مان لو تو تمہارے لئے ذخیرہ دارین ہے۔ ورنہ میں صبر کرونگا۔ اور خدا کے فیصلہ کا منتظر رہونگا"۔

قریش نے کہا۔ "اچھا۔ تم آسمان ہی کا ٹکڑا توڑ کر ہم پر گرا دو۔ کیونکہ تمہارا زعم یہ ہے کہ اگر خدا چاہے۔ تو ایسا کر سکتا ہے۔ پس جب تک تم ایسا نہ کروگے۔ ہم ایمان نہیں

---

[۱] دنیوی ثروت و امارت۔ محل و بستان سرا وغیرہ جن کو اہل مکّہ نے صداقت کا نشان ٹھہرایا تھا۔ وہ نشان ایمان والوں کے ساتھ خدا نے پورے کئے اور معلوم ہو گیا۔ کہ آنحضرتؐ کی تعلیم فی الحقیقت دنیا کی بہتری کیلئے بھی سرمایہ ہے جیسا کہ آخرت کیلئے وہ بالضرور ذخیرہ ہے۔

نہیں لائنے کے؎۱

رسول اللہ نے فرمایا۔ "یہ خدا کے اختیار میں ہے، وہ اگر چاہے۔ تو ایسا کرے"

قریش نے کہا۔ محمد! یہ تو بتاؤ۔ کہ تیرے خدا نے تجھے پہلے سے یہ نہ بتلایا۔ کہ ہم تجھے بلائینگے۔ ایسے ایسے سوال کرینگے۔ یہ یہ چیزیں طلب کرینگے۔ ہماری باتوں کا یہ جواب ہے۔ اور خدا کا منشاء ایسا ایسا کرنے کا ہے؟

چونکہ تیرے خدا نے ایسا نہیں کیا۔ اسلئے ہم سمجھتے ہیں۔ کہ جو کچھ ہم نے سُنا ہے۔ وہ صحیح ہے۔ کہ یمامہ میں ایک شخص رہتا ہے۔ اس کا نام رحمٰن ہے۔ وہی تجھے ایسی باتیں سکھلاتا ہے۔ ہم تو رحمٰن؎۲ پر کبھی ایمان نہیں لانے کے۔ محمد! دیکھو! آج ہم نے اپنے سب عذرات سُنا دیئے ہیں۔ اب ہم تجھ سے قسمیہ یہ بھی کہے دیتے ہیں۔ کہ ہم تجھے اس تعلیم کی اشاعت کبھی نہ کرنے دینگے۔ حتیٰ کہ ہم مرجائیں۔ یا تو مرجائے"

یہاں تک بات چیت ہوئی تھی۔ کہ ایک اُن میں سے بولا۔ کہ "ہم ملائکہ کی عبادت کرتے ہیں جو خدا کی بیٹیاں ہیں" دوسرا بولا "محمد! ہم تیری بات کا یقین نہیں کرینگے جبتک کہ خدا اور فرشتے ہمارے سامنے نہ آجائیں"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم آخری بات سُن کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ نبیؐ کے ساتھ عبداللہ بن ابوامیہ بن مغیرہ بھی اُٹھ کھڑا ہوا۔ یہ آپ کا پھوپھی زاد بھائی دعاتکہ بنت عبدالمطلب کا بیٹا تھا۔ اس نے کہا "محمد! دیکھو! تمہاری قوم نے اپنے لئے کچھ چیزوں کا تم سے سوال کیا وہ بھی تو نے نہ مانا۔ پھر انہوں نے یہ چاہا۔ کہ تو خود اپنے ہی لئے ایسی علامات کا اظہار کرے

؎۱ جس عذاب کی درخواست ان لوگوں نے کی تھی۔ جنگ بدر کے دن وہ اُنپر اُترا۔ اور انکار کرنیوالوں اور تمسخر کرنے والوں میں سے کوئی ایک بھی زندہ نہ بچا +

؎۲ خدا کے جو اسماء حسنےٰ اسلام نے بتلائے ہیں۔ اُن میں رحمٰن ایسا نام ہے۔ جس سے عرب ہرگز واقف نہ تھے اسلئے وہ خدا کے نام رحمٰن سے بہت چڑا کرتے تھے۔ اور کہا کرتے۔ کہ یہ کسی گمنام شخص کا نام ہوگا۔ رحمٰن رحمت سے مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی کمال رحمت والا +

جس سے تیری قدر و منزلت کا ثبوت ہو سکتا ہو۔ اُسے بھی تُو نے قبول نہ کیا۔ پھر انہوں نے اپنے لئے تھوڑا سا وہ عذاب بھی چاہا۔ جس کا خوف تو دلایا کرتا ہے۔ تو نے اس کا بھی اقرار نہ کیا۔ بس۔ اب میں تجھ پر کبھی ایمان نہیں لانے کا۔ ہاں۔ اگر تو میرے سامنے آسمان کو زینہ لگا کر اوپر چڑھ جائے۔ اور میرے سامنے اس زینے سے اُترے۔ اور تیرے ساتھ چار فرشتے بھی آئیں۔ اور وہ تیری شہادت بھی دیں۔ تب ایمان لا سکتا ہُوں اور اگر ایسا بھی ہو گیا۔ میں تو تب بھی تجھ پر ایمان نہیں لاؤں گا[1]۔"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس رد و انکار پر بھی برابر قریش کو اسلام کی ہدایت کیا کرتے۔ اور فرمایا کرتے۔ کہ میری تعلیم ہی میں سب کچھ تمہارے لئے موجود ہے۔ جن دانشمندوں نے ایمان قبول کیا۔ اور تعلیم نبوی پر کاربند ہوئے۔ انہیں اُس سے بھی زیادہ معارف و فوائد حاصل ہو گئے۔ جس کا سوال کفار نے کیا تھا؛

ہم کو اس موقعہ پر انجیل کا وہ مقام یاد آتا ہے جسمیں مسیحؑ کی آزمائش کے لئے شیطان نے کئی سوال کئے۔ اور مسیحؑ نے اُن سب کا جواب انکار میں دیا[2]۔ حقیقت یہ ہے کہ خدا کے برگزیدہ رسولؑ اپنی صداقت کے ثبوت میں اپنی تعلیم کو پیش کیا کرتے ہیں۔ معجزہ یا خرق عادت کو پیش نہیں کیا کرتے۔ کیونکہ پھر صفت ایمان بالغیب کی خوبی باقی نہیں رہتی۔ اگرچہ کسی دیگر اوقات میں کسی ضرورت کیلئے اُن سے معجزات کا صدور بھی بکثرت ہوتا رہتا ہے؛

معجزہ وقت اظہار اسلام

نبوت کے چھٹے برس کا ذکر ہے کہ ایک روز ہمارے نبیؐ کوہ صفا پر بیٹھے ہوئے تھے۔

---

[1] سیرت ابن ہشام جلد اصفحہ ۱۰۱۔ ناظرین نے دیکھا کہ اسلام کی عداوت میں عبداللہ کتنا سخت ہے۔ لیکن چند سال نہ گذرنے پائے تھے۔ کہ فتح مکہ سے پیشتر یہی عبداللہ بجذبۂ توفیق ربانی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اسلام لایا۔ اہل دانش جان سکتے ہیں کہ ایسے شخص کا گرویدۂ اسلام ہو جانا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ایسا معجزہ ہے جو آسمان پر زینہ لگا کے چڑھ جانے۔ نوشتہ لانے۔ فرشتوں کی شہادت دینے سے بھی بڑھ کر ہے۔ کیونکہ یہ تو وہ باتیں ہیں۔ جن کے دیکھ لینے کے بعد بھی عبداللہ ایمان نہیں لانا چاہتا تھا۔

[2] انجیل متی ۴۔ باب از ۱ تا ۱۱ درس۔

ابوجہل وہاں پہنچ گیا۔ اس نے نبی صلی اللہ علیہ سلم کو پہلے تو گالیاں دیں۔ اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم گالیاں سُن کے چُپ رہے۔ تو اس نے ایک پتّھر حضورؐ کے سر پر پھینک مارا۔ جس سے خون چلنے لگا۔ نبی صلعم کے چچا حمزہؓ کو خبر ہوئی۔ وہ ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے قرابت کے جوش میں ابوجہل کے پاس پہنچے۔ اور اسکے سر پر اس زور سے کمان کھینچ ماری۔ کہ وہ زخمی ہوگیا۔ حمزہؓ پھر نبی صلعم کے پاس گئے۔ اور کہا۔ "بھتیجے۔ تم یہ سُنکر خوش ہوگے۔ کہ میں نے ابوجہل سے تمہارا بدلہ لے لیا۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "چچا میں ایسی باتوں سے خوش نہیں ہُوا کرتا۔ ہاں تم مسلمان ہوجاؤ۔ تو مجھے بڑی خوشی ہو۔" حمزہؓ اُسی وقت مسلمان ہوگئے۔

عمرؓ فاروق کا اسلام

امیر حمزہؓ سے تین دن پیچھے عمر بن خطاب مسلمان ہوئے یہ بڑے دلیر اور بہادر تھے قریش کی طرف سے بیرونی ممالک کی سفارت کا کام انسے متعلق تھا۔ ایک دن عمرؓ اپنی بہادری کے بھروسے پر نبیؐ کے قتل کا ارادہ کرکے گھر سے نکلے۔ بدن پر سب ہتھیار سجا رکھے تھے۔ راستے میں اُن کو پتہ لگا۔ کہ بہن اور بہنوئی دونوں مسلمان ہوگئے ہیں۔ یہ سُنکر بہن کے گھر گئے۔ اور ان دونوں کو خوب مارا۔ اُنکی بہن فاطمہ[۱] نے کہا۔ "عمر! تم پہلے وہ کتاب سُن لو جسے سُنکے ہم ایمان لے آئے ہیں۔ اگر وہ تم کو اچھی نہ لگے۔ تو ہمکو مار ڈالنا۔" عمرؓ نے کہا۔ "اچھا۔" اُس وقت اُنکے گھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صحابی بھی تھا۔ جو عمر کے آجانے سے چھپ گیا تھا۔ اس نے قرآنمجید (طٰہٰ کا پہلا رکوع) سُنایا۔ عمر۔ قرآن سُن رہا تھا۔ اور بے اختیار رو رہا تھا۔ غرض عمر اسی وقت سے نبیؐ پر اور قرآن پر ایمان لے آیا۔ جو گھر سے قاتل بن کر نکلا تھا وہ جان نثار بن گیا۔ آگے چل کر ان کا لقب "فاروق" ہُوا۔

اِس وقت تک مسلمان نماز اپنے گھروں میں چھپ چھپ کر پڑھا کرتے تھے۔ اب کعبہ میں جاکر پڑھنے لگے۔ کافر یہ دیکھ کر اور بھی زیادہ جلے۔ اور مسلمانوں کو بہت تکلیف

---

[۱] فاطمہ بنت الخطاب خواہر عمر فاروق اور زوجہ سعید بن زید ہیں سعید عشرہ مبشّرہ میں سے ہیں۔ زوجین سابقین الاولین میں سے ہیں۔ سعید کے والد زید وہ ہیں جنھوں نے دین ابراہیمی کی تلاش میں شام و فلسطین کا سفر کیا تھا بالآخر یہود و نصاریٰ سے یہ بشارت پاکر کہ نبی آخر الزمان مکہ میں ہونگے۔ مکہ میں آگئے تھے۔

دینے لگے۔ اور نبی صلعم کے ساتھ بھی گستاخی سے پیش آتے تھے؛

نبیؐ اپنے قبیلہ سمیت تین سال تک پہاڑ کی گھاٹی کے اندر محصور رہے

جب کفار نے دیکھا۔ کہ ایسی اذیتوں اور تکلیفوں پر بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تعلیم پر قائم ہے۔ اور بے نظیر جرأت اور انتھک محنت سے اپنا کام کئے جاتا ہے۔ تو ماہ محرم ۷ھ نبوت انہوں نے کہا۔ کہ "بنو ہاشم جو نبیؐ کا قبیلہ ہے۔ اگرچہ مسلمان نہیں ہوا۔ پھر بھی نبیؐ کا ساتھ نہیں چھوڑتا آؤ۔ ان سے ناطہ رشتہ کرنا چھوڑ دو۔ انہیں گلی بازار میں پھرنے نہ دو۔ ان کو کوئی چیز مول بھی نہ دو[۵۱]"

اس بات کا معاہدہ لکھا گیا۔ اور کعبہ پر لٹکایا گیا؛

نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور اُنکا قبیلہ مجبور ہو گئے۔ گھر بار چھوڑ کر پہاڑ کی گھاٹی میں محبوس و محصور ہو کے رہنے لگے؛ قریش نے اجناس خوردنی کا جانا بھی بند کر دیا۔ بنی ہاشم کے بچے بھوک کے مارے اس قدر رویا کرتے۔ کہ انکی آواز گھاٹی کے باہر تک سنائی دیتی[۵۲]؛

تین برس تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اُنکے خاندان نے اسی طرح کاٹے۔ اور جو مسلمان تھے وہ بھی اپنے گھروں میں قیدی بن کے رہنے لگے۔ حج کے دنوں میں جب کافر بھی دشمن سے لڑنا حرام جانتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس گھاٹی سے باہر نکلا کرتے تھے۔ اور لوگوں کو خدا پر ایمان لانے کا وعظ سنایا کرتے تھے۔ کم بخت ابولہب۔ صبح سے شام تک نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے پھرا کرتا اور کہا کرتا۔ لوگو یہ دیوانہ ہے۔ اس کی بات نہ سنو۔ جو کوئی اُسکی بات سُنے گا اور مانے گا۔ وہ تباہ ہو جائے گا؛

تین برس تک نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سختی کو نہایت صبر و استقلال سے برداشت کیا۔ جب ان کافروں نے گھاٹی پر سے پہرے اُٹھائے۔ اور دیمک نے اُن کے معاہدہ کے کاغذ کو کھالیا۔ جو کعبہ پر لٹکایا گیا تھا۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے۔ اور پھر وعظ کا

[۵۱] زاد المعاد صفحہ ۲۹۹۔ جلد ۱؛
[۵۲] زاد المعاد صفحہ ۲۹۹۔ جلد ۱؛

سلسلہ شروع کر دیا۔

ایک روز نبی صلے اللہ علیہ وسلم مسجد الحرام میں داخل ہوئے۔ وہاں مشرک بسردار بیٹھے ہوئے تھے۔ ابو جہل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ اور تمسخر سے کہا "عبد مناف والو! دیکھو۔ تمہارا نبی آگیا"۔

عقبہ بن ربیعہ بولا "ہمیں کیا انکار ہے۔ ہم میں سے کوئی نبی بن بیٹھے۔ کوئی فرشتہ کہلائے"۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ باتیں سُن کے لوٹے اور انکے پاس آئے۔

پہلے عقبہ سے فرمایا "عقبہ! تو نے خدا و رسولؐ کی حمایت کبھی بھی نہ کی۔ تو اپنی ہی بات کی پچ پر اڑا رہا"۔

پھر ابو جہل سے فرمایا "تیرے لئے وہ وقت بہت قریب آرہا ہے۔ دور نہیں رہا ہے۔ کہ تو تھوڑا ہنسے گا۔ اور بہت روئیگا"۔

پھر قریش سے فرمایا "تمہارے لئے وہ ساعت نزدیک آرہی ہے۔ کہ جس دین کا تم انکار کرتے ہو۔ آخر ش اُسی میں داخل ہو جاؤ گے"۔[1]

ناظرین اسی کتاب میں دیکھیں گے کہ یہ پیشگوئی کیونکر پوری ہوئی۔

ابو طالب کا انتقال سنہ ۱۰ نبوت میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کا جو علی مرتضےٰؓ کے والد تھے۔ انتقال ہو گیا۔ ابو طالب نے لڑکپن سے نبیؐ کی تربیت کی تھی۔ اور جب سے آنحضرتؐ نے نبوت کی دعوت اور منادی شروع کی تھی۔ وہ برابر مددگار رہا تھا۔ اسلئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو ان کے مرنے کا صدمہ ہوا۔

ان سے تین دن پیچھے نبیؐ کی پیاری بیوی طاہرہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے

خدیجۃ الکبریٰؓ کا انتقال انتقال فرمایا۔ اس بیوی نے اپنا سارا مال و زر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی پر قربان اور راہ خدا میں صرف کر دیا تھا۔ سب سے پہلے اسلام لائی تھی۔ جبریلؑ نے اس بیوی کو خدا کا سلام پہنچایا تھا۔ اس بیوی کے گذر جانے کا رنج نبی صلے اللہ

[1] طبری صفحہ ۱۲۳۱

علیہ وسلم کو بہت ہوا۔

اب قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ ترستانا شروع کر دیا۔ ایک دفعہ ایک شریر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر کیچڑ پھینک دی آنحضرت اسیطرح گھر میں داخل ہوئے۔ نبیؐ کی بیٹی اٹھی۔ وہ سر دھلاتی جاتی تھی اور روتی جاتی تھی۔ نبیؐ نے فرمایا پیاری بیٹی انم کیوں روتی ہو۔ تیرے باپ کی حفاظت خدا خود فرمائے گا[۱]۔

نبی صلعم کا تبلیغ کے لئے مختلف قبائل کی جانب سفر فرمانا

اگرچہ ابوطالب کا سہارا جاتا رہا۔ اگرچہ خدیجہؓ جیسی بیوی جو مصیبتوں اور تکلیفوں میں نہایت غمگسار تھی۔ جدا ہو گئی مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اب زیادہ جوش سے وعظ کا کام شروع کر دیا۔

چنانچہ تھوڑے ہی دنوں بعد نبیؐ اللہ مکہ سے نکلے۔ اور رہبرو نجات کے وعظ کو تشریف لیگئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس سفر میں زید بن حارثہ تھے۔ مکہ اور طائف کے درمیان جتنے قبیلے تھے۔ سب کو وعظ سُناتے۔ توحید کی منادی کرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیادہ پا طائف پُہنچے۔ طائف میں بنو ثقیف آباد تھے۔ سرسبز ملک اور سرد پہاڑ پر رہنے کی وجہ سے اُن کے غرور کی کوئی حد نہ تھی۔ عبدیا لیل۔ مسعود۔ حبیب تینوں بھائی وہاں کے سردار تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ان ہی سے ملے۔ اور انہیں اسلام کی دعوت فرمائی۔ ان میں سے ایک بولا۔ میں کعبہ کے سامنے ڈاڑھی منڈوادوں۔ اگر تجھے اللہ نے رسول بنایا ہو۔ دوسرا بولا۔ کیا خدا کو تیرے سوا اور کوئی بھی رسول بنانے کو نہ ملا جسے چڑھنے کو سواری بھی میسر نہیں۔ اس نے رسولؐ بنانا تھا۔ تو کسی حاکم یا سردار کو بنایا ہوتا۔ تیسرا بولا۔ میں تجھ سے کبھی بات ہی نہیں کرنے کا۔ کیونکہ اگر تو خدا کا رسول ہے جیسا کہ تو کہتا ہے۔ تب تو یہ بہت خطرناک بات ہے۔ کہ میں تیرے کلام کو رد کروں۔ اور اگر تو خدا پر جھوٹ بولتا ہے۔ تو مجھے شایاں نہیں۔ کہ تجھ سے بات کروں۔

[۱] تاریخ طبری صفحہ ۲۲۶۔

نبی اللہ نے فرمایا۔ اب میں تم سے صرف یہ چاہتا ہوں۔ کہ اپنے خیالات اپنے ہی پاس رکھو۔ ایسا نہ ہو۔ کہ یہ خیالات دوسرے لوگوں کے ٹھوکر کھانیکا سبب بنجائیں۔

نبی اللہ نے وعظ کہنا شروع فرمایا۔ ان سرداروں نے اپنے غلاموں اور شہر کے لڑکوں کو سکھلا دیا۔ وہ لوگ وعظ کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اتنے پتھر پھینکتے کہ حضور لہو میں تر بہ تر ہو جاتے۔ خون بہ بہ کر جوتے میں جم جاتا۔ اور وضو کیلئے پاؤں سے جوتا نکالنا مشکل ہو جاتا۔

ایک دفعہ بدمعاشوں اور اوباشوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اس قدر گالیاں دیں۔ تالیاں بجائیں۔ چیخیں لگائیں۔ کہ خدا کے نبی صلعم ایک مکان کے احاطے میں جانے پر مجبور ہوئے۔ یہ جگہ عتبہ وشیبہ فرزندان ربیعہ کی تھی۔ انہوں نے دور سے اس حالت کو دیکھا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ترس کھا کے اپنے غلام عداس کو کہا۔ کہ ایک پلیٹ میں انگور رکھ کر اس شخص کو دے آؤ۔ غلام نے انگور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لا کر رکھ دیئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوروں کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اور زبان سے فرمایا۔ "بسم اللہ" اور پھر انگور کھانے شروع کئے۔

عداس نے حیرت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا۔ اور پھر کہا۔ "یہ ایسا کلام ہے کہ یہاں کے باشندے نہیں بولا کرتے"۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم کہاں کے ہو۔ اور تمہارا مذہب کیا ہے؟

عداس نے جواب دیا۔ "میں عیسائی ہوں۔ اور نینوی کا باشندہ ہوں"۔

نبی نے فرمایا۔ "کیا تم مرد صالح یونس بن متی کے شہر کے باشندے ہو"

عداس نے کہا۔ "آپ کو کیا خبر ہے۔ کہ یونس بن متی کون تھا اور کیسا تھا؟"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "وہ میرا بھائی ہے وہ بھی نبی تھا اور میں بھی نبی ہوں"۔

عداس یہ سنتے ہی جھک پڑا اور اس نے نبی کا سر، ہاتھ۔ قدم چوم لئے۔

عقبہ وشیبہ نے دور سے غلام کو ایسا کرتے دیکھا، اور آپس میں کہنے لگے۔ لو، غلام تو ہاتھوں سے نکل گیا۔ جب عداس اپنے آقا کے پاس لوٹ کر گیا، تو انہوں نے کہا، کمبخت تجھے کیا ہو گیا تھا، کہ اس شخص کے ہاتھ پاؤں سر چومنے لگ گیا تھا؟

عداس نے کہا، حضور عالی! آج اس شخص سے بہتر روئے زمین پر کوئی بھی نہیں، اس نے مجھے ایسی بات بتلائی جو صرف نبی ہی بتلا سکتا ہے۔

انہوں نے عداس کو ڈانٹ دیا، کہ خبردار! کہیں اپنا دین نہ چھوڑ بیٹھنا، تیرا دین تو اُس کے دین سے بہتر ہے[1]۔

اِسی مقام پر ایک دفعہ وعظ کرتے ہوئے خدا کے رسول کے اتنی چوٹیں لگیں۔ کہ حضور بیہوش ہو کر گر پڑے۔ زید نے اُن کو اپنی پیٹھ پر اُٹھایا، آبادی سے باہر لے گئے پانی کے چھینٹے دینے سے ہوش آیا۔

اس سفر میں اتنی تکلیفوں اور ایذاؤں کے بعد اور ایک شخص تک کے مسلمان نہ ہونے کے رنج اور صدمہ کے وقت بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا دل خدا کی عظمت اور محبت سے بھرپور تھا اس وقت جو دعا حضور نے مانگی۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

اَللّٰھُمَّ اِلَیْكَ اَشْكُوْ ضُعْفَ قُوَّتِیْ وَقِلَّةَ حِیْلَتِیْ وَھُوَانِیْ عَلَی النَّاس یا ارحم الراحمین۔ انت ربّ الْمُسْتَضْعَفِیْنَ وانت ربّی الی من تکلنی الی بعید[2] یَتَجَهَّمُنِیْ او الی عدو ملّکتہٗ امری۔ ان لم یکن	الٰہی اپنی کمزوری بے سروسامانی اور لوگوں کی تحقیر کی باہت تیرے سامنے فریاد کرتا ہوں، تو سب رحم کرنیوالوں سے زیادہ رحم کرنیوالا ہے۔ درماندہ عاجزوں کا مالک تو ہی ہے۔ اور میرا مالک بھی تو ہی ہے مجھے کس کے سپرد کیا جاتا ہے۔ کیا بیگانہ ترشرو کے یا اس دشمن کے جو کام پر قابو رکھتا ہے لیکن جب

[1] طبری۔ [2] طبری نے لفظ بعید روایت کیا ہے جس کا ترجمہ بیگانہ کیا گیا ہے۔ ابن ہشام و ابن اثیر نے لفظ عمد روایت کیا ہے۔ جس کے معنے دوست کے ہو سکتے ہیں۔

علی غضب فلا اُبالی ولکن عافیتك هی اوسع لی اعوذ بنور وجهك الذی اشرقت له الظلمت وصلح علیه امر الدنیا والاخرة۔ من ان ینزل بی غضبك او یحل علی سخطك لك العتبی حتی ترضی ولاحول ولا قوة الا بك؛

مجھ پر تیرا غضب نہیں۔ تو مجھے اس کی کچھ پروا نہیں۔ کیونکہ تیری عافیت میرے لئے زیادہ وسیع ہے۔ میں تیری ذات کے نور سے پناہ چاہتا ہوں جس سے سب تاریکیاں روشن ہو جاتی ہیں۔ اور دُنیا و دین کے کام اس سے ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ کہ تیرا غضب مجھ پر اُترے۔ یا تیری نارضامندی مجھ پر وارد ہو۔ مجھے تیری ہی رضامندی۔ اور خوشنودی درکار ہے۔ اور نیکی کرنے یا بدی سے بچنے کی طاقت مجھے تیری ہی طرف سے ملتی ہے!

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف سے واپس ہوتے ہوئے یہ بھی فرمایا۔ میں ان لوگوں کی تباہی کے لئے کیوں دعا کروں۔ اگر یہ لوگ خدا پر ایمان نہیں لاتے۔ تو کیا ہُوا۔ امید ہے کہ انکی آیندہ نسلیں ضرور ایک خدا پر ایمان لانے والی ہونگی[ا]

مختلف مقامات پر نبی صلعم کا تبلیغ کے لئے جانا؛

مکہ میں واپس آکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اب ایسا کرنا شروع کیا۔ کہ مختلف قبیلوں کی سکونت گاہوں میں تشریف لیجاتے یا مکہ سے باہر چلے جاتے۔ اور جو کوئی مسافر آتا جاتا مل جاتا۔ اُسے ایمان اور خدا پرستی کا وعظ فرماتے انہی ایام میں قبیلہ بنو کندہ میں تشریف لیگئے۔ سردار قبیلہ کا نام ملیح تھا۔ نیز قبیلہ بنو عبداللہ کے ہاں بھی پہنچے۔ اُنہیں فرمایا۔ کہ تمہارے باپ کا نام عبداللہ تھا۔ تم بھی اسم بامسمّےٰ ہو جاؤ۔ قبیلہ بنو حنیفہ کے گھروں میں تشریف لے گئے۔ انہوں نے سارے عرب بھر میں سب سے بدتر طریق پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا۔ قبیلہ بنو عامر بن صعصعہ کے پاس گئے سردار قبیلہ کا نام بیحزہ بن فراس تھا۔ اس نے دعوت اسلام سُن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا

ا؎ صحیح مسلم عن عائشہ رضی ام المومنین؛

بھلا اگر ہم تیری بات مان لیں؛ اور تو مخالفین پر غالب آ جائے تو کیا تو یہ وعدہ کرتا ہے کہ تیرے بعد یہ امر مجھ سے متعلق ہوگا؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ تو خدا کے اختیار میں ہے۔ وہ جسے چاہیگا میرے بعد اُسے مقرر کریگا۔ بیحرہ بولا۔ خوب اس وقت تو عرب کے سامنے سینہ سپر ہم بنیں۔ اور جب تمہارا کام بن جائے تو مزے کوئی اور اُڑائے جاؤ ہم کو تیرے کام سے کچھ سروکار نہیں۔ قبائل کے سفر میں حضور کے رفیق طریق ابوبکر صدیق تھے؛

سوید بن صامت کا ایمان لانا

انہی ایام میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سوید بن صامت ملا۔ اس کا لقب اپنی قوم میں کامل تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دعوتِ اسلام فرمائی۔ وہ بولا "شاید آپکے پاس وہی کچھ ہے جو میرے پاس بھی ہے"۔ نبی صلعم نے پوچھا "تمہارے پاس کیا ہے"۔ وہ بولا "حکمت لقمان"۔ نبی نے فرمایا "بیان کرو"۔ اس نے کچھ عمدہ اشعار اپنے سُنائے۔ نبی نے فرمایا۔ یہ اچھا کلام ہے لیکن میرے پاس قرآن ہے۔ جو اس سے افضل تر ہے اور ہدایت و نور ہے۔ اسکے بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے قرآن سُنایا۔ اور وہ بے تامل اسلام لے آیا۔ جب یثرب لوٹ کر گیا۔ تو قوم خزرج نے اسے قتل کر ڈالا۔[۱]

سفارت یثرب میں تبلیغ فرمانا
ایاس بن معاذ کا راہ یاب ہونا

انہی ایام میں ابو الحیشر انس بن رافع مکہ آیا۔ اس کے ساتھ بنی عبد الاشہل کے بھی چند نوجوان تھے۔ جن میں ایاس بن معاذ بھی تھا۔ یہ لوگ قریش کے ساتھ اپنی قوم خزرج کی طرف سے معاہدہ کرنے آئے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس گئے۔ اور جا کر فرمایا۔

"میرے پاس ایسی چیز ہے جس میں تم سب کی بہبودی ہے۔ کیا تمہیں کچھ رغبت ہے؟"

وہ بولے "ایسی کیا چیز ہے؟"۔ فرمایا "میں اللہ کا رسول ہوں۔ مخلوق کی طرف مبعوث ہوں بندگانِ خدا کو دعوت دیتا ہوں کہ خدا ہی کی عبادت کریں اور شرک نہ کریں۔ مجھ پر خدا نے کتاب نازل کی ہے"۔ پھر انکے سامنے اسلام کے اصول بیان فرمائے۔ اور قرآن مجید بھی پڑھ کر سُنایا۔ ایاس بن معاذ جو ابھی نوجوان تھا سُنتے ہی بولا "اے میری قوم۔ بخدا یہ تمہارے

[۱] طبری صفحہ ۱۲۳۲

لئے اس منتر سے بہتر ہے جس کے لئے تم یہاں آئے ہو"
انس بن رافع نے کنکریوں کی مٹھی بھر کر اٹھائی۔ اور ایاس کے منہ پر پھینک ماری
اور کہا۔ بس چپ رہ۔ ہم اس کام کے لئے تو نہیں آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر
چلے گئے۔ یہ واقعہ جنگ بعاث سے جو اوس و خزرج میں ہوئی۔ پہلے کا ہے۔ ایاس
واپس جا کر چند روز کے بعد مر گیا۔ مرتے وقت اس کی زبان پر تسبیح و تحمید۔ تہلیل و
تکبیر جاری تھی۔ مرحوم کے دل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی وعظ سے اسلام کا بیج بویا
گیا تھا۔ جو مرتے وقت پھل پھول لے آیا تھا۔

انہی ایام میں ضماد ازدی مکہ میں آیا۔ یہ یمن کا باشندہ۔ اور عرب کا مشہور افسوں گر تھا۔
جب اس نے سنا۔ کہ محمد پر جنات کا اثر ہے۔ تو اس نے قریش سے کہا۔ کہ میں محمد کا علاج
اپنے منتر سے کر سکتا ہوں۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا۔ "محمد! آؤ تمہیں
منتر سناؤں"۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ پہلے مجھ سے سن لو پھر آنحضرت نے اسے سنایا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَمَّا بَعْدُ	سب تعریف اللہ کے واسطے ہے۔ ہم اسکی نعمتوں کا شکر کرتے ہیں۔ اور ہر کام میں اسی کی اعانت چاہتے ہیں۔ جسے خدا راہ دکھاتا ہے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔ اور جسے خدا ہی رستہ نہ دکھلائے اسکی کوئی رہبری نہیں کر سکتا میری شہادت یہ ہے کہ خدا کے سوا عبادت کے لائق کوئی بھی نہیں۔ وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں میں بھی ظاہر

کرتا ہوں کہ محمد خدا کا بندہ اور رسول ہے۔ اس کے بعد مدعا یہ ہے"

ضماد نے اسی قدر سنا تھا۔ بول اٹھا۔ کہ انہی کلمات کو پھر سنا دیجئے۔ دو تین دفعہ
اس نے انہی کلمات کو سنا۔ اور پھر بے اختیار بول اٹھا میں نے بہتیرے کاہن دیکھے

[1] طبری صفحہ ۱۲۳۴

وساحر دیکھے۔ شاعر سُنے۔ لیکن ایسا کلام تو مَیں نے کسی سے بھی نہ سُنا۔ یہ کلمات تو ایک اتھاہ سمندر جیسے ہیں۔ محمدؐ! خدارا اپنا ہاتھ بڑھاؤ۔ کہ میں اسلام کی بیعت کر لوں[۱]۔

معراج

۲۷- رجب ۱۱ ؁ نبوت کو معراج ہوئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ملکوت السموات والأرض کی سیر کرائی۔

اوّل مسجد الحرام سے بیت المقدس تک تشریف لیگئے۔ وہاں امام بن کر جماعت انبیاءؑ کو نماز پڑھائی۔ پھر آسمانوں کی سیر کرتے۔ اور انبیاء سے اُن کے مقامات پر ملتے ہوئے سدرۃ المنتہٰی اور بیت معمور تک پہنچے۔ اور وہاں سے قرب حضوری خاص حاصل ہوا اور گوناگوں وحی سے مشرف ہوئے[۱]۔

شاہ ولی اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں[۲]:

واسریٰ به الی المسجد الاقصیٰ ثمّ الی سدرۃ المنتہیٰ والی ماشاء اللہ وکلّ ذلک بجسدہٖ	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد اقصےٰ تک پھر سدرۃ المنتہےٰ تک اور جہانتک کہ خدا نے چاہا۔ سیر کرائی گئی۔ یہ سب کچھ جسم کے ساتھ بیداری میں تھا

[۱] علامہ ابن القیم لکھتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ ومعاویہؓ وامام حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ اسریٰ روح مبارک کو ہُوا تھا۔ اور جسم مبارک اپنی جگہ سے نہیں مفقود ہُوا تھا۔ علامہ موصوف کہتے ہیں کہ اسراء روحی میں اور خواب میں بہت تفاوت ہے۔ اسراء روحی سے مراد تو یہ ہے کہ روح مبارک کو ان جملہ مقامات کی سیر کرائی گئی۔ اور خواب میں یہ بات نہیں ہوتی۔ یہ رجہ اتم واکمل اشرف واعلیٰ ہے۔ علمائے جمہور کا قول ہے کہ اسراء بدن وروح کے ساتھ تھا۔ زاد المعاد صفحہ ۳۰۱- واضح ہو کہ عروج جسدی کا انکار آجکل کے فلسفہ خشک کی بنیاد پر فضول ہے۔ کیونکہ جس قادر مطلق نے اجرام سماویہ کے بھاری بھرکم اجسام کو خلا میں تھام رکھا ہے۔ وہ جسم انسانی کے صغیر جرم کو خلا میں لیجانے کی بھی قدرت رکھتا ہے۔ آج کل نیٹروجن کی طاقت سے ہوائی جہاز اور جہازوں کے اندر آدمی اُڑ رہے ہیں۔ اسلئے خداوند کریم کا اپنے نبی کریمؐ کو بسواری براق (جو برق سے مشتق اور الکٹرسٹی کی طاقت مخفیہ کی جانب اشارہ کن ہے) ملکوت السموات کی سیر کرانا کچھ بھی مستبعد نہیں۔ میرا اعتقاد یہ ہے کہ معراج جسم کے ساتھ اور بحالت بیداری تھی۔ محمد سلیمانؔ [۲] حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۲۰۸- ۳ صحیح مسلم

صلّی اللہ علیه وسلم فی الیقظته
ولکن ذلك فی موطن هو برزخ
بین المثال والشّهادة جامع
لاحکامها. فظهر علی الجسد
احکام الرّوح وتمثل الروح والمعانی
الروحیة اجساداً ولذلك بان لکل
واقعة من تلك الوقائع تعبیر؛

لیکن یہ ایک مقام ہے جو مثال اور شہادت کے
درمیان برزخ ہے۔ اور ہر دو عالم مذکورہ کے
احکام کا جامع ہوتا ہے۔ پس جسم پر روح کے
احکام ظاہر ہوئے۔ اور روح اور معانی نے
جسم قبول کر کے تمثل اختیار کیا۔ اسی لئے
ان واقعات میں سے ہر واقعہ کی ایک حقیقت
ہے۔

اَمّا شق الصدر وملاءه ایمانا
فحقیقته غلبة انوار الملکیة و
انطفاء لهب الطبیعة وخضوعها
لما یفیض علیها من خطیرة القدس

(۱) صدر کا چاک کرنا۔ اُسے ایمان سے بھر دیا جانا۔
اس کی حقیقت ہے انوار ملکیہ کا غلبہ ہو جانا۔ اور
شعلہ طبیعت کا بجھ جانا۔ اور جو کچھ خطیرۃ القدس سے
طبیعت کو فیضان ہوتا ہے۔ اس کیلئے مطیع بنجانا۔

واما رکوبه علی البراق فحقیقته
استواء نفسه النطقیة علی نسمتهِ
التی هی الکمال الحیوانی. فاستوی
راکباً علی البراق کما غلبت احکام
نفسه النطقیة علی البهیمیّة
وتسلّط علیها؛

(۲) براق پر سوار ہونے کی حقیقت یہ ہے۔ کہ
نفس ناطقہ نسمہ پر جو کمال حیوانی ہے۔ غالب
آجائے۔ پس آنحضرتؐ براق پر ایسی ہی خوبی
سے سوار ہوئے۔ جیسا کہ حضور کے نفس
انسانی کے احکام قوت بہیمیہ پر غالب و
متسلط تھے۔

واما سرائه الی المسجد الاقصی
فلانه محل ظهور شعائر الله
ومتعلق همم الملاء الاعلیٰ
ومطمح انظار الانبیاء علیهم السلام

(۳) مسجد اقصیٰ تک سیر اسلئے ہے۔ کہ وہ شعائر
الٰہیہ کے ظہور کا محل ہے۔ ملاء اعلےٰ کی ہمتیں
اس سے متعلق ہیں۔ اور وہ انبیاء علیہم السلام
کے نگاہوں کی نظرگاہ ہے۔ گویا وہ ملکوت کی

فكانه كوة الى الملكوت۔

واما ملاقاته مع الانبياء
صلوات الله عليهم ومفاخرته
معهم فحقيقتها اجتماعهم
من حيث ارتباطهم بحظيرة
القدس وظهور ما اختص به
من بينهم من وجوه الكمال

واما رقيه الى السموت سماءً
بعد سماء فحقيقته الانسلاخ
الى مستوى الرحمٰن منزلة
بعد منزلة۔ ومعرفته حال
الملٰئكة الموكلة بها ومن لحق بهم
من افاضل البشر والتدبير الذى
اوحاه الله فيها والاختصام الذى
يحصل فى ملاءها؛

واما بكاء موسى فليس بحسد
ولكن مثال لفقد عموم الدعوة
وبقاء كمال لم يحصله مما هو
فى وجهه

واما السدرة المنتهى فشجرة
الكون وترتب بعضها على بعض

جانب ایک روزن ہے؛

(۴) انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ملاقات اور
مفاخرت کی حقیقت یہ ہے۔
کہ حظیرۃ القدس سے اُن کو اجتماعی ربط وضبط
حاصل ہے اور پھر ان اجتماعی امور کی خصوصیات کا
نہایت کاملیت اور خصوصیت کے ساتھ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ظہور ہوا ہے؛

(۵) آسمانوں پر یکے بعد دیگرے چڑھنے کی حقیقت
درجہ بدرجہ تعلقات طبعی سے نکل کر مستوی
رحمٰن کی طرف جانا ہے۔ نیز احوال ملائکہ کی معرفت
جو اس مقام سے خصوصیت رکھتے ہیں نیز ملائکہ اور نسل
انسانی کے اُن بزرگوں کے احوال کی شناخت
جو ملائکہ سے ملے ہوئے ہیں۔ نیز اُس تدبیر کلیہ کی
کی معرفت جو مقام مذکور میں وحی ربانی سے بتائی گئی۔
نیز اُن امور کی شناخت جن پر ملائکہ سابقت کیا کرتے ہیں

(۶) واضح ہو۔ کہ گریہ موسٰی سے حسد کا اظہار
مراد نہیں۔ بلکہ اظہار اس امر کا ہے کہ انکی رسالت
تمام دنیا کیلئے عام نہ تھی۔ اور اسطرح ایک کمال باقی
تھا جو حضرت موسٰی کو حاصل نہ تھا؛

(۷) سدرۃ المنتہٰی درخت عالم ہے۔ کہ
ایک وجود دوسرے وجود پر مترتب۔ اور

وانجماعها فی تدبیر واحد کانجماع الشجر فی الغاذیة والنامیة ونحوهما ولم تتمثل حیوانا لأن التدبیر الجملی الاجمالی اشبهة للسیاسة الکلی فراده وانما اشبه الاشیاء به الشجرة دون الحیوان فان الحیوان فیه قوی تفصیلیة والارادة فیه اصرح من سنن الطبیعة

پھر سب کے سب تدبیر واحد کے اندر جمع ہیں؛ جیسا کہ درخت کا بھی غذا و نمو میں یہی حال ہے واضح رہے کہ کسی حیوان سے اسکی تمثیل نہیں دیگئی کیونکہ وہ تدبیر کلیہ اجمالیہ جو سیاست کلیہ سے بہت مشابہت رکھتی ہے وہ بھی مفرد ہے اور اسی لئے بہترین مشابہت اسکی درخت میں پائی جاتی ہے کہ ایک ہی تنہ پر مختلف شاخیں، ڈالیاں، ٹہنیاں، اور پتے ہوتے ہیں اور غذا و نمو میں برابر سب مستفیض ہیں، اور حیوان میں یہ مشابہت پائی نہیں جاتی؛ کیونکہ حیوان میں قوائے تفصیلیہ بھی ہیں اور قوۃ ارادہ بھی ہے اور یہ سنن طبعیہ سے زیادہ صریح ہیں۔

واما الانہار فی اصلها رحمة فائقة فی الملکوت حذو الشهادة وحیوة و انماء فلذلك تعین هنالك بعض الامور النافعة فی الشهادة کالنیل والفرات؛

(۸) دریاؤں کی اصل وہ رحمت فائقہ ہے جو عالم شہادت کے محاذی عالم ملکوت میں موجود ہے نیز حیات اور نمو بھی اسی اصل میں شامل ہیں۔ اسی لئے ظاہراً چند اسباب نافعہ مثل نیل و فرات وغیرہ کا تعین کیا گیا ہے؛

واما الانوار التی غشیتها فتدلیات الٰهیة وتدابیرات رحمانیة تلمعت فی الشهادة حیثما استعدت لها؛

(۹) رہے وہ انوار جنہوں نے اُسے ڈھانپ لیا تھا، یہ وہ تدلیات رحمانی اور تدبیرات آلہیہ ہیں جو عالم ظہور میں جلوہ گستر اور نور بیز ہیں، جہاں تک اس عالم میں انکی استعداد پائی جاتی ہے؛

واما البیت المعمور فحقیقته التجلی الالٰهی الذی یتوجه الیه

(۱۰) بیت المعمور کی حقیقت وہ آلہی تجلی ہے جس کی طرف بندگان خدا کی دعاؤں اور سجدوں کا

سجدات البقر و نضرعا تھا یتمثل بیتاً علی حذ و ماعند ھم من الکعبۃ و بیت المقدس؛ ثم اتی باناء من لبن و اناء من خمر فاختار اللبن۔ فقال جبریل ھدیت للفطرۃ ولو اخذت الخمر لغوت امتک؛ فکان ھو صلی اللہ علیہ وسلم جامع امتہ و منشاء ظھورھم وکان اللبن اختیارھم الفطرۃ والخمر اختیارھم لذات الدنیاء؛ وامر خمس صلوات بلسان التجوز لانھا خمسون باعتبار الثواب۔ ثم اوضح اللہ مرادہ تدریجاً لیعلم ان الحرج مدفوع وان النعمۃ کاملۃ وتمثل ھذا المعنے

رُخ ہوتا ہے۔ اور وہ خانہ کعبہ و بیت المقدس کے مجاز میں جیسا کہ لوگوں کا ان ہر دو کی بابت اعتقاد ہے۔ ایک گھر کا نقش لئے ہوئے ہے؛

(۱۱) شب معراج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک برتن دودھ کا۔ ایک برتن شراب کا پیش کیا گیا اور آنحضرتؐ نے دودھ کو پسند فرمایا۔ اور جبریلؑ نے بتلا دیا کہ آپ نے فطرۃ صلیہ کو پسند فرمایا۔ اگر شراب کا برتن آپ لیتے۔ تو آپ کی امت بھٹک جاتی۔ دیکھیو نبی صلعم اپنی امت کو فطرت پر جمع کرنیوالے تھے۔ اور دودھ سے مراد یہی ہے کہ امت فطرۃ کو پسند کرے اور خمر سے یہ مراد تھی کہ لذات دنیا کو پسند کرے؛

(۱۲) پانچ نمازوں کا تقرر بھی زبان تجوزی سے ہوا یہ پانچ ثواب میں پچاس کے برابر ہیں۔ گویا رب کریم نے آہستہ آہستہ یہ سمجھایا ہے کہ ثواب تو (۵۰) کے برابر کا کامل ہے۔ اور حرج اور مرج اٹھا دیا گیا ہے۔ یہ مطلب حضرت موسٰے

لہ اکثر مصنفین نے معراج کا ذکر بعد از واپسی طائف کیا ہے مگر امام طبری نے اپنی کتاب تاریخ الملل والامم میں ابتدائے نبوت سے دوسرے دن ہی معراج کا ہونا تحریر کیا ہے۔ انکی تائید اس دلیل سے بخوبی ہوتی ہے کہ جب فرضیت نماز کا حکم شب معراج میں ہوا۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور دیگر مسلمانان اس وقت سے ہی برابر نماز پڑھتے تھے۔ تو نماز کی فرضیت کا حکم گیارہ سال تک کیونکر متاخر رہ سکتا ہے۔ لیکن حسب بیان شاہ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ (مندرجہ شرح سفر سعادت صفحہ ۲۳۶) کہ پہلے صرف دو نمازیں فجر و عصر کی فرض ہوئی تھیں۔ اور شب معراج کو پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔ کوئی اشکال نہیں رہ جاتی؛

مستند الی موسیٰ علیہ السلام فانہ اکثر الانبیاء معالجۃ للامۃ ومعرفتہ بسیاستہا۔

علیہ السلام کی سند سے متمثل کیا گیا ہے۔ کیونکہ جناب ممدوح امت کی اصلاح و درستی اور اصول سیاست امت کی شناخت میں اکثر انبیا سے بڑھے ہوئے ہیں ؂

طفیل بن عمرو دوسی کا ایمان لانا

انہی دنوں طفیل بن عمرو مکہ میں آیا۔ یہ قبیلہ دوس کا سردار تھا۔ اور نواحی یمن میں انکے خاندان میں رئیسانہ حکومت تھی۔ طفیل بذات خود شاعر و دانشمند شخص تھا۔ اہل مکہ نے آبادی سے باہر جا کر اس کا استقبال کیا۔ اور اعلےٰ پیمانے پر اسکی خدمت اور تواضع کی طفیل کا اپنا بیان ہے کہ "مجھے اہل مکہ نے یہ بھی بتلایا۔ کہ یہ شخص جو ہم میں سے نکلا ہے۔ اس سے ذرا بچنا۔ اسے جادو آتا ہے۔ جادو سے باپ بیٹے۔ شوہر و زن۔ بھائی بھائی میں جدائی ڈال دیتا ہے۔ ہماری جمعیت کو پریشان اور ہمارے کام ابتر کر دئے ہیں۔ ہم نہیں چاہتے۔ کہ تمہاری قوم پر بھی ایسی ہی کوئی مصیبت پڑے۔ اسلئے ہماری زور سے یہ نصیحت ہے کہ نہ اس کے پاس جانا۔ نہ اس کی بات سننا۔ اور نہ خود بات چیت کرنا"

"یہ باتیں انہوں نے ایسی عمدگی سے میرے ذہن نشین کر دیں۔ کہ جب میں کعبہ میں جانا چاہتا۔ تو کانوں کو روئی پنبہ سے بند کر لیتا۔ تا کہ محمدؐ کی آواز کی بھنک بھی میرے کان میں نہ پڑ جائے۔ ایک روز میں صبح ہی خانہ کعبہ میں گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے۔ چونکہ خدا کی مشیت یہی تھی۔ کہ اُن کی آواز میری سماعت تک ضرور پہنچے۔ اس لئے میں نے سنا۔ کہ ایک نہایت عجیب کلام وہ پڑھ رہے ہیں۔ اس وقت میں اپنے آپ کو ملامت کرنے لگا کہ میں خود شاعر ہوں۔ باعلم ہوں۔ اچھے بُرے کی تمیز رکھتا ہوں۔ پھر کیا وجہ ہے؟

اور کونسی روک ہے۔ کہ میں اسکی بات نہ سُنوں۔ اچھی بات ہوگی۔ تو مانوں گا۔ ورنہ نہیں مانوں گا؛ میں یہ ارادہ کر کے ٹھہر گیا۔ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم واپس گھر کو چلے۔ تو میں بھی پیچھے پیچھے ہولیا۔ اور جب مکان پر حاضر ہُوا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا واقعہ مکہ میں آنے۔ لوگوں کے بہکانے پنبہ در گوش رہنے اور آج حضور کی زبان سے کچھ سُن پانے کا کہہ سُنایا۔ اور عرض کیا، کہ مجھے اپنی بات سُنائیے: نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن پڑھا۔ بخدا! میں نے ایسا پاکیزہ کلام کبھی سُنا ہی نہ تھا، جو اس قدر نیکی اور انصاف کی ہدایت کرتا ہو؛

الغرض طفیل اسی وقت مسلمان ہوگیا۔ جسے قریش بات بات میں مخدوم و مطاع کہتے تھے۔ وہ بات کی بات میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا دل وجان سے خادم اور مطیع بنگیا قریش کو ایسے شخص کا مسلمان ہونا نہایت ہی شاق اور ناگوار گذرا۔[1]

ابوذرغفاری رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا

ابوذر رضی اللہ عنہ اپنے شہر یثرب ہی میں تھے۔ کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کچھ اُڑتی سی خبر سُنی۔ انہوں نے اپنے بھائی سے کہا۔ تم جاؤ۔ مکہ میں اس شخص سے مل کر آؤ۔ اور پھر مجھے بتلاؤ۔

اُنیس۔ برادر ابوذر ایک مشہور فصیح شاعر زبان آور تھا وہ مکہ میں آیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا۔ پھر بھائی کو جا بتلایا۔ کہ میں نے محمد کو ایک ایسا شخص پایا۔ جو نیکیوں کے کرنے کا اور شر سے بچنے کا حکم دیتا ہے۔

ابوذر بولے۔ اتنی بات سے تو کچھ تسلی نہیں ہوتی۔ آخر خود پیدل چل کر مکہ پہنچے حضرت ابوذر کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شناخت نہ تھی اور کسی سے دریافت کرنا بھی وہ پسند نہ کرتے

[1] ملخصاً از زاد المعاد صفحہ ۹۳ و ۹۴ جلد اول۔

تھے۔ زمزم کا پانی پی کر کعبہ ہی میں لیٹ رہے۔ علی مرتضےٰ رضؓ آئے۔ انہوں نے پاس کھڑے ہو کر کہا۔ کہ یہ تو کوئی مسافر معلوم ہوتا ہے۔ ابوذر بولے ہاں۔ علی مرتضیٰؓ نے کہا۔ اچھا میرے ہاں چلو۔ یہ رات کو وہیں رہے۔ نہ علی مرتضےٰ رضؓ نے کچھ پوچھا۔ نہ ابوذرؓ نے کچھ کہا۔ صبح ہوتی ابوذر پھر کعبہ میں آ گئے۔ دل میں آنحضرتؐ کی تلاش تھی۔ مگر کسی سے دریافت نہ کرتے تھے؛ علیؓ مرتضےٰ پھر آ پہنچے۔ انہوں نے فرمایا۔ شاید تمہیں اپنا ٹھکانہ نہ ملا۔ ابوذر بولے۔ ہاں علیؓ مرتضیٰ پھر ساتھ لے گئے۔ اب انہوں نے پوچھا تم کون ہو۔ اور کیوں یہاں آئے ہو۔ ابوذرؓ نے کہا۔ راز رکھو۔ تو میں بتلا دیتا ہوں۔ علی رضی اللہ عنہ نے وعدہ کیا؛

ابوذرؓ نے کہا میں نے سُنا تھا کہ اس شہر میں ایک شخص ہے۔ جو آپ اپنے کو نبی اللہ بتلاتا ہے۔ میں نے اپنے بھائی کو بھیجا تھا۔ وہ یہاں سے کچھ تسلّی بخش بات لے کر نہ گیا۔ اس لئے خود آیا ہوں؛

علیؓ مرتضےٰ نے کہا۔ تم خوب آئے۔ اور خوب ہوا۔ کہ مجھ سے ملے۔ دیکھو۔ میں اُنہی کی خدمت میں جا رہا ہوں۔ میرے ساتھ چلو۔ میں پہلے اندر جا کر دیکھ لوں گا۔ اگر اس وقت ملنا مناسب نہ ہوگا۔ تو میں دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو جاؤں گا۔ گویا جوتا کو درست کر رہا ہوں؛

الغرض ابوذرؓ علیؓ مرتضیٰ کے ساتھ خدمت نبویؐ میں پہنچے۔ اور عرض کیا۔ کہ مجھے بتلایا جائے کہ اسلام کیا ہے؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی بابت بیان فرمایا۔ اور ابوذرؓ اسی وقت مسلمان ہو گئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابوذر تم ابھی اس بات کو چھپائے رکھو۔ اور اپنے وطن کو چلے جاؤ۔ جب تمہیں ہمارے ظہور کی خبر مل جائے۔ تب آ جانا۔ ابوذر بولے۔ بخدا۔ میں تو ان دشمنوں میں اعلان کر کے جاؤں گا۔ اب ابوذر کعبہ کی طرف آئے۔ قریش جمع تھے؛

اُنھوں نے سب کو سُنا کر باوازِ بلند کلمۂ شہادت پڑھا۔ قریش نے کہا۔ اس بے دین کو مارو۔ لوگوں نے مار ڈالنے کیلئے مجھے مارنا شروع کیا۔ عباس رضی اللہ عنہ آگئے۔ اُنھوں نے مجھے جھک کر دیکھا۔ کہا۔ کمبختو۔ یہ تو قبیلہ غفار کا آدمی ہے۔ جہاں تم تجارت کو جاتے۔ اور کھجوریں لاتے ہو۔ لوگ ہٹ گئے۔ اگلے دن انھوں نے پھر سب کو سُنا کر کلمہ پڑھا پھر لوگوں نے مارا۔ اور عباس رضی اللہ عنہ نے ان کو چھڑا دیا۔ اور یہ اپنے وطن کو چلے آئے[1]۔

اسبابِ ہجرت

[۱۱] سنہ نبوت کے موسم حج کا ذکر ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کی تاریکی میں شہر مکہ سے چند میل پرے مقام عقبہ[2] پر کچھ لوگوں کو باتیں کرتے سُنا۔ اس آواز پر خدا کا نبی اُن لوگوں کے پاس پہنچا۔ یہ چھ آدمی[3] تھے۔ اور یثرب سے آئے تھے۔ ان کے سامنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کی عظمت و جلال کا بیان شروع کیا۔ انکی محبت کو خدا کے ساتھ گرمایا۔ بتوں سے ان کو نفرت دلائی۔ نیکی و پاکیزگی کی تعلیم دیکر گناہوں اور برائیوں سے منع فرمایا۔ قرآن مجید کی تلاوت فرما کر ان کے دلوں کو روشن فرمایا۔ یہ لوگ اگرچہ بت پرست تھے۔ لیکن اُنھوں نے اپنے شہر کے یہودیوں کو بارہا یہ ذکر کرتے سُنا تھا۔ کہ ایک نبی عنقریب ظاہر ہونے والا ہے[4]۔ اس تعلیم سے وہ اُسی وقت ایمان لے آئے۔ اور جب اپنے وطن کو لوٹ کر گئے۔ تو دینِ حق کے سچے منادبن گئے۔

---

[1] صحیح بخاری عن ابن عباس۔ کتاب المناقب مدارج النبوۃ میں ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ قریبًا ایک ماہ تک آب زمزم ہی پر رہے۔ اس پانی نے پانی اور غذا کا کام کیا۔ ان کی توند نکل آئی۔

[2] یہ مقام الحمرا۔ اور منی کے درمیان واقع ہے۔

[3] ابو امامہ اسعد بن زرارہ۔ عوف بن الحارث۔ رافع بن مالک۔ قطبہ بن عامر بن حدیدہ۔ عقبہ بن عامر بن نابی۔ سعد بن ربیع الاستیعاب۔

[4] زاد المعاد۔ صفحہ ۳۰۳۔ جلد ۱۔

وہ نبی[1] وہ ہر ایک کو یہ خوشخبری سُناتے تھے۔ کہ وہ نبیؐ جس کا تمام عالم کو انتظار تھا آ گیا ہمارے کانوں نے اُس کا کلام سُنا۔ ہماری آنکھوں نے اُس کا دیدار دیکھا۔ اور اُسنے ہم کو اُس زندہ رہنے والے خدا سے ملا دیا ہے۔ کہ دنیا کی زندگی و موت اب ہمارے سامنے ہیچ ہے؛

بیعت عقبہ اولےٰ

اِن لوگوں کی بشارت لیجانے کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ یثرب کے گھر گھر میں آنحضرتؐ کا ذکر ہونے لگا۔ اور اگلے سال ۱۲ سنہ نبوت کو یثرب کے ۱۲[2] باشندے مکہ میں حاضر ہوئے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے دولت ایمان حاصل کی؛

اِن لوگوں نے جن باتوں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی۔ وہ یہ ہیں:-

بیعت کی شرطیں (۱) ہم خدائے واحد کی عبادت کیا کرینگے اور کسی کو اس کا شریک نہیں بنائینگے؛

(۲) ہم چوری اور زناکاری کبھی نہیں کرینگے؛

(۳) ہم اپنی اولاد (لڑکیوں) کو قتل نہیں کرینگے۔

(۴) ہم کسی پر جھوٹی تہمت نہیں لگائیں گے۔ اور نہ کسی کی چغلی کیا کرینگے؛

---

[1] ناظرین۔ لفظ "وہ نبی" کا مطلب سمجھنے کے لئے انجیل یوحنا باب اول کو ۱۹ سے ۲۸ درس تک پڑھیں۔ یوحنا یحییٰ نے اقرار کیا۔ کہ میں مسیح نہیں ہوں (۲)۔ انہوں نے پوچھا کیا تو الیاس ہے۔ اُس نے کہا میں نہیں ہوں۔ پس آیا تو "وہ نبی" ہے۔ اُس نے جواب دیا نہیں۔ اس سے مطلب نکلا۔ کہ علمائے یہود اُس زمانہ میں تین انبیاء کی آمد و ظہور کے منتظر تھے (۱) الیاس (۲) مسیح۔ (۳) "وہ نبی"۔ انجیل سے ثابت ہے کہ یوحنا نے یسوع کو مسیح بتلایا اور مسیح نے یوحنا کو الیاس کہا۔ اب تیسرے کا ظہور باقی تھا۔ جو کتب سابقہ میں وہ نبی اور مسلمانوں کی زبان پر "آنحضرتؐ" کے خطاب سے یاد کئے گئے ہیں۔ اگر آنحضرتؐ "وہ نبی" نہیں۔ تو پادری بتلائیں۔ کہ مسیح کے بعد "وہ نبی" کہلانے والا کون ہوا؟

[2] ابوامامہ عوف بن الحارث؛ رافع بن مالک۔ قطبہ بن عامر۔ عقبہ بن عامر۔ معاذ بن حرث۔ ذکوان بن عبد قیس خالد بن مخلد۔ عبادہ بن صامت؛ عباس بن عبادہ؛ ابوالہیثم؛ عویم بن ساعدہ؛

(۵) ہم نبی کی اطاعت ہرایک اچھی بات میں کیا کرینگے؟

جب یہ لوگ واپس جانے لگے تو آنحضرت صلعم نے انکی تعلیم کے لئے مصعب بن عمیر رض

مصعب بن عمیر رض

کو ساتھ کر دیا۔ مصعب بن عمیر امیر گھرانے کے لاڈلے بیٹے تھے۔ جب گھوڑے پر سوار ہو کر نکلتے۔ تو آگے پیچھے غلام چلا کرتے تھے۔ یہ دن پر دو سو روپیہ سے کم کی پوشاک کبھی نہ پہنتے۔ مگر جب اُن کو اسلام کے طفیل روحانی عیش حاصل ہوا۔ تب ان جسمانی آرائشوں اور نمائشوں کو انہوں نے بالکل چھوڑ دیا تھا۔ جن دنوں یہ مدینہ میں دین حق کی منادی کرتے اور اسلام کی تبلیغ کیا کرتے تھے۔ ان دنوں اُن کے کندھے پر صرف کمبل کا ایک چھوٹا سا ٹکڑہ ہوتا تھا جسے اگلی طرف سے کیکر کے کانٹوں سے اٹکا لیا کرتے تھے۔

بیعت عقبہ ثانیہ

مصعب رض مدینے میں اسعد بن زرارہ کے گھر جا کر اُترے تھے۔ اور انکو مدینے والے المقری[1] (پڑھانے والا۔ اُستاد) کہا کرتے تھے۔ ایک دن مصعب رض و اسعد رض۔ اور چند مسلمان بیر مرق پر جمع ہوئے۔ یہ غور کرنے کے لئے کہ بنی عبدالاشہل اور بنی ظفر میں کیونکر اسلام کی منادی کی جائے۔

سعد بن معاذ۔ اور اُسید بن حضیر ان قبائل کے سردار تھے۔ اور ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے انہیں بھی خبر ہوئی۔ سعد بن معاذ نے اُسید بن حضیر سے کہا

"تم کس غفلت میں پڑے ہو۔ دیکھو یہ دونوں ہمارے گھروں میں آکر ہمارے بیوقوفوں کو بہکانے لگے ہیں۔ تم جاؤ۔ انہیں جھڑک دو۔ اور کہدو۔ کہ ہمارے محلوں میں پھر کبھی نہ آئیں میں خود ایسا کرتا۔ مگر اس لئے نا معذور ہوں۔ کہ اسعد میری خالہ کا بیٹا ہے۔"

---

[1] طبری صفحہ ۱۲۱۳

اُسید بن حضیر اپنا ہتھیار لیکر روانہ ہوا۔ اسعد نے مصعبؓ کو کہا۔ دیکھو یہ قبیلے کا سردار آرہا ہے۔ خدا کرے۔ کہ وہ تیری بات مان جائے۔ مصعبؓ نے کہا۔ کہ اگر وہ آکر بیٹھ گیا۔ تو میں اس سے ضرور کلام کرونگا۔ اتنے میں اُسید آپہنچا۔ اور کھڑا کھڑا گالیاں دیتا رہا۔ اور یہ بھی کہا۔ کہ تم ہمارے احمق نادان لوگوں کو پُھسلانے آئے ہو۔

مصعبؓ کے وعظ پر اُسید کا ایمان لانا

مصعبؓ نے کہا۔ کاش۔ آپ بیٹھ کر کچھ سُن لیں۔ اگر پسند آئے قبول فرمائیں۔ ناپسند ہو تو اسے چھوڑ جائیں۔ اُسید نے کہا۔ خیر۔ کیا مضائقہ ہے۔ مصعبؓ نے سمجھایا۔ کہ اسلام کیا ہے۔ اور پھر اُسے قرآن مجید بھی پڑھ کر سُنایا۔ اُسید نے سب کچھ چُپ چاپ سُنا۔ بالآخر کہا۔ ہاں یہ تو بتلاؤ۔ کہ جب کوئی تمہارے دین میں داخل ہونا چاہتا ہے تو تُم کیا کرتے ہو۔

اُنہوں نے کہا۔ نہلا کر۔ پاک کپڑے پہنا کر۔ کلمہ شہادت پڑھا دیتے۔ اور دو رکعت نفل پڑھوا دیتے ہیں۔ اُسید اُٹھا۔ کپڑے دھوئے۔ کلمہ شہادت پڑھا۔ اور نفل ادا کئے۔ پھر کہا۔ میرے پیچھے ایک اور شخص ہے۔ اگر وہ تمہارا پیرو ہو گیا۔ تو پھر کوئی تمہارا مخالف نہ رہیگا۔ اور میں جا کر ابھی تمہارے پاس اُسے بھیج دیتا ہوں۔ اُسید یہ کہکر چلا گیا۔ اُدھر سعد بن معاذ اس کے انتظار میں تھا۔ دور سے چہرہ دیکھتے ہی بولا۔ دیکھو اُسید کا وہ چہرہ نہیں جو جاتے وقت تھا۔ جب اُسید آبیٹھا۔ تو سعد نے پوچھا۔ کہ کیا ہوئی۔ اُسید بولا۔ میں نے انہیں سمجھا دیا ہے۔ اور وہ کہتے ہیں۔ کہ ہم تمہاری منشاء کے خلاف کچھ نکرینگے مگر وہاں تو ایک اور حادثہ پیش آیا۔ بنو حارثہ وہاں آگئے تھے۔ اور وہ اسعد بن زرارہ کو اسلئے قتل کرنے پر آمادہ ہیں۔ کہ وہ تیرا بھائی ہے۔ یہ سُنکر سعد بن معاذ غصہ میں بھر گیا۔ اور

مصعبؓ کے وعظ پر سعد بن معاذ کا ایمان قبول کرنا

اپنا حربہ سنبھال کے کھڑا ہو گیا۔ اُسے ڈر تھا۔ کہ بنو حارثہ اُسکے بھائی کو مار نہ ڈالیں۔ اس نے چلتے وقت یہ بھی کہا۔ کہ اُسید! تم تو کچھ بھی کام نہ بنا کر آئے۔ سعد وہاں پہنچا۔ دیکھا۔ کہ مصعب و اسعد دونوں باطمینان بیٹھے

ہوئے ہیں۔ سعد سمجھا کہ اُسید نے مجھے ان کی باتیں سُننے کے لئے بھیجا ہے۔ یہ خیال آتے ہی اُنہیں گالیاں دینے لگا۔ اور اسعد کو یہ بھی کہا۔ کہ اگر میرے تمہارے درمیان قرابت نہ ہوتی۔ تو تمہاری کیا مجال تھی۔ کہ ہمارے محلے میں چلے آتے۔ اسعد نے مصعبؓ سے کہا دیکھو۔ یہ بڑے سردار ہیں۔ اور اگر ان کو سمجھا دو تو پھر کوئی دو آدمی بھی تمہارے مخالف نہ رہ جائینگے۔ مصعبؓ نے سعد سے کہا۔ آیئے۔ بیٹھ جایئے۔ کوئی بات کریں۔ ہماری بات پسند آئے۔ تو قبول فرمائیے۔ ورنہ انکار کیجئے۔ سعد حربہ رکھ کر بیٹھ گیا۔ مصعبؓ نے اس کے سامنے اسلام کی حقیقت بیان کی۔ اور قرآن مجید بھی سُنایا۔ آخر سعد نے بھی وہی سوال کیا۔ جو اُسید نے کیا تھا۔ الغرض سعد اٹھا۔ نہایا۔ کپڑے دھوئے۔ کلمہ پڑھا نفل ادا کئے۔ اور ہتھیار لے کر اپنی مجلس میں واپس آیا۔ آتے ہی اپنے قبیلے کے لوگوں کو پکار کر کہا:

اے بنی عبدالاشہل تم لوگوں کی میرے بارے میں کیا رائے ہے؟

سب نے کہا۔ تم ہمارے سردار ہو۔ تمہاری رائے۔ تمہاری تلاش بہتر اور اعلےٰ ہوتی ہے

سعد بولا۔ سُنو۔ خواہ کوئی مرد ہے یا عورت۔ میں اُس سے بات کرنا حرام سمجھتا ہوں۔ جب تک کہ وہ خدا اور رسول پر ایمان نہ لائے۔

تمام قبیلہ ایک دن میں مسلمان ہوا

اس کہنے کا اثر یہ ہوا۔ کہ بنی عبدالاشہل میں شام تک کوئی عورت۔ کوئی مرد اسلام سے خالی نہ رہا۔ اور تمام قبیلہ ایک دن میں مسلمان ہو گیا؛

مصعبؓ کی تعلیم سے اسلام کا چرچا اسی طرح انصار کے تمام قبیلوں میں پھیل گیا۔ اور اُس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اگلے سال سنہ ۱۳ نبوت کو ۷۳ مرد۔ ۲ عورتیں۔ یثرب کے قافلے میں مل کر مکہ آئے اُن کو یثرب کے اہل ایمان نے اس لئے بھی بھیجا تھا۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے شہر میں آنے کی دعوت دیں۔ اور نبیؐ سے منظوری حاصل کریں؛

یہ راستبازوں کا گروہ اُسی متبرک مقام پر جہاں دو سال سے اس شہر یثرب کے

مشتاق حاضر ہؤا کرتے تھے۔ رات کی تاریکی میں پہنچ گیا۔ اور خدا کا برگزیدہ رسول[1] بھی اپنے چچا عباس کو ساتھ لئے ہوئے وہاں جا پہنچا؛

حضرت عباس نے (جو ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے) اس وقت ایک بات کام کی کہی۔ اُنہوں نے کہا؛ لوگو تمہیں معلوم ہے کہ قریش مکہ محمدؐ کے جانی دشمن ہیں۔ اگر تم ان سے کوئی عہد و اقرار کرنے لگے ہو۔ تو پہلے سمجھ لینا۔ کہ یہ ایک نازک اور مشکل کام ہے۔ محمدؐ سے عہد و پیمان کرنا۔ سرخ و سیاہ لڑائیوں[2] کو دعوت دینا ہے۔ جو کچھ کرو۔ سوچ سمجھ کر کرو۔ ورنہ بہتر ہے۔ کہ کچھ بھی نہ کرو؛

اِن راستبازوں نے عباس کو کچھ بھی جواب نہ دیا۔ ہاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ کہ حضور کچھ ارشاد فرمائیں؛

عقبۂ ثانیہ پر آنحضرت کا وعظ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن کو خدا کا کلام جو خدا کا پیغام انسان کی طرف ہے پڑھکر سُنایا؛ جسکے سُننے سے وہ ایمان و ایقان کے نور سے بھرپور ہو گئے؛

اب سب لوگوں نے عرض کی۔ کہ خدا کا نبی ہمارے شہر میں چل کر بسے۔ تا کہ ہمیں پورا پورا فیض حاصل ہو سکے؛

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

(۱) کیا تم دینِ حق کی اشاعت میں میری پوری پوری مدد کرو گے؟

(۲) اور جب میں تمہارے شہر میں جا بسوں۔ کیا تم میری اور میرے ساتھیوں کی حمایت اپنے اہل و عیال کی مانند کرو گے؛

ایمان والوں نے پوچھا۔ ایسا کرنے کا ہم کو معاوضہ کیا ملیگا[3]؟

---

[1] طبری صفحہ ۲۴۴؛

[2] سُرخ لڑائی سے مراد سخت خونریز لڑائی اور سیاہ لڑائی سے تاریک انجام والی لڑائی مراد ہوتی ہے؛

[3] دیکھو پطرس کا سوال مسیح سے۔ متی ۱۹-۲۷؛

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہشت (جو نجات اور خدا کی خوشنودی کا محل ہے)؛
ایمان والوں نے عرض کیا۔ اے خدا کے رسولؐ۔ یہ تو ہماری تسلّی فرما دیجئے۔ کہ حضور ہم کو کبھی چھوڑ تو نہ دیں گے؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نہیں۔ میرا جینا۔ میرا مرنا تمہارے ساتھ ہو گا؛
اِس آخری فقرے کا سُننا تھا۔ کہ عاشقان صداقت عجب سرور و نشاط کے ساتھ جان نثاری کی بیعتِ اسلام کرنے لگے[1] براء بن معرور وہ پہلے بزرگ ہیں۔ جنھوں نے اس شب سب سے پہلے بیعت کی تھی؛

ایک شیطان نے پہاڑ کی چوٹی سے یہ نظارہ دیکھا۔ اور چیخ کر اہل مکہ کو پکار کر کہا۔ لوگو۔ آؤ۔ دیکھو۔ کہ محمدؐ اور اس کے فرقے۔ کے لوگ تم سے لڑائی کے مشورے کر رہے ہیں؛

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم اس آواز کی پرواہ نہ کرو۔ عباس بن عبادہ نے کہا۔ اگر حضور کی اجازت ہو۔ تو ہم کل ہی مکہ والوں کو اپنی تلوار کے جوہر دکھا دیں۔
رسول اللہؐ نے فرمایا۔ نہیں مجھے جنگ کی اجازت نہیں[2]؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ۱۲ نقیب

اِس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ۱۲ اشخصوں کا انتخاب کیا؛ اور اُن کا نام نقیب رکھا؛ اور یہ بھی فرمایا۔ کہ جس طرح عیسیٰؑ بن مریم نے اپنے لئے ۱۲ شخصوں کو چُن لیا تھا؛ اسی طرح میں تمہیں انتخاب کرتا ہوں۔ تا کہ تم اہل یثرب میں جا کر دین کی اشاعت کرو۔ مکہ والوں میں میں خود یہ کام کروں گا؛

اِن کے نام یہ ہیں:۔

قبیلہ خزرج کے ۹۔ اسعد بن زرارہ۔ رافع بن مالک۔ عبادہ بن صامت (یہ تینوں عقبہ اولی میں بھی تھے) سعد بن ربیع۔ منذر بن عمرو۔ عبداللہ بن رواحہ۔ براء بن معرور۔

---

[1] وہ نوشتہ پورا ہُوا کہ نور تاریکی میں چمکتا ہے؛ انجیل یوحناہ باب ۱:۔

[2] زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۳۰۴؛

عبداللہ بن عمرو بن حرام۔ سعد بن عبادہ؍
قبیلہ اوس کے تین۔ اُسید بن حضیر۔ سعد بن خثیمہ۔ ابوالہیثم بن تیہان[1]

قریش کو دن نکلنے کے بعد کچھ بھنک سی معلوم ہوئی۔ وہ اہل یثرب کی تلاش میں نکلے

قریش نے یثرب کے دو مسلمانوں کو گرفتار کیا

لیکن انکا قافلہ صبح ہی روانہ ہو چکا تھا۔ قریش نے سعد بن عبادہ اور منذر بن عمرو کو وہاں پایا۔ منذر تو بھاگ گیا۔ اور ان کے ہاتھ نہ آیا مگر سعد بن عبادہ کو انہوں نے پکڑ لیا۔ اسکی سواری کے اونٹ کا تنگ کھول کر اس کی مشکیں باندھ دیں۔ مکہ میں لاکر اسے مارتے۔ اور اسکے سر کے لمبے لمبے بالوں کو کھینچتے تھے یہ سعد بن عبادہ وہی ہیں۔ جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن ۱۲۔ اشخاص میں سے ایک نقیب ٹھہرایا تھا۔ انکا اپنا بیان ہے۔ کہ جب قریش انہیں زدوکوب کر رہے تھے۔ تو ایک سرخ و سفید شیریں شمائل شخص انہیں اپنی طرف آتا ہوا نظر آیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا۔ کہ اگر اس قوم میں کسی شخص سے مجھے بھلائی ہوسکتی ہے۔ تو وہ یہی ہوگا۔ جب وہ میرے پاس آگیا تو اُس نے نہایت زور سے منہ پر طپانچہ لگایا۔ اس وقت مجھے یقین آگیا۔ کہ ان میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں جس سے امید خیر کی جاسکے۔ اتنے میں ایک اور شخص آیا۔ اُس نے میرے حال پر ترس کھایا۔ اور کہا۔ کیا قریش کے کسی بھی شخص کے ساتھ تجھے حق ہمسائگیت حاصل نہیں اور کسی سے بھی تیرا عہد و پیمان نہیں۔ میں نے کہا۔ ہاں۔ جبیر بن مطعم اور حارث بن امیہ جو عبد مناف کے پوتے ہیں۔ وہ تجارت کیلئے ہمارے ہاں جایا کرتے ہیں۔ اور میں نے بارہا انکی حفاظت کی ہے۔ اس نے کہا۔ کہ پھر انہی دونوں کے نام کی دہائی تجھے دینی اور اپنے تعلقات کا اعلان کرنا چاہیئے۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر وہی شخص ان دونوں کے پاس پہنچا۔ اور انہیں بتلایا۔ کہ خزرج کا ایک آدمی پٹ رہا ہے۔ اور وہ تمہارا نام لے کر تمہیں پکار رہا ہے۔ ان دونوں نے پوچھا وہ کون ہے۔ اس نے بتلایا۔ سعد بن عبادہ۔ وہ بولے

[1] الاستیعاب ۱۲

ہاں۔ اس کا ہم پر احسان بھی ہے۔ اُنہوں نے آکر سعد بن عبادہ کو چھڑا دیا۔ اور یہ ثابت قدم بزرگ یثرب کو سدھار گیاؒ۔

مسلمانوں کو ترک وطن کرنے کی اجازت ملگئی

عقبہ ثانیہ کی بیعت کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مسلمانوں کو جو ابھی مکہ سے باہر نہ گئے تھے۔ لیکن جن پر اب اتنے ظلم و ستم ہونے لگے تھے۔ کہ پیارا وطن ان کے لئے آگ کا پہاڑ بن گیا۔ یثرب چلے جانے کی اجازت فرمادی۔ ان ایمان والوں کو گھر بار۔ خویش و اقارب۔ باپ بھائی۔ زن و فرزند کے چھوڑنے کا ذرا غم نہ تھا۔ بلکہ خوشی یہ تھی کہ یثرب جاکر خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت پوری آزادی سے کرسکیں گے۔

ہجرت کرنے والوں۔ اور گھر چھوڑ کر جانے والوں کو قریش مکہ کی سخت مزاحمت کا مقابلہ کرنا پڑتا تھا۔

ہجرت میں دشواریاں

(۱) صہیب رومی رضی اللہ عنہ جب ہجرت کرکے جانے لگے۔ تو کفار نے انہیں آگھیرا کہا۔ صہیب۔ جب تو مکہ میں آیا تھا۔ تو مفلس و قلاش تھا۔ یہاں ٹھہر کر تو نے ہزاروں کمائے۔ آج یہاں سے جاتا ہے اور چاہتا ہے کہ سب مال و زر لیکر چلا جائے۔ یہ تو کبھی نہیں ہونے کا۔

صہیبؓ نے کہا۔ اچھا۔ اگر میں اپنا سارا مال و متاع تمہیں دیدوں۔ تب مجھے تم جانے دوگے۔

قریش بولے۔ ہاں

حضرت صہیبؓ نے سارا مال اُنہیں دیدیا۔ اور یثرب کو روانہ ہوگئے۔ بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے

ؒ سعد بن عبادہ کے حال سے کیا نتیجہ نکلتا ہے؟ کیا سبق ملتا ہے؟ کہ اسلام کے ساتھ ہی خدا کی طرف سے آزمائش شروع ہوجاتی ہے۔ بھوک پیاس کی آزمائش۔ قوم و ملک کی عداوت کی آزمائش۔ ضرر جسمانی و نقصان مالی کی آزمائش وغیرہ وغیرہ۔ اور جب کوئی شخص ان آزمائشوں میں پورا اُترتا ہے۔ تب وہ خدا کے اُس ابدی وعدہ کا مستحق ٹھہرجاتا ہے جو قرآن و انجیل و توراۃ میں مومنین سے کیا گیا ہے۔ کہ اس کی دنیا بھی عمدہ ہوگی۔ کیا کوئی شخص ان بزرگوں کی نسبت جو ایسی آزمائشوں کے بعد اسلام کے شیریں ثمر ثابت ہوئے۔ یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ یہ بزور شمشیر مسلمان کئے گئے تھے۔ یا یہ کہہ سکتا ہے کہ ایسے بزرگ کسی دوسرے کو بزور شمشیر مسلمان کیا کرتے تھے۔

یہ قصہ سُنکر فرمایا۔ کہ اس سودے میں صہیب ؓ نے نفع کمایا[۱]؛

(۲) حضرت ام سلمہ ؓ کہتی ہیں؛ میرے شوہر ابو سلمہ نے ہجرت کا ارادہ کیا۔ مجھے اونٹ پر چڑھایا۔ میری گود میں میرا بچہ سلمہ تھا۔ جب ہم چل پڑے۔ تو بنو مغیرہ نے آکر ابو سلمہ کو گھیر لیا کہا تو جا سکتا ہے۔ مگر ہماری لڑکی کو نہیں لے جا سکتا۔ اب بنو عبد الاسد بھی آگئے۔ انہوں نے ابو سلمہ سے کہا۔ کہ تو جا سکتا ہے مگر بچہ کو جو ہمارے قبیلہ کا بچہ ہے۔ تو نہیں لے جا سکتا؛ غرض اُنہوں نے ابو سلمہ سے اونٹ کی مہار لیکر اونٹ بٹھا دیا؛ بنو عبد الاسد تو گود کے بچّہ کو ماں سے چھین کر لے گئے؛ اور بنو مغیرہ ام سلمہ کو لے آئے۔ ابو سلمہ جو دین کے لئے ہجرت کرنا فرض سمجھتا تھا۔ زن و بچہ کے بغیر روانہ ہو گیا؛

ام سلمہ روز شام کو اُسی جگہ جہاں بچّہ اور شوہر سے وہ الگ کی گئی تھی؛ پہنچ جاتی گھنٹوں رو دھو کر واپس آجاتی۔ ایک سال اسی طرح روتے چلّاتے گزر گیا۔ آخر اُن کے ایک چچیرے بھائی کو رحم آیا اور ہر دو قبائل سے کہہ سُنکر ام سلمہ کو اجازت دلا دی۔ کہ اپنے شوہر کے پاس چلی جائے۔ بچہ بھی ان کو واپس دیدیا گیا۔ ام سلمہ ایک اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ کو تن تنہا چل دیں[۲]؛

ایسی ہی مشکلات کا سامنا تقریبًا ہر ایک صحابی کو کرنا پڑا تھا؛

(۳) حضرت عمر فاروق ؓ کا بیان ہے۔ کہ عیاش اور ہشام صحابی بھی ان کے ساتھ مدینہ چلنے کو تیار ہوئے تھے۔ عیاش بن ابی ربیعہ تو روانگی کے وقت جائے مقررہ پر پہنچ گئے؛ مگر ہشام بن عاصی کی بابت کفار کو خبر لگ گئی۔ اُن کو قریش نے قید کر دیا؛

عیاش مدینہ جا پہنچے تھے۔ کہ ابو جہل معہ اپنے برادر حرث کے مدینہ پہنچا۔ عیاش ان کے چچیرے بھائی تھے۔ اور تینوں کی ایک ماں تھی؛

ابو جہل و حرث نے کہا۔ کہ تمہارے بعد والدہ کی بُری حالت ہو رہی ہے۔ اُس نے

---

[۱] سیرۃ ابن ہشام صفحہ ۱۶۸، صہیب ؓ نے شوال ۳۸ھ میں بعمر ۷۳ سال مدینہ میں وفات پائی [۲] سیرۃ ابن ہشام صفحہ ۱۶۵

قسم کھائی ہے کہ عیاش کا منہ دیکھنے تک نہ سر میں کنگھی کرونگی، نہ سایہ میں بیٹھوں گی، اس لئے بھائی تم چلو اور ماں کو تسکین دیکر آجانا،

عمر فاروق رضؓ نے کہا۔ عیاش مجھے تو یہ فریب معلوم ہوتا ہے۔ تمہاری ماں کے سر میں کوئی جوں پڑ گئی تو وہ خود ہی کنگھی کر لیگی، اور مکہ کی دھوپ نے ذرا جھر لی، تو وہ خود ہی سایہ میں جا بیٹھے گی۔ میری رائے تو یہ ہے کہ تم کو جانا نہیں چاہیئے،

عیاش بولے۔ نہیں میں والدہ کی قسم پوری کر کے واپس آجاؤنگا،

عمر فاروقؓ۔ اچھا۔ اگر یہی رائے ہے تو سواری کے لئے میری ناقہ لے جاؤ۔ یہ بہت تیز رفتار ہے۔ اگر راستہ میں تمہیں ذرا بھی ان سے شبہ گزرے۔ تو تم اس ناقہ پر بآسانی ان کی گرفت سے بچ کر آسکو گے،

عیاش نے ناقہ لے لی۔ یہ تینوں چل پڑے۔ ایک روز راہ میں (مکہ کے قریب) ابو جہل نے کہا۔ بھائی ہمارا اونٹ تو ناقہ کے ساتھ چلتا چلتا رہ گیا، بہتر ہے کہ تم مجھے اپنے ساتھ سوار کرا لو۔ عیاش بولا۔ بہتر۔ جب عیاش نے ناقہ بٹھلائی۔ تو دونوں بھائیوں نے اُسے پکڑ لیا۔ مشکیں کس لیں، اور مکہ میں اسی طرح لیکر داخل ہوئے،

یہ دونوں بڑے فخر سے کہتے تھے۔ کہ دیکھو، بیوقوفوں۔ احمقوں کو یوں سزا دیا کرتے ہیں۔ اب عیاش کو بھی ہشام بن عاصی کے ساتھ قید کر دیا گیا،

جب نبی صلی اللہ علیہ سلم مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ تب حضور کی تمنا پوری کرنے کے لئے ولید بن مغیرہ رضؓ مکہ میں آئے۔ زندان خانے سے دونوں کو شب نکال کر لے گئے[۱]،

ان ہر سہ حکایات سے ناظرین یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ ہجرت کے وقت بھی مسلمانوں کو کیسی سخت مصیبتوں پر غالب آنا پڑتا تھا۔ گھر چھوڑنا بھی بلا خاص جدوجہد اور ابتلا و امتحان کے آسان نہ تھا،

---

[۱] سیرۃ ابن ہشام صفحہ ۱۶۷۔ جلد اول،

ہجرت

جب مسلمان مکہ میں گنتی کے رہ گئے۔ اور مشہور صحابہ میں سے صرف ابوبکرؓ و علیؓ ہی باقی رہے، تو قریش مکہ نے کہا۔ کہ اب محمدؐ کے قتل کر دینے کا اچھا موقعہ ہے۔

آنحضرتؐ کو قتل کرنے کیلئے قریش کے سرداروں کی کمیٹی کا اجلاس ہوا

تدابیر قتل پر غور کرنے کے لئے دارالندوہ میں خفیہ اجلاس ہوا۔ دارالندوہ کو قصی بن کلاب نے قائم کیا تھا۔ یہ گویا قریش کا ایوانِ پارلیمنٹ تھا، اس اجلاس میں نجد کا ایک تجربہ کار بوڑھا شیطان بھی آکر شامل ہوا تھا اور قریش کے مشہور مشہور قبائل میں سے مندرجہ ذیل مشہور سردار موجود تھے!

(۱) بنو عبد شمس میں سے۔ شیبہ و عقبہ۔ فرزندانِ ربیعہ، اور ابوسفیان بن حرب؛

(۲) بنو نوفل میں سے۔ طعیمہ بن عدی۔ جبیر بن مطعم۔ حارث بن عامر؛

(۳) بنو عبد الدار میں سے۔ نضر بن حارث بن کلدہ؛

(۴) بنو اسد بن عبد العزیٰ میں سے۔ ابو البختری بن ہشام۔ زمعہ بن اسود۔ حکیم بن حزام؛

(۵) بنو مخزوم میں سے۔ ابوجہل بن ہشام؛

(۶) بنو سہم میں سے۔ نبیہ و منبہ فرزندان حجاج؛

(۷) بنو جمح میں سے۔ امیہ بن خلف؛

حل طلب سوال یہ تھا۔ کہ محمدؐ کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے؛

ایک بولا۔ اسے پکڑ کر گلے میں طوق و زنجیر ڈال کر ایک مکان میں قید کر دو اور مکان کا دروازہ بند کر دو۔ تاکہ یہ بھی زہیر و نابغہ شاعروں کی موت کا مزا چکھتا ہوا مر جائے؛

بوڑھا نجدی بولا۔ نہیں یہ ٹھیک نہیں، محمدؐ کے قید ہونے کی خبر باہر نکلے بغیر نہ رہیگی؛

---

[۱] قرآن مجید میں ہے یکیدون کیداً و اکید کیداً۔ فمہل الکافرین امہلہم رویداً، وہ تدبیریں کرتے ہیں، خدا بھی تدبیر کرتا ہے۔ اے نبی آپ ان کو نرمی و آہستگی سے چھوڑ دیجئے۔ اس آیت کے ساتھ ان ۱۴ سرداروں کا انجام آپ دیکھئے۔ کہ گیارہ سردار ایک دن میں (جنگ بدر) قتل ہوئے تھے۔ اور تین ابوسفیان بن حرب، جبیر بن مطعم و حکیم بن حزام جو قتل سے بچے۔ وہ بالآخر مسلمان ہو گئے تھے؛

مسلمان اسے بھی چھڑا لے جائینگے۔ اور طاقت پاکر تمہیں بھی فنا کردیں گے!

دوسرا بولا۔ ایک سرکش اونٹ پر بٹھلا کر ہم اسے یہاں سے نکال دیں۔ ہماری طرف سے کہیں جائے۔ کہیں رہے۔ جئے خواہ مرے!

بوڑھا نجدی بولا۔ نہیں یہ رائے بھی ٹھیک نہیں۔ کیا تم محمدؐ کی دلاویز باتوں کو بھول گئے ہو۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ جس سے بات کرتا ہے اُسی کو اپنا بنا لیتا ہے۔ وہ دلوں پر کیسی آسانی سے قابو پا لیتا ہے۔ جہاں جائیگا وہیں کے باشندے اُس کے ساتھ لگ جائینگے۔ اور وہ بالآخر تم سے اپنے بنی کا بدلہ لے کے چھوڑیں گے۔

نبی کے قتل کی تدبیر قاتلان کے انتخاب کا طریق

آخر ابوجہل نے ایسی تدبیر بتلائی۔ جسے تمام جلسہ نے بالاتفاق منظور کر لیا۔ تجویز اور تدبیر یہ تھی:-

(۱) عرب کے ہر ایک مشہور قبیلہ سے ایک ایک جوانمرد کا انتخاب کیا جائے!

(۲) یہ سب بہادر رات کی تاریکی میں محمدؐ کے گھر کو گھیر لیں!

(۳) جب محمدؐ صبح کی نماز کے لئے باہر نکلے۔ اُس وقت یہ سب بہادر اپنی اپنی تلوار سے اُس پر وار کریں۔ اور اس کی بوٹی بوٹی کر دیں!

اس تدبیر کا یہ فائدہ بتلایا گیا۔ کہ جس قتل میں تمام قبیلے شامل ہونگے۔ اس کا بدلہ نہ تو محمدؐ کا قبیلہ لے سکیگا۔ اور نہ محمدؐ کو سچا ماننے والے کچھ شر و فساد اٹھا سکیں گے!

انسانی تدبیر کے مقابلہ میں الٰہی تدبیر

انسانی تدبیر کے مقابلے میں اب الٰہی طاقت اور ربانی حمایت کو دیکھئے۔ کہ جب رات کو ان لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر آ گھیرا۔ اُس وقت خدا کے نبی نے پیارے بھائی علیؓ سے فرمایا۔ تم میرے بستر پر میری چادر لے کر سو رہو۔ ذرا فکر نہ کرنا کوئی شخص تیرا بال بیکا نہ کر سکے گا۔ حضرت علیؓ تو ان تلواروں کے سایہ میں نہایت بے فکری سے مزے کی نیند سو رہے اور خدا کا رسولؐ خدا کی حفاظت میں باہر نکلا۔ اور ان دل کے اندھوں کی آنکھوں میں خاک ڈالتا ہوا اور سورہ یٰسٓ پڑھتا ہوا صاف

نکل گیا، کسی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جاتے نہ دیکھا[۵۱]۔ یہ واقعہ ۲۷ صفر ۱۳ نبوت روز پنجشنبہ (۱۲ ستمبر ۶۲۲ء) کا ہے۔

خدا کا نبی پیارے دوست ابوبکرؓ کے گھر پہنچا۔ اُنہوں نے جلدی سے سفر کا ضروری سامان درست کیا، ابوبکرؓ کی بیٹی اسماء نے اپنا کمر بند کاٹ کر ستوؤں کے تھیلے کا مُنہ باندھا، اُسی شب کی تاریکی میں دونوں بزرگوار چل پڑے۔ مکہ سے چار پانچ میل کے فاصلہ پر کوہ ثور ہے۔ اسکی چڑھائی سر توڑ ہے۔ راستہ سنگلاخ تھا، نکیلے پتھر نبی صلعم کے پائے نازک کو زخمی کر رہے تھے، اور ٹھوکر لگنے سے بھی تکلیف ہوتی تھی۔ ابوبکرؓ نے نبی صلعم کو اپنے کندھے پر اُٹھا لیا۔ آخر ایک غار تک پُہنچے۔ ابوبکرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو باہر ٹھہرایا اور خود اندر جا کر غار کو صاف کیا۔ تن کے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر غار کے روزن بند کئے۔ اور پھر عرض کیا کہ حضور بھی تشریف لے آئیں۔

صبح ہوئی۔ حضرت علیؓ حسب معمول خواب سے بیدار ہوئے۔ قریش نے قریب جا کر انہیں پہچانا، پوچھا محمدؐ کہاں ہے۔ علیؓ نے جواب دیا، مجھے کیا خبر۔ کیا میرا پہرہ تھا، تم لوگوں نے اُنہیں نکل جانے دیا۔ اور وہ نکل گئے۔ قریش غصہ اور ندامت سے علیؓ پر پل پڑے اُنکو مارا اور خانہ کعبہ تک پکڑ لائے، اور تھوڑی دیر تک حبس بیجا میں رکھا۔ آخر چھوڑ دیا[۵۲]۔

اب وہ ابوبکرؓ کے گھر آئے۔ دروازہ کھٹکھٹایا، اسماء بنت ابوبکرؓ باہر نکلی۔ ابوجہل نے پوچھا۔ لڑکی تیرا باپ کدھر ہے۔ وہ بولی۔ بخدا مجھے معلوم نہیں۔

بدزبان و درشت خو۔ ابوجہل نے ایسا تپانچہ کھینچکر مارا کہ اسماء کے کان کی بالی نیچے گر گئی[۵۳]۔

---

[۵۱] خدا کے برگزیدہ داؤد سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شباہت۔ داؤد کھڑکی سے بھاگ کے بچ رہا۔ میکل نے ایک پُتلا پلنگ پر لٹا رکھا، اور بکریوں کی کھال تکیہ کی جگہ۔ اور اوپر سے چادر اوڑھا دی۔ اور جب ساؤل نے ہرکارے داؤد کے پکڑنے کو بھیجے تو یہ بولی۔ کہ وہ بیمار ہے الخ کتاب اسموئیل ۱۹ باب ۱۲-۱۳-۱۴ درس۔

[۵۲] طبری صفحہ ۱۲۴۵۔ [۵۳] طبری صفحہ ۱۲۴۷۔

یہ چاند اور سورج دونوں تین[1] روز تک اُسی غار میں رہے۔ رات کی تاریکی میں اسماءؓ بنت ابوبکرؓ گھر سے روٹی دے جاتی۔ عبداللہ بن ابوبکرؓ اہل مکہ کی باتیں سُنا جاتا[2]، عامرؓ بن فہیرہ جو حضرت عائشہؓ کے بھائی کا غلام تھا۔ اور جس کے پاس ابوبکرؓ کا ریوڑ تھا۔ وہاں بکریاں لے آتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دودھ بقدر ضرورت لے لیتے۔ اور وہ پھر ریوڑ سے آنے والوں کے نقش قدم کو تمام راستے سے مٹا دیتا[3]۔

غار کا قیام

خدا نے ابوبکرؓ کے اس صدق و خلوص کا یہ اجر دیا۔ کہ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا فرما کر جس معیت الٰہی میں نبیؐ واصل تھے۔ اسی میں ابوبکرؓ کو بھی شامل کر دیا۔

غار سے روانگی

چوتھی شب ابوبکرؓ کے گھر سے دو اونٹنیاں آ گئیں۔ جن کو اسی سفر کے لئے خوب فربہ اور تیار کیا گیا تھا۔ ایک پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ۔ دوسری پر عامر بن فہیرہ اور عبداللہ بن اریقط (جسے رستہ بتانے پر نوکر رکھ لیا گیا تھا) سوار ہوئے۔ اور مدینہ کی جانب یکم ربیع الاول روز دوشنبہ (۱۶ ستمبر ۶۲۲ء) کو روانہ ہوئے۔

ہجرت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء سابقین کی سنت کو پورا کیا۔ حضرت ابراہیمؑ خلیل الرحمن اور حضرت موسیٰؑ اور حضرت داؤد علیہم السلام کی ہجرت کے واقعات بائیبل میں موجود ہیں۔ نبی کریمؐ کے ساتھ ہجرت کے بعد نصرتِ الٰہی کی معیت کا ظہور ہوا۔ جیسا کہ پہلے نبیوں کے ساتھ بھی ہوتا رہا تھا۔

ایک لڑکی کی ایمانی قوت

ہجرت کے متعلق ایک چھوٹی سی بات قابل ذکر ہے۔ اسماء بنت ابوبکر صدیقؓ کہتی ہیں کہ میرے والد جاتے ہوئے گھر سے نقد روپیہ سب اٹھا لے گئے تھے۔ یہ پانچ یا چھ ہزار روپے تھے۔ والد کے چلے جانے کے بعد میرے دادا ابو قحافہ[4] نے کہا۔ بیٹی۔ میں سمجھتا ہوں

---

[1] یونتن نبی نے داؤد کو کہا۔ جب تیری غیر حاضری پر تین دن گزر جائیں تو تو وہاں ... جا۔ دیکھو اسموئیل باب ۲۰ درس ۱۹۔

[2] ابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۱۷۰۔ [3] بخاری عن عائشہ، کتاب المغازی صفحہ ۱۶ دباب ہجرت۔

[4] ابو قحافہ اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے۔ فتح مکہ کے دن یہ مسلمان ہوئے تھے۔ ابوبکر صدیق کے خاندان کو جملہ صحابہ میں یہ خاص خصوصیت حاصل ہے کہ ان کے خاندان کی چار نسلیں صحابی ہیں۔

کہ ابو بکرؓ نے تم کو دوہری تکلیف میں ڈال دیا ہے۔ وہ خود بھی چلا گیا۔ اور نقد و مال بھی ساتھ لے گیا؛

اسماء بولی۔ نہیں دادا جان۔ وہ ہمارے لئے کافی روپیہ چھوڑ گئے ہیں؛

اسماء نے ایک پتھر لیا۔ اس پر کپڑا لپیٹا۔ اور جس گڑھے میں روپیہ ہوا کرتا تھا۔ وہاں رکھ دیا؛ اور پھر دادا کا ہاتھ پکڑ کر لے گئی۔ ابو قحافہ کی آنکھیں جاتی رہی تھیں۔ کہا دادا جان ہاتھ لگا کر دیکھو۔ کہ مال موجود ہے۔ بوڑھے نے اُسے ٹٹولا۔ اور پھر کہا

خیر۔ جب تمہارے پاس سرمایہ کافی ہے۔ تو اب ابو بکرؓ کے جاتے کا چنداں غم نہیں؛

یہ ابو بکرؓ نے اچھا کیا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ تمہارے لئے کافی انتظام کر گیا ہے؛

اسماء کہتی ہیں کہ یہ تدبیر میں نے بوڑھے دادا صاحب کے اطمینانِ قلب کیلئے کی تھی ورنہ والد بزرگوار تو سب کچھ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیلئے) ساتھ لے گئے تھے؛[۵]

غار سے نکل کر پہلے ہی دن اس مبارک قافلے کا گزر خیمہ ام معبد پر ہوا؛ یہ عورت قوم خزاعہ سے تھی۔ مسافروں کی خبر گیری اور ان کی تواضع کے لئے مشہور تھی۔ سرِ راہ پانی پلایا کرتی تھی۔ اور مسافر وہاں ٹھہر کر سستایا کرتے تھے؛

یہاں پہنچکر بوڑھیا سے پوچھا۔ کہ اس کے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟ وہ بولی نہیں اگر کوئی شے موجود ہوتی۔ تو دریافت کرنے سے پہلے میں خود حاضر کر دیتی؛

خیمہ ام معبد پر آنحضرتؐ کا آرام لینا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیمہ کے گوشہ میں ایک بکری دیکھی؛ پوچھا یہ بکری کیوں کھڑی ہے؟ ام معبد نے کہا۔ کمزور ہے۔ ریوڑ کے ساتھ نہیں چل سکتی؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اجازت ہے۔ کہ ہم اسے دوہ لیں؟"

ام معبد نے کہا۔ "اگر حضور کو دودھ معلوم ہوتا ہے تو دوہ لیجئے؛"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ کہکر بکری کے تھنوں کو ہاتھ لگایا؛ برتن مانگا؛ وہ

---

[۵] ابن ہشام جلد اول صفحہ ۱۷۳؛

ایسا بھر گیا۔ کہ دودھ اُچھل کر زمین پر بھی گر گیا۔ یہ دودھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ہمراہیوں نے پی لیا۔ دوسری دفعہ پھر بکری کو دوہا گیا۔ برتن بھر گیا۔ یہ بھی ہمراہیوں نے پیا۔ تیسری دفعہ پھر برتن بھر آگیا۔ اور وہ ام معبد کے لئے چھوڑ دیا۔ اور آگے کو روانہ ہو گئے۔

کچھ دیر کے بعد ام معبد کا شوہر آیا۔ خیمہ میں دودھ کا بھرا برتن دیکھ کر حیران ہو گیا۔ کہ یہ کہاں سے آیا۔ ام معبد نے کہا۔ کہ ایک بابرکت شخص یہاں آیا تھا۔ اور یہ دودھ اُس کے قدم کا نتیجہ ہے۔ وہ بولا۔ کہ یہ تو وہی صاحب قریش معلوم ہوتا ہے۔ جس کی مجھے تلاش تھی اچھا تم ذرا اسکی توصیف تو کرو۔

ام معبد بولی۔

حلیہ مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

ام معبد نے آنحضرت کا حلیہ بیان کیا

ظاهر الوضاءة۔ ابلج الوجه حسن الخلق۔ لم تعبه ثجلة ولم تزر به صعلة وسيم قسيم في عينيه دعج۔ وفي اشعاره وطف وفي صوته صحل۔ وفي عنقه سطع احور۔ اكحل۔ ازج۔ اقرن۔ شديد سواد الشعار۔ ذا صمت علاه الوقار وان تكلم علاه البهاء۔ اجمل الناس وابهاهم من بعيد۔ واحسنه واحلاه من قريب حلو المنطق۔ فصل لا تزر۔ ولا هذر۔ كان منطقه	پاکیزہ رو، کشادہ چہرہ، پسندیدہ خو، نہ توند نکلی ہوئی۔ نہ چندیا کے بال گرے ہوئے، زیبا صاحب جمال، آنکھیں سیاہ و فراخ، بال لمبے اور گھنے، آواز میں بھاری پن، بلند گردن، روشن مردمک سرمگیں چشم، باریک پیوستہ ابرو، سیاہ گھنگریالے بال، خاموش وقار کے ساتھ، گویا دل بستگی لئے ہوئے، دور سے دیکھنے میں زیبندہ و دلفریب، قریب سے نہایت شیریں و کمال حسین۔ شیریں کلام۔ واضح الفاظ کلام کمی و بیشی الفاظ سے معرا۔ تمام گفتگو موتیوں کی

خرزات، نظم تحدّرن ربعة
لا یقحمہٗ عین من قصر۔ ولا یشناہٗ من
طول۔ غصن بین غصنین۔ فھو
النضر الثلثة منظرًا واحسنھم قدرًا
لہٗ رفقاء یحفون بہ اذا قال سمعوا
لقولہ واذا امر تبادروا الی امرہ۔
محفود۔ محشود۔ لاعابس ولا مفند

لڑی جیسی پروئی ہوئی؛ میانہ قد کہ کوتاہی سے
حقیر نظر نہیں آتے؛ نہ طویل کہ آنکھ اُس سے نفرت
کرتی؛ زیبندہ نہال کی تازہ شاخ، زیبندہ منظر، والا قدر
رفیق ایسے کہ ہر وقت اسکے گرد و پیش رہتے ہیں۔
جب وہ کچھ کہتا ہے تو چپ چاپ سنتے ہیں۔ جب
حکم دیتا ہے تو تعمیل کے لئے جھپٹتے ہیں۔ مخدوم
مطاع۔ نہ کوتہ سخن۔ نہ فضول گو۔

یہ صفت سنکر وہ بولا، کہ یہ تو صاحب قریش ہے۔ اور میں اُسے ضرور جاکر ملونگا

نبوّت کے تیرہ[۱۳] سال مکّہ میں

سابقین واولین کی شان جس طرح گزرے۔ اُن کا مختصر حال یہ تھا۔ جو لکھا گیا۔ یہ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ اس عرصہ میں اگرچہ مسلمانوں کی تعداد چند سینکڑوں سے زیادہ نہیں بڑھی تھی لیکن یہ بھی عجیب کامیابی تھی۔ کہ ان ایمان لانے والوں میں؛

(۱) علیؓ۔ ابوبکرؓ۔ عثمانؓ۔ عمرؓ کی شان کے بزرگوار تھے؛ جنکی علمی فضیلت۔ عملی کشش و طاقت۔ روشنضمیری اور بہترین قابلیت کے اوصاف نے چار دانگ عالم کی رہنمائی کی؛

(۲) یا مصعبؓ بن عمیر جعفر طیارؓ۔ اور ابو عبیدہؓ بن الجراح۔ کی سی اعلیٰ استعداد کے تھے جنہوں نے یثرب و حبش و نجران کو وعظ کے ذریعے سے مسلمان کرلیا؛

(۳) یا عبداللہ بن مسعودؓ و عبدالرحمٰن بن عوف کے منصب کے تھے۔ جن کی علمی روایات سینکڑوں علمی نکات کی مخزن ہیں؛

---

۵۱ زاد المعاد صفحہ ۳۰۷۔ جلد اول۔ مکہ سے باہر بدوی غیر مسلم قبائل میں آنحضرت کو لوگ صاحب قریش لیتے تھے۔

(۴) یا زبیر و طلحہ و عمار یاسر کے درجے کے۔ جن کی جان نثاری و حق پسندی کی نظیر پیش کرنے سے تاریخ قاصر ہے؛

(۵) یا بلال۔ سمیہ۔ یاسر اور کعب۔ خباب کے نمونے کے جنہوں نے اپنے استقلال و استقامت سے فرعون طبیعت ظالموں کو ظلم کرتے کرتے تھکا دیا تھا

(۶) یا سکران۔ شموس۔ رام جیبہ۔ وخنیس کے حوصلے کے۔ جنہوں نے دین حقہ کے لئے خویش و اقارب۔ وطن و مولد۔ کو چھوڑ کر حبش میں جا اقامت کی تھی؛

(۷) یا لبید۔ اور سوید بن صامت الملقب کامل۔ و انیس برادر ابوذر جیسے فصیح و بلیغ جو ایک ایک تقریر یا ایک ایک قصیدے سے کئی کئی قبیلوں پر قابو حاصل کر لیتے تھے اور جو دنیا میں اپنے سے بڑھ کر کسی کو حقائق دان۔ معانی رس اور انسانی طبیعت کا رمز شناس نہ جانتے تھے؛

انہی ایام میں اسلام مکہ سے باہر بھی پھیل گیا تھا؛

جس کی چند مثالیں درج کی جاتی ہیں؛

(۱) طفیل بن عمرو دوسی جو ملک یمن کے ایک حصہ کا فرمانروا تھا۔ مکہ میں مسلمان ہوا تھا اور اس طفیل کے طفیل اُس کے ملک میں بھی اسلام پھیل گیا تھا؛

(۲) ابوذر غفاری۔ اُن کا بھائی انیس۔ اُن کی ماں؛ اور نصف قبیلہ غفار؛

(۳) عیسائیان نجران میں سے ۲۰ کس؛

(۴) ضماد الازدی؛ یمن کا مشہور کاہن۔

(۵) قبیلہ بنی الاشہل

(۶) تمیم و نعیم۔ اور کچھ باشندگان ملک شام؛

(۷) حبش کے بہت لوگ؛

وغیرہ وغیرہ

اثناءِ راہ میں بریدہ اور ۷۰ شخصوں کا مسلمان ہونا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ یثرب کو جا رہے تھے کہ اثنائے راہ میں بریدۂ اسلمی ملا۔ یہ اپنی قوم کا سردار تھا۔ قریش نے آنحضرتؐ کی گرفتاری پر ایک سو اونٹ کا انعام مشتہر کیا تھا۔ اور بریدہ اُسی انعام کے لالچ سے آنحضرتؐ کی تلاش میں نکلا تھا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوا، اور حضورؐ سے ہمکلام ہونے کا موقعہ بھی ملا۔ تو بریدہ ستر آدمیوں سمیت مسلمان ہوگیا۔ اپنی پگڑی اُتار کر نیزہ پر باندھ لی، جس کا سفید پھریرہ ہوا میں لہراتا اور بشارت سُناتا تھا۔ کہ امن کا بادشاہ صلح کا حامی، دنیا کو عدالت اور انصاف سے بھرپور کرنے والا تشریف لا رہا ہے۔

راستہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو زبیر بن العوام ملے۔ یہ شام سے آ رہے تھے اور مسلمانوں کا تجارت پیشہ گروہ بھی ان کے ساتھ تھا، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ کے لئے سفید پارچات پیش کئے[۱]۔

قبا میں پہنچنا

۸ ربیع الاول ۱۳ نبوت روز دوشنبہ (۲۳ ستمبر ۶۲۲ء) مطابق ۱ تشری ۳۸۳ یہود[۲]، تھی کہ خدا کا نبیؐ قبا پہنچ گیا، اہلِ یثرب نے جب سے سُنا تھا کہ آنحضرتؐ نے مکہ چھوڑ دیا ہے، روز صبح ہی سرِ راہ ہمہ چشم بنکر بیٹھ جاتے اور جبتک ٹھیک دوپہر نہ ہو جاتی بیٹھے رہتے، یہ بزرگوار ابھی واپس ہی گئے تھے کہ حضورؐ پہنچ گئے، اور ایک شخص کے پکارنے سے سب جمع ہو گئے، اور خیر مقدم، اللہ اکبر کے ترانے لگاتے ہوئے، آفتاب رسالت کے گرداگرد نور خیز شعاعوں کی طرح جمع ہوگئے، اکثر مسلمان ایسے تھے، جنہوں نے ہنوز دیدار پُرانوار سے چشمِ ظاہر بین کو روشن نہ کیا تھا، انہیں نبی اللہ اور حضورؐ کے رفیق ابوبکر صدیق کی شناخت میں اشتباہ ہو جاتا تھا، حضرت صدیقؓ اس ضرورت کو تاڑ گئے اور سرِ مبارک پر سایہ کر کے کھڑے ہو گئے[۳]۔

---

[۱] بخاری عن عروہ ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم + [۲] سرور المحزون شاہ ولی اللہ محدث دہلوی المتوفی ۱۱۷۴ھ + [۳] صحیح بخاری، باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم +

خدا کا رسول پنجشنبہ تک یہاں ٹھہرا، اور اس سہ روزہ[1] قیام ہی میں سب سے پہلا کام یہاں یہ کیا، کہ خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت کے لئے ایک مسجد کی بنیاد رکھی۔

اسی جگہہ شیر خدا علی مرتضیٰ بھی مکہ سے پیادہ پا سفر کرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے۔ حضرت علیؓ چند روز تک مکہ میں حسب الارشاد نبوی صلعم اسلئے ٹھہر گئے تھے کہ جن لوگوں کی امانتیں آنحضرتؐ کے گھر میں موجود تھیں، وہ مالکوں کو واپس کر دیجاویں۔

[2]۱۲۔ ربیع الاول سنہ ۱ ہجرت کو جمعہ کا دن تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم قبا سے سوار ہو کر بنی سالم کے گھروں تک پہنچے تھے کہ جمعہ کا وقت ہو گیا۔ یہاں سو آدمیوں کے ساتھ جمعہ پڑھا۔ یہ اسلام میں پہلا جمعہ تھا۔

خطبہ

خطبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اول جمعۃ جمعہا بالمدینۃ فی بنی سالم بن عوف۔

الحمد للہ احمدہٗ واستعینہٗ واستغفرہٗ واستھدیہ واومن بہ ولا اکفرہٗ۔ واعادی من یکفرہٗ واشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ وان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ۔

ارسلہٗ بالھدیٰ والنور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے پہلے جمعہ کا خطبہ جو مدینہ پہنچ کر کے بنی سالم بن عوف میں حضور نے پڑھا تھا۔

حمد و ستایش خدا کیلئے ہے، میں اسکی حمد کرتا ہوں مدد بخشش اور ہدایت اسی سے چاہتا ہوں، میرا ایمان اسی پر ہے، میں اسکی نافرمانی نہیں کرتا۔ اور نافرمانی کرنیوالوں سے عداوت رکھتا ہوں، میری شہادت یہ ہے کہ خدا کے سوا عبادت کے لائق کوئی بھی نہیں۔ وہ یکتا ہے اسکا کوئی شریک نہیں۔ محمدؐ اسکا بندہ اور رسول ہے اسی نے محمدؐ کو ہدایت۔ نور اور نصیحت کیساتھ

[1] تفسیر علامہ ابی السعود صفحہ ۱۵۲ جلد ۸، مگر صحیح بخاری میں بضع عشر لیلۃ لکھا ہے۔

[2] مطابق ۲۷۔ ستمبر سنہ ۶۲۲ع۔ زاد المعاد صفحہ ۲۵ میں ۱۲۔ ربیع کو دوشنبہ لکھا ہے۔ یہ غلط ہے۔

والموعظة على فترة من الرسل و
قلة من العلم وضلالة من الناس
وانقطاع من الزمان ودنوٍّ من
الساعة وقرب من الاجل۔
من يطع الله ورسوله فقد
رشد ومن يعصهما فقد غوى و
فرط وضل ضلالاً بعيداً۔ و
اوصيكم بتقوى الله فانه خير ما اوصى
به المسلم المسلم ان يحضه على
الاخرة وان يامره بتقوى الله۔
فاحذروا ما حذركم الله من
نفسه ولا افضل من ذلك
نصيحة ولا افضل من ذلك ذكرا۔
وان تقوى الله لمن عمل على وجل
ومخافة من ربه عون صدق على
ما تبغون من الامر الاخرة ومن
يصلح الذي بينه وبين الله من امره
في السر والعلانية۔ لا ينوي بذلك
الا وجه الله يكن له ذكرا في عاجل
امره وذخرا فيما بعد الموت حين

ایسے زمانے میں بھیجا ہے، جبکہ مدتوں سے کوئی
رسول دنیا پر نہ آیا تھا۔ علم گھٹ گیا اور گمراہی
بڑھ گئی تھی۔ اُسے آخری زمانے میں قیامت کے
قرب اور موت کی نزدیکی کے وقت بھیجا گیا ہے
جو کوئی خدا اور رسول کی اطاعت کرتا ہے، وہی
راہ یاب ہے۔ اور جس نے انکا حکم نہ مانا، وہ بھٹک
گیا، درجہ سے گر گیا، اور سخت گمراہی میں پھنس گیا ہے
مسلمانو! میں تمہیں اللہ سے تقوی کی وصیت کرتا
ہوں۔ بہترین وصیت جو مسلمان مسلمان کو کر سکتا ہے
یہ ہے کہ اُسے آخرت کیلئے آمادہ کرے، اور اللہ سے تقوے
کیلئے کہے۔ لوگو! جن باتوں سے خدا نے تمہیں پرہیز کرنے
کو کہا ہے اُن سے بچتے رہو۔ اس سے بڑھکر نہ کوئی نصیحت
ہے، اور نہ اس سے بڑھکر کوئی ذکر ہے۔
یاد رکھو، کہ امور آخرت کے بارے میں اس شخص کیلئے
جو خدا سے ڈر کر کام کر رہا ہے، تقوی[1] بہترین
مدد ثابت ہوگا۔ اور جب کوئی شخص اپنے اور
خدا کے درمیان کا معاملہ خفیہ و ظاہر میں درست
کر لیگا، اور ایسا کرنے میں اُسکی نیت خالص ہوگی
تو ایسا کرنا اُسکے لئے دنیا میں ذکر، اور موت کے بعد
(جبکہ انسان کو اعمال کی ضرورت و قدر معلوم ہوگی

[1] تقوی۔ امرِ انسانی ملکہ کا نام ہے، جو انسان کو منہیات و منکرات سے روک دیتا ہے۔ از محیط المحیط۔

يفتقر المرء الى ما قدم۔
وما كان سوى ذلك۔ يود لو
ان بينه وبينها امدا بعيدا۔ ويحذر
كم الله نفسه والله رؤف بالعباد
والذى صدق قوله وانجز
وعده لا خلف لذلك فانه
يقول عزوجل۔ ما يبدل القول
لدى وما انا بظلام للعبيد
فاتقوا الله فى عاجل امركم واجله
فى السر والعلانية فانه من يتق الله
يكفر عنه سيأته ويعظم له اجرا
ومن يتق الله فقد فاز فوزا عظيما
وان تقوى الله يوقى مقته ويوقى
عقوبته ويوقى سخطه۔
وان تقوى الله تبيض الوجوه
ويرضى الرب ويرفع الدرجة
خذوا حظكم ولا تفرطوا فى
جنب الله۔ قد علمكم الله كتابه
ونهج لكم سبيله ليعلم الذين
صدقوا ويعلم الكاذبين فاحسنوا
كما احسن الله اليكم وعادوا اعداء الله

ذخیرہ بنجائے گا۔
لیکن اگر کوئی ایسا نہیں کرتا تو اسکا ذکر اس آیت میں ہے)
"انسان پسند کریگا کہ اسکے اعمال اس سے دور ہی رکھے جاویں۔
خدا تمکو اپنی طرف سے ڈراتا ہی اور خدا تو اپنی بندوں پر نہایت
مہربان ہی"۔ اور جس شخص نے خدا کے حکم کو سچ جانا
اور اس کے وعدوں کو پورا کیا تو اسکی بابت یہ ارشاد
آلہی موجود ہی "ہمارے ہاں بات نہیں بدلتی
اور ہم اپنے ناچیز بندوں پر ظلم نہیں کرتے"۔
مسلمانو! اپنے موجودہ اور آئندہ ظاہر و خفیہ
کاموں میں اللہ سی تقوی کو پیش نظر رکھو کیونکہ
تقوے والونکی بدیاں چھوڑ دیجاتی ہیں اور اجر
بڑھادیا جاتا ہے۔ تقوی والے وہ ہیں جو بہت
بڑی مراد کو پہنچ جاوینگے۔ یہ تقوی ہی ہے جو
اللہ کی بیزاری، عذاب اور غصہ کو دور کردیتا ہی
یہ تقوی ہی ہی جو چہرہ کو درخشاں۔ پروردگار
کو خوشنود اور درجہ کو بلند کرتا ہے۔
مسلمانو! حظ اٹھاؤ۔ مگر حقوق آلہی میں فروگذاشت نہ
کرو۔ خدا نے اسی لئے تمکو اپنی کتاب سکھلائی اور اپنا
رستہ دکھلایا کہ راستبازوں اور کاذبوں کو الگ الگ
کردیا جائے۔ لوگو! خدا نے تمہارے ساتھ عمدہ برتاؤ کیا ہی تم
بھی لوگوں کے ساتھ ایسا ہی کرو اور جو خدا کے دشمن

وجاهدوا فی اللہ حق جہادہ هو اجتباکم وسمّاکم المسلمین۔ لیهلك من هلك عن بیّنةٍ ویحیی من حیّ عن بیّنةٍ ولاقوۃ الّا باللہ فاذکروا ذکراللہ واعملوا لما بعد الیوم فانّہ من یصلح ما بینہ و بین اللہ یکفہ اللہ ما بینہ و بین النّاس ذلك بانّ اللہ یقضی علی النّاس ولا یقضون علیہ ویملك من النّاس ولا یملکون منہ۔ اللہ اکبر ولاقوۃ الّا باللہ العظیم۔[۱]

ہیں انہیں دشمن سمجھو اور اللہ کے رستے میں بڑی ہمت اور توجہ سے کوشش کرو۔ اسی نے تمکو برگزیدہ بنایا اور تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔ تاکہ ہلاک ہونیوالا بھی روشن دلائل پر ہلاک ہو اور زندگی پانیوالا بھی روشن دلائل پر زندگی پائے۔ اور سب نیکیاں اللہ کی مدد سے ہیں لوگو اللہ کا ذکر کرو، اور آئندہ زندگی کیلئے عمل کرو کیونکہ جو شخص اپنے اور خدا کے درمیان کا معاملہ درست کر لیتا ہے، اللہ تعالیٰ اسکے اور لوگوں کے درمیان کے معاملے کو درست کر دیتا ہے۔ ہاں خدا بندوں پہ حکم چلاتا ہے، اور اسپر کسی کا حکم نہیں چلتا، خدا بندوں کا مالک ہے اور بندوں کو اسپر کچھ اختیار نہیں، خدا سب سے بڑا ہے، اور ہم کو (نیکی کرنیکی) طاقت اسی عظمت والے سے ملتی ہے۔

مدینہ کا داخلہ

نماز جمعہ سے فارغ ہو کر نبی صلے اللہ علیہ وسلم یثرب کے جنوبی جانب سے شہر میں داخل ہوئے۔ اور آج ہی سے شہر کا نام مدینۃ النبی ہو گیا، جسے مختصراً مدینہ کہا جاتا ہے۔

داخلہ عجب شاندار تھا۔ گلی کوچے تحمید و تقدیس کے کلمات سے گونج رہے تھے مرد۔ عورت۔ بچے۔ بوڑھے نور خدا کا جلوہ دیکھنے کیلئے سراپا چشم بن گئے تھے تشریف آوری کے اس شکوہ و احتشام کو دیکھ کر اہل کتاب کے عالم سمجھ گئے کہ حبقوق نبی کی کتاب باب ۳ درس ۳ کا مطلب آج کھلا۔

[۱] تاریخ الملل والامم طبری رح

"اللہ جنوب سے اور وہ جو قدوس ہے کوہ فاران[1] سے آیا؛ اُسکی شوکت سے آسمان چھپ گیا۔ اور زمین اُس کی حمد سے معمور ہوئی"

انصار کی معصوم لڑکیاں پیارے لہجہ اور پاک زبانوں سے اُس وقت یہ چند اشعار گا[2] رہی تھیں:۔

اشرق البدر علینا	اُن پہاڑوں سے جو ہیں سوئے جنوب
من ثنیات[3] الوداع	چودھویں کا چاند ہے ہم پر چڑھا
وجب الشکر علینا	کیسا عمدہ دین اور تعلیم ہے
ما دعیٰ لِلّٰہِ داع	شکر واجب ہے ہمیں اللہ کا
ایھا المبعوث فینا	ہے اطاعت فرض تیرے حکم کی
جئت بالامر المطاع	بھیجنے والا ہے تیرا کبریا

[1] مجموعہ بائبل میں جس قدر کتابیں پہلے انبیا کی ہیں۔ اُن میں مکہ کا نام فاران ہے۔ کیونکہ اس جگہ پر فاران بن عوف بن حمیر نے اپنا قبضہ کیا تھا۔ توراۃ کی کتاب پیدائیش ۲۱ باب ۲۱ درس میں ہے۔ "اسماعیل فاران کے بیابان میں رہا" قرآن مجید سے ثابت ہے کہ ابراہیم و اسماعیل نے اس بیابان میں یہ مسجد تعمیر کی جو اب کعبہ کے نام سے مشہور ہے۔ پس توراۃ و قرآن ایکدوسرے کی تصدیق کرتے ہوئے ثابت کرتے ہیں "کہ فاران مکہ کا نام ہے"۔ فاران کا ذکر توراۃ کی کتاب اعداد ۱۰ باب ۱۲ درس اور کتاب استثناء ۳۳ باب ۲ درس میں بھی آیا ہے۔ اور ان سب حوالجات سے بصراحت ثابت ہے "کہ فاران مکہ کا نام ہے"

[2] کتاب یسعیاہ ۴۲ باب۔ ۱۱ درس میں ہے۔ کہ سلع کے باشندے ایک گیت گائینگے۔ مدینہ کا نام انبیاء سابق کی کتابوں میں سلع ہے۔ مورخ طبری کے بیان سے ثابت ہے کہ جنگ خندق میں مسلمانوں نے جس جگہ خندق کھودی تھی وہاں ایک ٹیلہ کوہ کا ہے جس کا نام اہل مدینہ کی زبان پر سلع ہے +

[3] ثنیات جمع ہے ثنیہ کی۔ ثنیہ ٹیلے کو کہتے ہیں۔ سفر ہجرت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ثنیۃ الغول ثنیۃ الجابر۔ ثنیہ مروان سے عبور فرمایا تھا۔ ثنیہ وداع مدینہ کے قریب ایک ٹیلہ ہے۔ اہل مدینہ دوست کو یہاں تک چھوڑنے آیا کرتے تھے۔ اس لئے اس نام سے مشہور ہوا۔ ان ثنیات کا ذکر یسعیاہ۔ ۴۲۔ ۱۱ میں ہے:۔ "سلع کے باشندے ایک گیت گائیں گے۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکاریں گے" +

یہ انصار جن کی لڑکیوں نے یہ ترانہ سنجی کی ہے، وہی ہیں، جنھوں نے ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ سنہ نبوت میں مکہ معظمہ پہنچکر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یا وہ ہیں جو مصعب بن عمیر یا ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہما کی ہدایت سے اور تعلیم سے مدینہ ہی میں مسلمان ہو گئے تھے۔

بزرگ انصار[1] کچھ بڑے مالدار یا صاحب ثروت یا کسی بڑی جاگیر و املاک کے مالک نہ تھے مگر دل کے ایسے غنی۔ اسلام کے ایسے فدائی۔ مسلمان بھائیوں پر اتنے قربان تھے کہ جب کوئی مسلمان مہاجر[2] ننگی تلواروں، کھچی ہوئی کمانوں سے جان بچا کر، بھوکا پیاسا مدینہ

---

[1] انصار کے معنی مددگار ہیں۔ اسلام میں یہ لقب اہل مدینہ کا ہے۔ مہاجر کے معنی ہجرت کرنے والے کے ہیں۔ اسلام میں یہ لقب اہل مکہ کا ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے مدینہ گئے تھے۔

[2] یسعیاہ کی کتاب ۲۱ باب میں ہجرت کا ذکر ہے۔ اول ہم اس کتاب کے درس نقل کرتے ہیں۔ پھر اس کے بعض الفاظ کی صراحت کریں گے:۔

"۱۳۔ عرب کی بابت الہامی کلام۔ عرب کے صحرا میں تم رات کاٹو گے۔ اے دوانیوں کے قافلو"

"۱۴۔ پانی لے کے پیاسے کا استقبال کرنے آؤ۔ اے تیما کی سرزمین کے باشندو۔ روٹی لیکے بھاگنے والے کے ملنے کو نکلو"

"۱۵۔ کیونکہ وے تلواروں کے سامنے سے۔ ننگی تلوار سے، اور کھچی ہوئی کمان سے۔ اور جنگ کی شدت سے بھاگے ہیں"

"۱۶۔ کیونکہ خداوند نے مجھکو فرمایا ہنوز ایک برس۔ ہاں مزدور کے سے ایک ٹھیک برس میں قیدار کی ساری حشمت جاتی رہیگی"

"۱۷۔ اور تیر اندازوں کی جو باقی رہے۔ قیدار کے بہادر لوگ گھٹ جائیں گے۔ کہ خداوند اسرائیل کے خدا نے یوں فرمایا"

مندرجہ بالا آیات میں آیت ۱۵ میں مہاجرین کا ذکر ہے جو ظالم قریش کے سامنے سے جان و ایمان بچا کر بھاگے تھے۔ اور مدینہ گئے تھے۔ آیت ۱۳ میں دوانیوں اور ۱۴ میں تیما والوں کو حکم ہے کہ انکا استقبال کریں اور روٹی پانی سے انکی تواضع کریں۔ واضح ہو کہ دوان نام ہے حضرت ابراہیمؑ کے پوتے۔ یقسان کے بیٹے۔ سبا کے بھائی کا۔ سبا اور دوان کی اولاد ملک یمن میں آباد ہوئی تھی۔ سیل عرم کے آنے سے یہ قبائل متفرق ہوئے۔ اوس و خزرج کے قبائل جو انصار کہلاتے ہیں انہیں میں سے ہیں۔ مورخ ابن خلدون نے اسے صراحت سے بیان کیا ہے۔ اس آیت میں جیسا کہ یہ پیشگوئی ہے کہ مہاجرین کی ہجرت قریش کی تلواروں اور کمانوں کی وجہ سے ہوگی۔ ایسے ہی یہ پیشگوئی ہے کہ اُن کے انصار نسل دوان کے ہونگے جیسا کہ ہوا۔ تیما نام ہے حضرت اسمٰعیلؑ کے آٹھویں فرزند کا جنکی اولاد مدینہ کے عقب آباد ہوئی۔ اہل مدینہ و حوالی مدینہ کو نصرت و تائید کا حکم دینے کے بعد آیت ۱۶ و ۱۷ میں ان ظالموں کا انجام بتلایا ہے یعنی قریش کا انجام۔ اس جگہ قریش کو قیدار والے بتلایا ہے۔ قیدار حضرت اسمٰعیلؑ کے دوسرے فرزند کا نام ہے۔ قریش انہی کی نسل میں سے ہیں۔ بتلایا گیا ہے کہ اس واقعہ ہجرت کے ایکسال بعد قیدار کے بہادر کمان انداز گھٹ جائیں گے اور انکی شوکت کم ہو جائیگی چنانچہ ہجرت کے ایک ہی سال کے بعد جنگ بدر کا وقوع ہوا جسمیں قریش کے نامی سردار مشہور بہادر مارے گئے اور ان کی رعب داب حشمت و عزت کو بہت نقصان پہنچا تھا۔ جملہ آیات میں صاف صاف نام بتا کر پیشگوئی کی گئی ہے۔

میں جا پہنچتا تھا تو ہر ایک انصاری یہ چاہتا تھا کہ وہ مہاجر اُسی کے پاس ٹھہرے۔ آخر قرعہ اندازی ہوتی تھی۔ اور جسکے نام پر قرعہ نکل آتا۔ وہ مہاجر بھائی کو اپنے گھر لیجاتا۔ مکان۔ اسباب۔ روپیہ زمین ہو یا شی۔ غرض جو کچھ اسکی ملک میں ہوتا اسکا آدھا حصّہ اُسی دن تقسیم کرکے دیدیتا۔ اور پھر رات دن اُس کی خدمت کے لئے مستعد رہتا۔ اپنی خوش قسمتی پر شکر کرتا کہ خدا نے دینی ایک بھائی کو اُس کا حصّہ دار بنایا۔

= مکّہ اور مدینہ کے حالات کا مقابلہ =

مکّہ میں صرف ایک قوم قریش کا زور اور حکومت تھی۔ اور سب کا مذہب بھی (زیادہ تر) بُت پرستی تھا، مدینہ مختلف اقوام اور مذاہب کا مجموعہ تھا، وہاں بُت پرست بھی تھے اور یہودی بھی۔ اور کم تعداد میں عیسائی بھی۔ یہودیوں کے کئی زبردست قبیلے بنو نضیر بنو قنیقاع، بنو قریظہ تھے۔ جو اپنے جُداگانہ قلعوں میں رہا کرتے۔ تجارت اور سود خواری کی وجہ سے بہت مالدار تھے۔

جب سے خدا کی برگزیدہ نبی موسیٰ علیہ السلام نے اپنے وعظ میں یہود کو یہ بشارت سُنائی تھی[۱]

---

[۱] کتاب استثنا ۱۸ باب کا ۱۵ ورس آیا ہے "خداوند تیرا خدا تیرے لئے تیری ہی درمیان سے۔ تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کریگا" اسی باب کے ۱۸ و ۱۹ ورس زیادہ صاف ہیں۔ وہ یہ ہیں "۱۸۔ میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کرونگا۔ اور اپنا کلام اسکے مُنہ میں ڈالونگا۔ اور جو کچھ میں اسے فرماؤنگا۔ وہ سب اُن سے کہے گا" ۱۹" اور ایسا ہوگا۔ کہ جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام لیکے کہے گا۔ نہ سُنے گا۔ تو میں اسکا حساب اُس سے لونگا" ان آیات سے تمسک سے مسلمانوں کا استدلال یہ ہے:۔

(الف) کہ بنی اسرائیل کے بھائی بنی اسماعیل ہیں۔ (دیکھو کتاب پیدائش باب ۱۶-۱۲ و باب ۲۵-۱۸)۔

(ب) بنی اسرائیل میں موسیٰؑ کی مانند کوئی نبی نہیں ہوا (دیکھو کتاب استثنا باب ۳۴-۱۰)۔

اسلئے یہ پیشگوئی ہمارے نبی صلعم کے لئے صاف ہے۔ آنحضرت کا پتہ یہ دیا گیا ہے کہ "اپنا کلام اس کے مُنہ میں ڈالونگا" یہ پتہ آنحضرتؐ کا ہی خاص ہے کیونکہ قرآن مجید کے سوا۔ باقی کوئی کتاب (توراۃ۔ انجیل) ایسی نہیں جسمیں کلام الٰہی کے الفاظ محفوظ رہے ہوں یا جسکی وحی لفظاً و معناً پہنچی ہو۔ یہودیوں اور عیسائیوں کو اقرار ہے اور انکار نہیں کہ موسیٰؑ کے دس احکام کے سوا اور کوئی عبارت توراۃ کی خدا کے لفظوں میں محفوظ نہیں۔ اور موسیٰؑ کے سوا، دوسرے انبیاء کی صحیفوں میں خصوصاً انجیل میں آسمانی وحی سے آتے ہوئے خدا کے الفاظ نہیں۔ اس اقرار کے بعد جملہ انبیاء میں صرف حضرت موسیٰؑ ہی رہ جاتے ہیں۔ جنکو کلام کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مماثلت ہے۔

ہمارے نبیؐ اور حضرت موسیٰؑ میں باہمی مماثلت و مشابہت امور میں ہے۔ مثلاً دونوں کا صاحب ہجرت صاحب

یہود مدینہ نبی موعود کے منتظر تھے

کہ خدا موسیٰ کے بھائیوں میں سے موسیٰ جیسا نبی پیدا کریگا اس وقت سے یہود امید کئے ہوئے اور اسی امید پر مدینہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ کہ بنی اسماعیلؑ میں پیدا ہونے والا نبی۔ یہود کے ادبار قومی کو دور کرنے والا۔ انکی گزشتہ شان و شوکت۔ حکومت و سلطنت کو دوبارہ زندہ کرنے والا ہو گا۔ اور جب سے یہود کو شام سے نکال دیا گیا اور ذلت و غلامی کے گڑھے میں ڈال دیا گیا تھا۔ اِس وقت سے نبی موعود کے ظہور پر اُن کی آنکھیں اور بھی زیادہ لگی ہوئی تھیں؛

اب اسمٰعیلی نبی کا مدینہ میں تشریف لانا سُنکر یہودی بالخصوص بُہت خوش ہوئے تھے لیکن جب اُنہوں نے دیکھا۔ کہ یہ تو مسیح کو راستباز ٹھہراتا۔ اسکی تعلیم کو سچا بتلاتا مسیح پر ایمان لانے کو اسلام کا ضروری و لاینفک جزو قرار دیتا۔ اور اسکی بزرگی کرکے یہودیوں کو انصاف سے ملزم ٹھہراتا ہے تو اس وقت سب یہودی ہمارے نبی کے دشمن ہو گئے۔ جب سے خدا کے برگزیدہ بندہ عیسےٰ مسیح نے سب سے آخری عظیم الشان تسلی دینے والے

عیسائیاں مدینہ نبی موعود کے منتظر تھے

کے آنے کی خبر دی تھی جو دنیا کے ساتھ ہمیشہ رہیگا۔ اور جو دنیا کو سب چیزیں سکھلائے گا۔ اور عیسائیوں کو اسکے حکم پر چلنے کی تاکید کی تھی[۱]۔"

شریعت۔ صاحب جہاد ہونا دونوں کو اکتالیسویں[۴۱] سال کے شروع میں نبوت ملنا۔ اور یہ اُمور وہ ہیں جو حضرت موسیٰ کے بعد مجموعی طور پر بنی اسرائیل کے کسی نبی میں نہیں پائے جاتے۔ مگر ہمارے نبیؐ میں پائے جاتے ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم۔ لیکن اس جگہ صرف اُسی مماثلت پر غور و تدبّر کرنا چاہئے۔ جسے کتاب استثناء نے خود بیان کیا ہے۔ قرآن مجید۔ اسکی تصدیق یوں کرتا ہے۔ وما ینطق عن الھویٰ۔ اِن ھُوَ اِلّا وحیٌ یوحیٰ محمد اپنی خواہش سے نہیں بول رہا ہے۔ یہ تو وہ کلام ہے جو خدا نے اُس کے پاس بھیجا اور اُس کی ناطقہ پر جاری ہوا!

آپ جدید و قدیم عہدنامہ کی تمام کتابوں کو دیکھ جائیں۔ قرآن مجید کے سوا اس پیشگوئی کا کسی نے بھی حوالہ نہیں دیا اور دلیل نہیں پکڑی۔ بیشک یہ صفت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کیلئے بہت ہی خاص ہے ۱۲۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ورس ۱۵ میں لفظ "تیرے ہی درمیان سے" الحاقی ہیں۔ اس کیلئے تین روشن دلائل ہیں (۱) یونانی توراۃ میں یہ لفظ موجود نہیں"۔ (۲) اسی باب کے ورس ۱۸ و ۱۹ میں کل پیشگوئی کو دُہرایا گیا ہے اس میں یہ لفظ موجود نہیں ہے۔ (۳) لوقا اسی آیت کو اعمال $\frac{\text{۳ باب}}{\text{۲۲ و ۲۳}}$ میں درج کیا ہے اور اُس میں "تیرے ہی درمیان" کے الفاظ نہیں لکھے"

[۱] وہ دنیا کو گناہ سے اور راستی سے اور عدالت سے تقصیروار ٹھہرائے گا۔ وہ میری بزرگی کریگا۔ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتلا دیگا۔ ۱۳ و ۱۴۔ باب ۱۶۔ انجیل یوحنا۔

تب سے عیسائی بھی اس نبی کا انتظار کر رہے تھے، جو یہود سے اُنکے ظلموں کا بدلہ لینے والا عیسائیوں کو جلال بخشنے والا، مسیح کی صداقت ظاہر کرنے والا ہو ؎ لیکن جب انھوں نے دیکھا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عیسائیوں کے خود ساختہ مسائل۔ ابنیت۔ تثلیث۔ کفارہ۔ رہبانیت۔ اور پوپ کے الٰہی اقتدارات کا رد کیا؛ تب وہ بھی ہمارے نبیؐ کے دشمن ہوگئے!

مدینے کی حالت کا اندازہ کرنے کے لئے ناظرین کو عبد اللہ بن ابی بن سلول کے حال پر بھی ایک مختصر نظر ڈال لینا ضروری ہے! یہودیوں کے سوا مدینہ کا ممتاز ذی اثر شخص یہی تھا؛ اوس وخزرج کے قبیلوں پر اس کا پورا رعب تھا۔ اور اس کو توقع تھی۔ کہ ان طاقتور قبیلوں کی مدد سے مدینے کی سب سے اعلےٰ طاقت میں ہی بن جاؤں گا۔ جب اُس نے دیکھا۔ کہ اوس و خزرج مسلمان ہو رہے ہیں تو خود بھی (بعد از جنگ بدر) بظاہر حال مسلمانوں سے مل گیا۔ لیکن جب

۵۱ ڈاکٹر ڈریپر نے اپنی کتاب موسومہ "مذہب وسائنس" میں لکھا ہے۔ کہ عیسائی مذہب اپنی ابتدا میں سالہا سال تک تین اصولوں کی تلقین کرتا رہا؛ حق اللہ۔ یعنی انسان کو چاہیئے۔ کہ خدائے بزرگ وبرتر کی تعظیم کرے، حق الذات۔ یعنی انسان کو چاہیئے۔ کہ ذاتی طور پر نیک رہے؛ حق العباد۔ لازم ہے کہ ابنائے جنس کے ساتھ بھلائی کرے؛ اسکے بعد ڈاکٹر موصوف نے لکھا ہے۔ کہ ان ترمیمات واصلاحات کا صحیح اندازہ کرنے کے لئے جو مذہب عیسوی میں بیرونی عناصر کی آمیزش سے پیدا ہوئے اور آجتک قائم ہیں۔ اوّل ٹرٹیلین کی تحریر مرقومہ ۲۰۰ء دیکھنی چاہیئے۔ جو اس نے قیصر سیویرس کے زمانہ میں جبکہ عیسائیوں پر طرح طرح کے ظلم ہو رہے تھے۔ بمقام روما قلمبند کی تھی۔ اس تحریر میں تثلیث کا ذکر نہیں ہے۔ اور کفارہ کا تو رد پایا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کے الفاظ یہ ہیں "خدا نے انسان کے اعمال حسنہ وسیئہ کے لحاظ سے جزا وسزا مقرر کی ہے۔ جو نیک ہونگے، انہیں لذت جاودانی عطا فرمائیگا۔ اور جو بد ہونگے۔ انہیں ابدی شعلوں میں جھونک دیگا" ڈاکٹر مذکور نے پھر لکھا ہے "کہ قیصر قسطنطین کے عہد میں عیسائیت میں بُت پرستی شامل ہوئی۔ اور پادریوں کی پہلی کونسل اسی کی صدارت سے ۳۲۵ء میں قائم ہوئی" پھر کونسلوں کے انعقاد کی رسم پڑ گئی۔ ہر ایک کونسل مذہب اور اعتقاد میں نئی نئی ترمیمات واصلاحات عمل میں لانے لگی؛ اسلئے ہم نے جو متن میں لفظ "عیسائیوں کے خود ساختہ مسائل" درج کیا ہے بالکل صحیح ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عیسائیوں کے جن مسائل میں اصلاح فرمائی تھی۔ آہستہ آہستہ اور جزا جزا مختلف طور پر عیسائیوں کے مختلف فرقوں نے بھی ان اصلاحات کو قبول کر لیا ہے۔ اور اپنے مذہب کا جزو بنا لیا ہے۔ اگرچہ وہ اب تک اپنے اس سچے محسن محمد رسول اللہ کے شکر گزار نہیں ہے مثلاً یونیٹیرین کو دیکھئے۔ گروہ مسیح کو ابن اللہ تسلیم نہیں کرتے۔ پراٹسٹنٹ فرقہ اسلام کے بعد پیدا ہوا۔ جو رہبانیت اور پوپ کے الٰہی اقتدار کا سخت منکر ہے۔ وغیرہ وغیرہ

جب اُس نے دیکھا کہ یہود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہوگئے ہیں، تو اُس نے چاہا کہ یہود پر بھی اس کا پہلا اثر قائم رہے۔ اور مسلمان ہو جانے والے قبائل بھی بدستور زیر اقتدار رہیں، اسلئے اُس نے یہ رویہ اختیار کیا۔ کہ مسلمانوں میں بیٹھ کر ان سے اپنی رفاقت کا اقرار کرتا۔ اور دیگر اقوام کے سامنے اُن کے ساتھ اپنے اتحاد و صداقت کا دعوی کیا کرتا،

اور چونکہ وہ فی الحقیقت اسلام کو اپنی آرزوؤں کا پامال کنندہ سمجھتا تھا۔ اسلئے جب موقعہ ملتا، تو مسلمانوں کی ضرر رسانی میں بھی دریغ نہ کرتا۔ اس گروہ کا نام مسلمانوں نے منافق رکھا، مدینے کی یہ حالت تھی۔ اور اس سے ظاہر ہے۔ کہ اسلام کی دعوت اور منادی کے لئے اس جگہ بھی بہت سی دشواریوں کا سامنا تھا۔ ایک منصف اور غور کرنے والی طبیعت فیصلہ کرسکتی ہے۔ کہ ان سب موانع پر غالب آنا اسلام کی صداقت کی عمدہ دلیل ہے۔ اشاعت اسلام میں جو کامیابی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ میں بمقابلہ مکہ معظمہ ہوئی۔ اُس کا ذکر قرآن نے پہلے سے بطور پیشگوئی فرما دیا تھا، وللاٰخرۃ خیر لك من الاولی، پچھلا تیرے لئے پہلے سے بہتر ہوگا"۔

باب

استحکام امن کے لئے بین الاقوامی معاہدہ۔ قریش کی شرارتیں۔ سازشیں اور حملے،

یہود کی عہد شکنی۔ سازشیں اور حملے، مسلمانوں کی کامیابی۔ منادانِ اسلام کو وعظ

و انداز میں آزادی ملنا۔ اسلام کی وسعت۔ امن بسیط کا قیام،

یہ ذکر ہو چکا ہے کہ مدینے میں مختلف نسلوں کے لوگ آباد تھے۔ انکے مذاہب بھی الگ الگ تھے۔ یہودیوں کے متعدد قبیلے خصوصاً بہت طاقتور تھے۔ اور اپنے جدا گانہ قلعوں میں رہا کرتے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے پہنچکر ہجرت کے پہلے ہی سال یہ مناسب خیال فرمایا کہ

جملہ اقوام سے ایک معاہدہ بین الاقوامی اصول پر کرلیا جائے تاکہ نسل اور مذہب کے اختلاف میں بھی قومیت کی وحدت قائم رہے۔ اور سب کو تمدن و تہذیب میں ایک دوسرے سے مدد اعانت ملتی رہے!

اس معاہدہ[١] کے جستہ جستہ فقرات درج کئے جاتے ہیں:-

(١) هذا كتاب من محمد النبي صلعم بين المومنين والمسلمين من قريش ويثرب ومن تبعهم فلحق بهم وجاهد معهم	یہ تحریر ہے محمد النبیؐ کی جانب سے مسلمانوں کے درمیان جو قریشی یا یثرب کے باشندہ ہیں۔ اور ان لوگوں کے ساتھ جو مسلمانوں کے ساتھ ملے ہوئے اور کاروبار میں ان کے ساتھ شامل ہیں!
(٢) انهم امة واحدة	کہ یہ سب لوگ ایک ہی قوم سمجھے جائینگے!
(٣) وان يهود بني عوف امة مع المومنين	بنی عوف کے یہودی مسلمانوں کے ساتھ ایک قوم ہیں
(٤) وان بينهم النصر على من حارب اهل هذه الصحيفة	اور جو کوئی اس معاہدہ کرنیوالی قوموں کے ساتھ جنگ کریگا تو اُسکے برخلاف سب کے سب مل کر کام کرینگے، مسلمان اسکی نصرت کرینگے!
(٥) وان بينهم النصح والنصيحة والبر دون الاثم!	معاہد اقوام کی باہمی تعلقات باہمی خیرخواہی۔ خیراندیشی اور فائدہ رسانی کے ہونگے۔ ضرر اور گناہ کے نہ ہونگے!
(٦) وان اليهود ينفقون مع المومنين ما داموا محاربين،	جنگ کے دنوں میں یہودی مسلمانوں کے ساتھ مصارف میں شامل رہیں گے!
(٧) وان بطانة يهود كانفسهم	یہودیوں کی دوستدار قوموں کے حقوق یہودیوں کے برابر سمجھے جائینگے
(٨) وانه لم ياثم امرء بحليفه	کوئی شخص اپنے معاہد کے ساتھ مخالفانہ کارروائی نہ کریگا!
(٩) وان النصر للمظلوم	مظلوم کی مدد و نصرت کی جائیگی

[١] سیرت ابن ہشام جلد اول صفحہ ١٧٥۔ مطبوعہ مطبع بولاق مصریہ!

(۱۰) وان یثرب حرام جو فہا لاھل ھذہ الصحیفۃ؛

(۱۱) وان الجار کالنفس غیر مضار ولا اثم

(۱۲) وانہ ما کان بین اھل ھذہ الصحیفۃ من حدث او اشتجار یخاف فسادہ فان مردہ الی اللہ عزوجل۔ والی محمد رسول اللہ

مدینے کے اندر کشت و خون کرنا اس معاہدہ کرنے والی سب قوموں پر حرام ہوگا؛

زنہاری بھی معاہد قوموں جیسے سمجھے جائیں گے؛

اس معاہدہ کی قوموں کے اندر اگر کوئی ایسی نئی بات یا جھگڑا پیدا ہو جائے جس میں فساد کا خوف ہو تو اس کا فیصلہ خدا اور اسکے رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سمجھا جائیگا

گرد و نواح کے قبائل پر معاہدہ کی توسیع

اس معاہدہ پر مدینے کی تمام آباد قوموں کے دستخط ہوگئے۔ اسکے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ چاہا کہ گرد و نواح کے قبیلوں کو بھی اسی معاہدہ میں شامل کر لیا جائے۔ اس سے دو فائدے ہونگے؛

(۱) جو خانہ جنگی قبائل کے درمیان ہمیشہ جاری رہتی اور خلق خدا کے خون سے خدا کی زمین رنگین رہتی ہے۔ اس کا انسداد ہو جائیگا

(۲) قریش مکہ اُن لوگوں کو جن سے معاہدہ ہو جائیگا مسلمانوں کے خلاف برانگیختہ نہ کر سکینگے

(الف) اس مبارک و امن بخش ارادہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے پہلے ہی سال ودان تک (جو مکہ اور مدینے کے درمیان ہے) سفر فرمایا۔ اور قبیلہ بنی حمزہ بن بکر بن عبد مناف کو اس معاہدہ میں شریک کر لیا۔ اس عہدنامہ پر عمرو بن مخشی الضمری نے دستخط کئے تھے[۱]؛

(ب) اسی ارادہ سے بماہ ربیع الاول سنہ ہجرت خدا کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم رضوی کی طرف گیا۔ اور کوہ بواط کے لوگوں کو شریک معاہدہ کر لیا؛

(ج) اسی سنہ میں بماہ جمادی الاخریٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذی العشیرہ تشریف لیگئے یہ مقام ینبوع اور مدینے کے درمیان ہے۔ اور بنو مدلج سے معاہدہ لیکر مدینے تشریف لائے[۲]؛

[۱] زاد المعاد صفحہ ۳۳۴۔ جلد ا؛ [۲] زاد المعاد صفحہ ۳۳۴۔ جلد ا؛

اس مبارک ارادے کی تکمیل کیلئے اگر کافی وقت مل جاتا۔ تو دنیا کو آشکار ہو جاتا۔ کہ رحمۃ للعالمین دنیا میں تلوار چلانے کو نہیں۔ بلکہ صلح پھیلانے اور امن قائم کرنے کے لئے آیا ہے[1]!

قریش نے مدینہ پہنچکر مسلمانوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا

قریش مکہ کو ایمان والوں اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسی دشمنی تھی کہ اُنکے وطن چھوڑ کر ۳۰۰ میل پرے چلے جانے کے بعد بھی اُن کو چین نہ آیا! پہلے بھی جب مسلمان حبش جا رہے تھے۔ اس وقت قریش نے حبش پہنچکر اُن کے گرفتار کرانے کی کوششیں کی تھیں۔ مگر وہ ملک ایک بادشاہ کے ماتحت تھا اور سمندر درمیان حائل تھا۔ اسلیئے وہاں کچھ اور زیادہ کارروائی نہ کر سکے۔ اب جو مسلمان مدینہ جا رہے تو سب نے مدینہ پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کر لیا۔ قریش مکہ نے پہلے تو عبداللہ بن ابی اور اسکے رفقاء کو جو اوس وخزرج میں سے ہنوز بت پرست تھے۔ لکھ بھیجا!

مسلمانوں کے خلاف قریش کی پہلی سازش

تم نے ہمارے شخص کو اپنے پاں ٹھہرا لیا ہے! اب لازم ہے! کہ تم اس سے لڑو یا وہاں سے نکال دو۔ ورنہ ہمنے قسم کھائی ہے۔ کہ ہم سب یکبارگی تم پر حملہ کر دینگے! تمہارے جوانوں کو قتل کر دینگے! اور تمہاری عورتوں پر قبضہ کر لیں گے[2]!

اس خط کے آنے پر ابن ابی اور اُس کے رفقاء نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا۔ آنحضرتؐ کو بھی اسکی اطلاع مل گئی۔ آپنے اس حملہ کرنیوالے مجمع میں خود جا کر گفتگو فرمائی! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قریش نے تم سے ایسی چال کھیلی ہے۔ کہ اگر تم انکی دھمکی میں آگئے تو تمہارا نقصان بہت زیادہ ہوگا۔ بہ نسبت اسکے کہ تم انکی بات سے انکار کر دو گے۔ کیونکہ اگر تم مسلمانوں سے لڑو گے۔ تو اپنے ہاتھوں سے اپنے ہی بھائیوں اور فرزندوں کو (جو مسلمان ہو چکے ہیں) قتل کرو گے۔ اگر تمہیں قریش سے لڑنا پڑا تو وہ غیروں کا مقابلہ ہوگا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تقریر اُنکے ایسی دل نشین ہوئی! کہ تمام مجمع منتشر ہو گیا[2]!

---

[1] مسیح کا قول ہے "مت سمجھو کہ میں زمین پر صلح کروانے آیا۔ صلح کروانے نہیں بلکہ تلوار چلانے کو آیا ہوں" متی باب ۱۰ درس ۳۴"

[2] سنن ابی داؤد المتوفی شعبان ۲۷۵ھ ہجری عن عبدالرحمن بن کعب باب فی خبر النضیر

دوسری سازش

اس کے بعد قریش مکہ نے اندر ہی اندر یثرب کے یہودیوں سے سازش کرنی شروع کردی۔ اور جب خفیہ طور پر اُن کو اپنے ساتھ ملا چکے تب اپنی کامیابی کا پورا بھروسہ کرکے مسلمانوں

قریش مکہ کی دھمکی

کو کہلا بھیجا۔ "تم مغرور نہ ہوجانا۔ کہ مکہ سے صاف بچکر نکل آئے۔ ہم یثرب ہی پہنچکر تمہارا ستیاناس کردیتے ہیں"؛

قریش کا مسلمانوں پر پہلا حملہ

اِس پیغام کے بعد انہوں نے چھیڑ چھاڑ بھی شروع کردی۔ ربیع الاول ۲ھ کا ذکر ہے کہ سرداران قریش میں سے ایک شخص کرز بن جابر الفہری یثرب پہنچا۔ اور مدینے

کرز بن جابر کا مدینہ پر حملہ اور مویشیوں کی لوٹ

والوں کے مویشی جو باہر میدان میں چر رہے تھے۔ لوٹ کرلے گیا۔ اور صاف نکل گیا۔ گویا مدینے والوں کو اپنی طاقت دکھلا گیا۔ کہ ہم تین سو میل کا دھاوا کرکے تمہارے گھروں سے تمہارے مویشی لے جاسکتے ہیں؛

پھر ماہ رمضان ۲ھ ہجری کا ذکر ہے۔ کہ ابوجہل نے مکے میں مشہور کردیا۔ کہ ہمارا قافلہ جو زر و مال سے مالا مال ہے، اور شام سے آرہا ہے مسلمان اسے لوٹینگے۔ اس شہرت سے اس کا مقصود یہ تھا۔ کہ وہ سب لوگ جن کا مال تجارت میں لگا ہوا ہے؛ اور وہ سب لوگ جن کے اقربا قافلے میں ہیں۔ اور وہ سب لوگ جو مسلمانوں سے نفرت رکھتے ہیں۔ بالاتفاق مسلمانوں کے خلاف جنگ کیلئے آمادہ ہوجائیں چنانچہ ایسا ہی ہوا؛

لشکر قریش کی تعداد اور انکے قطعی ارادے کا یقین

ایک ہزار جانباز بہادروں کی خونخوار فوج لیکر (جنگی سواری میں سات سو اونٹ اور تین سو گھوڑے تھے) ابوجہل مکہ سے نکلا۔ جس قافلے کی حفاظت کا بہانہ کرکے یہ فوجی اجتماع ہوا تھا۔ وہ مکہ میں بخیریت پہنچ بھی گیا۔ مگر ابوجہل اس فوج کو لئے ہوئے برابر مدینے کی جانب بڑھا چلا گیا۔ اب مسلمانوں کو کچھ بھی شک نہ رہا کہ یہ قریش کی چڑھائی غریب مسلمانوں پر ہے؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملہ میں صحابہ سے مشورہ فرمایا۔ مہاجرین نے قابل اطمینان جواب دیا۔ بار ثانی مشورہ فرمایا۔ مہاجرین نے قابل اطمینان جواب دیا۔ بار ثالث مشورہ فرمایا

اب انصار سمجھے کہ آنحضورؐ ہمارے جواب کے منتظر ہیں۔ سعدؓ بن معاذ نے عرض کیا۔ شاید حضورؐ نے یہ سمجھا ہے کہ انصار اپنے شہر سے باہر نکل کر حضورؐ کی اعانت کرنا اپنا فرض نہیں سمجھتے۔ میں انصار کی طرف سے یہ عرض کرتا ہوں۔ کہ ہم تو ہر حالت میں حضورؐ کے ساتھ ہیں کسی سے معاہدہ فرمائیے کسی کے معاہدہ کو نامنظور کیجیئے۔ ہمارے زر و مال سے جس قدر منشاء مبارک ہو، لیجیئے ہمکو جو مرضی مبارک ہو، عطا کیجیئے۔ مال کا جو حصہ ہم سے حضورؐ لے لینگے۔ ہمیں وہ زیادہ پسند ہوگا۔ اُس مال سے جو حضورؐ ہمارے پاس چھوڑ دینگے۔ ہمکو جو حکم حضورؐ دینگے ہم اسکی تعمیل کرینگے۔ اگر حضورؐ غمران کے چشمے تک چلیں گے۔ تو ہم ساتھ ہونگے۔ اگر حضورؐ ہمکو سمندر میں گھُس جانے کا حکم دینگے۔ تو حضورؐ کے ساتھ وہاں بھی چلینگے" مقدادؓ نے کہا۔ یا رسول اللہ ہم وہ نہیں۔ کہ قوم موسیٰ کی طرح اذھب انت وربك فقاتلا انا ھٰھنا قاعدون۔ کہدیں۔ ہم تو حضورؐ کے دہنے بائیں۔ آگے پیچھے قتال کے لئے حاضر ہیں[1]۔

مسلمان پہلے سے کچھ تیار نہ تھے انصار و مہاجر مل ملا کر ۳۱۳ ایسے نکلے جو میدان میں جا سکیں۔

اب تک مسلمانوں کو جنگ کی اجازت نہ تھی

اب تک مسلمانوں کو جنگ کی اجازت نہ تھی۔ کیونکہ اسلام کو جنگ سے کوئی واسطہ ہی نہیں۔ لفظ اسلام کا مادہ سِلْم ہے۔ جس کے معنے صلح اور فروتنی کے ہیں۔ جو مذہب دنیا کے لئے صلح کا پیغام لیکر آیا ہو۔ جس مذہب کے پیرو ایمانداروں کو منکسر اور متواضع رہنے کا حکم ہو۔ وہ کیوں جنگ کرتے ؟

حکم جہاد کی ضرورت

یہی وجہ تھی۔ کہ اُنہوں نے چُپ چاپ گھروں کو۔ املاک کو مکہ میں چھوڑ دیا اور حبش یا مدینہ چلے گئے تھے۔ لیکن اب ایسی صورت آپڑی۔ کہ جنگ کے سوا چارہ ہی نہ رہگیا اگر ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہتے۔ تو نتیجہ یہ ہوتا۔ کہ بکریوں کی طرح ذبح ہو جاتے۔ اور سب سے بڑا نقصان یہ تھا کہ توحید کی منادی کرنے والا دنیا پر کوئی نہ رہ جاتا۔ حضرت مسیحؑ نے اپنے پونے تین سال کے وعظ کے بعد جس ضرورت سے مجبور ہو کر اپنے حواریوں کو حکم دیا تھا کہ

[1] زاد المعاد صفحہ ۳۴۲ ۔ ترجمہ آیت یہ ہے۔ جا۔ تو اور تیرا خدا دونوں لڑو۔ ہم تو یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔

کپڑوں۔ لتوں۔ اور نقدی کے بدلے ہتھیار خرید کر مسلح ہو جاویں (لوقا ۲۲ ب ۳۶) اُسی ضرورت کی وجہ سے خدائے بزرگ و برتر نے مسلمانوں کی حالت پر رحم فرما کر اُن کو بھی ۱۴ سال تک صبر کرنے۔ اور ظلم و ستم برداشت کرتے رہنے کے بعد ان حملہ آور دشمنوں کی مدافعت کا حکم دیدیا۔

اجازت جہاد کا پہلا حکم

چونکہ یہ وہ پہلا حکم ہے۔ جس کی رُو سے مسلمانوں کو جنگ کی اجازت ملی ہے۔ اس لئے اصل مع ترجمہ ذیل میں درج ہے:۔

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یقاتلون بانھم ظلموا وان اللّٰہ علی نصرھم لقدیر الَّذِیْنَ اُخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللّٰہ ولو لا دفع اللّٰہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوات ومساجد یذکر فیھا اسم اللّٰہ کثیرا۔ (حج۔ ع ۶)

جنگ کرنیوالوں کو اجازت دیجاتی ہے۔ کیونکہ اُنپر ظلم ہوا اور خدا اُنکی مدد پر بیشک قادر ہے۔ یہ لوگ اپنے وطن سے بلاوجہ صرف اسلئے نکالے گئے کہ اُنھوں نے اللہ کو اپنا رب مان لیا ہے۔ اور اگر بعض لوگوں (حملہ آوروں) کو بعض لوگوں (مسلمانوں سے) اللہ پاک دفع نہ کراتا تب ضرور عیسائیوں کے گرجا یہودیوں کے معابد۔ اور ترسا کے مندر اور مسلمانوں کی مسجدیں جنمیں اسم الٰہی کا ذکر کثیر ہوتا ہو گرا دیجاتیں۔

ناظرین! اس حکم میں مفصل طور پر وہ وجوہات درج ہیں جو مسلمانوں کو جنگ کرنیکی اجازت ملنے کا باعث ہوئیں۔ اور اس حکم میں یہ بھی دکھلایا گیا ہے کہ جنگ جارحانہ ہے یا مدافعانہ۔

پہلی وجہ۔ مدافعت کرنے والوں کا مظلوم۔ اور حملہ آوروں کا ظالم ہونا ہے۔ اور یہ وہ وجہ ہے جسے آج کل کا مروجہ قانون۔ "تعزیرات ہند" بھی۔ "حفاظت خود اختیاری" کے نام سے جائز ٹھہراتا ہے۔

دوسری وجہ:۔ اُن کا گھر بار سے نکالا جانا۔ املاک سے بیدخل کیا جانا۔ اور وہ بھی صرف اختلاف عقیدہ کی بنیاد پر ہے۔

آشتی پسند ملک معظم ایڈورڈ ہفتم نے جو پیغام حکومت پنجاہ سالہ ہند کے جشن پر اپنی

رہمایا کو دیا تھا، اُس میں نہایت فخریہ لہجہ سے (اور اس امر پر فخر کرنا بالکل صحیح اور مناسب تھا یہ بھی درج کیا تھا۔ کہ "اس پچاس برس کے عرصہ میں کسی شخص کو بھی محض اختلاف عقیدہ کی وجہ سے اذیت نہیں دیگئی"۔ لیکن یہ مظلوم مسلمان سب کے سب وہی تھے جن کو ہر قسم کی ایذائیں۔ اور جلاوطنی کی سزا محض توحید کی وجہ سے دی گئی تھی"۔

تیسری وجہ ایسی عام ہے جو یہ ثابت کرتی ہے۔ کہ مسلمانوں کو جنگ کی اجازت صرف اُنہی کے ذاتی۔ قومی۔ مذہبی فوائد کے لحاظ سے نہیں دیگئی۔

بلکہ اسلیئے بھی۔ کہ مسلمانوں نے جو معاہدات یہودیوں۔ عیسائیوں اور دیگر مختلف اقوام کے ساتھ ابھی حال ہیں کیئے تھے۔ اور جس فراخدلی سے ہر ایک مذہب کے لئے مذہبی آزادی عطا کی تھی۔ اب اگر اس معاہدہ کی حفاظت میں مسلمان اپنی جانوں کو نہ لڑا دینگے۔ تو سب مذہبوں کی آزادی ملیامیٹ ہوجائیگی۔ اور سب کے مندر۔ سب کے گرجا خاک ہوجائینگے۔ کیونکہ جب کوئی قوم معاہدہ کی حفاظت کرنے والی ہی نہ رہے تو معاہدہ پر عمل کیونکر ہو سکتا ہے۔

ان سب ضروری وجوہات نے مسلمانوں کیلئے ضروری ٹھہرادیا۔ کہ وہ باوجود بے سروسامان ہونے، اور باوجود قلیل التعداد ہونے کے بھی ان حملہ آوروں کو مدینہ سے دور ہی روکیں[۵۱]

مسلمانوں پر قریش کا دوسرا حملہ یا جنگ بدر۔

رمضان ۲ ہجری کو خدا کا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے ساتھ کے مسلمانوں کو لیکر مدینہ سے چلا[۵۲]۔ اس لشکر کے ساز و سامان کا اندازہ اس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ تمام لشکر میں صرف دو گھوڑے اور ساٹھ اونٹ تھے[۵۳]

عجیب اتفاق دیکھو۔ کہ ان کی تعداد بھی لشکر طالوت کے برابر تھی۔ جبکہ وہ جالوت کے مقابلہ کو نکلا تھا[۵۴]

---

[۵۱] اسطرح کے جھگڑے کئی سال تک مسلمانوں کو پریشان کرتے رہے۔ تلوار ہمیشہ اُنکے خلاف اٹھائی گئی۔ اور اسلام کو تلوار کے زور سے نیست و نابود کرنے کی کوششیں برابر کی گئیں۔ لیکن اسلام ہمیشہ پھیلتا گیا۔ اس کتاب میں مشہور غزوات کا ذکر مختصر لفظوں میں کیا جائیگا۔

[۵۲] معالم زاد المعاد ۲ - ۷۶ - انصار طالیداد ۲۷۰۔

[۵۳] بخاری عن براء۔ کتاب المغازی۔

جب بدر پہنچے۔ تو دیکھا کہ دشمن کا لشکر جو تعداد میں ان سے سہ چند۔ اور سامان میں ہزار چند زیادہ ہے۔ اُترا ہُوا ہے؛

جنگ سے ایک روز پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان جنگ کا ملاحظہ کیا۔ اور بتلایا۔ کہ کل انشاء اللہ تعالیٰ فلاں دشمن اس جگہ اور فلاں فلاں اس اس جگہ قتل ہونگے؛

۱۷ رمضان کو بروز جمعہ جنگ ہوئی جنگ سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت تضرع سے خدا کے حضور میں دعا کی۔ اور یہ بھی عرض کیا۔ کہ اگر یہ مسلمان مارے گئے۔ تو دنیا پر توحید کی منادی کرنے والا۔ کوئی بھی نہ رہ جاویگا۔ مسلمانوں نے بھی دعائیں کیں؛

نصرت الٰہی سے مکہ والوں کو شکست ہوئی۔ انکے ۷۰ مشہور آدمی اسیر، اور ۷۰ بہادر مارے گئے۔ ابو جہل بھی اسی جگہ مارا گیا۔ یہ ہی سب کو چڑھا کر لایا تھا۔ وہ ۱۴ سردار جو دار الندوہ میں آنحضرتؐ کے قتل کے مشورہ میں شریک ہوئے تھے۔ ان میں سے بھی گیارہ مارے گئے تین جو بچ رہے تھے۔ انہوں نے بالآخر اسلام قبول کر لیا تھا؛

(الف) اس زمانے کا قانون جنگ، (ب) مظلوم مسلمانوں کا جوش انتقام درج، دیگر قبائل پر جنگی رعب قائم کرنے کی ضرورت اس امر کی مقتضی تھی۔ کہ قیدیوں کو قتل کر دیا جاتا۔ مگر خدائے رحیم کے نبی الرحمتؐ نے تاوان لیکر سب کو چھوڑ دیا؛ پڑھے لکھے اسیروں کا تاوان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ مقرر فرمایا تھا۔ کہ وہ انصار کے بچوں کو لکھنا سکھا دیں؛

اس واقعہ سے اُس پیشگوئی کا بھی ظہور ہُوا۔ جو یسعیاہ نبی کی کتاب ۲۱/۱۶ او ۱۷ میں ان الفاظ سے درج ہے؛ "فی مدۃ سنۃ کسنۃ الاجیر۔ یفنی کل مجد قیدار۔ وبقیۃ عدد قسی ابطال بنی قیدار تقل"؛

ترجمہ؛ ایک سال میں جو مزدور کے برس جیسا ہوگا؛ قیدار کی سب حشمت جاتی رہیگی اور بہادرانِ بنو قیدار کے کمان اندازوں کی تعداد گھٹ جائیگی؛

اور اُس پیشگوئی کا بھی ظہور ہُوا۔ جو قرآن مجید میں مسلمانوں کو اس جنگ کی اجازت کا

حکم دیتے ہوئے فرمائی گئی تھی۔ جو یہ ہے " ان اللہ علی نصرھم لقدیر" خدا کو ان مظلوموں کی نصرت پر قدرت ہے" یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک میں اس جنگ کا نام۔ یوم الفرقان ہے۔ کیونکہ اہل کتاب و اہل اسلام کو ان پیشگوئیوں کی وجہ سے اسلام کی صداقت پر ایک عمدہ دلیل مل گئی تھی۔ اللہ پاک نے قرآن مجید میں اس واقعہ کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا ہے۔ ولقد نصرکم اللہ ببدر و انتم اذلۃ فاتقوا اللہ لعلکم تشکرون (آل عمران۔ ع ۱۳)

قریش کی تیسری سازش۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی تیاری

جنگ بدر سے چند روز بعد کا ذکر ہے! کہ صفوان بن امیہ جس کا باپ بدر میں قتل ہوا تھا اور عمیر بن وہب جس کا بیٹا ہنوز مسلمانوں کے ہاتھ میں اسیر تھا، مکہ سے باہر سنسان جگہ میں جمع ہوئے۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف باتیں کرنے لگے۔

عمیر بولا۔ اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا جسے میں ادا نہیں کر سکتا۔ اور اگر مجھے اپنے کنبہ کے بیکس رہ جانے کا خیال نہ ہوتا تو میں خود مدینہ جاتا اور محمدؐ کو قتل ہی کر کے آتا۔

صفوان بولا تیرا قرض میں چکا دوں گا۔ اور تیرے کنبے کا خرچ جب تک میں زندہ رہوں میرے ذمے ہوگا۔

عمیر بولا۔ بہتر۔ یہ راز کسی پر نہ کھلے۔ پھر عمیر نے اپنی تلوار کی دھار کو تیز کرایا۔ اور زہر میں اسے بجھوایا۔ اور مکہ سے روانہ ہو گیا۔

عمیر مدینے پہنچکر مسجد نبوی کے سامنے اپنا اونٹ بٹھلا رہا تھا۔ کہ اونٹ بول پڑا۔ عمر فاروق رضؓ نے اسے دیکھا اور پہچانا اور دل میں سمجھ گئے۔ کہ یہ شیطان ضرور مفسد ارادہ سے آیا ہے اس لئے آگے بڑھ کر نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کی۔ کہ عمیر بن وہب مسلح چلا آرہا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسے میرے پاس آنے دو۔ عمر فاروقؓ نے اسکی تلوار کے قبضہ پر قبضہ کر لیا۔ اسکی گردن پکڑ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لے گئے۔ نبیؐ نے یہ دیکھا

لہ خدا نے بدر میں تمہاری مدد کی جبکہ تم کمزور تھے۔ اب اللہ کے تقویٰ کو اختیار کرو تاکہ اسکے شکرگزار بنو۔

تو فرمایا عمرؓ. اسے چھوڑ دو. عمیر. تم میرے پاس آجاؤ. عمیر نے آگے بڑھ کر سلام کیا. نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا. کہو کس طرح آئے. کہا. اپنے بیٹے کی خبر لینے آیا ہوں. نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا. یہ تلوار کیسی ہے. عمیر بولا. یہ کیا تلوار ہے. اور ہماری تلواروں نے آپ کا پہلے بھی کیا کر لیا ہے. نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا. تم سچ سچ بتلاؤ. عمیر نے پھر اسی جواب کو دُہرایا. نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا. دیکھ. تو اور صفوان مکہ سے باہر سنسان پہاڑ میں گئے تھے. صفوان نے تیرا قرض اور تیرے کنبے کا خرچ اپنے اوپر لے لیا ہے اور تو نے میرے قتل کا وعدہ کیا. اور اسی ارادے سے تو یہاں آیا ہے. عمیر تو یہ نہ سمجھا کہ میرا محافظ خدا ہے

عمیر کا اسلام لانا عمیر یہ سنکر حیران ہو گیا. بولا. اب میرا دل مان گیا. کہ آپ ضرور اللہ کے نبی و رسول ہیں. یہ بالکل آسان تھا. کہ سماوی خبروں اور وحی کی بابت ہم آپ کو جھٹلاتے رہے لیکن اب میں اس راز کی بابت کیا کہہ سکتا ہوں. جس کی خبر میرے اور صفوان کے سوا تیسرے کو نہیں. خدا کا شکر ہے جس نے میرے اسلام کا یہ بہانہ بنا دیا؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا. اپنے بھائی کو دین سکھلاؤ. قرآن یاد کراؤ. اور اس کے فرزند کو آزاد کر دو. عمیر نے عرض کیا. اے رسولؐ خدا. مجھے اجازت دیجئے. کہ میں مکہ ہی واپس جاؤں. اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دوں. میرے دل میں آتا ہے. کہ اب میں بت پرستوں کو اسی طرح ستایا کروں جس طرح پہلے مسلمانوں کو ستاتا رہا ہوں؛

عمیر کے مدینے جانیکے بعد صفوان کا یہ حال تھا. کہ سرداران قریش سے کہا کرتا تھا کہ دیکھو. چند روز میں کیا گل کھلنے والا ہے. کہ تم بدر کا صدمہ بھول جاؤ گے؛

جب صفوان کو خبر لگی. کہ عمیر مسلمان ہو گیا. تو اُسے سخت صدمہ ہوا. اور اُس نے قسم کھائی کہ جب تک زندہ ہوں. عمیر سے بات نہ کروں گا. نہ اُسے کوئی فائدہ پہنچنے دوں گا. عمیر مکہ میں آیا. وہ اسلام کی منادی کیا کرتا تھا. اور اکثر لوگ اسکے ہاتھ پر مسلمان ہو گئے تھے؛

۱؎ سنہ ہجری کے بعد یہ صفوان بھی جو نبی صلعم کا سخت دشمن تھا. اور مکہ کا مشہور سردار تھا مسلمان ہو گیا تھا؛ طبری؛

قریش کا تیسرا حملہ۔ غزوۃ السویق یا قرقرۃ الکدر

بدر میں شکست پانے کے بعد ابوسفیان نے نہانے دھونے سے قسم کھالی تھی۔ جب تک مسلمانوں سے بدلہ نہ لیا جائے؛

چنانچہ وہ دو سو سواروں کو لے کر مکہ سے نکلا۔ جب مدینہ کے قریب پہنچا۔ تو رسالہ کو باہر چھوڑ کر خود تاریکی شب میں مدینے کے اندر آیا۔ سلام بن مشکم یہودی سے ملا۔ رات بھر بادہ خواری ہوتی رہی۔ غالبًا دونوں کے مشورے سے یہ طے ہوا کہ مقابلہ کا وقت نہیں۔ پھر ابوسفیان آخر شب وہاں سے نکلا۔ مسلمانوں کے پھلدار درختوں۔ کھجوروں کو آگ لگا کر نیز ایک مسلمان اور اس کے حلیف کو قتل کر کے واپس چلا گیا؛

خبر ملنے کے بعد قرقرۃ الکدر تک تعاقب ہوا۔ اسلئے اس کا نام غزوہ قرقرۃ الکدر کہا جاتا ہے۔ ابوسفیان کا رسالہ ستو کی تھیلیاں گراتا گیا تھا۔ جسے مسلمانوں نے اُٹھا لیا تھا۔ اس لئے اس کا نام غزوۃ السویق بھی ہوا؛

قریش کا چوتھا حملہ۔ یا جنگ اُحد ۷ شوال۔ یوم السبت ۳ ہجری

قریش مکہ اگلے سال پھر مدینہ پر حملہ آور ہوئے۔ اس دفعہ انہوں نے ملک سے عام چندہ جمع کیا تھا۔ ابو عزہ شاعر نے تہامہ میں گشت لگا کر بنو کنانہ کو قریش کی مدد پر آمادہ کر دیا تھا۔ تجارت شام کا ۵۰ ہزار مثقال سونا۔ ایک ہزار اونٹ جو ابھی تقسیم نہ ہوئے تھے۔ چندہ میں شامل کر دئے گئے تھے؛ الغرض پانچ ہزار[1] بہادروں کا لشکر جس میں تین ہزار شتر سوار۔ دو سو اسپ سوار۔ اور سات سو زرہ پوش پیادہ تھے؛ مدینے تک بڑھا چلا آیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے تھی۔ کہ مدینہ کے اندر رہکر مدافعت کی جائے۔ مگر کثرت رائے پر فیصلہ ہوا اور مسلمانوں نے اُحد کے سُرخ پہاڑ تک جو مدینہ سے تین کوس پر ہوگا باہر نکل کر مقابلہ کیا؛

اسلامی لشکر میں ایک ہزار مرد تھے۔ عین وقت پر ابی بن سلول نے دغا دی اور ۳۰۰ شخصوں کو راہ ہی سے پھیر کر لے گیا۔ اسلئے ۷۰۰ مسلمانوں پر پانچ ہزار حملہ آوروں کی

[1] ناسخ التواریخ۔ دیگر کتب میں تین ہزار تعداد درج ہے؛

مدافعت کا، جو انتقام اور غصہ کے جوش میں بھرے ہوئے تھے بار تھا۔ مسلمانوں نے ابتداء میں دشمن کو شکست دیدی تھی۔ اور اُن کے ۲۲ مشہور علمبردار جن میں ۸ علی مرتضیٰ رضہ کے ہاتھ سے مقتول ہوئے، مارے جا چکے تھے۔ لیکن مسلمان تیراندازوں نے اُس درہ کو چھوڑ دیا۔ جہاں اُنہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم فرما دیا تھا۔ چالاک دشمن نے موقع تاڑ لیا اور چکر کاٹ کر عقب سے ہو کر مسلمانوں کو دو طرف سے بیچ میں لے لیا۔ مسلمانوں کا اس وقت سخت نقصان ہوا۔ اور لشکر کا بڑا حصہ تتر بتر ہو گیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صرف ۱۲ صحابی۔ ابوبکر۔ عمر۔ علی۔ عبدالرحمن بن عوف سعد بن وقاص۔ طلحہ بن عبید اللہ۔ زبیر بن عوام۔ ابوعبیدہ بن جراح وغیرہ تھے۔ دشمنوں نے خدا کے نبی پر پتھر پھینکے۔ ابن قمیہ کے پتھر سے نبی صلعم کی پیشانی ابن شہاب کے پتھر سے نبی صلعم کا بازو زخمی ہوا۔ عتبہ کے پتھر سے نبی اللہ کے چار دانت ٹوٹ گئے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پھر ایک غار میں گر گئے تھے۔ خبر اُڑ گئی۔ کہ حضور شہید ہو گئے۔ مدینہ سے محترم خواتین دوڑی دوڑی

فاطمہ زہرا و عائشہ طیبہ کی خدمات میدان جنگ میں

آئیں۔ یہاں آ کر فاطمہ بتول نے باپ کے زخموں کو دھویا۔ پیشانی کا خون تھمتا نہ تھا۔ اس میں چٹائی جلا کر بھری۔ علی مرتضیٰ رض اس وقت ڈھال میں پانی بھر بھر لاتے تھے۔ عائشہ صدیقہ رض اور ام سلیم رض نے مشکیزے اُٹھائے۔ وہ زخمیوں کو پانی لا لا کر پلاتی تھیں۔ میدان جنگ میں ستر صحابہ شہید ہوئے تھے۔

جنگ کے نقصانات میں سے بڑا بھاری نقصان یہ تھا کہ مصعب بن عمیر جو مدینہ میں بطور معلم اسلام آئے تھے۔ اور جن کے وعظ سے اوس و خزرج کے قبیلے مسلمان ہوئے تھے۔ شہید ہوئے۔ ان کی بیوی کا نام حمنہ بنت جحش تھا۔ اسی روز اس کا بھائی اور ماموں بھی

۱۔ بخاری عن براء بن عازب باب والرسول یدعوکم کتاب التفسیر
۲۔ مسلم عن انس صفحہ ۱۰۹ ج ۲ ۔ ۳۔ بخاری عن سہل بن سعد
۴۔ حضرت مصعب پر ایک دھاری دار چادر کا کفن ڈالا گیا۔ پاؤں برہنہ رہے۔ ان پر گھاس رکھا گیا (بخاری عن خباب)

شہید ہوئے تھے۔ پہلے اُسے بھائی کی شہادت کی خبر ملی۔ اس نے اِنّا لِلّٰہ پڑھا۔ اور

عورت کے دل میں شوہر کا درجہ

بھائی کے حق میں دعا کی۔ پھر اُسے بتایا گیا۔ کہ تیرا شوہر بھی شہید ہو گیا ہے۔ یہ سُنتے ہی اُس نے بے اختیار چیخ ماری۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دیکھو اس کے دل میں شوہر کی کس قدر محبت تھی[1]۔

اسی جنگ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا حمزہ (اسد اللہ و رسولہ) بھی شہید ہوئے۔ دشمنوں نے اُنکے اعضا کاٹکر۔ انکی لاش کو بھی بیحرمت کیا تھا۔ جنگ کے بعد صفیہ، اور زبیر اپنے بھائی

مائی صفیہ کا استقلال

حمزہ کی لاش دیکھنے آئی۔ زبیر نے ماں کو دور ہی سے روکا۔ صفیہ نے کہا۔ مجھے معلوم ہے۔ کہ میرے بھائی کی لاش بگاڑی گئی اور بیحرمت کی گئی ہے۔ لیکن یہ تو ہمارے لئے فخر کا مقام ہے۔ بیٹا۔ میں نہ روؤنگی نہ چلاؤنگی۔ صرف دعا پڑھکر لوٹ جاؤں گی[2]۔

انس بن نضر کا جوش جاں نثاری

اِسی جنگ میں انس بن نضر نے جام شہادت پیا تھا۔ اِس بہادر نے چند بہادر مسلمانوں کو دیکھا۔ کہ ہتھیار پھینک دیئے ہیں۔ اور مغموم بیٹھے ہیں۔ پوچھا کیا حال ہے۔ اُنھوں نے جواب دیا۔ کہ رسول اللہ کا اِنتقال ہو گیا۔ انس نے نہایت جوش سے کہا۔ موتوا علی مامات علیہ رسول اللّٰہ۔ آؤ۔ جہاں رسولؐ نے جان دی ہے۔ ہم بھی اسی کام میں اپنی زندگی کا خاتمہ کر دیں۔ اب زندہ رہکر کیا کریں گے۔ یہ جان نثار اسی جوش میں حملہ کرتے ہوئے۔ ۷ زخم جسم پر کھانے کے بعد شہید ہو گیا[3]۔

اسی جنگ میں سعد بن ربیع شہید ہوئے تھے۔ جنگ ختم ہو جانے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی تلاش میں آدمی بھیجے۔ ایک نے دیکھا۔ کہ زخمیوں میں پڑے سانس توڑ رہے ہیں۔ پوچھا کیا حال ہے۔ سعد نے کہا۔ تم مجھے اب مردہ ہی سمجھو۔ لیکن مہربانی سے رسول اللہ کی خدمت میں میرا سلام عرض کر دینا۔ اور میری طرف سے یہ بھی گزارش کرنا۔

---

[1] تاریخ طبری۔ [2] تاریخ طبری۔ [3] تاریخ طبری۔

جان توڑتے وقت سعد بن ربیع کا پیغام بجانب اہل اسلام

کہ اللہ تعالیٰ آپ کو وہ بہترین جزا عطا فرمائے۔ جو کسی نبی کو کسی اُمت کی ہدایت پر نہ دی گئی ہو۔ قوم کو میری طرف سے یہ کہدینا۔ کہ جب تک ایک جھپکنے والی آنکھ بھی تم میں سے باقی رہے۔ اُس وقت تک اگر دشمن نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گیا تو خدا کے حضور میں تم کوئی عذر پیش نہ کر سکو گے[۱]؛

ایک صحابی کا بیان ہے۔ کہ میں ابوبکرؓ سے ملنے گیا؛ اُنکی چھاتی پر ایک چھوٹی سی لڑکی بیٹھی تھی جسے وہ بار بار چومتے اور پیار کرتے تھے میں نے پوچھا۔ یہ کون ہے۔ فرمایا۔ یہ سعدؓ بن ربیع کی لڑکی ہے۔ وہ مجھ سے بھی بہتر تھا اور قیامت کے[۲] دن وہ نقیبان محمدی میں شمار کیا جائیگا؛

عمارۃ بن زیاد نے کس مزے سے جان دی

اسی جنگ میں عمارۃ بن زیاد شہید ہوئے تھے۔ جس نے جان دیتے ہوئے اپنے رخسار، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے تلووں سے لگا دیئے تھے[۳]؛

اس تاریخی واقعہ کو اس شعر میں خوب ادا کیا گیا ہے؛ ؎

سر بوقت ذبح اپنا اُس کے زیر پائے ہے
یہ نصیب۔ اللہ اکبر۔ لوٹنے کی جائے ہے

ابودجانہ۔ حنظلہ۔ علی مرتضیٰ طلحہ کی شجاعت و مردانگی

ابودجانہ۔ حنظلہ۔ (غسیل الملائکہ)، طلحہ، علی مرتضیٰ کی بے نظیر شجاعت کمال استقامت اور جان نثاری کے بھی نہایت شاندار واقعات اس جنگ میں ظاہر ہوئے۔ طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے سپر کا کام لیا، اور آنحضرتؐ کی جانب آنے والے تیر ہاتھ پر روکے، یہ ہاتھ ہمیشہ کے لئے شل ہو گیا تھا[۴]؛

بنو دینار کی عورت کی قوت ایمانی کا کمال

بنو دینار کی ایک عورت تھی، جس کا باپ۔ بھائی، اور شوہر اس جنگ میں شہید ہوئے تھے۔ وہ کہتی تھی، کہ مجھے رسول اللہؐ کی بابت بتلاؤ۔ لوگوں نے کہا کہ وہ بفضل خدا صحیح و سالم ہیں۔ کہا۔ مجھے دکھلا دو، جب دور سے چہرہ مبارک دیکھ لیا، تو بے اختیار کہہ اٹھی؛ کل مصیبۃ بعدك جلل[۵]۔ اب ہر ایک مصیبت کی برداشت ہو سکتی ہے؛

[۱] تاریخ طبری، [۲] زاد المعاد، [۳] تاریخ طبری، [۴] تاریخ طبری، [۵] تاریخ طبری؛

رحمۃ للعالمین کی درگزر معافی اور ظالموں کے لئے دعا

اسی جنگ میں بعض صحابہ نے آنحضرت ﷺ سے (جبکہ حضور کو بھی کئی زخم آئے تھے)۔ عرض کیا؛ کاش آپ ان مشرکین پر بددعا فرمائیں؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انی لم ابعث لعانا ولکن بعثت داعیا ورحمۃ اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون[1] میں لعنت کرنے کے لئے نبی نہیں بنایا گیا، مجھے تو خدا کی طرف بلانے والا اور سراپا رحمت بنایا گیا ہے؛ اے خدا میری قوم کو ہدایت فرما۔ کیونکہ وہ (مجھے) نہیں جانتے؛

قریش کی چوتھی سازش اور دس واعظان اسلام کا مارا جانا

جنگ اُحد کے بعد دشمنوں نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے، پامال کرنے کی مختلف تدابیر پر عمل کیا، چنانچہ ۳ھ ہجری میں:

(۱) قریش نے قوم عضل اور قارہ کے سات شخصوں کو گانٹھ کر مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ کہ ہمارے قبیلے اسلام لانے کو تیار ہیں۔ ہمارے ساتھ معلم کر دیجئے۔ رسول اللہ نے دس[3] بزرگ صحابہ کو جن کے سردار عاصم بن ثابت[4] تھے۔ ان کے ساتھ کر دیا۔ جب یہ صحابہ اُنکی زد میں پہنچ گئے۔ تو اُن کے دو سو جوان آئے۔ کہ انہیں زندہ گرفتار کر لیں۔ آٹھ صحابی مقابلہ کرتے ہوئے مارے گئے۔ اور دو[2] بزرگوار خبیب بن عدی و زید بن دثنہ گرفتار کر لئے گئے

خبیب و زید صحابہ قید میں

سفیان ہذلی انہیں مکہ لے گیا، اور قریش کے پاس فروخت کر آیا؛ قریش نے انہیں حارث بن عامر کے گھر میں چند روز بھوکا پیاسا قید رکھا۔ ایک دن حارث کا بچہ تیز چھری سے کھیلتا ہوا خبیب کے پاس پہنچ گیا انہوں نے بچے کو زانو پر بٹھلایا، اور چھری لیکر رکھ دی؛ جب بچہ کی ماں نے یکایک دیکھا، کہ اُس کا بچہ چھری لیکر اس قیدی کے پاس ہے جسے چند روز سے اُنہوں نے بے آب و دانہ رکھا تھا، تو اُس نے بے اختیار چیخ ماری۔ خبیب[5] نے کہا، یہ سمجھی ہے

مسلمان کا کام غدر کرنا نہیں

کہ میں بچہ کو قتل کر دونگا۔ نہیں جانتی۔ کہ مسلمانوں کا کام غدر

[1] صحیح مسلم عن ابی ہریرہ ۔ [2] شفاء قاضی عیاض، المتوفی جمعہ ۵۴۴ھ مطبع صدیقی بریلی ۱۲۸۲ھ صفحہ ۴۷۔

[3] ابن ہشام میں چھ اور صحیح بخاری میں دس ہیں۔ [4] یہ عاصم بن عمر فاروق کے نانا تھے۔

کرنا نہیں؛

ظالم قریش والوں نے چند روز کے بعد خبیبؓ کو صلیب کے نیچے لیجا کر کھڑا کر دیا اور کہا "اگر اسلام چھوڑ دو۔ تو تمہاری جان بخشی ہو سکتی ہے"! دونوں بزرگواروں نے جواب دیا: کہ "جب اسلام نہ باقی رہا۔ تو جان کو رکھ کر کیا کرینگے"!

اب قریش نے پوچھا۔ کہ کوئی تمنا ہو۔ تو بیان کرو۔ خبیبؓ نے کہا۔ دو رکعت نماز پڑھ لینے کی ہمیں مُہلت دی جائے۔ مُہلت دیگئی: اُنہوں نے نماز ادا کی۔ حضرت خبیبؓ نے کہا۔ میں نماز میں زیادہ وقت صرف کرتا۔ لیکن سوچا۔ کہ دشمن یہ نہ کہیں کہ موت سے ڈر گیا ہے۔ بیرحموں نے دونوں کو صلیب پر لٹکا دیا۔ اور نیزہ والوں سے کہا۔ کہ نیزوں کی اَنی سے انکے جسموں کے ایک ایک حصہ پر چرکے لگائیں؛

اللہ اکبر۔ اُن کا دل اسلام پر کتنا قائم تھا۔ اُن کو دین حق پر کتنی استقامت تھی ! اُنکو ہمیشہ کی نجات اور خدا کی خوشنودی کا کتنا یقین تھا۔ کہ ان تمام تکلیفوں اور زخموں کو برداشت کرتے ہوئے ذرا اُف تک نہیں کی؛

جان اور محبت رسول کا موازنہ ایک سخت دل نے حضرت خبیبؓ کے جگر کو چھیدا۔ اور پوچھا۔ کہو۔ اب تو تم بھی پسند کرتے ہو گے؟ کہ محمدؐ پھنس جائے۔ اور میں چھوٹ جاؤں۔ خبیبؓ نے نہایت جوش سے جواب دیا۔ خدا جانتا ہے کہ میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا۔ کہ میری جان بچ جانے کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں میں کانٹا بھی لگے؛

خدا کے اس برگزیدہ بندہ فتی الفتیان (جوانمرد ترین جوانمرداں) نے مقتل اور تماشائیوں کے ہجوم میں صلیب کے نیچے کھڑے ہو کر جو فی البدیہہ اشعار کہے ہیں۔ ان سے اس منظر کی پوری کیفیت اور اس بزرگوار کی صداقت و محبت اسلام کی پاکیزہ صورت بخوبی نظر آتی ہے؛

---

۵۱ بخاری عن عبد اللہ بن عیاض؛

۵۲ طبری و ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۱۲۳؛

لقد جمع الاحزاب حولی والبوا
قبائلهم واستجمعوا کل مجمع
وکلهم مبدی العداوة جاهد
علیّ لانی فی وثاق بمضیع
وقد جمعوا ابناءهم ونساءهم
وقربت من جذع طویل ممنع
وقد خیرونی الکفر والموت دونه
وقد هملت عینای من غیر مجزع

فلست بمبد للعدو تخشعا
ولا جزعا انی الی اللّٰه مرجعی
ومالی حذار الموت انی لمیت
ولکن حذاری جحم نار ملفع
فذا العرش صبرنی علی مایراد بی
فقد بضعوا لحمی وقد یاس مطمعی

الی اللّٰه اشکو غربتی ثم کربتی
وما ارصد الاحزاب لی عند مصرعی

انبوہ در انبوہ لوگ میرے گرد اگرد کھڑے ہو رہے ہیں،
اور انہوں نے بڑی بڑی جماعتوں کو بلا لیا ہے،
یہ سب کے سب عداوت نکال رہے ہیں اور میرے برخلاف جوش دکھلا
رہے ہیں۔ اور میں اس ہلاکت گاہ میں بندھا ہوا ہوں
قبیلوں نے اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی بلا رکھا ہے
اور مجھے ایک مضبوط بلند لکڑی کے پاس لے آئے ہیں،
انہوں نے کہدیا ہے۔ کہ کفر اختیار کرنے سے مجھے آزادی مل سکتی ہے
مگر اس سے تو موت میرے لئے بہت سہل ہے،
میری آنکھوں سے آنسو لگاتار جاری ہیں مگر مجھے کچھ ناشکیبائی نہیں
میں دشمن کے سامنے نہ عاجزی کرونگا اور نہ روؤں اور چلاؤں گا
میں جانتا ہوں۔ کہ میں خدا کی طرف جا رہا ہوں،
موت سے مجھے اسلئے ڈر نہیں۔ کہ میں مر جاؤں گا،
لیکن میں تو لپٹ والی آگ کے خون چوسنے سے ڈرتا ہوں،
اس عرش عظیم کے مالک نے مجھ سے کوئی خدمت لینی چاہی
اور مجھے شکیبائی کیلئے فرمایا ہے۔ اب انہوں نے زدو کوب سے میرا تمام
گوشت کوٹ کوٹ دیا ہے اور میری امید جاتی رہی ہے
میں اپنی درماندگی و بیوطنی و بیکسی کی فریاد۔ اور ان ارادوں کی
جو میرے جان توڑنے کے بعد یہ لوگ رکھتے ہیں خدا سے کرتا ہوں

لے از سیرت ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۱۲۳ صحیحین میں صرف اشعار نمبر ۹ و نمبر ۱۰ مروی ہیں، برادران اسلام کو استقامت اور صداقت کا یہ نمونہ پیش نظر رکھنا چاہیے۔ شعر نمبر ۶ سے تواضع و انکسار اور جلال ربانی کے سامنے اپنی خشیت و نیاز کا سبق لینا چاہیے، زاد المعاد میں دوسرا اور پانچواں شعر نہیں ہے، حاشیہ پر جو ن کی علامت سے الفاظ درج کئے گئے ہیں یہ زاد المعاد صفحہ ۳۵۹ جلد ۱ سے لئے گئے ہیں

فواللہِ ما ارجوا ذا مت مسلماً علی ای جنب کان فی اللہ مصرعی وذلک فی ذات الالہ وان یشاء یبارک علی اوصال شلو ممزع	بخدا جب میں اسلام پر جان دے رہا ہوں۔ تو میں پروا نہیں کرتا کہ راہ خدا میں کس پہلو پر گرنا۔ اور کیونکر جان دینا ہوئے خدا کی خاطر ہے اگر وہ چاہیے یہ بالکل امید ہو کہ وہ پارہ ہائے گوشت کے ہر ایک ٹکڑے کو برکت عطا فرمائے۔

سب سے آخر میں یہ دعا کی اَللّٰھُمَّ بلغنا رسالۃ رسولک فبلغ ما یصنع بنا اے خدا ہم نے تیرے رسولؐ کے احکام ان لوگوں کو پہنچا دیئے۔ اب تو اپنے رسولؐ کو ہمارے حال کی اور ان کی کرتوتوں کی خبر فرمادے۔

سعید بن عامر رضی اللہ عنہ (جو حضرت عمر فاروقؓ کے عمال میں سے تھے) کا یہ حال تھا کہ کبھی کبھی یکبارگی بیہوش ہو جایا کرتے۔ عمر فاروقؓ نے ان سے وجہ پوچھی۔ وہ بولے۔ مجھے نہ کوئی مرض ہے۔ نہ کچھ شکایت ہے۔ جب خبیب رضی اللہ عنہ کو صلیب پر چڑھایا گیا۔ تو میں اس مجمع میں موجود تھا۔ مجھے جس وقت خبیبؓ کی باتیں یاد آجاتی ہیں۔ میں کانپ کر بیہوش ہو جاتا ہوں۔

ایک اور سازش اور ستر معلمین اسلام کا قتل کیا جانا

(۲) ابو براء عامر نے بھی ایسا ہی فریب کیا۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ اور عرض کیا۔ کہ ملک نجد کی تعلیم و ہدایت کے لئے کچھ معلم میرے ساتھ بھیج دیجئے۔ اس کا بھتیجا نجد کا رئیس تھا۔ عامر نے یقین دلایا تھا۔ کہ منادی کرنیوالوں کی حفاظت کی جائیگی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منذر بن عمرو انصاری کو معہ ستر صحابہ کے جو قراء و فضلاء و منتخب بزرگوار تھے۔ اس کے ساتھ کر دیا۔ جب وہ بئر معونہ پر جا پہنچے۔ جو بنی عامر کا علاقہ تھا۔ تو وہاں سے حرام بن ملحان کو نامہ نبوی دیکر طفیل حاکم کے پاس بھیجا گیا۔ اس نے اس سفیر کو قتل کرا دیا۔ جبار بن سلمی ایک شخص تھا۔ جس نے حاکم کے اشارے سے انکی پشت میں نیزہ مارا تھا۔ جو چھاتی سے صاف نکل گیا۔ انہوں نے گرتے ہوئے کہا۔ فزت ورب الکعبہ۔ ترجمہ (قسم ہے کعبہ کے خدا کی میں اپنی مراد کو پہونچ گیا۔)

زاد المعاد بحوالہ ہیح صفحہ ۳۶۰۔ ابن ہشام میں ۴۰ کی تعداد ہے۔

قاتل کا مقتول کے آخری فقرہ سے اسلام لانا

قاتل پر اس فقرہ نے ایسا اثر کیا۔ کہ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر مسلمان ہوگیا؎۱

حاکم نے باقی سب کو بھی قتل کرا دیا۔ کعب بن زید نے جو کشتگان خنجر تسلیم کی اوٹ میں چھپ کر بچ رہے تھے۔ اس واقعہ کی خبر آنحضرت کو پہنچائی؛

قریش کا پانچواں حملہ عہد شکنی یا فتح مکہ

اسی سال ۸ھ ہجری، مسلمانوں کو اضطراراً ماہ رمضان میں مکہ پر فوجکشی کرنی پڑی۔ وجہ یہ ہوئی۔ کہ ۶ھ میں جو معاہدہ قریش نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بمقام حدیبیہ کیا تھا۔ اسکی ایک دفعہ میں یہ تھا؛

"دس سال تک جنگ نہ ہوگی۔ اس شرط میں جو قومیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ملنا چاہیں۔ وہ ادھر مل جاویں۔ اور جو قومیں قریش کی طرف ملنا چاہیں۔ وہ ادھر ملجائیں"

اسکے موافق بنو خزاعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اور بنو بکر قریش کی طرف مل گئے تھے؛

معاہدہ کو ابھی دو برس بھی پورے نہ ہوئے تھے۔ کہ بنو بکر نے بنو خزاعہ پر حملہ کیا؛ اور قریش نے بھی۔ بنو بکر کو اسلحہ سے امداد دی۔ عکرمہ بن ابوجہل۔ سہیل بن عمرو (معاہدہ پر اسی نے دستخط کئے تھے) و صفوان بن امیہ (مشہور سرداران قریش) خود بھی نقاب پوش ہوکر معہ اپنے حوالی و موالی کے بنو خزاعہ پر حملہ آور ہوئے؎۲

ان بیچاروں نے امان بھی مانگی۔ بھاگ کر خانہ کعبہ میں پناہ بھی لی۔ مگر ان کو ہر جگہ بے دریغ تہ تیغ کیا گیا۔ یہ مظلوم جب الھک الھک (اپنے خدا کے واسطے۔ اپنے خدا کے واسطے) کہہ کر رحم کی درخواست کرتے تھے۔ تو یہ ظالم انکے جواب میں کہتے تھے۔ لا الہ الیوم (آج خدا کوئی چیز نہیں) مظلوموں کے بچے کھچے چالیس آدمی جنہوں نے بھاگ کر اپنی جان بچالی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے۔ اور اپنی مظلومی و بربادی کی داستان سنائی۔ عمرو بن سالم الخزاعی نے پردرد نظم میں تمام واقعات گوش گزار کئے۔ اس نظم کے جستہ جستہ اشعار درج

؎۱ تاریخ طبری؛ ؎۲ سیرت ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۲۰۹؛

کئے جاتے ہیں:۔

اِنَّ قریشا اخلفوك الموعدا ۔ ونقضوا میثاقك المؤكدا

وجعلوا لی فی كداء رصدا ۔ وزعموا ان لست ادعوا احدا

وَھُمْ اذل واقل عددا ۔ ھم بیتونا بالوتیر[1] ھجدا

فقتلونا ركعا و سجدا[2]

(ترجمہ) قریش نے آپ سے وعدہ خلافی کی؛

انہوں نے اس مضبوط معاہدے کو جو آپ سے کیا تھا توڑ ڈالا؛

ہمیں خشک گھاس کی طرح پامال کر دیا؛

وہ سمجھتے ہیں۔ کہ ہماری امداد کو کوئی نہیں آنے کا؛

وہ تو ذلیل ہیں۔ اور قلیل ہیں؛

انہوں نے وتیر میں ہم کو سوتے ہوئے جا لیا؛

ہم کو رکوع و سجود کی حالت میں پارہ پارہ کر دیا؛

(۱) معاہدے کی پابندی۔ (۲) فریق مظلوم کی دادرسی (۳) دو سندار قبائل کی آیندہ حفاظت کی غرض سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کی جانب سوار ہو گئے؛ دس ہزار[3] کی جمعیت ہمرکاب تھی۔ دو منزل چلے تھے

---

[1] وتیر پایان مکہ کی جانب ایک چشمہ کا نام ہے جس پر بنو خزاعہ آباد تھے؛ (معجم البلدان)

[2] اس مصرعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان میں سے کچھ لوگ مسلمان بھی ہو گئے تھے۔ اگرچہ مؤرخین کا اتفاق ہے۔ کہ بنی خزاعہ کی موجب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی۔ وہ مسلمان نہ ہوئے تھے (منقول از طبری، وسیرت ابن ہشام صفحہ ۲۱۱؛

[3] صحیح بخاری عن ابن عباس۔ کتاب المغازی پ۱۷۔ اب پڑھیئے غزل الغزلات ۵ باب۔ ۱۰ درس "میرا محبوب سرخ و سفید ہے دس ہزار آدمیوں کے درمیان وہ جھنڈے کی مانند کھڑا ہوتا ہے؛" ملاحظہ کیجئے۔ اسی باب کا ۱۶ درس۔ جو اردو بائیبل آجکل مشن ملک میں پھیلا رہی ہے اسکے الفاظ یہ ہیں "ہاں وہ سراپا عشق انگیز ہے۔ اے یروشلم کے بیٹیو۔ یہ میرا پیارا یہ میرا جانی ہے" مگر عبرانی بائیبل کے الفاظ یہ ہیں "خلو محمدیم۔ زہ دودی وزہ رعی۔ بلوث یروشلایم" اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے "وہ ٹھیک محمد ہے۔ میرا خلیل۔ میرا حبیب یہی ہے؛ اے دختران یروشلم" پادری صاحبان کا اتفاق ہے کہ غزل الغزلات میں ہیکل (قبلہ) نے کسی موعود بزرگ کے عشق میں ترانہ دکایا ہے۔ اسکے بعد پادری صاحبان

کہ راہ میں ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب اور عبداللہ بن ابوامیہ آنحضرتؐ سے ملاقی ہوئے، یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت ایذائیں دی تھیں۔ اور اسلام کے مٹانے میں بڑی بڑی کوششیں کی تھیں۔ آنحضرتؐ نے انہیں دیکھا۔ اور اپنا رخ پھیر لیا۔ ام المومنین ام سلمہؓ نے عرض کی:

یا رسول اللہ۔ ابوسفیان آپکے حقیقی چچا کا بیٹا ہے: اور عبداللہ حقیقی پھوپھی (عاتکہ) کا لڑکا ہے۔ اتنے قریبی تو مرحمت سے محروم نہ رہنے چاہئیں!

اس کے بعد حضرت علیؓ نے اِن دونوں کو یہ ترکیب بتلائی۔ کہ جن الفاظ میں برادرانِ یوسف علیہ السلام نے معافی کی درخواست کی تھی۔ تم بھی آنحضرتؐ کی خدمت میں جاکر اُنھی الفاظ کا استعمال کرو، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عفو و رحم سے اُمید ہے کہ ضرور کامیاب ہو جاؤ گے انہوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہو کر یہ آیت پڑھی:۔

"تاللہ لقد اثرك اللہ علینا وان کنا لخاطئین"

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا:۔

اسے حضرت مسیحؑ کے متعلق فرماتے ہیں۔ لیکن جب اس ترانہ کے مصنف حضرت سلیمانؑ نے خود ہی نام مبارک "محمدؐ" بھی فرمادیا۔ اور ان کا پتہ دے دیا۔ کہ وہ ہیکل میں دس ہزار آدمیوں کے درمیان آویگا۔ تو اب ممدوح کا صحیح پتہ لگ جانے میں کوئی شبہ نہیں رہا۔ عبرانی لفظ "محمدیم" کا ترجمہ عشق انگیز کرنا سراسر غلط ہے!

شاید کوئی کہے۔ کہ اس پیشینگوئی سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دس ہزار فوج کے ساتھ خاص مکہ پر آنا ثابت نہیں ہوتا اسلئے مکہ کا نام دکھلانے کیلئے دوسرا حوالہ ملاحظہ فرماویں۔ کتاب استثناء ۳۳ باب ۱ و ۲ درس ہے: "یہ وہ برکت ہے جو موسےٰ مرد خدا نے اپنے مرنے سے آگے بنی اسرائیل کو بخشی۔ اور اُس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا۔ اور شعیر سے اُنپر طلوع ہُوا فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہُوا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا۔ اور اس کے دہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت اُن کیلئے تھی"۔ سینا سے آنے سے موسیٰؑ اور شعیر سے خداوند کے آنے سے مراد حضرت عیسےٰ ہیں۔ باقی پیشگوئی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بابت ہے۔ جو دس ہزار صحابہ کے ساتھ فاران کے پہاڑ سے فاران والوں پر جلوہ گر ہوئے تھے۔ آتشی شریعت سے مراد نورانی اور آسمانی شریعت ہے۔ کیونکہ موسیٰؑ نے آگ میں سے خدا کا کلام سُنا تھا۔ ان کی لئے سے مراد یہ تھی۔ کہ اہل مکہ فتح مکہ کے وقت مسلمان ہو جائینگے

لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین۔

اس وقت ابوسفیان نے عجب جوش و نشاط سے یہ اشعار پڑھے:۔

لعمرك انی حین احمل رایة	قسم ہے کہ جن دنوں میں نشان جنگ اسلئے اُٹھایا کرتا تھا۔
لتغلب خیل اللات خیل محمد	کہ لات بُت کا نام ہی کا لشکر محمدؐ کے لشکر پر غالب آجائے
لکالمدلج الحیران اظلم لیلة	ان دنوں میں اس خارپشت جیسا تھا جو اندھیری راتمیں ٹکریں کھاتا ہو
فھذا اوانی حین اھدی فاھتدی	اب وہ وقت آگیا کہ میں ہدایت پاؤں۔ اور سیدھے رستے ہو جاؤں
ھدانی ھاد غیر نفسی و دلنی	مجھے ہادی نے (نہ کہ میرے نفس نے) ہدایت دی ہے
الی اللہ من طردتہ کل مطرد	اور خدا کا رستہ مجھے اس شخص نے بتلایا ہے جسے میں نے دھتکار دیا اور چھوڑ دیا تھا +

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں تم تو مجھے چھوڑتے ہی رہے تھے۔[1]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش تھی کہ اہل مکہ کو اس آمد کی خبر نہ ہونے پائے چنانچہ ایسا ہی ہوا[2]

---

[1] زاد المعاد جلد ۱۔ صفحہ ۴۱۳۔

[2] صحیح بخاری عن ابن معقل کتاب المغازی پ۱۷۔ فتوح البلدان بلاذری صفحہ ۴۵۔ اب ملاحظہ کیجئے ملاکی نبی کی کتاب[3] باب ۱۔ درس ۱ "اور وہ خداوند جسکی تلاش میں تم ہو۔ ہاں عہد کا رسول جس سے تم خوش ہو وہ اپنی ہیکل میں ناگہاں آویگا۔ دیکھو وہ یقیناً آوے گا۔ رب الافواج فرماتا ہے۔ ۲۔ پر اس کے آنے کے دن کون ٹھہر سکے گا۔ اور جب وہ نمود ہوگا۔ کون ہے جو کھڑا رہے گا!"

اِس الہامی عبارت سے ثابت ہے کہ رسول معہود و موعود کا انتظار سب کو اسکی علامات معلوم کرنیکا شوق سب کو لگا ہوا تھا۔ اور انبیاء سلف اپنا فرض سمجھتے تھے کہ اسکی علامات بیان کر دیں۔ ملاکی نبی کی کتاب عہد نامہ قدیم کی سب سے آخری کتاب ہے اس لئے اس پیشگوئی کے مصداق یا تو حضرت مسیحؑ ہو سکتے ہیں یا ہمارے دعوے کے موافق حضرت محمد رسول اللہ۔ مگر مسیح علیہ السلام بوجوہات ذیل اس پیشگوئی کے مصداق نہیں:۔

(۱) متی نے اس پیشگوئی کو حضرت مسیحؑ کی بابت نہیں بتلایا حالانکہ اُس نے مسیحؑ کی پیشگوئیوں کو انجیل میں جمع کر دیا ہے۔

(۲) قدیم مصنفین میں سے اور کسی فاضل عیسائی نے بھی اسے مسیحؑ کی بابت نہیں کہا۔

(۳) مسیحؑ کو سب عیسائی ابن اللہ کہتے ہیں۔ نہ کہ رسول۔

(۴) ہیکل میں دشمن اُن کے سامنے مغلوب نہیں ہوئے۔ بلکہ دشمنوں نے مسیحؑ کو مغلوب کر لیا +

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ پیشگوئی بوجوہات ذیل صادق آتی ہے:۔ (دیکھو صفحہ آئندہ)

کہ جب آنحضرت مکہ تک پہنچکر باہر خیمہ زن ہو گئے اور اہل مکہ کو باخبر کرنے کے لئے لشکر میں الاؤ روشن کرنیکا حکم دیا۔ تب اُن کو خبر ہوئی۔

دوسری صبح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا۔ کہ فوج مختلف راستوں سے شہر میں داخل ہو۔ اور ان احکام کی پابندی کرے:۔

فوج کو ہدایت اور احکام رحم

(۱) جو کوئی شخص ہتھیار پھینک دے۔ اُسے قتل نہ کیا جائے۔

(۲) جو کوئی شخص خانہ کعبہ کے اندر پہنچ جائے۔ اُسے قتل نہ کیا جائے۔

(۳) جو کوئی شخص اپنے گھر کے اندر بیٹھ رہے۔ اُسے قتل نہ کیا جائے۔

(۴) جو کوئی شخص ابوسفیان کے گھر جا رہے۔ اُسے قتل نہ کیا جائے۔

(۵) جو کوئی شخص حکیم بن خزام کے گھر جا رہے۔ اُسے قتل نہ کیا جائے۔

(۶) بھاگ جانے والے کا تعاقب نہ کیا جائے۔

(۷) زخمی کو قتل نہ کیا جائے۔

(۸) اسیر کو قتل نہ کیا جائے۔

شہر میں داخل ہونے والے دستوں میں سے صرف اُس دستہ کا جو خالد بن ولید رضؓ کے ماتحت تھا۔ کچھ مقابلہ ہوا جس میں اہل مکہ کو بھاگنا پڑا۔ باقی سب دستے بلا مزاحمت شہر میں داخل ہو گئے۔ مقابلہ میں دو مسلمان، ۲۸ مقابل کام آئے۔

(بقایا از صفحہ گذشتہ) (۱) اپنی ہیکل کا لفظ موجود ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ وہ اُس مکان کی طرف آئیگا جسے ہیکل ہونیکا درجہ خود اُسی نے بخشا ہو۔ چنانچہ کعبہ کو آنحضرت نے ہی "قبلہ" قرار دیا تھا۔ اور فتح مکہ سے قریباً سات برس پہلے قرار دے چکے تھے۔

(۲) "ناگہاں آویگا" خود آنحضرت کی یہ دعا تھی اللھم اضرب علی اذانھم حتی نبغتھم بغتۃ (بلاذری) اور ایسا ہی ہوا۔

(۳) لفظ رب الافواج بطور براعت الاستہلال ہے۔ کہ وہ اس وقت فوجوں کے ساتھ ہوگا۔

(۴) اہل مکہ میں سے کوئی بھی مقابلہ میں نہ ٹھہر سکا تھا۔

(۵) لفظ "عہد کا رسول" انہی معنوں میں ہے جس میں لفظ "وہ نبی" یوحنا بپٹسٹ (یحییٰ نبی) نے استعمال کیا ہے۔ اور مسیح نے انکار کیا۔ کہ مَیں وہ نبی نہیں ہوں۔ دیکھو یوحنا ۱ باب ۲۲ درس۔

خدا کا برگزیدہ رسول[۱] جس وقت (۲۰- رمضان) شہر میں داخل ہوا۔ اسوقت سر جھکائے قرآن مجید (سورۃ الفتح) کی تلاوت فرما رہا تھا۔ اور اونٹ کی سواری پر بیت اللہ[۲] کو جا رہا تھا اونٹ پر اپنے ساتھ اپنے آزاد کردہ غلام زید کے فرزند اسامہ رضی اللہ عنہ کو سوار کیا ہوا تھا وہاں پہنچکر پہلے خدا کے گھر کو بتوں سے پاک کیا۔ اس وقت بیت اللہ کے گرد اگرد ۳۶۰ بُت رکھے ہوئے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کمان کے گوشے (یا چھڑی کی نوک) سے ہر ایک بُت کو گراتے جاتے تھے۔ اور زبان مبارک سے یہ پڑھ رہے تھے:۔

(۱) جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقاً ۵ (بنی اسرائیل ع ۹)

(۲) جاء الحق ومایبدی الباطل ومایعید[۳] (سبا - ع ۶)

اس کام سے فارغ ہو کر عثمان بن ابی طلحہ کو طلب فرمایا۔ ان کے خاندان میں مدت سے کعبہ کی کلید برداری چلی آتی تھی۔

ابتدائے ایام نبوت میں ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی عثمان سے فرمایا تھا۔ کہ بیت اللہ کھول دو۔ اس نے انکار کیا تھا۔ آنحضرت نے فرمایا تھا۔ اچھا۔ تم دیکھ لینا۔ کہ ایک دن یہ کلید میرے ہاتھ میں ہوگی۔ اور میں جسے چاہونگا۔ اُسے عطا کرونگا۔ عثمان نے جواب دیا تھا

---

[۱] اہل حکومت ایسی فتوحات کے موقع پر بڑی طمطراق سے مفتوح شہر میں داخل ہوا کرتے ہیں۔

[۲] بخاری عن عبداللہ بن معقل۔ اب یسعیاہ نبی کی کتاب باب ۲۱ درس ۶ تا ۹ دیکھو جس میں ایک گدھے کے سوار اور ایک اونٹ کے سوار کا ذکر بطور پیشگوئی کیا گیا ہے۔ گدھے کے سوار حضرت مسیح ہیں اور اونٹ کے سوار محمد رسول اللہ (دونوں پر خدا کا درود ہو) ہر دو کی حالات کا مقابلہ کرو۔ حضرت مسیح بیت ایل (بیت المقدس) میں گدھے پر سوار ہو کر گئے۔ دوکانداروں۔ کبوتر فروشوں وغیرہ کو وہاں سے نکالا۔ اور خدا کے گھر کو مقدس ٹھہرایا۔ محمد مصطفےٰ بیت اللہ میں اونٹ پر چڑھ کر گئے۔ اور بتوں کو وہاں سے نکالا۔ ان ہر دو مقدسین نے یسعیاہ نبی کی پیشگوئی کو سچا ٹھہرایا۔

حضرت مسیح اور جناب محمد رسول اللہ کی کاموں کی مماثلت

[۳] بخاری عن عبداللہ بن مسعود۔ پہلی اور دوسری آیت میں بت پرستی کو باطل بتلا کر یہ بھی اظہار فرمایا ہے کہ اب اس گھر میں بُت نہ رکھے جاویں گے۔ چودہویں صدی گذر رہی ہے اور اس پیشگوئی کی صداقت آشکار ہو رہی ہے۔ جو نبی باعلام ربانی ایسی زبردست اور واضح پیشگوئیوں کا اظہار فرماتا تھا۔ اس کے برگزیدہ اور صادق ہونے میں کیونکر کوئی شخص شبہ کرسکتا ہے۔

کہ کیا اُس روز قریش کے سب ہی مرد ذلیل وتباہ ہو جائیں گے - نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا - کہ وہ اور بھی زیادہ عزت واقبال سے ہونگے -

اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کلید لیکر بیت اللہ کا دروازہ کھولا - اندر جا کر ہر ایک گوشے میں اللہ اکبر کے ترانے لگائے - اور پھر نماز شکرانہ پڑھتے ہوئے نہایت عجز و نیاز سے رب العزت کے سامنے پیشانی کو خاک پر رکھکر سجدہ کیا -

اِسی عرصہ میں مکہ کے وہ سب سردار اور سب بڑے بڑے لوگ جمع ہوگئے تھے جنہوں نے :-

(۱) بیسیوں مسلمانوں کو قتل کیا تھا - یا کرایا تھا -

(۲) سینکڑوں مسلمانوں کو اذیت دے دے کر گھربار سے نکالا تھا -

(۳) دین اسلام کو تباہ کرنے اور مسلمانونکو برباد کرنیکے لئے حبش شام - نجد اور یمن تک کے سفر کئے تھے -

(۴) جنہوں نے بارہا مدینے پر حملے کر کے مسلمانوں کو (تین سو میل پرے چلے جانیکے بعد بھی) چین سے نہیں رہنے دیا تھا -

یعنی وہ سب لوگ جو مسلمانوں کے فنا کرنیمیں زر سے - مال سے - زور سے - تدبیر سے ہتھیار سے - تزویر سے اپنا سارا زور لگا چکے تھے - اور انہی ناپاک کوششوں میں اکیس سال تک برابر منہمک رہے تھے -

خدا کا رسولؐ جسے خدا نے تمام مخلوق کیواسطے رحمت بنایا جب عبادت سے فارغ ہو کر باہر رونق افروز ہوا تو حضرت عباسؓ (عم رسول) نے عرض کی کہ کلید بیت اللہ بنی ہاشم کو عطا فرمائی جائے -

حق بحقدار

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں - الیوم یوم البر والوفا (آج کا دن توسلوک کرنے اور پورے عطیات دینے کا ہی) پھر عثمان کو بلایا - اُسی کو کلید مرحمت فرمائی - اور ارشاد فرمایا کہ جو کوئی تم سے یہ کلید چھینے گا وہ ظالم ہو گا -

فتح کے بعد نبی صلعم کی تقریر مفتوحین اور دشمنوں کے سامنے

اب رحمۃ للعالمین اس گردن زدنی و کشتنی جماعت

کی جانب متوجہ ہوئے اور زبان مبارک سے فرمایا:۔

یامعشر قریش۔ ان اللہ قد ذھب عنکم نخوۃ الجاھلیۃ وتعظمھا بالآباء الناس من آدم وآدم خلق من تراب ثم تلا رسول اللہ صلعم یاایھا الناس انا خلقناکم من ذکر وانثیٰ وجعلناکم شعوبًا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔

اذھبوا فانتم الطلقاء لاتثریب علیکم الیوم۔[۱]

اے جماعت قریش! خدا نے تمہاری جاہلانہ نخوۃ اور آباواجداد پر اترانے کا غرور توڑ دیا۔ سچ تو یہ ہے کہ سب لوگ آدمؑ کے فرزند ہیں اور آدم مٹی سے بنایا گیا تھا۔ خدا فرماتا ہے۔ لوگو! ہم نے تمکو ایک مرد وعورت سے پیدا کیا ہے۔ اور گوت اور قبیلے سب پہچان کیلئے بنادیئے ہیں۔ اور خدا کے ہاں تو اس کی زیادہ عزت ہے جس میں تقویٰ زیادہ ہے۔

پھر فرمایا۔ جاؤ۔ تم آزاد ہو۔ اور تم پر آج کوئی مواخذہ نہیں۔

اسلام لانیوالوں سے بیعت اور اُس کی شرائط

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر بیٹھ کر مسلمان ہونیوالوں کی بیعت قبول فرمائی۔ اس موقعہ پر عمر فاروقؓ ایک ایک شخص کو پیش کرتے تھے۔[۲]

بیعت کرنے والے کو مندرجہ ذیل باتوں کا اقرار کرنا پڑتا تھا۔

(۱) میں خدا کے ساتھ کسی کو بھی اس کی ذات میں۔ صفات میں۔ اور استحقاق عبادت واستحقاق استعانت میں شریک نہ کرونگا۔

(۲) میں چوری نہ کرونگا، زنا نہ کرونگا، خون ناحق نہ کرونگا، لڑکیوں کو جان سے نہ مارونگا، کسی پر بہتان نہ لگاؤنگا۔

(۳) میں اُمور حق میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بقدر استطاعت کرونگا۔[۳]

---

[۱] طبری۔ [۲] طبری۔

[۳] طبری۔ اس بیعت کے الفاظ کو جو اقبال مندی اور عروج میں لوگوں سے کہلوائے گئے بیعت عقبہ اولیٰ کے الفاظ سے (جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اندھیری رات کے پردہ میں شہر سے باہر جاکر اہل مدینہ سے کہلوائے تھے) ملاکر دیکھو کہ ذرا بھی فرق نہیں معلوم ہوگا۔ یہی کسوٹی آں حضرت کی اعلیٰ شان صداقت کو ظاہر کرتی ہے۔

عورتوں سے مزید اقرار بیعت

عورتوں سے مزید اقرار یہ بھی لئے جاتے تھے۔

کسی کے سوگ میں مُنہ نہ نوچیں گی۔ تپانچوں سے چہرہ نہ پیٹیں گی، نہ سر کے بال کھسوٹینگی، نہ گریبان چاک کرینگی، نہ سیاہ کپڑے پہنیں گی، اور نہ قبر پر سوگواری میں بیٹھینگی۔

عورتوں سے بیعت لینے کا طریق

عورتوں سے بیعت لینے کا طریق یہ تھا: کہ پانی کے باسن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنا ہاتھ ڈال کر نکال لیتے، پھر بیعت کرنے والی اسی باسن میں اپنا ہاتھ ڈالتی۔ دوسرے مواقع پر صرف اقرار زبانی لیکر ہی تکمیل بیعت فرمایا کرتے۔

فتح سے دوسرے دن کا ذکر ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کا طواف کر رہے تھے۔ فضالہ بن عمیر نے موقعہ دیکھکر ارادہ کیا۔ کہ آنحضرتؐ کو قتل کر ڈالے۔ جب وہ اس ارادہ سے قریب پہنچا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیا فضالہ آتا ہے؟"

فضالہ بولا "ہاں"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم اپنے دل میں ابھی کیا ارادہ کر رہے تھے؟"

فضالہ نے کہا "کچھ نہیں۔ میں تو اللہ اللہ کر رہا تھا"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ سُن کے ہنس پڑے۔ اور فرمایا "اچھا تم اپنے خدا سے اپنے لئے معافی کی درخواست کرو" یہ فرما کر اپنا ہاتھ بھی اس کے سینہ پر رکھ دیا۔

فضالہ کا بیان ہے۔ کہ ہاتھ رکھدینے سے مجھے بہت اطمینان قلب حاصل ہوا۔ اور آنحضرتؐ کی محبت اسقدر میرے دل میں پیدا ہو گئی۔ کہ حضورؐ سے بڑھکر کوئی بھی محبوب نہ رہا۔

میں یہاں سے گھر کو واپس چلا۔ راستہ میں میری معشوقہ ملی، جسکے پاس میں بیٹھا کرتا تھا۔ اُس نے کہا "فضالہ! ایک بات سُنتے جاؤ"

میں نے جوابدیا۔ "نہیں، نہیں، خدا اور اسلام ایسی باتوں سے مجھے منع کرتے ہیں"[۱]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک سیرت کا بیان نامکمل رہ جائیگا۔ اگر عفو تقصیرات کا جو مکہ میں فرمائی گئیں، ذکر نہ کیا جائے۔ واضح ہو کہ۔ مکہ میں داخل ہونے سے پہلے تمام فوج کو ہدایت

[۱] زاد المعاد صفحہ ۴۲۱ جلد ۱

کر دیگئی تھی کہ کسی شخص پر حملہ نہ کریں۔ لیکن چار مرد۔ دو عورتیں[۱] جو اپنے سابقہ جرائم کی وجہ سے واجب القصاص تھیں، اعلان کر دیا گیا کہ ان کو قتل کر دیا جائے۔

ان چار مردوں میں سے صرف ابن خطل قتل کیا گیا۔ یہ پہلے مسلمان ہو چکا تھا۔ ایک روز اس نے اپنے غلام کو اس لئے قتل کر دیا۔ کہ وقت پر کھانا تیار نہیں کیا تھا۔ قتل کے بعد مکہ بھاگ آیا تھا۔ باقی تین، عکرمہ بن ابو جہل۔ ہبار بن الاسود۔ اور عبداللہ بن ابی سرح کو معافی دیگئی۔

۱۔ عکرمہ، علاوہ ازیں کہ ابو جہل کا بیٹا تھا۔ اور بارہا مسلمانوں سے جنگ کر چکا تھا۔ اب حال میں بھی بنو خزاعہ کو جو کہ مسلمانوں کے حلیف تھے۔ تباہ کرنے کا باعث یہی تھا۔

۲۔ ہبار نے سیدہ زینب بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے، جبکہ وہ مکہ سے مدینہ کو ہودج میں بیٹھی جا رہی تھیں۔ نیزہ مارا، اور کجاوہ گرا دیا تھا۔ اس صدمہ سے انکا حمل ساقط ہو گیا۔ اور بالآخر اسی صدمہ سے انہوں نے وفات پائی تھی۔

۳۔ عبداللہ بن ابی سرح کہنے لگا تھا۔ کہ وحی تو میرے پاس آتی ہے۔ اور محمدؐ تو مجھ سے سن کر لکھوا دیتے ہیں۔

اللہ اکبر۔ ایسے مجرمین پر رحم فرمانا۔ نبی الرحمۃ ہی کا کام ہے!

دو عورتوں میں سے ایک عورت کو جو قتل عمد کا ارتکاب کر چکی تھی، سزا قصاص دیگئی تھی۔ معافی پانے والوں میں ہندہ زوجہ ابو سفیان بھی ہے۔ اس عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کا کلیجہ سینہ سے نکال کر دانتوں سے چبایا۔ اُن کی ناک، کان کو کاٹ کر تاگے میں پرو کر گلے کا ہار بنایا تھا۔

وحشی کو بھی معافی دیگئی جس نے امیر حمزہ (اسد اللہ و رسولہ) کو دھوکے سے مارا تھا۔ اور پھر نعش کو بے حرمت کیا تھا۔

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عسکر نبویؐ نے مکہ فتح[۲] نہیں کیا تھا۔ بلکہ خلق محمدی

۱۔ سنن ابو داؤد عن سعد۔ ۲۔ علماء میں بھی اختلاف ہے کہ مکہ فتح ہوا۔ یا صلح سے اس پر قبضہ ہوا۔

اور عفو و رحم مصطفوی نے اہل مکہ کے دلوں کو فتح کر لیا تھا۔

فتح کے بعد غنیمت کے طور پر کفار کے مال و جنس پر قبضہ کرنیکا تو کیا ذکر ہے:-

جائدادیں اور کفار کا قبضہ

> مسلمانوں کو انکی جائدادیں فتح کے بعد واپس نہیں دلائی گئیں

مہاجرین مسلمان جو مکہ ہی سے اُجڑ کر گئے تھے۔ انکے گھروں پر کفار نے قبضہ کر لیا تھا۔ اب ان مسلمانوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی جائدادیں واپس دلائے جانیکی درخواست کی۔ لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی اس درخواست کو بھی نامنظور فرما دیا۔[۱] گویا حضور کا مدعا یہ تھا کہ "جن چیزوں کو تم خدا کیلئے چھوڑ چکے اب انکی واپسی کا کیوں سوال کرتے ہو؟"

فتح مکہ کا بیان (جسکے ضمن میں انبیاء گذشتہ کے کئی صحیفوں کی پیشگوئیاں مندرج ہیں) ختم کرنے سے پیشتر میں ناظرین کو ایک اور زبردست پیشگوئی پر توجہ دلاتا ہوں:-

قرآن مجید میں سورۂ یوسف ہے۔ جسکا نزول مکہ میں ہوا تھا۔ اس سورۃ کے آخر میں اللہ تعالے نے فرمایا ہے ذٰلک من انباء الغیب نوحیہ الیک "یہ غیب کی خبریں ہیں جس کی وحی تجھپر بھیجی جاتی ہے"۔

مماثلت حالات حضرت یوسف اور آنحضرت صلعم

اب ناظرین حضرت یوسف علیہ وعلی آبائہ السلام (ھو الکریم ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم کے خطاب سے مخاطب ہیں) کے حالات سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم کے حالات کی مماثلت معلوم کریں۔

(۱) حضرت یوسف پر بوجہ اُن کے روحانی کمالات کے اُن کے بھائیوں نے حسد کیا اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کے بھائیوں نے حسد کیا۔

(۲) حضرت یوسف علیہ السلام چاہ کے اندر رہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غار کے اندر۔

(۳) حضرت یوسف علیہ السلام نے چند سال زنداں میں بسر کئے تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند سال شعب ابی طالب میں محصور ہو کر کاٹے تھے۔

(۴) حضرت یوسف علیہ السلام کو وطن سے باہر مصر میں جا کے جاہ و جلال ملا۔ اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وطن سے باہر مدینہ میں جا کے کامیابی ہوئی۔

(۵) حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے قحط کے دنوں میں انکے بھائی التجا لیکے گئے۔ آنحضرت

[۱] زاد المعاد جلد اول۔ صفحہ ۳۲۰

کے سامنے بھی حضورؐ کے بھائیوں نے ایسی درخواست پیش کی صحیح بخاری باب لا ستسقاء میں ہے کہ جب مکہ میں قحط شدید پڑا۔ تو ابو سفیان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا: یا محمد جئت تامرنا بصلۃ الرحم فادعو اللہ لنا۔ محمدؐ آپ تو اپنی تعلیم میں رحم اور قرابتداروں سے سلوک کا حکم دیا کرتے ہیں۔ دیکھ ہم قحط سے مر رہے ہیں۔ دعا کیجیے۔ کہ یہ مصیبت ٹلے۔ اور آنحضرتؐ کی دعا سے قحط رفع ہوا تھا۔

(۹) حضرت یوسفؑ نے مصر سے کنعان کو اپنے بھائیوں کے لئے غلہ بھجوایا اور آنحضرتؐ نے ثمامہ بن آثال کو حکم دے کر نجد سے مکہ میں غلہ بھجوایا تھا۔

(۱۰) حضرت یوسفؑ کی عظمت کو بالآخر اُن کے بھائیوں نے تسلیم کیا تھا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا بھی اُنکے بھائیوں کو بالآخر اقرار کرنا پڑا تھا۔

(۱۱) حضرت یوسفؑ نے اپنے ایذاد ہندہ بھائیوں کے لئے یغفر اللہ لکم کی دعا فرمائی تھی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے چچیرے بھائی ابو سفیان بن الحارث بن عبد المطلب اور عبد اللہ بن امیہ کو جنہوں نے برسوں حضورؐ کو ستایا تھا اسی دعا سے شادکام فرمایا تھا

(۱۲) حضرت یوسف علیہ السلام کے علو مرتبت کا اظہار اُنکے والد یعقوب علیہ السلام نے کیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر فتح مکہ کے دن حضورؐ کے چچا عباسؓ جن کو حدیث میں "صنو اب" (مثل پدر فرمایا گیا ہے) ایمان لائے تھے۔

(۱۳) حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو لا تثریب علیکم الیوم کہکر معاف فرمایا تھا اور آنحضرتؐ نے اپنے بھائیوں کو جنہوں نے ہزار ہا اذیتیں دی تھیں اسی کلام طیب سے خورسند فرمایا تھا۔

چونکہ ان سب حالات کی اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں دیدی گئی تھی اور سورہ یوسف کا اعلان مکہ ہی میں سنکروں کے اندر ہو چکا تھا جن کا ظہور اتم فتح مکہ تک ہو گیا۔ اسلئے سورۂ مذکور کو بھی فتح مکہ سے مناسبت خاص ہے اور تمام سورہ آنحضرتؐ کیلئے پیشگوئی کا حکم رکھتی ہے۔

فتح مکہ کے نتائج۔ اسلام میں بکثرت داخل ہونے کی وجوہات

فتح مکہ کے بعد (جو صلح اور معافی سے ہزار درجہ بڑھکر ہے) اسلام لانے والوں کی تعداد کثیر ہوگئی تھی۔ اسکے چند اسباب ہیں:۔

(۱) بہت سے قبائل اسلام سے اسلئے رُکے ہوئے تھے کہ وہ قریش کے ہم عہد تھے اور اسلام لانا بمنزلہ عہد شکنی کے تھا؛

(۲) بہت سے قبائل اسلام سے اسلئے رُکے ہوئے تھے کہ وہ قریش کے مقابلہ میں بہت کمزور تھے۔ اور اُنکے تعلقات یا رشتہ داری قریش کیساتھ وابستہ تھے۔ اور اُنکا خیال تھا۔ کہ اسلام لانے سے وہ تعلقات بھی منقطع ہو جائینگے۔ اور یہ لوگ قریش کے غیظ و غضب کے مورد بھی بن جائیں گے؛

(۳) بہت سے قبائل کی رائے تھی۔ کہ مسلمانوں کا مکہ پر قابض ہو جانا ہی صحیح نشان اُنکی صداقت کا اور مقبول خدا ہونیکا ہو سکتا ہے؛ کیونکہ سینکڑوں سال سے قومی روایات اُن میں چلی آتی تھیں کہ مکہ پر کوئی ایسا شخص فتح نہیں پا سکتا جسکے ساتھ رب العالمین کی نصرت و تائید نہ ہو؛

یقولون اترکوہ وقومہ فانہ ان ظھر علیھم فھو نبی صادق	"وہ قبائل کہا کرتے تھے کہ اسے اپنی قوم سے سُلجھ لینے دو۔ اگر وہ اپنی قوم پر غالب آگیا تو ضرور سچا نبی ہے"؛

صحیح بخاری عن عمرو بن سلمہ پ۱۷ ر

(۴) ہنوز مختلف قبائل میں بیسیوں بوڑھے ایسے موجود تھے جنہوں نے فاتح یمن ابرہہ حبشی کے چالیس[۱] ہزار لشکر جرار کو مکہ پر حملہ آور ہوتے دیکھا تھا۔ اس لشکر میں ہاتھی بھی تھے۔ اور

---

[۱] فرنچ پروفیسر سیڈیو نے اپنی کتاب خلاصہ تاریخ العرب صفحہ ۳۳ میں لشکر حبش کی تعداد چالیس ہزار تحریر کی ہے اور لکھا ہے کہ جنرل ابرہۃ الاشرم نے (جو یمن میں نجاشی کا نائب السلطنت بھی بن گیا تھا) صنعا میں ایک گرجا تعمیر کیا تھا جسکی عمارت نہایت عجیب تھی وہ چاہتا تھا کہ عرب کا سارا ملک اس گرجا کے سالانہ حج کو آیا کرے جیسا کہ کعبہ کے حج کو جاتے ہیں جب اسے وہ مگر اس میں کامیابی نہ ہوئی تب کعبہ کے گرانے کو آیا تھا۔ عبداللہ بن زبعری شاعر قدیم اپنے قصیدہ میں اس واقعہ کی بابت کہتا ہے واسئل امیر الجیش عنا ما رای ؛؛ ولسوف ینبی الجاھلین علیمھا ؛ ستون الفا لم یؤبوا ارضھم بل لم یعش بعد الایاب سقیمھا " ذرا پوچھو کہ آرمی کے جنرل نے کیا کچھ دیکھا جسے خبر ہے وہ بیخبروں کو بتلا دیگا کہ ساٹھ ہزار میں سے کوئی بھی اپنے ملک کو زندہ نہ گیا تھا۔ اور اگر کوئی مرنا پڑتا واپس گیا بھی۔ تو وہ بھی نہ بچا تھا" چونکہ پروفیسر سیڈیو نے لکھا ہے کہ جنرل ارباط (Aryat) ستر ہزار فوج لے کر ۵۲۵ء میں آیا تھا اسلئے عجب نہیں کہ عربی شاعر کا بیان تعداد فوج کے متعلق صحیح ہو۔ اور اشرم جو ارباط کا نائب و قاتل ہے یمن میں دس ہزار فوج چھوڑ کر ساٹھ ہزار فوج مکہ پر لایا ہو؛؛

سردار عبدمناف اور ابرہہ کا مکالمہ

ابرہہ کی خاص سواری کا ہاتھی محمود[1] نسل کا تھا؛

اِن بوڑھوں نے اپنی آنکھ سے آج سے ساٹھ برس[2] پیشتر ان حبشیوں کو مکہ پر حملہ کرتے بھی دیکھا؛ اور یہ بھی دیکھا تھا کہ اہل مکہ اُنکے ڈر سے گھر بار کو چھوڑ کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر جا رہے تھے؛ اور شہر میں ایک بھی شخص حملہ آور فوج کا مقابلہ کرنے والا نہ رہ گیا تھا۔ بااینہمہ اُنہوں نے دیکھا تھا کہ فوج خستہ و برباد ہوئی۔ اور سردار فوج باحال تباہ و خراب ایسی حالت میں بھاگا کہ نہ فوج ساتھ تھی؛ نہ ہاتھی؛ بلکہ سب کے لاشے مکہ سے چار کوس پرے سڑ رہے تھے؛

اِن بوڑھوں کو اب تک عبدمناف اور ابرہہ کی گفت و کلام بھی یاد تھی۔ کہ جب ابرہہ کا لشکر مکہ کی سرحد پر آ اُترا۔ تو اُنہوں نے اہل مکہ کے مویشی جو جنگل میں چر رہے تھے۔ پکڑ لئے۔ اُن ہی عبدمناف کے بھی سَو اونٹ تھے؛ عبدمناف ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا تھے؛ اور اُس وقت مکہ کے سردار وہی تھے۔ خوب لمبے؛ چوڑے؛ سُرخ و سفید؛ شکل سے امارت و رعب برستا تھا؛ یہ خود حبشیوں کے لشکر میں گئے۔ اور سردار فیل خانہ کی وساطت سے ابرہہ کو ملے۔ اُس نے تعظیم دی؛ برابر بٹھلایا؛ اور پوچھا؛ کہ کس طرح تشریف لائے؛

عبدمناف نے کہا؛ ہمارے مویشی آپکی فوج نے پکڑ لئے ہیں۔ براہِ مہربانی اُنکے چھوڑ دینے کا حکم دیدیجئے؛

ابرہہ بولا۔ جب آپ آئے تھے؛ تو میرے دِل میں آپکی بڑی وقعت پیدا ہوئی تھی لیکن آپکی باتیں سُن کر اب نہ وہ وقعت قائم رہی نہ عزت؛

عبدمناف نے پوچھا۔ یہ کیوں؛

ابرہہ بولا۔ دیکھو۔ میں اسلئے آیا ہوں۔ کہ تمہارے اس عبادت خانہ کو گرا دوں؛ جسے تم سب سے زیادہ مقدس مکان سمجھتے ہو۔ اور جسکے سامنے میرے تعمیر کردہ کلیسیا کی وقعت اب تک عرب کی نگاہ میں کچھ بھی نہیں ہوئی۔ تم اپنے اُس مقدس مکان کے بچاؤ کا ذرا بھی ذکر نہیں کرتے۔ اور اپنے

---

[1] ہاتھیوں کی ایک عظیم الخلقت نوع تھی۔ جو اب دنیا سے ناپید ہو گئی ہے۔ انگریزی زبان میں اس نسل کا نام (Mamatt.) ہے عرب نے اسی کو معرب کر کے محمود بنا لیا ہے؛ از تاریخ الدول العرب؛

[2] ہمارے زمانہ ۱۹۱۲ء میں بھی فتح دہلی اور محاصرہ لکھنؤ کے سپاہی زندہ ہیں؛ بلکہ جنگ کریمیا کے دیکھنے والے بھی؛ +

مویشیوں کو اُس سے زیادہ قیمتی سمجھتے ہو؟

عبد مناف نے کہا: نہیں، میں مویشیوں کو اُس سے بڑھکر نہیں سمجھتا، بات یہ ہے کہ میں مویشیوں کا مالک ہوں۔ اور مجھے اُنکی فکر ہے! اور اس گھر کا مالک ایک اور ہے! اُسے اپنے گھر کا خود ہی خیال ہوگا۔ مجھے اس فکر کی ضرورت نہیں!

الغرض جب مسلمانوں کا مکہ پر ایسی کامیابی و آسانی کے ساتھ قبضہ ہُوا۔ تو اسلام لانے والوں کے سامنے سے معاہدات کی روک اُٹھ گئی۔ قریش کا دباؤ اور رعب بھی جاتا رہا اور مسلمانوں کا مقبولِ خدا ہونا بھی اُنہوں نے اپنے مقرر کردہ معیار کے موافق دیکھ لیا۔ اور ان وجوہات سے اسلام لانے والوں کی کثرت ہوگئی!

سب سے آخری اور چوتھی وجہ یہ ہے کہ اب اسلام کی حقیقت کے سمجھانے۔ اور اسلام کی تبلیغ کرنے میں واعظین اسلام کے سامنے کوئی روک ٹوک اور دقت باقی نہ رہی تھی! واعظ آزادی سے منادی کرتے تھے۔ سامعین آزادی و اطمینان سے وعظ سنتے تھے۔ اور اسلام کی کشش کامل لوگوں کو اپنی جانب خود بخود کھینچ کھینچ لیتی تھی!

ہوازن ثقیف کے حملے کی مدافعت یا جنگ حُنین ۔ شوال ۸ھ

مکہ فتح ہو جانے سے ہوازن اور ثقیف کے قبیلوں نے جنکی حد مکہ سے ملتی تھی، سوچا کہ اگر ہم مسلمانوں کو شکست دیدیں۔ تو اہل مکہ کے جس قدر باغات و جاگیرات طائف میں ہیں، وہ بلا دغدغہ ہمارے ہو جائینگے[1]! اور مسلمانوں سے بُت شکنی کے جُرم کا انتقام بھی لیا جا سکے گا!

اُنہوں نے بنی مضر و بنی ہلال کے قبیلوں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ اور چار ہزار بہادر لیکر مکہ کو روانہ ہوئے۔ اور وادیٔ حُنین میں آ اُترے! انہوں نے اپنے سردار مالک بن عوف کے مشورہ سے اپنے زن و بچہ، مال و مواشی کو بھی ساتھ لے لیا تھا۔ مالک نے اس تدبیر کا یہ فائدہ بتلایا تھا کہ زن و بچہ، مال و مواشی کو چھوڑ کر کوئی شخص بھی میدان جنگ سے فرار نہیں اختیار کریگا

[1] فتوح البلدان بلاذری صفحہ ۶۳! ❊

یہ خبر سُنکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی (جو کعبہ کے متصل اور حرم کی سرزمین پر جنگ کرنا مناسب نہ سمجھتے تھے) مکہ سے آگے بڑھے؛

اسلامی لشکر میں مکہ کے دو ہزار اشخاص اور بھی شامل ہو گئے تھے۔ اس تعداد میں نومسلم بھی شامل تھے، اور بُت پرست معاہد بھی فوج کی مجموعی تعداد بارہ ہزار ہو گئی تھی۔ فوج کو اپنی کثرت پر غرور بھی ہو گیا تھا؛ اور اسی لئے وہ مراحل حزم و احتیاط سے دُور بھی تھی؛

دشمن نے ایک تنگ و دشوار گزار درہ میں گھات لگائی اور اپنے تیراندازوں کو وہاں بٹھلایا جب لشکر اسلام کا اگلا حصہ جس میں زیادہ تر طُلقائے مکہ، یا ایسے لاابالی نوجوان تھے۔ کہ کسی کے پاس ہتھیار بھی نہ تھے، یا لڑائی کی ضرورت کے موافق[1] نہ تھے، دُشمن کی زد میں بیخبر جا پہنچا، تو انہوں نے اتنے تیر برسائے کہ ان کو سراسیمہ ہو کے بھاگنے ہی کی سوجھی، قریبًا ایک سو صحابی میدان میں کھڑے رہ گئے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب چاروں طرف سے حملہ آوروں کو بڑھنے اور اپنے لشکر کو بھاگتے دیکھا۔ تو بے نظیر شجاعت و استقامت کا نمونہ دکھلایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے خچر سے اُترے۔ اور یہ فرمانا شروع کیا:-

انا النبیّ لا کذب   انا ابن عبد المطلب[2]؛

میں نبی ہوں۔ اس میں ذرا بھی شبہ نہیں، میں عبد المطلب کا فرزند ہوں؛ مطلب یہ تھا کہ میرے صدق کا معیار کسی فوج کی شکست یا فتح نہیں ہے۔ بلکہ میری صداقت خود میری ذات سے ہوتی ہے؛

ابن عباس عم نبی صلعم نے صحابہ کو مہاجرین و انصار کے پتہ سے بُلانا شروع کیا، وہ سب آواز سُنتے ہی کبوتروں کی ٹکڑی کی طرح پہلی ہی آواز پر پلٹے[3]۔ اب فوج کی ترتیب ازسرِنو کی گئی، انصار و مہاجر کو آگے بڑھایا گیا، غنیم اس حملہ سے بھاگ نکلا۔ اور دو حصوں میں منتشر ہو گیا؛

---

[1] مسلم عن براء بن عازب باب جنگ حُنین؛
[2] صحیح بخاری عن براء۔ پ ۱۷؛
[3] صحیح بخاری عن ابن عباس؛

(۱) ان کا سردار مالک بن عوف جنگی مردوں کو لیکر قلعہ طائف میں جا ٹھہرا۔

(۲) دوسرا گروہ جس میں اُنکے اہل وعیال تھے اور زر و مال تھا، اوطاس کی گھاٹی میں جا چھپا۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے قلعہ طائف کے محاصرہ کا حکم دیا، اور اوطاس کیطرف ابو عامر اشعری کو مامور فرمایا ابو عامر نے وہاں پہنچکر دشمن کے اہل وعیال اور زر و مال پر قبضہ کر لیا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اوطاس کا نتیجہ معلوم ہوا، تو قلعہ کے محاصرہ اُٹھا دینے کا حکم دیا۔ کیونکہ ان لوگوں پر اہل وعیال کے جاتے رہنے کی بھاری مصیبت پڑ چکی تھی۔

اوطاس میں ۲۴ ہزار اونٹ۔ ۴۰ ہزار بکریاں، چار ہزار اوقیہ چاندی۔ اور چھ ہزار زن و بچہ مسلمانوں کے ہاتھ لگے تھے۔[ا]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابھی میدان جنگ کے قریب ہی ٹھہرے ہوئے تھے۔ کہ قبیلہ ہوازن کے چھ سردار آئے۔ اور انہوں نے رحم کی درخواست پیش کردی۔

انہیں وہ لوگ تھے جنہوں نے طائف میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھر برسائے تھے، اور آخری مرتبہ وہاں سے زید رضی اللہ عنہ رسول اللہ علیہ وسلم کو بیہوشی کی حالت میں اُٹھا کر لائے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں میں خود تمہارا انتظار کر رہا تھا، اور اسی انتظار میں قریباً دو ہفتہ ہوگئے۔ کہ مال غنیمت کو بھی تقسیم نہ کیا گیا تھا۔[ب] میں اپنے حصہ کے، اور اپنے خاندان کے حصہ کے قیدیوں کو بآسانی چھوڑ سکتا ہوں۔ اور اگر میرے ساتھ صرف انصار و مہاجر ہی ہوتے۔ تو سب کا

[ا] یرمیاہ نبی کی کتاب ۴۹ باب ۲۸ درس دیکھو۔ جس میں مکہ کی فتح اور جنگ حنین کا ذکر۔ اور اس بھاری غنیمت کے ملنے کا بیان ہے۔ کتاب کے الفاظ یہ ہیں "اُٹھو۔ قیدار پر چڑھو۔ اور پورب کے لوگوں کو ہلاک کرو۔ اُنکے خیموں اور اُنکے گلوں کو وے لے لیں گے۔ اور انکے سارے برتنوں اور اُنکے اونٹوں کو وے اپنے لئے لیتے جائینگے" واضح ہو کہ قیدار پر چڑھائی سے مراد مکہ پر چڑھائی ہے۔ جہاں قریش فرزندان قیدار آباد تھے۔ اور پورب والوں سے مراد حنین و طائف کے لوگ ہیں۔ دیکھو حنین مکہ سے پورب کی طرف ہے۔

[ب] صحیح بخاری عن مسور و مروان کتاب المغازی واقعہ حنین۔

چھوڑ دینا بھی مشکل نہ تھا۔ مگر تم دیکھتے ہو۔ کہ اس لشکر میں میرے ساتھ وہ لوگ بھی ہیں۔ جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے۔ اسلئے ایک تدبیر کی ضرورت ہے۔ تم کل نمازِ صبح کے بعد آنا۔ اور برمجمع عام میں اپنی درخواست پیش کرنا۔ اُس وقت کوئی صورت نکل آئیگی۔ فرمایا تم خواہ مال کا واپس لینا پسند کر لو۔ یا اہل و عیال کا۔ کیونکہ حملہ آور لشکر کو خالی رکھنا دشوار ہے۔

دوسرے دن وہی سردار آئے۔ اور اُنہوں نے مجمع عام میں اپنے قیدیوں کی رہائی کی درخواست نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی۔

بینظیر فیاضی اور رحم نبی الرحمۃ نے فرمایا۔ میں اپنے اور بنو عبد المطلب کے قیدیوں کو بلا کسی معاوضہ کے رہا کرتا ہوں۔ انصار و مہاجر نے کہا۔ ہم بھی اپنے اپنے قیدیوں کو بلا کسی معاوضہ کے آزاد کرتے ہیں۔

اب بنی سلیم و بنی فزارہ رہ گئے۔ اُنکے نزدیک یہ عجیب بات تھی۔ کہ حملہ آور دشمن پر جو خوش قسمتی سے زبر ہو گیا ہو ایسا رحم و لطف کیا جائے۔ اسلئے اُنہوں نے اپنے حصہ کے قیدیوں کو آزاد نہ کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں بُلایا۔ ہر ایک قیدی کی قیمت چھ اونٹ قرار پائے۔ یہ قیمت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا کر دی۔ اور اس طرح باقی قیدیوں کو بھی آزادی دلائی۔ پھر سب قیدیوں کو اپنے حضور سے لباس پہنا کر رخصت فرما دیا۔

دودھ پلائی کی بیٹی کی عزت اِن قیدیوں میں دائی حلیمہ کی بیٹی شیماء بنت الحارث بھی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دودھ کی بہن کو پہچانا۔ اور اسکی نشست کیلئے اپنی چادر زمین پر بچھا دی۔ فرمایا اگر تم میرے پاس ٹھہرو۔ تو بہتر ہے۔ اور اگر قوم میں واپس جانا ہے تو اختیار ہے اُس نے واپس جانا چاہا۔ اور اُسے عزت و اکرام کے ساتھ اُسکی قوم میں بھیجدیا گیا۔

مخلصین کے اخلاص کا نمونہ مال غنیمت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی جگہ تقسیم فرما دیا۔ عطیے کے بڑے بڑے حصے اُن لوگوں کو عنایت فرمائے تھے جو تھوڑے دن سے اسلام لائے ہوئے تھے۔ انصار کو جو نہایت مخلصین تھے اُس میں سے کچھ بھی نہ دیا تھا۔ فرمایا۔ انصار کے ساتھ میں خود ہوں۔ لوگ مال لیکر اپنے اپنے گھر جائینگے۔ اور انصار نبی اللہ کو ساتھ لیکر اپنے گھروں میں داخل ہونگے۔

انصار اِس فرمودہ پر اتنے خوش تھے کہ مال والوں کو یہ مُسرت حاصل نہ تھی ؎

دو شاہد اند مرا خیبر و حُنین کہ تو
وہی بجود ہر آنچہ بہ فتح بستانی

فصل

(یہودیوں کی شرارتیں، عہد شکنی، حملے؛ اور مسلمانوں کی مدافعتیں)

لفظ یہود سے اگرچہ صرف وہی ایک قبیلہ مراد ہونا چاہیئے۔ جو یہودا ابن یعقوب کی نسل سے تھا، لیکن اصطلاحاً بنی اسرائیل کے بارہ قبائل ہی کا قومی نام یہی پڑ گیا ہے، بنی اسرائیل اپنے ابتدائی زمانہ میں خدا کی مقبول اور برگزیدہ قوم تھی، لیکن آخر میں وہ خدا سے اس قدر دور ہوتے گئے۔ کہ خدا کے غضب کے مستحق ٹھہرے؛

حضرت مسیح جیسے رحم دل نے ان کی حالتوں کو دیکھ کر اُنہیں سانپ اور سانپ کے بچے بتلایا تھا، اور یہ بھی خبر دی تھی۔ کہ خدا کی بادشاہت اس قوم سے لی جا کر ایک دوسری قوم کو دی جاویگی؛ جو اس کے اچھے پھل لائے[1]؛

جب اس بشارت کے ظہور کا وقت آگیا؛ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بہترین تعلیم کی تبلیغ شروع کی، تو یہود نے سخت پیچ و تاب کھایا؛ اور آخر یہی فیصلہ کیا کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی ویسا ہی ظلم و ستم کا آماجگاہ بنایا جائے۔ جیسا کہ مسیح کو بنا چکے تھے؛ یہود اگرچہ ہجرت کے پہلے ہی سال معاہدہ کر کے امن عامہ کا پیمان باندھ چکے تھے، لیکن فطری شرارت نے زیادہ دیر تک چھپا رہنا پسند نہ کیا، معاہدہ سے ڈیڑھ سال ہی کے بعد شرارتوں کا آغاز ہو گیا؛

یہود کی پہلی شرارت بلوہ قتل اور اخراج بنو قینقاع

جب مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدر کی جانب گئے ہوئے تھے؛ اُنہی دنوں کا ذکر ہے کہ ایک مسلمان عورت بنو قینقاع کے محلے میں دودھ

---

[1] متی ۲۱ باب ۴۳ و ۴۴؛

پہنچ گئی۔ چند یہودیوں نے شرارت کی، اور اُسے سرِ بازار برہنہ کر دیا۔ عورت کی چیخ پکار سُن کر ایک مسلمان موقعہ پر جا پہنچا، اُس نے طیش میں آ کر فساد انگیز یہودی کو قتل کر دیا۔ اس پر سب یہودی جمع ہو گئے۔ اس مسلمان کو بھی مار ڈالا۔ اور بلوہ بھی کیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر سے واپس آ کر یہودیوں کو اس بلوہ کے متعلق دریافت کرنے کیلئے بلایا، اُنہوں نے معاہدہ کا کاغذ بھیج دیا۔ اور خود جنگ پر آمادہ ہو گئے۔

یہ حرکت اب بغاوت تک پہنچ گئی تھی، اسلئے انکو یہ سزا دی گئی کہ مدینہ چھوڑ دیں اور خیبر میں جا آباد ہوں۔

یہود کی دوسری شرارت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش، با جلاء بنو نضیر۔

قریش کی پہلی سازش کے عنوان میں لکھا جا چکا ہے۔ کہ قریش نے مدینہ کے بُت پرستوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ کرنے کی بابت خط لکھا تھا، مگر آنحضرتؐ کی زیرکی و دانائی سے انکی یہ تدبیر کارگر نہ ہوئی، اب بدر میں شکست پانے کے بعد قریش نے یہود کو پھر لکھا:

کہ "تم جائدادوں اور قلعوں کے مالک ہو، تم محمدؐ سے لڑو، ورنہ ہم تمہارے ساتھ ایسا اور ایسا کرینگے۔ تمہاری عورتوں کی پازیبیں تک اُتار لینگے"، اس خط کے ملنے پر بنو نضیر نے عہد شکنی کا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فریب کرنے کا ارادہ کر لیا۔[1]

۴ھ ہجری کا ذکر ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک قومی چندہ فراہم کرنے کیلئے بنو نضیر کے محلہ میں تشریف لیگئے۔ اُنہوں نے آنحضرتؐ کو ایک دیوار کے نیچے بٹھلا دیا، اور تدبیر یہ کی کہ ابن جحاش ملعون دیوار کے اوپر جا کر ایک بھاری پتھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر گرا دے۔ اور حضورؐ کی زندگی کا خاتمہ کر دے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں جا بیٹھنے کے بعد باعلام ربانی اِس شرارت کا علم ہو گیا، اور حفاظت الٰہی سے بچ کر چلے آئے۔

بالآخر بنو نضیر کو یہ سزا دی گئی، کہ خیبر جا کر آباد ہو جائیں، اُنہوں نے چھ سو اونٹوں پر اسباب لادا،

[1] ابوداؤد عن عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک۔ باب فی خبر النضیر۔

یہود کی پہلی شرارت

دوسری شرارت

اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے گرایا، باجے بجاتے ہوئے نکلے، اور خیبر جا بسے[۱]۔

یہود کی تیسری سازش، ملک کی عام بغاوت، اور اس کا انجام، جنگ احزاب یا غزوہ خندق

۵ سنہ ہجری کا مشہور واقعہ جنگ خندق[۲] ہے، بنو نضیر خیبر پہنچکر بھی امن سے نہیں بیٹھے۔ اُنہوں نے یہ عزم کیا، کہ مسلمانوں کے قلع وقمع کرنے کے لئے ایک متفقہ کوشش کی جائے جس میں عرب کے تمام قبائل اور جملہ مذاہب کے جنگجو شامل ہوں۔

انہوں نے بیس[۳] سردار مامور کئے، کہ عرب کے تمام قبیلوں کو حملہ کیلئے آمادہ کریں، اس کوشش کا نتیجہ یہ ہؤا، کہ ذی قعدہ ۵ سنہ کو دس[۴] ہزار کا خونخوار لشکر جس میں بُت پرست یہودی وغیرہ سب ہی شامل تھے، مدینے پر حملہ آور ہؤا، قرآن مجید میں اس لڑائی کا نام جنگ احزاب ہے

(۱) قریش، بنو کنانہ، اہل تہامہ زیر کمان سفیان بن حرب تھے۔

(۲) بنی فزارہ زیر کمان عقبہ بن حصین،

(۳) بنی مرہ . . . . . زیر کمان حارث بن عوف،

(۴) بنو اشجع و اہل نجد . . . زیر کمان مسعود بن وخیلہ

مسلمانوں نے جب ان لشکروں سے مقابلہ کی طاقت دیکھی، تو شہر کے گرد خندق کھود لی۔ دس دس آدمیوں نے چالیس چالیس گز خندق تیار کی تھی[۵]۔

صحابہ خندق کھودتے ہوئے یہ شعر پڑھتے تھے۔

نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایِعُوْا مُحَمَّدًا علی الاسلام ما بقینا ابدا[۶]

(ہم وہ ہیں جنہوں نے ہمیشہ کے لئے محمدؐ کے ہاتھ پر بیعت اسلام کی ہے)۔

---

[۱] یسعیاہ نبی کی کتاب ۳۰ باب ۶ میں پیشگوئی موجود ہے " باغی لڑکے دولت و خزانہ لیکر اس قوم کے پاس جاتے ہیں، جس سے اُن کو کچھ فائدہ نہ ہوگا" کچھ فائدہ نہ ہونے کا ظہور جنگ خیبر میں ہؤا تھا۔

[۲] ہمنے اس جنگ کو یہودیوں کی جنگ میں شمار کیا ہے۔ کیونکہ یہودی ہی تمام قبائل کو اشتعال دلانے اور مدینہ پر چڑھا کر لانے والے تھے، اگرچہ حملہ آوروں میں قریش بھی شامل تھے۔ اور دیگر بت پرست قومیں بھی۔ اور زیادہ تعداد بُت پرستوں ہی کی تھی۔

[۳] زاد المعاد صفحہ ۳۶۷۔ جلد ا [۴] طبری جلد ۲ صفحہ ۲۔ [۵] طبری جلد ۱ صفحہ ۳۔ [۶] صحیح بخاری عن براء۔

خندق کھودنے، پتھر توڑنے، مٹی ہٹانے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی صحابہ کو مدد دیتے تھے، سینہ مبارک کے بال مٹی سے چھپ گئے تھے۔ اور ابن رواحہ کے اشعار ذیل کو باواز بلند پڑھتے تھے،

اللھم لولا انت ما اھتدینا	اے خدا تیرے سوا ہم کو ہدایت تھی کہاں،
ولا تصدقنا ولا صلینا	کیسے پڑھتے ہم نمازیں کیسے دیتے ہم زکوۃ،
فانزلن سکینۃ علینا	اے خدا ہم پر سکینہ کا تو فرما دے نزول،
وثبت الاقدام ان لاقینا	دشمن آجائے۔ تو ہم کو کر عطا یا رب ثبات،
ان الاعداء قد بغوا علینا	بے سبب ہم پر یہ دشمن ظلم سے چڑھ آئے ہیں،
اذا ارادوا فتنۃ ابینا[1]	فتنہ گر ہیں وہ نہیں بھاتی ہمیں فتنہ کی بات،

مسلمان صرف تین ہزار تھے۔ اسلامی لشکر مدینہ ہی کے اندر اس طرح اترا کہ سامنے خندق تھی، اور پس پشت کوہ سلع[2]۔ بنو قریظہ یہودی (جو مدینہ میں آباد تھے اور جن پر پابندی معاہدہ مسلمانوں کا ساتھ دینا ضروری ولابدی تھا) اُن سے شب کی تاریکی میں حیی بن اخطب یہودی سردار بنو نضیر جا کر ملا اور اُنہیں نقض عہد پر آمادہ کر کے اپنی طرف ملا لیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کئی نقیب (حواری) بھی اُنکے پاس بار بار سمجھانے کو بھیجے، مگر انہوں نے صاف صاف کہدیا، محمدؐ کون ہے کہ ہم اُس کی بات مانیں۔ اُس کا ہم سے کوئی عہد و پیمان نہیں[3]،

اسکے بعد بنو قریظہ نے شہر کے امن میں بھی خلل ڈالنا شروع کر دیا۔ اور مسلمانوں کی عورتوں اور بچوں کو خطر میں ڈالدیا۔ بناچاری اُن تین ہزار مسلمانوں میں سے بھی ایک حصہ کو شہر کے امن عامہ کی حفاظت کیلئے علیحدہ کرنا پڑا، بنو قریظہ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ جب باہر سے دس ہزار دشمن کا جرار لشکر حملہ آور ہوگا۔ اور شہر کے اندر غدر پھیلا کر ہم مسلمانوں کی عافیت تنگ کر دینگے تو دنیا پر مسلمانوں کا نام و نشان بھی باقی نہ رہیگا،

---

[1] صحیح بخاری عن انس رضؓ۔

[2] زاد المعاد صفحہ ۳۶۷۔

[3] ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۱۴۱۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ طبعاً جنگ سے نفرت تھی۔ اسلئے آپنے یہ بھی صحابہ سے مشورت کی کہ حملہ آور سرداران غطفان سے ایک تہائی پیداوار ثمر (میوہ) پر صلح کر لی جائے لیکن انصار نے جنگ کو ترجیح دی۔ سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ نے اس تجویز کے متعلق تقریر کرتے ہوئے کہا کہ جن دنوں یہ حملہ آور قبائل شرک کی نجاست میں آلودہ۔ اور بت پرستی میں مبتلا تھے اُن دنوں بھی ہمنے انکو ایک چھوارہ تک نہیں دیا۔ آج جبکہ خدا نے ہمیں اسلام سے مشرف فرمادیا ہے تو ہم انہیں کیونکر پیداوار کا ثلث دیسکتے ہیں۔ اُن کیلئے ہمارے پاس تو تلوار کے سوا اور کچھ نہیں ہے[1]؛

حملہ آور فوج کا محاصرہ بیس دن تک رہا[2]۔ کبھی کبھی اکے دکے کا مقابلہ بھی ہوا۔ عمر بن عبدود جو اپنے آپ کو ہزار جوانوں کے برابر سمجھا کرتا تھا حیدر کرار شیر شکار رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اور نوفل بن عبد اللہ بن مغیرہ بھی مقابلہ میں ہلاک ہوا؛ اہل مکہ نے نوفل کی لاش لینے کے لئے دس ہزار درہم مسلمانوں کے پیش کئے۔ نبی صلعم نے فرمایا۔ لاش دیدو۔ قیمت درکار نہیں ہے؛

جب وہ اس عرصہ میں محصور مسلمانوں سے کوئی مورچہ نہ لے سکے۔ تو اُنکے حوصلے ٹوٹ گئے آخر ایک رات تمام لشکر اپنے ڈیرے ڈنڈے اُٹھا کر رفوچکر ہو گیا؛

بنو قریظہ کا انجام اس مصیبت سے رہائی کے بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بنو قریظہ کو بلا بھیجا کہ وہ سامنے آکر اپنے اس طریق عمل کی وجہ بیان کریں؛ اب بنو قریظہ قلعہ بند ہو بیٹھے۔ اور لڑائی کی پوری تیاری کر لی۔ اسوقت مسلمانوں کو یہ معلوم ہوا۔ کہ بنو نضیر کا سردار حیی بن اخطب جو بنو قریظہ کو مسلمانوں سے مخالف بنانے آیا تھا۔ اب تک اُنکے قلعے کے اندر موجود ہے؛

بنو قریظہ کا یہ غدر انکی پہلی حرکت ہی نہ تھی۔ بلکہ جنگ بدر میں انہوں نے قریش کو (جو مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے تھے) سلاحات سے مدد دی تھی۔ مگر اُس وقت رحم دل نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کا یہ قصور معاف کر دیا تھا؛

اب انکے قلعہ بند ہو جانے سے مسلمانوں کو مجبوراً لڑنا پڑا۔ بماہ ذی الحجہ محاصرہ کیا گیا جو

---

[1] طبری و سیرت ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۱۴۱؛ [2] ابن ہشام؛

یہودیوں کا سعد کو حکم بنانا

۲۵ دن تک رہا۔ محاصرہ کی سختی سے بنو قریظہ تنگ آگئے۔ انہوں نے قبیلہ اوس کے مسلمانوں کو جن سے اُن کا پہلے سے ربط و ضبط تھا۔ بیچ میں ڈالا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منوا لیا۔ کہ بنو قریظہ کے معاملے میں سعد بن معاذ کو (جو اوس کے سردار قبیلہ تھے) حکم (سر پنچ و منصف) تسلیم کیا جائے۔ جو فیصلہ سعد کردے۔ خدا کا نبی (صلعم) اُسی کو منظور کرلے۔

بنو قریظہ قلعہ سے نکل آئے۔ اور مقدمہ سعد بن معاذ کے سپرد کیا گیا۔ خدا جانے بنو قریظہ کے یہودیوں اور اوس کے مسلمانوں نے سعد بن معاذ کو حکم بناتے ہوئے کیا کیا امیدیں اُن پر لگائی ہونگی۔ مگر ضروری تحقیقات کے بعد اس جنگی مرد نے یہ فیصلہ دیا۔

(۱) بنو قریظہ کے جنگجو مرد قتل کئے جاویں۔

(۲) عورتیں اور بچے مملوک بنائے جاویں۔

(۳) مال تقسیم کیا جائے۔

اس فیصلہ کی تعمیل کے متعلق صحیح بخاری میں جو روایت ابو سعید خدری رضی سے ہے اس سے یہ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ جنگ آور مرد قتل کئے گئے تھے۔ لیکن اس حدیث میں۔ عورتوں اور بچوں کے مملوک بنائے جانے یا مال تقسیم کئے جانے کا کچھ ذکر نہیں۔ اس فیصلہ کے متعلق ناظرین یہ بھی یاد رکھیں کہ یہودیوں کو اُنکے اپنے منتخب کردہ منصف نے قریباً وہی[1] سزا دی تھی۔ جو یہودی اپنے دشمنوں کو

---

[1] قریباً وہی سزا اسلئے لکھا گیا ہے کہ یہودی اپنے قیدیوں کو اس سے زیادہ سخت سزا دیا کرتے تھے۔ کتاب توراۃ میں گنتی کا ۳۱ باب از ۹ تا ۳۵ درس ناظرین پڑھ کر دیکھیں۔

"۹۔ بنی اسرائیل نے مدیان کی عورتوں۔ انکے بچوں کو اسیر کیا۔ انکے مواشی۔ اور بھیڑ بکری اور مال و اسباب سب کچھ لوٹ لیا۔ ۱۰۔ اور انکے سارے شہروں کو جن میں وے رہتے تھے۔ اور انکے سب قلعوں کو پھونکدیا ۱۴۔ موسیٰ ... غصہ ہوا ۱۵۔ کہ کیا تمنے سب عورتوں کو جیتا رکھا ہے۔ ۱۷۔ تم اُن بچوں کو جتنے لڑکے ہیں سب کو قتل کردو۔ اور ہر ایک عورت جو مرد کی صحبت سے واقف تھیں۔ جان سے مارو۔ ۱۸۔ لیکن وے لڑکیاں جو مرد کی صحبت سے واقف نہیں ہوئیں ان کو اپنے لئے زندہ رکھو"۔

رگ وید۔ چوتھے منڈل کے منتر ۱۶۔ رچا ۱۰ میں ہے۔

"اُس نے پچاس ہزار سیاہ فام دشمنوں کو لڑائی میں تباہ و غارت کیا"۔ صفحہ ۳۴۔ قدیم ہندوستان۔

رگ وید منڈل ۱۰۔ منتر ۹۴۔ رچا ۷۔

دیا کرتے تھے۔ اور جو اُن کی شریعت میں ہے :

ہمارے پاس یہ امر باور کرنیکی وجوہات اور نظائر موجود ہیں۔ کہ اگر بنو قریظہ اپنا معاملہ نبی کریم صلعم کے سپرد کردیتے۔ تو انکو زیادہ سے زیادہ جو سزا دی جاتی۔ وہ یہ ہوتی۔ کہ جاؤ خیبر میں آباد ہو جاؤ بنو قینقاع اور بنو نضیر کا معاملہ اسکی نظیر ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ان بنو قریظہ میں سے بھی بعض کو رحم شاہانہ سے اس فیصلہ کی تعمیل سے مستثنے فرمادیا تھا۔ مثلاً زبیر یہودی کیلئے مع اہل عیال و فرزند و مال رہائی کا حکم دیدیا تھا۔ اور رفاعہ بن شموئیل یہودی کی بھی جان بخشی فرمادی تھی[۱]۔

فصل

"عیسائیوں سے جنگ"

عیسائی اقوام سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا برتاؤ اچھا رہا۔ ایک دو حاکمان ملک نے شخصی طور پر آنحضرتؐ سے عناد کیا۔ لیکن جمہور کا اُس سے تعلق نہ تھا۔ تفصیل سے اسکی توضیح ہوتی ہے۔ کہ صرف ایک عیسائی سردار کے ساتھ ایک جنگ ہوئی۔ اور ایک سفر اُنکے حملہ آور ہونے کی خبر اُڑ جانے پر کیا گیا ہے۔ اور بس۔

"داعی اسلام کا انتقام" یا جنگ موتہ بماہ جمادی الاول ۸ھ ہجری	موتہ شام کے ایک قصبہ کا نام ہے۔ یہاں کے سردار شرحبیل بن عمرو غسانی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر حارث بن عمیرؓ

ازدی کو جو دعوت اسلام کا خط لیکر روانہ ہوا تھا۔ قتل کرادیا تھا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۱) "ہمنے داسوں (غلاموں) کو دو ٹکڑوں میں قطع کردیا۔ قضا و قدر نے اُن کو اسی واسطے پیدا کیا تھا" صفحہ ۳۸ "رگ وید منڈل ۲۔ منتر ۲۰۔ رچا ۶۔ ۷۔

۱۰۔ اندر جس نے ورترا کو قتل کیا۔ اور جس نے قصبے کے قصبے اور گاؤں کے گاؤں تہ و بالا کردئے۔ وہ جو کالے داسوں کی فوجوں کو تباہ کرتا ہے" صفحہ ۲۷۔ اردو ترجمہ قدیم ہندوستان کی تہذیب مصنفہ مسٹر آر سی۔ دت صاحب۔

[۱] تاریخ طبری صفحہ ۵۷ و ۵۸۔

مظلوم حارثؓ کے قتل سے سفیروں کی جانیں خطرہ میں پڑ گئی تھیں۔ اسلئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قریبًا تین ہزار کی ایک فوج روانہ کی، حاکم غسّان نے اپنی کارروائی پر ندامت کا بھی اظہار نہ کیا۔ وہ تو مقابلہ پر تیار ہو گیا، اتفاق سے ہرقل بادشاہ اس علاقہ میں آیا ہوا تھا، اور موآب میں ایک لاکھ لشکر کی جمعیت سے ٹھہرا ہوا تھا، عرب کے صحرانشین عیسائی قبائل لخم۔ جذام۔ بہرا۔ بلی۔ قیس وغیرہ کے بھی قریبًا ایک لاکھ آدمی شہنشاہ ہرقل کی مدد پر وہاں جمع تھے۔ اسلئے حاکم غسّان نے کچھ شاہی فوج بھی منگوالی۔ اور قبائل کو بھی جمع کر لیا، غرض دشمنوں کی تعداد ایک لاکھ تک پہنچ گئی۔ مُسلمان مجبورًا لڑے، زید بن حارثہ (جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردہ، نہایت عزیز اور اس فوج کے کمانڈر تھے) مارے گئے[1]، جعفر طیارؓ (جو نبی صلعم کے چچیرے۔ اور علی مرتضیٰؓ کے حقیقی بڑے بھائی تھے، بعمر ۳۳ سال، ۹۰ زخم سامنے کی طرف کھا کر) اور عبد اللہ بن رواحہ (بزرگ صحابی) جنہوں نے جعفرؓ کے بعد فوج کی کمان سنبھالی تھی، شہید ہو گئے[2]۔ پھر خالد بن ولیدؓ نے فوج کو سنبھالا، اور ڈیڑھ دن کی سخت جنگ کے بعد اپنے سے چالیس گنی زیادہ فوج کو بھاگ جانے پر مجبور کر دیا، اس جنگ میں ۹ تلواریں حضرت خالدؓ کے ہاتھ میں مارتے مارتے ٹوٹی تھیں[3]۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے میں بیٹھے ہوئے ان بزرگوں کے مارے جانے اور جنگ کے آخری انجام کا حال صحابہ سے اسی روز بیان فرما دیا تھا، اسی جنگ کے بعد خالد کو سیف اللہ کا خطاب عطا ہوا تھا۔

جیش عُسرت۔ یا سفر تبوک[4]، رجب سنہ ۹ ہجری	ایک قافلہ شام سے آیا۔ اور انہوں نے ظاہر کیا۔ کہ قیصر کی فوجیں مدینے پر حملہ آور ہونے کے لئے تیار اور فراہم ہو رہی ہیں، عرب کے عیسائی قبائل

[1] زید بن حارثہ چھاتی میں نیزہ کھا کر گھوڑے سے گرے۔ انکے ہاتھ میں نشان تھا، جعفر طیار نے نشان سنبھال لیا حملہ آوروں نے حضرت جعفر کے گھوڑے کی کھونچیں کاٹ دیں، یہ پیدل ہو گئے۔ ایک دشمن نے ان کا دہنا بازو تلوار سے اُڑا دیا، انہوں نے بائیں ہاتھ سے نشان سنبھال لیا، دوسرے دشمن نے دوسرا بازو تلوار سے اڑا دیا۔ اس لئے ان کا لقب ذو الجناحین ہوا۔ ابن خلدون۔

[2] صحیح بخاری عن ابن عمر۔ باب غزوہ موتہ

[3] بخاری عن قیس بن ابی حازم

[4] چونکہ کوئی جنگ نہیں ہوئی۔ اسلئے میں نے اس کا نام سفر رکھا ہے۔ مورخین اسے غزوہ تبوک اس لئے لکھتے ہیں۔ کہ یہ سفر بغرض مدافعت فوجی تھا

لخم ۔ جذام ۔ عاملہ ۔ غسّان وغیرہ بھی اُنکے ساتھ شامل ہیں ۔ گویا وہ اس شکست کا بدلہ لینا چاہتے تھے ۔ جو بمقام موتہ ۔ قیصر کے حاکم اور قیصر کی فوج کو ہوئی تھی ؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال فرمایا کہ حملہ آور فوج کی مدافعت عرب کی سرزمین میں داخل ہونے سے پہلے پہلے مناسب ہے تاکہ اندرون ملک کے امن میں خلل واقع نہ ہو ؛

یہ مقابلہ ایسی سلطنت سے تھا ۔ جو نصف دنیا پر حکمران تھی ۔ اور جسکی فوج ابھی حال ہی میں سلطنت ایران کو نیچا دکھا چکی تھی ؛

مسلمان بے سروسامان تھے ۔ سفر دور و دراز کا تھا ۔ عرب کی مشہور گرمی خوب زوروں پر تھی ۔ مدینے میں میوے پک گئے تھے ؛ میوے کھانے اور سایہ میں بیٹھنے کے دن تھے ؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تیاری سامان کیلئے عام چندہ کی فہرست کھولی ؛

عثمان غنیؓ نے ۹۰۰ اونٹ ایک سو گھوڑے ؛ اور ایک ہزار دینار چندہ میں دیئے ۔ اُنکو مجھز جیش العسرہ[ل] کا خطاب ملا ؛

عبدالرحمن بن عوف نے چالیس ہزار درہم ؛

عمر فاروقؓ نے تمام اثاث البیت نقد و جنس کا نصف جو کئی ہزار روپیہ تھا ۔ پیش کیا ؛

ابوبکر صدیقؓ جو کچھ لائے ۔ اگرچہ وہ قیمت میں کم تھا ۔ مگر معلوم ہوا ۔ کہ وہ گھر میں اللہ اور رسول کی محبت کے سوا اور کچھ بھی باقی نہ چھوڑ کر آئے تھے ؛

ابو عقیل انصاری نے دو سیر چھوہارے لاکر پیش کئے اور یہ بھی عرض کی ۔ کہ " رات بھر پانی نکال نکال کر ایک کھیت کو سیراب کر کے چار سیر چھوہارے مزدوری کے لایا تھا ۔ دو سیر بیوی بچّے کے لئے چھوڑ کر باقی دو سیر لے آیا ہوں " ؛ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان چھوہاروں کو جملہ قیمتی مال و متاع کے اوپر بکھیر دو ؛

غرض ہر ایک صحابی نے اس موقع پر ایسے ہی خلوص و فراخدلی سے کام لیا ۔ قریباً ۸۲ شخص جو دکھاوے

ل ترجمہ یہ ہے ۔ فاقہ زدہ لشکر کا سامان بنا دینے والا (ابن خلدون)

کے مسلمان تھے۔ بہانے کرکے اپنے گھروں میں رہ گئے! عبداللہ بن ابی سلول مشہور منافق نے
ان لوگوں کو اطمینان دلایا تھا۔ کہ اب محمدؐ اور اُس کے ساتھی مدینے واپس نہ آسکیں گے،
قیصر انہیں قید کرکے مختلف ممالک میں بھیجدیگا!

خدا کا نبی تیس ہزار کی جمعیت سے تبوک کو روانہ ہوا!

مدینہ پر سباع بن عرفطہ کو خلیفہ بنایا! اور علی مرتضیٰؓ کو مدینہ میں اہل بیت کی ضروریات کیلئے مامور فرمایا!
لشکر میں سواریوں کی بڑی قلت تھی۔ ۱۸ شخصوں کیلئے ایک اونٹ مقرر تھا! رسد کے
نہ ہونے سے اکثر جگہ درختوں کے پتے کھانے پڑے۔ جس سے ہونٹ سوج گئے تھے! پانی بعض جگہ ملا ہی نہیں
اونٹوں کو اگرچہ سواری کیلئے پہلے ہی کم تھے ذبح کرکے اُنکی امعاء کا پانی پیا کرتے تھے!

الغرض صبر و استقلال سے تمام تکالیف کو برداشت کرتے ہوئے تبوک پہنچ گئے!

ابھی تبوک کے راستے ہی میں تھے۔ کہ علی مرتضیٰؓ بھی پہنچ گئے! معلوم ہوا کہ منافقین بعد میں
حضرت علیؓ کو چڑانے اور کھجانے لگے تھے! کوئی کہتا، نکما سمجھ کر چھوڑ دیا! کوئی کہتا ترس کھا کر
چھوڑ دیا! اِن باتوں سے شبیر خدا کو غیرت آئی، دو منزلہ سہ منزلہ طے کرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے۔ لمبے لمبے سفر، اور سخت گرمی کی تکلیف سے پاؤں متورم تھے! اور چھالے
پڑ گئے تھے! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! الا ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من
موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی، علی تم اس پر خوش نہیں ہوتے۔ کہ تم میرے لئے ویسے ہی ہو۔
جیسا کہ موسیٰ کیلئے ہارون تھے۔ گو میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ یہ سُنکر علی مرتضیٰؓ خوش و خورم مدینے
کو واپس تشریف لے گئے!

۱ے طبری، ۲ے صحیحین، ۳ے مدارج النبوۃ!

۴ے صحیح بخاری، عن مصعب بن سعد عن ابیہ باب غزوہ تبوک۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون کو بنی اسرائیل
پر اس وقت چھوڑ گئے تھے۔ جب انہوں نے کوہ طور پر ۴۰ دن کا میقات پورا کیا تھا! قرآن مجید میں اس
واقعہ کا مفصل ذکر ہے۔ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے انتقال کے بعد حضرت موسیٰ کے جو خلیفہ ہوئے
اُن کا نام یوشع بن نون ہے!

تبوک پہنچکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ قیام فرمایا، اہل شام پر اس دلیرانہ حرکت کا اثر یہ ہوا۔ کہ انہوں نے عرب پر حملہ آور ہونے کا خیال اس وقت چھوڑ دیا۔ اور اس حملہ آوری کا بہترین موقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کا زمانہ قرار دیا،

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وعظ

تبوک[۱] میں ایک نماز کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مختصر اور نہایت جامع وعظ فرمایا تھا، ذیل میں اسے معہ ترجمہ درج کیا جاتا ہے۔ ہم نے اس میں صرف اس قدر تصرف کیا ہے۔ کہ ہر فقرہ پر نمبر شمار لگا دیئے ہیں،

اللہ پاک کی بہترین حمد و ثنا کے بعد فرمایا،

امابعد

(۱) فان اصدق الحدیث کتاب اللہ	(۱) ہر ایک کلام سے صدق میں بڑھکر اللہ کی کتاب ہے،
(۲) واوثق العری کلمۃ التقوےٰ	(۲) سب سے بڑھکر بھروسے کی بات تقویٰ کا کلمہ ہے،
(۳) وخیر الملل ملۃ ابراھیم	(۳) سب ملتوں سے بہتر ملت ابراہیم علیہ السلام کا ہی،
(۴) وخیر السنن سنۃ محمد	(۴) سب طریقوں سے بہتر طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے،
(۵) واشرف الحدیث ذکر اللہ	(۵) سب باتوں پر اللہ کے ذکر کو شرف ہے،

عیسائیوں کے ساتھ فیاضانہ معاملات

[۱] فلاڈلفیا کا قدیم کلیسیا جس کا ذکر مکاشفات یوحنا ۳ باب، تا ۱۳ درس میں ہے۔ تبوک ہی کے متصل تھا، عرب اسے القصر کہتے تھے۔ حجاز ریلوے کی سڑک میں اس کے کھنڈر بھی پائے گئے۔ زمان نبوی میں اس جگہ عیسائی قومیں آباد تھیں۔ اسلئے ایام قیام تبوک میں ان اقوام میں تبلیغ اسلام بھی کی گئی۔ اور اُن سے معاہدات بھی کئے گئے۔ عیسائیت پر قائم رہنے والی اقوام کو مذہب کی آزادی دی گئی۔ اور انکے جان و مال کی حفاظت کا ذمہ مسلمانوں نے اپنے اوپر لیا۔ اس طرف چند چھوٹی ریاستیں بھی عیسائیوں کی تھیں۔ مثلاً اکیدر دومۃ الجندل میں حکمران تھا۔ اور یوحنا ایلہ کا فرمانروا تھا۔ انکی حکومتوں کو قائم رکھا گیا۔ اہل اذرح بھی عیسائی تھے اور آزاد قبائل تھے۔ اُن کو انکی حالت پر چھوڑا گیا۔ معاہدات میں جس فیاضی۔ بے تعصبی بلکہ محبت کا اظہار کیا گیا ہے۔ وہ آج تک مسلّمہ ہے۔ عیسائیوں نے نئے یروشلم۔ اسی شہر کا نیا نام۔ جس کا ذکر مکاشفات ۳ باب ۱۲ درس میں ہے۔ اسی جگہ سُنا تھا،

اکیدر والی دومۃ الجندل جسے خالد بن ولید نے شکار کھیلتے گرفتار کیا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر معاہدہ کرنے کے بعد پھر مسلمان ہو گیا تھا۔

(۶) واحسن القصص هذا القرآن۔
(۶) سب بیانات سے پاکیزہ تر یہ قرآن ہے۔

(۷) وخیر الامور عوازمها
(۷) بہترین کام اولو العزمی کے کام ہیں۔

(۸) وشر الامور محدثاتها
(۸) اموریں بدترین امر وہ ہے جو نیا نکالا گیا ہو۔

(۹) واحسن الهدی هدی الانبیاء
(۹) انبیاء کی روش سب روشوں سے خوب تر ہے۔

(۱۰) واشرف الموت قتل الشهداء
(۱۰) شہیدونکی موت کی سب قسموں سے بزرگ تر ہے۔

(۱۱) واعمی العمی الضلالة بعد الهدی
(۱۱) سب سے بڑھکر اندھا پن وہ گمراہی ہے جو ہدایت کے بعد ہو جائے۔

(۱۲) خیر الاعمال ما نفع۔
(۱۲) عملوں میں وہ عمل اچھا ہے جو نفع دہ ہو۔

(۱۳) وخیر الهدی ما اتبع
(۱۳) بہترین روش وہ ہے جس پر لوگ چل سکیں۔

(۱۴) وشر العمی عمی القلب
(۱۴) بدترین کوری۔ دل کی کوری ہے۔

(۱۵) والید العلیا خیر من الید السفلی
(۱۵) بلند ہاتھ پست ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے۔

(۱۶) وما قل وکفی خیر مما کثر والهی
(۱۶) تھوڑا اور کافی مال اس بہتات سے اچھا ہے جو غفلت میں ڈالدے۔

(۱۷) شر المعذرة حین یحضر الموت
(۱۷) بدترین معذرت وہ ہے جو جان کندنی کے وقت کی جائے۔

(۱۸) وشر الندامة یوم القیامة
(۱۸) بدترین ندامت وہ ہے جو قیامت کو ہوگی۔

(۱۹) ومن الناس من لا یاتی الجمعة الا دبرا
(۱۹) بعض لوگ جمعہ کو آتے ہیں مگر دل پیچھے لگے ہوتے ہیں۔

(۲۰) ومنهم من لا یذکر الله الا هجرا۔
(۲۰) انہیں بعض لوگ وہ ہیں جو اللہ کا ذکر کبھی کبھی کیا کرتے ہیں

(۲۱) ومن اعظم الخطاء اللسان الکذوب
(۲۱) سب گناہوں سے عظیم تر جھوٹی زبان ہے۔

(۲۲) وخیر الغنی غنی النفس۔
(۲۲) سب سے بڑی تونگری دل کی تونگری ہے۔

(۲۳) وخیر الزاد التقوی
(۲۳) سب سے عمدہ توشہ تقویٰ ہے۔

(۲۴) وراس الحکمة مخافة الله عزوجل
(۲۴) دانائی کا سر یہ ہے۔ کہ خدا کا خوف دل میں ہو۔

(۲۵) وخیر ما وقر فی القلوب الیقین
(۲۵) دلنشین ہونے کیلئے بہترین چیز یقین ہے۔

(۲۶) والارتیاب من الکفر
(۲۶) شک پیدا کرنا کفر کی شاخ ہے۔

(٢٧) والنياحة من عمل الجاهلية
(٢٧) بین سے رونا جاہلیت کا کام ہے۔

(٢٨) والغلول من حر جهنم
(٢٨) چوری کرنا عذاب جہنم کا سامان ہے۔

(٢٩) والسكر كيٌّ من النار
(٢٩) بدمست ہونا آگ میں پڑنا ہے۔

(٣٠) والشعر من ابليس
(٣٠) شعر ابلیس کا (حصہ) ہے۔

(٣١) والخمر جماع الاثم
(٣١) شراب تمام گناہوں کا مجموعہ ہے۔

(٣٢) وشر الماكل ماكل مال اليتيم
(٣٢) بدترین روزی یتیم کا مال کھا جانا ہے۔

(٣٣) والسعيد من وعظ بغيره
(٣٣) سعادتمند وہ ہے جو دوسرے سے نصیحت پکڑتا ہے۔

(٣٤) والشقي من شقي في بطن امه
(٣٤) اصل بدبخت وہی ہے جو ماں کے پیٹ میں ہی بدبخت ہوئے

(٣٥) وملاك العمل خواتمه
(٣٥) عمل کا سرمایہ اُس کا بہترین انجام ہے۔

(٣٦) وشر الرويا رويا الكذب
(٣٦) بدترین خواب وہ ہے جو جھوٹا ہو۔

(٣٧) وكل ما هو ات قريب
(٣٧) جو بات ہونیوالی ہے، وہ بہت قریب ہے۔

(٣٨) وسباب المومن فسوق
(٣٨) مومن کو گالی دینا فسق ہے۔

(٣٩) وقتاله كفراً۔
(٣٩) مومن کو قتل کرنا کفر ہے۔

(٤٠) واكل لحمه من معصية الله
(٤٠) مومن کا گوشت کھانا اسکی غیبت کرنا، اللہ کی معصیت ہے۔

(٤١) وحرمة ماله ۔ كحرمة دمه
(٤١) مومن کا مال دوسرے پر ایسا ہی حرام ہے جیسا کہ اس کا خون

(٤٢) ومن يتالى على الله يكذبه
(٤٢) جو خدا سے استغناء کرتا ہے خدا اُسے جھٹلاتا ہے۔

(٤٣) ومن يغفر يغفر له
(٤٣) جو کسی کا عیب چھپاتا ہے، خدا اُسکے عیوب چھپاتا ہے۔

(٤٤) ومن يعف يعف الله عنه
(٤٤) جو معافی دیتا ہے اُسے معافی دی جاتی ہے۔

(٤٥) ومن يكظم الغيظ ياجره الله
(٤٥) جو غصہ کو پی جاتا ہے، خدا اُسے اجر دیتا ہے۔

(٤٦) ومن يصبر على الرزية يعوضه الله
(٤٦) جو نقصان پر صبر کرتا ہے۔ خدا عوض بخشتا ہے۔

(٤٧) ومن يتبع السمعة يسمع الله
(٤٧) جو چغلی کو پھیلاتا ہے خدا اُسکی رسوائی عام کر دیتا ہے۔

(۴۸) ومن یصبر یضعف اللہ لہٗ	(۴۸) جو صبر کرتا ہے خدا اُسے بڑھاتا ہے۔
(۴۹) ومن یعصی اللہ یعذبہ اللہ۔	(۴۹) جو خدا کی نافرمانی کرتا ہے۔ خدا اُسی عذاب دیتا ہے۔
(۵۰) ثُمَّ استغفر ثلٰثًا	(۵۰) پھر تین دفعہ استغفار پڑھ کر۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس خطبہ کو ختم فرمایا[۱]۔

ذو البجادین کی وفات ایام قیام تبوک میں ذو البجادین کا انتقال ہوا۔ اس مخلص کے ذکر سے واضح ہوتا ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مفلس و مخلص صحابہ پر کس قدر مزید لطف و عنایت فرمایا کرتے تھے۔

اِن کا نام عبد اللہ تھا۔ ابھی بچہ ہی تھے۔ کہ باپ مر گیا۔ چچا نے پرورش کی تھی۔ جب جوان ہوئے تو چچا نے اونٹ، بکریاں، غلام دیکر اُنکی حیثیت درست کر دی تھی۔ عبد اللہ نے اسلام کے متعلق کچھ سُنا اور دل میں توحید کا ذوق پیدا ہوا۔ لیکن چچا سے اس قدر ڈرتا تھا کہ اظہار اسلام نہ کر سکا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ سے واپس گئے۔ تو عبد اللہ نے چچا سے جا کر کہا۔

"پیارے چچا! مجھے برسوں انتظار کرتے گزر گئے۔ کہ کب آپ کے دل میں اسلام کی تحریک پیدا ہوتی ہے۔ اور آپ کب مسلمان ہوتے ہیں۔ لیکن آپ کا حال وہی پہلے کا سا چلا جاتا ہے۔ میں اپنی عمر پر زیادہ اعتماد نہیں کر سکتا۔ مجھے اجازت فرمائیے۔ کہ میں مسلمان ہو جاؤں"۔

چچا نے جواب دیا۔ دیکھ۔ اگر تو محمدؐ کا دین قبول کرنا چاہتا ہے۔ تو میں سب کچھ تجھ سے چھین لونگا۔ تیرے بدن پر چادر اور تہ بند تک باقی نہ رہنے دونگا"۔

عبد اللہ نے جواب دیا۔ چچا صاحب! میں مُسلمان ضرور بنوں گا۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع ہی قبول کرونگا۔ شرک اور بت پرستی سے میں بیزار ہو چکا ہوں۔ اب جو آپ کی منشاء ہے کیجئے۔ اور جو کچھ میرے قبضے میں زر و مال وغیرہ ہے۔ سب سنبھال لیجئے۔ میں جانتا ہوں۔ کہ ان سب چیزوں کو آخر ایک روز یہیں دنیا پر چھوڑ جانا ہے۔ اسلئے میں ان کے لئے سچے دین کو ترک نہیں کر سکتا۔

[۱] بیہقی (المتوفی ۴۵۸ھ) فی الدلائل۔ وحاکم من حدیث عقبہ بن عامر منقول از زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۶۲ ۴ ہے۔

عبداللہ نے یہ کہکر بدن کے کپڑے تک اُتار دئے۔ اور مادر زاد برہنہ ہو کر ماں کے سامنے گیا۔ ماں دیکھ کر حیران ہوئی کہ کیا ہوا۔ عبداللہ نے کہا میں مومن اور موحد ہو گیا ہوں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جانا چاہتا ہوں۔ ستر پوشی کیلئے کپڑے کی ضرورت ہے مہربانی فرما کر دیدیجئے۔ ماں نے ایک کمبل دیدیا۔ عبداللہ نے کمبل پھاڑا، آدھے کا تہ بند بنایا، آدھا اوپر لیا، اور مدینے کو روانہ ہو گیا، علی الصبح مسجد نبوی میں پہنچ گیا، اور مسجد سے تکیہ لگا کر منتظرانہ بیٹھ گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد مبارک میں آئے۔ تو اسے دیکھ کر پوچھا کہ کون ہو کہا۔ میرا نام عبدالعزّیٰ ہے۔ فقیر و مسافر ہوں۔ عاشق جمال اور طالب ہدایت ہو کر در دولت تک آ پہنچا ہوں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تمہارا نام عبداللہ ہے، اور ذو البجادین لقب، تم ہمارے قریب ہی ٹھہرو۔ اور مسجد میں رہا کرو۔

عبداللہ اصحاب صفہ[۱] میں شامل ہو گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن سیکھتا اور دن بھر عجب ذوق و شوق اور جوش و نشاط سے پڑھا کیا کرتا۔

ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضؓ نے کہا۔ کہ لوگ تو نماز پڑھ رہے ہیں۔ اور یہ اعرابی اس قدر بلند آواز سے پڑھ رہا ہے، کہ دوسروں کی قرأت میں مزاحمت ہوتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عمر۔ اسے کچھ نہ کہو۔ یہ تو خدا اور رسول کے لئے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر آیا ہے۔

---

[۱] صفہ چبوترہ کو کہتے ہیں مسجد نبویؐ کے صحن میں ایک چبوترہ تھا، جو لوگ گھر بار تج کر دینا کا زر و مال آسائش و آرام چھوڑ کر تعلیم دین و اسلام کے لئے آیا کرتے تھے۔ وہ اس چبوترہ پر ٹھہرا کرتے تھے، اسلئے اہل صفہ کے نام سے مشہور تھے، یہ عاشقان صداقت بھوک پیاس کی مصیبت اور گرمی سردی کی تکالیف برداشت کرتے، مگر دنیا کی کوئی تکلیف اسلام کی تعلیم اور قرآن مجید کا درس لینے سے انکی روک نہ بن سکتی تھی، انہی میں سے وہ لوگ تیار ہوتے تھے، جو مختلف ملکوں میں جا کر اشاعت اسلام کرتے تھے۔ انہی میں سے حضرت ابوہریرہؓ ہیں جو پانچ ہزار احادیث کے راوی اور اسلام کے مبلّغ ہیں۔ زیادہ مفصل حال ہماری کتب سبیل الرشاد یعنی سفر نامہ حجاز میں پڑھنا چاہیئے۔

عبداللہ کے سامنے غزوہ تبوک کی تیاری ہونے لگی۔ تو یہ بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ عرض کی، یارسول اللہ دعا فرمائیے۔ کہ میں بھی راہ خدا میں شہید ہو جاؤں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جاؤ کسی درخت کا چھلکا اُتار لاؤ۔ جب عبداللہ چھلکا لے آئے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ چھلکا اسکے بازو پر باندھ دیا، اور زبان مبارک سے فرمایا "الٰہی۔ میں کفار پر اس کا خون حرام کرتا ہوں" عبداللہ نے کہا، یارسول اللہ میں تو شہادت کا طالب ہوں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب غزا کی نیت سے تم نکلو اور پھر تپ آجائے، اور مر جاؤ۔ تب بھی تم شہید ہی ہو گے،

تبوک پہنچ کر یہی ہُوا کہ تپ چڑھا۔ اور عالم بقا کو سدھار گئے: بلال بن حارث مزنی کا بیان ہے کہ میں نے عبداللہ کے دفن کی کیفیت دیکھی ہے،

"رات کا وقت تھا، بلال رضؓ کے ہاتھ میں چراغ تھا، ابوبکرؓ و عمرؓ اس کی لاش کو لحد میں رکھ رہے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کی قبر میں اُترے تھے، اور ابوبکرؓ و عمرؓ سے فرما رہے تھے ادبا الی اخاکما اپنے بھائی کا ادب ملحوظ رکھو، آنحضرتؐ نے قبر پر اینٹیں بھی اپنے ہاتھ سے رکھیں۔ اور پھر دعا میں فرمایا،

الٰہی آج کی شام تک میں اس سے خوشنود رہا ہوں، تو بھی اس سے راضی ہو جا،[1]

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کاش۔ اس قبر میں میں دبایا جاتا،

نبی صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے مع الخیر مدینہ منورہ پہنچ گئے،

جو منافقین یہ سمجھے ہوئے تھے۔ کہ اب محمدؐ اور رئیس کے دوست قید ہو کر کسی دور دست جزیرہ میں بھیجے جائینگے اور صحیح و سالم مدینہ نہ پہنچیں گے۔ وہ اب پشیمان ہوئے۔ اور انہوں نے ساتھ نہ چلنے کے جھوٹ موٹ عذر بنالئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو معافی دیدی لیکن تین مخلص صحابی بھی تھے، جو اپنی معمولی سستی و کاہلی کی وجہ سے ہمرکاب جانے سے رہ گئے تھے، ان کو اپنی صداقت کی وجہ سے ایک امتحان بھی دینا پڑا،

[1] مدارج النبوۃ صفحہ ۲۳۴ جلد دوم،

ان میں سے ایک بزرگ صحابی نے اپنے متعلق جو کچھ اپنی زبان سے بیان کیا ہے، میں اسی کو اس جگہ لکھ دینا ضروری سمجھتا ہوں؛

یہ بزرگوار کعب بن مالک انصاری ہیں۔ اور اُن ۷۳ سابقین میں سے ہیں جو عقبہ کی بیعت ثانیہ میں حاضر ہوئے تھے؛ اور شعراء خاص میں سے تھے؛

کعب بن مالک کا امتحان سخت طریق سے

کعبؓ کا بیان ہے۔ کہ اس سفر میں میرا گھر پر رہ جانا۔ ابتلاء محض تھا۔ ایسا کرنے کا نہ میرا ارادہ تھا اور نہ کوئی عذر تھا؛ سفر کا جملہ سامان مرتب تھا؛ عمدہ اونٹنیاں میرے پاس موجود تھیں۔ میری مالی حالت ایسی اچھی تھی۔ کہ پہلے کبھی نہ ہوئی تھی۔ اس سفر کیلئے میں نے دو مضبوط شتر بھی خرید کئے تھے! حالانکہ اس سے پیشتر میرے پاس دو اونٹ کبھی ہوئے تھے۔ لوگ سفر کی تیاری کرتے تھے۔ اور مجھے ذرا تردد نہ تھا۔ میں نے سوچ رکھا تھا؛ کہ جس روز کوچ ہوگا؛ میں چل پڑونگا؛ لشکر اسلام جس روز روانہ ہوا؛ مجھے کچھ تھوڑا سا کام تھا۔ میں نے کہا؛ خیر میں کل جا ملوں گا؛ دو تین روز اسی طرح سستی اور تذبذب میں گزر گئے۔ اب لشکر اتنی دور نکل گیا۔ کہ اُس سے مل سکنا مشکل ہو گیا؛ مجھے نہایت صدمہ تھا؛ کہ یہ کیا ہوا؛

ایک مخلص کا سخت ترین امتحان

میں ایک روز گھر سے نکلا؛ مجھے اُن منافقین کے سوا جو جھوٹ موٹ عذر کرنے کے عادی تھے یا جو معذور تھے، اور کوئی بھی راستے میں نہ ملا؛ یہ دیکھ کر میرے تن بدن کو رنج و غم کی آگ لگ گئی؛ یہ دن میرے اسی طرح گزر گئے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم واپس بھی تشریف لے آئے اب میں حیران تھا۔ کہ کیا کروں؛ اور کیا کہوں؛ اور کیونکر خدا کے رسولؐ کے عتاب سے بچاؤ کروں۔ لوگوں نے مجھے بعض حیلے بہانے بتلائے۔ مگر میں نے یہی فیصلہ کیا؛ کہ نجات سچ ہی سے مل سکتی ہے؛ آخر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا؛ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا اور تبسم فرمایا؛ تبسم خشم آمیز تھا؛ میرے تو ہوش اُسی وقت جاتے رہے؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کعب تم کیوں رہ گئے تھے؛ کیا تمہارے پاس کوئی سامان

مہیا نہ تھا۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ! میرے پاس تو سب کچھ تھا۔ میرے نفس نے مجھے غافل بنایا، کاہلی نے مجھ پر غلبہ کیا۔ شیطان نے مجھ پر حملہ کیا۔ اور مجھے حرمان و خذلان کی گرداب میں ڈال دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم اپنے گھر ٹھہرو، اور حکم الٰہی کا انتظار کرو۔

بعض لوگوں نے کہا۔ دیکھو، اگر تم بھی کوئی حیلہ بنا لیتے، تو ایسا نہ ہوتا۔ میں نے کہا۔ وحی الٰہی سے میرا جھوٹ کھل جاتا۔ اور پھر میں کہیں کا بھی نہ رہتا۔ معاملہ کسی دنیادار سے نہیں، بلکہ اللہ کے رسول کے ساتھ ہے۔" میں نے دریافت کیا، کہ "جو حکم میرے لئے ہوا ہے، کسی اور کے لئے بھی ہوا ہے"؟ لوگوں نے کہا۔ "ہاں، ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع کی بھی یہی حالت ہے۔" یہ سن کر مجھے ذرا تسلی ہوئی، کہ دو مردِ صالح اور بھی میری جیسی حالت میں ہیں۔

پھر رسولؐ خدا نے حکم دیا۔ کہ کوئی مسلمان ہمارے ساتھ بات چیت نہ کرے، اور نہ ہمارے پاس آ کر بیٹھے۔ اب زندگی اور دنیا ہمارے لئے وبال معلوم ہونے لگی۔ اِن دنوں میں ہلال اور مرارہ تو گھر سے بھی باہر نہ نکلے، کیونکہ وہ بوڑھے بھی تھے لیکن میں جوان اور دلیر تھا۔ گھر سے نکلتا، مسجد نبویؐ میں جاتا، نماز پڑھ کر مجلس مبارک کے ایک گوشہ میں بیٹھ جاتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم محبت بھری نگاہ اور گوشہ چشم سے مجھے دیکھا کرتے۔ میری شکستگی کا ملاحظہ فرمایا کرتے، اور جب میں حضورؐ کی جانب آنکھ اٹھاتا تو حضورؐ اعراض فرماتے۔

مسلمانوں کا یہ حال تھا، کہ نہ کوئی مجھ سے بات کرتا، نہ کوئی میرے سلام کا جواب دیتا۔ ایک روز میں نہایت رنج والم میں مدینہ سے باہر نکلا۔ ابو قتادہ میرا چچیرا بھائی تھا۔ اور ہم دونوں میں نہایت محبت تھی، سامنے اس کا باغ تھا، وہ باغ میں کچھ عمارت بنوا رہا تھا۔ میں اس کے پاس چلا گیا۔ اسے سلام کیا، تو اُس نے جواب تک نہ دیا، اور منہ پھیر کے کھڑا ہو گیا، میں نے کہا۔ "ابو قتادہ! تم خوب جانتے ہو کہ میں خدا اور رسولؐ سے محبت رکھتا ہوں اور نفاق و شرک کا میرے دل پر اثر نہیں۔ پھر تم کیوں مجھ سے بات نہیں کرتے"؟ ابو قتادہ نے اب بھی جواب نہ دیا۔ جب میں نے تین بار اسی بات کو دہرایا، تو چچیرے بھائی نے صرف اس قدر

جواب دیا، کہ "اللہ اور رسولؐ ہی کو خوب معلوم ہے"۔ مجھے بہت ہی رقت ہوئی، اور میں خوب
ہی رویا، میں شہر میں لوٹ کر آیا، تو مجھے ایک عیسائی ملا۔ یہ مدینہ میں مجھی تلاش کر رہا تھا۔
لوگوں نے بتلا دیا کہ وہ یہی شخص ہے۔ اسکے پاس بادشاہ غسّان کا ایک خط میرے نام تھا خط میں لکھا تھا
"ہم نے سُنا ہے کہ تمہارا آقا تم سے ناراض ہو گیا ہے۔ تمکو اپنے سامنے سے نکالدیا ہے
اور باقی سب لوگ بھی تم پر جور و جفا کر رہے ہیں۔ ہمکو تمہارے درجہ و منزلت کا حال
بخوبی معلوم ہے۔ اور تم ایسے نہیں ہو کہ کوئی تم سے ذرا بھی بے التفاتی کرے، یا تمہاری
عزّت کے خلاف تم سے سلوک کیا جائے، اب تم یہ خط پڑھتے ہی میرے پاس چلے آؤ۔
اور آکر دیکھو، کہ میں تمہارا اعزاز و اکرام کیا کچھ کر سکتا ہوں"۔

خط پڑھتے ہی میں نے کہا، کہ یہ ایک اور مصیبت مجھ پر پڑی، اس سے بڑھ کے
مصیبت اور کیا ہو سکتی ہے؟ کہ آج ایک عیسائی مجھ پر اور میرے دین پر قابو پانے کی
آرزو کرنے لگا ہے، اور مجھے کفر کی دعوت دیتا ہے۔ اس خیال سے میرا رنج و اندوہ چند در چند
بڑھ گیا۔ خط کو قاصد کے سامنے ہی میں نے آگ میں ڈالدیا۔ اور کہدیا۔ "جاؤ۔ کہدینا
کہ آپ کی عنایت و التفات سے مجھے اپنے آقا کی بے التفاتی لاکھ درجہ بہتر و خوشتر ہے"۔

میں گھر پہنچا، تو دیکھا، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک شخص آیا ہوا موجود ہے۔ اُس نے
کہا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ "تم اپنی بیوی سے علیحدہ رہا کرو"۔ میں نے پوچھا کیا
طلاق کا حکم دیا ہے"؟ کہا، نہیں، صرف علیحدہ رہنے کو فرمایا ہے۔ یہ سُنکر میں نے اپنی
بیوی کو اس کے میکے بھیجدیا، مجھے معلوم ہوا۔ کہ ہلال اور مرارہ کے پاس بھی یہی حکم پہنچا تھا۔
ہلال کی بیوی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ، ہلال
کمزور و ضعیف ہے۔ اور اسکی خدمت کے لئے کوئی خادم بھی نہیں۔ اگر اذن ہو تو میں اسکی خدمت کرتی
رہوں"۔ فرمایا: "ہاں اُس کے بستر سے دُور رہو"۔ عورت نے کہا: یا رسول اللہ! ہلال کا غم و رنج
سے ایسا حال ہے کہ اُسے تو اور کوئی بھی خیال نہیں رہا"۔

مخلص نے بادشاہ غسان کو کیا جواب دیا۔

اب مجھے لوگوں نے کہا۔ کہ تم بھی اتنی اجازت لےلو۔ کہ تمہاری بیوی تمہارا کام کاج تو کر دیا کرے۔ مَیں نے کہا۔ "میں تو ایسی جرأت نہیں کرنے کا، کیا خبر۔ حضور اجازت دیں یا نہ دیں۔ اور مَیں تو جوان ہوں۔ اپنا کام خود کر سکتا ہوں۔ مجھے خدمت کی ضرورت نہیں۔"

الغرض اسی طرح مصیبت کے پچاس دن[1] گذر گئے۔ ایک رات میں اپنی چھت پر لیٹا ہوا تھا اور اپنی مصیبت پر سخت نالاں تھا، کہ کوہ سلع[2] پر چڑھ کے جو میرے گھر کے قریب تھا ابوبکر صدیق رضؓ نے آواز دی "کعب رضؓ کو مبارک ہو۔ کہ اُسکی توبہ قبول ہو گئی"! یہ آواز سُنتے ہی میرے دوست احباب دوڑ پڑے۔ اور مبارکباد کہنے لگے۔ کہ مخلص کی توبہ قبول ہوئی۔

مَیں نے یہ سُنتے ہی پیشانی کو خاک پر رکھدیا۔ اور سجدہ شکرانہ ادا کیا، اور پھر دوڑا دوڑا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین و انصار میں تشریف فرما تھے۔ مجھ دیکھ کر مہاجرین نے مبارکباد دی۔ اور انصار خاموش رہے۔ مَیں نے آگے بڑھ کر سلام عرض کیا۔ اس وقت چہرہ مبارک خوشی و مسرت سے ماہ چہاردہ کی طرح تابان و درخشان ہو رہا تھا۔ اور عادت مبارک تھی

---

[1] سفر تبوک میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غالباً ۵۰ دن ہی لگے تھے۔ اسلئے پیچھے رہ جانے والوں کو اتنے دن ہی مسلمانوں اور عیال سے قریباً تنہائی میں کاٹنے پڑے +

[2] سلع کا ذکر بخاری کی اس حدیث میں آیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سلع کی پہاڑی مدینے کے اندر ہے۔ اور کعب بن مالک صحابی کا گھر اس کے پاس تھا۔ اور طبری نے جنگ خندق کے بیان میں بروایت ابن اسحٰق یہ روایت لکھی ہے:۔ وخرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والمسلمون حتی جعلوا ظهورهم الی سلع فی ثلاثة آلاف من المسلمين فضرب هنالك عسكره والخندق بينه وبين القوم۔ اس سے ثابت ہے کہ جنگ خندق میں جب مسلمانوں نے مدینہ میں محصور ہو کر دشمنوں کا مقابلہ کیا تھا اس وقت اسلامی لشکر سلع کے قریب اُترا تھا اور اس وقت مسلمانوں کا رخ خندق کیطرف اور پشت سلع کی طرف تھی۔ حسان رضؓ بن ثابت کا جنگ خندق کی نسبت شعر ہے جسمیں عمرو بن عبد ود کے مرنے کا ذکر ہے:۔ امسی الفتی عمرو بن عبد ثاويا۔ بجنوب سلع ثارة لم ينظر + کعب بن مالک نے جنگ خندق پر جو قصیدہ لکھا۔ اسکا ایک شعر ہے:۔ الا ابلغ قريشا ان سلعا۔ وما بين العريض الی العماد۔ اب ان ہر دو روایات کے ساتھ یسعیاہ نبی کی کتاب باب ۴۲ درس ۱۵ کو دیکھیں جس میں سلع کے باشندوں کا بیان ہے جس سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ انبیاء کی کتابوں میں مدینہ کا نام سلع ہے +

کہ خوشی میں چہرہ مبارک اور بھی زیادہ روشن ہو جاتا تھا۔ مجھے فرمایا۔ "کعب۔ مبارک !۔
اس بہترین دن کے لئے! جب سے تو ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ کوئی دن ایسا مبارک
تجھ پر آج تک نہیں گذرا۔ آؤ۔ تمہاری توبہ کو رب العالمین نے قبول فرما لیا ہے"!

مَیں نے عرض کیا۔ "یا رسول اللہ! اس قبولیت کے شکرانے میں مَیں اپنا کل مال راہِ خدا
میں صدقہ دیتا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "نہیں"۔ مینے عرض کیا "نصف"۔ فرمایا،
"نہیں"۔ مینے عرض کیا "ثلث"۔ فرمایا "ہاں۔ ثلث خوب ہے۔ اور ثلث بہت بھی ہے"۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہ اس فتنہ و شر کا جو دشمنوں نے برسوں سے اٹھا رکھا تھا۔ اور جس نے عرب کے تمام
قبائل کو بغاوت کی زہر آلود ہوا سے آلودہ کر رکھا تھا، خاتمہ ہو گیا۔ ان سب لڑائیوں کے دوران
میں رحمۃ للعالمین ؐ کی بے نظیر فیاضی اور لاثانی رحمدلی کا ظہور اس کثرت و وفور سے ہوا کہ
دنیا نے جنگ کی شجاعانہ اور مہذب اصول ہمیں سے معلوم کئے۔

یہ وہ ناگزیر جنگ تھی جن میں اللہ کا برگزیدہ رسول و نبی اور مسلمان اضطراراً تقریباً سات
سال کے درمیانی عرصہ میں شریک ہوتے رہے۔

ناظرین کسی جنگ میں نہیں دیکھیں گے۔ کہ مسلمانوں نے ابتدا کی ہو۔ یہ تمام جنگ صرف
حملہ آوروں کے حملوں کو روکنے، اور ان کی شر سے بچنے کیلئے کئے گئے تھے۔ نبوت کے
تمام زمانے میں ایک شخص بھی اسلئے قتل نہیں ہوا کہ وہ بت پرست یا پارسی یا عیسائی یا یہودی تھا۔
قرآن مجید میں اس مطلب کو اللہ تعالیٰ نے بخوبی واضح فرما دیا تھا، کہ دنیا میں مذہب و اعتقاد
کا اختلاف ہمیشہ سے رہا ہے۔ اور ہمیشہ تک رہیگا۔ اسلئے مذہب کیلئے کسی شخص پر
جبر کرنا جائز نہیں۔ مندرجہ ذیل آیات اس مطلب کیلئے صاف ہیں :۔

(۱) لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۝ سورہ بقرہ رکوع ۳۴

دین کے بارے میں کسی پر جبر نہیں۔ ہدایت اور گمراہی اچھی طرح ظاہر ہو گئی ہے۔

(۲) وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ

اگر تیرا پروردگار چاہتا، تو زمین پر سب کے سب

كُلُّهُمْ جَمِيعًا - اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ (سورہ یونس)

(۳) وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ (سورہ ہود - رکوع ۱۰)

(۴) اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَاءُ - (سورہ قصص رکوع ۶)

(۵) نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَا اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ط (سورہ ق رکوع ۳)

(۶) فَذَكِّرْ اِنَّمَا اَنْتَ مُذَكِّرٌ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۵ (سورہ غاشیہ پ عم)

باشندے ایمان لے آتے - کیا تو ان لوگوں پر جبر کرے گا کہ وہ ایمان لے آئیں -

اگر تیرا پروردگار چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی اُمت بنا دیتا - اور وہ تو ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے (بجز اُن کے جن پر تیرے رب نے رحم کیا ہے) اور انکو اسی لئے پیدا کیا ہے -

تو اُسے ہدایت نہیں دے سکتا، جس سے محبت کرتا ہے مگر خدا جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے -

جو کچھ باتیں یہ لوگ کرتے ہیں، ہم جانتے ہیں اور تو انپر جبر نہیں کر سکتا - ہاں قرآن کا وعظ کر پھر جو کوئی عذاب الٰہی سے ڈرتا ہے، وہ ڈرے - وعظ کرتا رہ - کیونکہ تو وعظ کرنے والا ہی ہے اور ان پر کروڑہ نہیں ہے +

اسیرانِ جنگ

جنگ کا ذکر ختم کرنے سے پیشتر مناسب ہے کہ اُس برتاؤ کا ذکر کر دیا جائے - جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسیرانِ جنگ کے ساتھ فرماتے تھے -

اسلام سے پیشتر دنیا میں جتنی قومیں اور سلطنتیں تھیں - وہ اسیران جنگ کے ساتھ ایسے وحشیانہ سلوک کرتی تھیں، جسے سُنکر بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں -

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق عمل قیدیوں کے ساتھ صرف دو ہی طرح پر تھا -

(الف) فدیہ لے کر آزاد کرنا۔

(ب) بلا کسی فدیہ کے آزاد کر دینا۔

ابوبکر صدیق رضؓ کی رائے

مُسلمانوں کو سب سے پہلے جنگ بدر میں قیدی ہاتھ لگے تھے۔ یہ اہل مکّہ تھے۔ ان سے بڑھکر دشمن مسلمانوں کا کوئی نہ تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اس معاملہ کو صحابہ کے شوریٰ میں پیش کیا۔ صحابہ میں ایک جانب ابوبکر صدیق رضؓ تھے، جنکی رائے یہ تھی کہ قیدیوں سے جرمانہ لیلیا جائے۔ اور اُنہیں چھوڑ دیا جائے۔ اس رائے کی تائید میں انہوں نے دو دلائل پیش کئے تھے۔

(۱) زرِ جرمانہ سے ہم اپنے ساز و سامان کی درستی کر لیں گے۔

(۲) آزادی پانے کے بعد ممکن ہے کہ ان قیدیوں میں سے خدا کسی کو اسلام کی ہدایت فرمادے۔

عمر فاروق رضؓ کی رائے

دوسری جانب عمر فاروق رضؓ تھے۔ اُن کی رائے تھی۔ کہ قیدیوں کو قتل کیا جائے وہ اپنی رائے کی تائید میں کہتے تھے:۔

(الف) یہ لوگ کفر کے امام اور شرک کے پیشوا ہیں۔ انکی گردنیں اُڑانی چاہئیں۔

(ب) خدا نے ہمکو انپر غلبہ دیا ہے۔ اسلئے مسلمانوں کا قصاص لینا چاہیئے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضؓ کی رائے کو پسند فرمایا۔ جو قیدی زرِ جرمانہ ادا نہ کر سکتے تھے اُن کیلئے تجویز فرمایا کہ وہ اولادِ انصار کو لکھنا سکھلادیں (یا کوئی اور ہنر سکھلادیں)

بعض لوگ اب تک یہ سمجھتے ہیں۔ کہ عمر فاروق رضؓ کی رائے زیادہ صحیح تھی۔ وہ حدیث کے اگلے حصّہ سے دلیل پکڑتے ہیں۔ حدیث میں یہ ہے کہ اگلے روز عمر رضؓ نے رسول اللہ صلعم اور ابوبکر رضؓ کو گریہ کرتے دیکھا تھا۔ لیکن علماء کا ایک گروہ اس استدلال کے بعد بھی ابوبکر صدیق رضؓ کی رائے کو ترجیح دیتا ہے، بوجوہ ذیل:۔

(۱) قرآن مجید میں بھی رائے ابوبکر رضؓ کی بابت پہلے سے حکم موجود تھا۔

(۲) اس رائے میں رحمت ملحوظ ہے جو سب چیزوں سے وسیع تر ہے۔

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی حدیث میں ابوبکر رضؓ کو ابراہیمؑ و عیسیٰؑ سے اور عمر رضؓ کو

نوحؑ و موسیٰؑ سے تشبیہ دی ہے۔

(۴) ابوبکر رضؓ کی رائے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے موافق تھی۔

(۵) بالآخر رب العالمین نے بھی اسی رائے کو برقرار رکھا۔

(۶) ابوبکر رضؓ کا خیال صحیح ہوا کہ اسیران جنگ میں سے بہت لوگ بعد میں از خود مسلمان بھی ہوئے۔ اور سر دست زر جرمانہ (تاوان جنگ) سے مسلمانوں نے اپنی حالت کو درست بھی کر لیا؛

(ا) الغرض جنگ بدر کے ۷۲ قیدیوں میں سے ۷۰ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جرمانہ لیکر آزاد فرما دیا تھا۔ اُن قیدیوں کو مہمانوں کی طرح رکھا گیا تھا۔ بہت سے قیدیوں کے بیانات موجود ہیں جنہوں نے اقرار کیا ہے کہ اہل مدینہ بچوں سے بڑھکر انکی آسائش کا اہتمام کرتے تھے۔ صرف دو قیدی (عقبہ بن ابی معیط و نضر بن حارث) قتل کرائے گئے تھے۔ یہ سزا اُن کے سابق جرائم کا نتیجہ تھی۔ جس نے اُنہیں واجب القتل ٹھہرا دیا تھا۔

(ب) جنگ بدر کے بعد غزوہ بنو المصطلق میں سو سے زیادہ زن و مرد قید ہوئے تھے وہ سب بلا کسی معاوضہ کے آزاد کر دیئے گئے تھے۔ اور ان میں سے ایک عورت جویریہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین ہونے کا درجہ عطا فرمایا تھا۔

(ج) حدیبیہ کے میدان میں کوہ تنعیم کے ۸۰ حملہ آور قید ہوئے تھے۔ اُن کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا کسی شرط اور بلا کسی جرمانہ کے آزاد فرما دیا تھا۔

(د) جنگ حُنین میں چھ ہزار زن و مرد کو بلا کسی شرط اور جُرمانہ کے آزاد فرما دیا تھا بعض اسیروں کی آزادی کا معاوضہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے اسیر کنندگان کو ادا کیا تھا۔ اور پھر اکثر اسیروں کو خلعت و انعام دیکر رخصت فرمایا تھا۔

اِن جملہ نظائر سے ثابت ہے کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے حملہ آور دشمنوں پر قابو اور غلبہ پالینے کے بعد کس قدر الطاف فرمایا کرتے تھے!

کتب احادیث میں ایک واقعہ قیدیوں سے قیدیوں کی تبادلہ کا بھی ملتا ہے۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پاک تعلیم ہی کا اثر تھا۔ کہ خلفائے راشدین کے عہد میں اگرچہ عراق وشام۔ مصر وعرب۔ ایران وخراسان کی سینکڑوں شہر فتح کیئے گئے۔ مگر کسی جگہ بھی حملہ آوروں، جنگ آزماؤں یا رعایا میں سے کسی کو لونڈی۔ غلام بنانے کا مذکور نہیں ملتا۔ مغلوب دشمن سے تاوان جنگ لینے کا بھی کہیں اندراج نظر نہیں آتا۔
اگرچہ مسلمانوں کے لیئے یہ جنگ سخت آزمائش تھے۔ لیکن رب العالمین کی اس میں بھی شائد یہ حکمت ہو، کہ اسلام دنیا کے لیئے جنگ کا بھی وہ نمونہ پیش کر دے جو ہمدردی انسانی اور رحم والطاف سے لبریز ہو +

باب

مختلف مذاہب اور مختلف ممالک کے بادشاہوں کے پاس دعوت اسلام کے لئے سفیر وفرامین کا بھیجا جانا۔ بعض کا مسلمان ہو جانا۔ بعض کا اظہار ادب کرنا، بعض کا گستاخی سے پیش آنا۔ اور اس کا انجام۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں جو ایسی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ کہ دیگر انبیاء علیہم السلام کی نبوت ورسالت میں موجود نہیں، انمیں سے ایک نمایاں تر خصوصیت یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اسلام کو کل دنیا کا مذہب واحد کہکر پیش کیا ہے۔
اور اسی لئے نبوت کے اس ابتدائی زمانے ہی سے جب کہ شہر مکہ کے رہنے والے بھی اسلام سے بخوبی واقف نہوئے تھے۔ آنحضرت صلعم نے دیگر اقوام اور دیگر ادیان کے لوگوں میں بھی تبلیغ کرنا شروع کردیا تھا۔ بلال حبشی، صہیب رومی۔ سلمان پارسی۔ عداس نینوائی وہ

جنگ اور مصلحت الٰہی

بزرگوار ہیں، جو حبش، یونان، ایران اور وسط ایشیا کی طرف سے ثمر اولین بن کر اسلام میں داخل ہوئے تھے؛

قرآن مجید کی آیات اس بارے میں بہت صاف ہیں؛

نبی صلعم کا عالمگیر رسول ہونا

(۱) وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا (سورہ سبا؛ ع ۳)

ہم نے تجھے تمام انسانوں کیلئے بشارت پہنچانے والا ڈر سنانے والا۔ بنا کر دنیا میں رسول بنایا ہے؛

(۲) هُوَ الَّذِىْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ (سورہ صف ع ۱۔ نیز سورہ فتح ع ۴)

(۲) خدا وہ ہے جس نے اپنے رسول کو روشن دلائل اور سچے دین کے ساتھ بھیجا ہے۔ تاکہ وہ سب دینوں پر غلبہ حاصل کرے؛

(۳) وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ (سورہ انبیاء ع ۷)

(۳) ہم نے تجھے تمام اہل عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے؛

(۴) قل یا ایھا الناس انی رسول اللّٰہ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (سورہ اعراف۔ ع ۲۰)

(۴) ان سے کہدو۔ کہ اے انسانی نسل کے بچو میں تم سب کے لئے اللہ کا رسول ہوں؛

ان آیات مبارکہ کے ارشاد کی تبعیت ہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذیل کے مراسلات مختلف قوموں اور مختلف مذہبوں کے سرگردگان کے پاس روانہ فرمائے تھے اور ہر ایک کو لکھدیا تھا۔ کہ اسلام سے انکار کرنے کا وبال نہ صرف اسلئے پڑیگا۔ کہ تم نے اپنی ذات کیلئے انکار کردیا؛ بلکہ تمہارے انکار کی وجہ سے چونکہ تمہاری قوم بھی ہدایت سے رکے گی اسلئے انکی ضلالت و گمراہی کا نکال بھی تم ہی پر پڑیگا؛ کیونکہ اس فرمان میں شخصی حیثیت سے نہیں۔ بلکہ سرکردۂ قوم ہونے کی وجہ سے تم کو مخاطب کیا گیا ہے؛

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ اسلام کی بابت یہ ایسی کاروائی فرمائی ہے جس کی نظیر دنیا کے کسی سابقہ مذہب کی تاریخ میں نہیں پائی جاتی۔ کہ انکے بانیانِ مذہب نے بھی ایسا ہی کیا ہو؛

چونکہ ہم ہر ایک سچے مذہب کے ہادی کی دل سے عزت و عظمت کرتے ہیں، اسلئے انکی خموشی سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں۔ کہ وہ مقدس بزرگوار اپنے مذہب کو خود بھی اسی قوم سے مخصوص سمجھتے تھے جس کے لئے وہ بھیجے گئے تھے[1]

اب اگر انکے متبعین ان کے مسلک سے تجاوز کرتے ہیں، تو یہ انکا اپنا فعل ہے جو مذہبی حیثیت سے سند نہیں بنسکتا۔

۷ھ ہجری مقدس کے ماہ محرم کی پہلی تاریخ تھی۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پادشاہان عالم کے نام دعوت اسلام کے خطوط مبارک اپنے سفیروں کے ہاتھ روانہ فرمائے، جو سفیر جس قوم کے پاس بھیجا گیا، وہ وہاں کی زبان جانتا تھا؛ تاکہ تبلیغ بخوبی کر سکے[2]

اب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی مہر نہ بنائی تھی، جب شاہان عالم کو خطوط لکھے گئے، تو انپر مہر کرنے کیلئے خاتم تیار کیگئی۔ یہ چاندی کی تھی، تین سطور میں اس طرح پر یہ عبارت کندہ تھی[3]

اللہ
رسول
محمد

ان خطوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ جو خط عیسائی پادشاہوں کے نام تھے، ان میں خصوصیت سے یہ آیت مبارکہ بھی تھی:۔

یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم ان لا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

آل عمران رکوع ۷

اے اہل کتاب۔ آؤ۔ ایسی بات پر اتفاق کریں۔ جو ہماری تمہارے دین میں مساوی ہے، یعنی خدا کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہ کریں۔ اور کسی چیز کو بھی اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور خدا کے سوا خدائی کا درجہ ہم اپنے جیسے انسانوں کیلئے تجویز نہ کریں۔

---

[1] مقدس مسیح فرماتے ہیں "میں صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لئے بھیجا گیا ہوں"
[2] خصائص الکبریٰ جلد دوم، بروایت ابن ابی شیبہ، صفحہ ۱۰
[3] بخاری۔ عن انس بن مالکؓ۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ انگشتری ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ اپنی خلافت کے زمانہ میں پہنتے رہے، حضرت عثمانؓ سے آخر عہد خلافت میں یہ انگشتری مدینہ کے ایک چاہ بیر اریس کے اندر گر گئی تھی، بہت تلاش کی گئی نہ ملی۔ بخاری نقش الخاتم

اب ہم مختصر طور پر ان سفارتوں کا حال درج کرتے ہیں۔

بادشاہ حبش کے نام

اصحم بن ابجر، بادشاہ حبش، الملقب بہ نجاشی کے پاس عمرو بن امیہ الضمری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک لیکر گئے تھے۔ یہ بادشاہ عیسائی تھا۔ تاریخ طبری سے اس نامہ کی نقل درج کی جاتی ہے:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم	خدا کے نام سے جو بڑی رحمت اور دائمی رحم والا ہے۔
من محمد رسول اللہ الی النجاشی الاصحم ملک الحبشۃ. سلم انت فانی احمد الیک اللہ الملک القدوس السلام المومن المہیمن واشہد ان عیسی ابن مریم روح اللہ وکلمتہ القاہا الی مریم البتول الطیبۃ الحصینۃ فحملت بہ عیسی فخلقہ اللہ من روحہ و نفخہ. کما خلق ادم بیدہ و نفخہ وانی ادعوک الی اللہ وحدہ لا شریک لہ والموالاۃ علی طاعتہ وان تتبعنی وتؤمن بالذی جاءنی فانی رسول اللہ۔	یہ خط اللہ کے رسول محمدؐ کی طرف سے نجاشی اصحم بادشاہ حبش کے نام ہے۔ تجھے سلامتی ہو۔ میں پہلے اللہ کی ستایش کرتا ہوں، جو ملک۔ قدوس۔ سلام۔ مومن[ا] اور مہیمن ہے۔ اور ظاہر کرتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریم اللہ کی مخلوق اور اس کا حکم ہیں۔ جو مریم بتول طیبہ عفیفہ کی جانب بھیجا گیا۔ اور انہیں عیسیٰ کا اس سے حمل ٹھہر گیا۔ خدا نے عیسےٰ کو اپنی روح اور نفخ سے اسی طرح پیدا کیا۔ جیسا کہ آدمؑ کو اپنے ہاتھ اور نفخ سے اسی طرح پیدا کیا تھا۔ اب میری دعوت یہ ہے، کہ تو خدا پر جو اکیلا اور لاشریک ہے ایمان[ا] لا۔ اور ہمیشہ اسی کی فرمانبرداری میں رہا کر۔ اور میرا اتباع کر، اور میری تعلیم کا سچے دل سے اقرار کر کیونکہ میں اللہ کا رسول ہوں۔
وقد بعثت الیک ابن عمی جعفراً ونفراً معہ من المسلمین فاذا جاءک	میں قبل ازیں اس ملک میں اپنے چچیرے بھائی جعفر کو مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ بھیج چکا ہوں۔

[ا] مومن جو خدا کا نام ہے اُس کے معنے ہیں "ایمان عطا کرنے والا"۔

فاقرهم ودع التجبر۔ فانی
ادعوك وجنودك الى الله
فقد بلغت ونصحت فاقبلوا
نصحی،
والسلام علی من اتبع الهدی

تم اسے با آرام ٹھہرالینا۔ نجاشی! تم تکبر چھوڑ دو،
کیونکہ میں تم کو اور تمہارے دربار کو خدا کی طرف بلاتا
ہوں، دیکھو میں نے اللہ کا حکم پہنچا دیا۔ اور
تمہیں بخوبی سمجھا دیا۔ اب مناسب ہے کہ میری نصیحت مان لو
سلام اُس پر جو سیدھی راہ پر چلتا ہے،

نجاشی اس فرمان مبارک پر مسلمان ہوگیا، اور جواب میں یہ عریضہ تحریر کیا:۔

بسم الله الرحمن الرحيم
الی محمد رسول الله من النجاشی الاصحم
بن ابجر سلام علیك یا نبی الله و
رحمة الله وبركاته۔ من الله الذی
لا اله الا هو الذی هدانی الی الاسلام
اما بعد فقد بلغنی كتابك یا رسول الله
فی ما ذكرت من امر عیسی فورب
السماء والارض ان عیسی ما یزید
علی ما ذكرت ثفروقا انه كما
قلت۔ وقد عرفنا ما بعثت به
الینا۔ وقد قربنا ابن عمك و
اصحابه فاشهد انك رسول الله
صادقا مصدقا، وقد بایعتك
وبایعت ابن عمك واسلمت علی
یدیه لله رب العالمین

اللہ، رحمٰن، رحیم کے نام سے!
محمد رسول اللہ کی خدمت میں نجاشی اصحم بن ابجر
کی طرف سے! اے نبی اللہ آپ پر اللہ کی سلامتی
رحمت اور برکتیں ہوں اُسی خدا کی جس کے سوا کوئی معبود
نہیں، اور جس نے مجھے اسلام کی ہدایت فرمائی ہے
اب عرض یہ ہے، کہ حضورؐ کا فرمان میرے پاس پہنچا،
عیسیٰؑ کے متعلق جو کچھ آپ نے تحریر فرمایا ہے۔ بخدائے
زمین و آسمان، وہ اس سے ذرہ برابر بھی بڑھ کر نہیں
انکی حیثیت اتنی ہی ہے، جو آپ نے تحریر فرمائی، ہم نے آپکی
تعلیم سیکھ لی ہے، اور آپ کا چچیرا بھائی اور مسلمان میرے
پاس آرام سے ہیں۔ میں اقرار کرتا ہوں۔ کہ آپ
اللہ کے رسول ہیں سچے ہیں، اور راستبازوں
کی سچائی ظاہر کرنیوالے ہیں، میں آپ سے بیعت کرتا
ہوں، میں نے آپکے چچیرے بھائی کے ہاتھ پر حضور
کی بیعت اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کا اقرار کرلیا ہے

وقد بعثت الیك بابنی ارھا بن الاصحم بن ابجر فانی لا املك الا نفسی وان شئت ان اتیك فعلت یا رسول اللہ، فانی اشھد ان ما تقول حق ۔ والسَّلامُ علَیكَ یا رسول اللہ

اور میں حضور کی خدمت میں اپنے فرزند آرہا کو روانہ کرتا ہوں، میں تو اپنے ہی نفس کا مالک ہوں، اگر حضور کا منشاء یہ ہوگا۔ کہ میں حاضر خدمت ہو جاؤں تو ضرور حاضر ہونگا۔ کیونکہ میں یقین کرتا ہوں کہ حضور جو فرماتے ہیں۔ وہی حق ہے اے خدا کے رسول۔ آپ پر سلام۔

(۲) منذر بن ساوی شاہ بحرین تھا، شہنشاہ فارس کا خراج گذار تھا، علاء بن الحضرمی رض اس کے پاس نامہ مبارک لیکر گئے تھے، یہ مسلمان ہو گیا، اور اسکی رعایا کا اکثر حصہ بھی مسلمان ہوا، اس نے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لکھا تھا، کہ بعض لوگوں نے تو اسلام کو از حد پسند کیا ہے۔ بعض نے کراہت کا اظہار کیا ہے۔ بعض نے مخالفت کی ہے، میرے علاقے میں یہودی اور مجوسی بہت ہیں۔ ان کیلئے جو ارشاد ہو، کیا جائے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں تحریر فرمایا تھا؛

(۱) من ینصح انما ینصح لنفسہ — جو نصیحت پکڑتا ہے وہ اپنے لئے،

(۲) من اقام علی یھودیۃ او مجوسیۃ فعلیہ الجزیہ — جو یہودیت یا مجوسیت پر قائم رہے، وہ جزیہ (خراج رعیتانہ) دیا کرے،

(۳) جیفر و عبد فرزندان جلندی۔ ملک عمان کے نام عمرو بن عاص رض کے ہاتھ خط بھیجا گیا،

عمرو کا قول ہے، کہ جب میں عمان پہنچا۔ تو پہلے عبد کو ملا۔ یہ سردار تھا، اور اپنے بھائی کی نسبت زیادہ نرم و خوش خلق تھا، میں نے اسے بتایا۔ کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سفیر ہوں اور تمہارے پاس اور تمہارے بھائی کے پاس آیا ہوں،

عبد بولا، میرا بھائی، عمر میں مجھ سے بڑا، اور ملک کا مالک ہے میں تمہیں اسکی خدمت میں

پہنچادوں گا، مگر یہ تو بتلاؤ، کہ تم کس چیز کی دعوت دیتے ہو؟

عمرو بن عاص نے کہا، اکیلے خدا کی طرف، جس کا کوئی شریک نہیں، نیز اس شہادت کی طرف کہ محمدؐ خدا کا بندہ اور رسول ہے؛

عبد نے کہا، عمرو تو سردار قوم کا بیٹا ہے۔ بتلاؤ۔ کہ تیرے باپ نے کیا کیا۔ کیونکہ ہم اُسے نمونہ بنا سکتے ہیں؛

عمرو بن عاص نے جواب دیا، وہ مر گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لایا تھا۔ کاش وہ ایمان لاتا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی راستبازی کا اقرار کرتا،

میں بھی اپنے باپ کی رائے ہی پر تھا، حتی کہ خدا نے مجھے اسلام کی ہدایت فرمائی؛

عبد۔ تم کب سے محمدؐ کے پیرو ہو گئے ہو؛

عمرو بن عاص؛ ابھی تھوڑا عرصہ ہوا؛

عبد۔ کہاں؛

عمرو بن عاص۔ نجاشی کے دربار میں۔ اور نجاشی بھی مسلمان ہو گیا؛

عبد۔ وہاں کی رعایا نے نجاشی کے ساتھ کیا سلوک کیا؛

عمرو بن عاص۔ اُسے بدستور پادشاہ رہنے دیا۔ اور اُنہوں نے بھی اسلام قبول کر لیا؛

عبد۔ تعجب سے، کیا بشپ پادریوں نے بھی؟

عمرو بن عاص۔ ہاں

عبد۔ دیکھو۔ عمرو۔ کیا کہہ رہے ہو، انسان کیلئے کوئی چیز بھی جھوٹ سے بڑھکر ذلت بخش نہیں؛

عمرو بن عاص؛ میں نے جھوٹ نہیں کہا، اور اسلام میں جھوٹ بولنا جائز بھی نہیں؛

عبد، ہرقل نے کیا کیا۔ کیا اُسے نجاشی کے اسلام لانے کا حال معلوم ہے؟

عمرو بن عاص؛ ہاں؛

عبد۔ تم کیوں کر ایسا کہہ سکتے ہو؟

سفیر اسلام کی دربار عمان میں گفتگو

عمرو بن عاص۔ نجاشی ہرقل کو خراج دیا کرتا تھا۔ جب سے مسلمان ہؤا۔ کہدیا ہے کہ
اب اگر وہ ایک درہم بھی مانگے گا۔ تو نہ دوں گا
ہرقل تک یہ بات پہنچ گئی، ہرقل کے بھائی نیاق نے کہا، یہ نجاشی حضور کا ادنیٰ غلام
اب خراج دینے سے انکار کرتا ہے۔ اور حضور کے دین کو بھی اُس نے چھوڑ دیا ہے۔ ہرقل نے کہا پھر کیا
ہؤا۔ اس نے اپنے لئے ایک مذہب پسند کر لیا۔ اور قبول کر لیا، میں کیا کروں؟، بخدا۔ اگر اس
شہنشاہی کا مجھے خیال نہ ہوتا۔ تو میں بھی وہی کرتا جو نجاشی نے کیا ہے۔

عبد۔ دیکھو، عمرو کیا کہہ رہے ہو۔

عمرو بن عاص، قسم ہے خدا کی، سچ کہہ رہا ہوں۔

عبد، اچھا، بتلاؤ، وہ کن چیزوں کے کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اور کن چیزوں سے منع کرتا ہے۔

عمرو بن عاص، وہ اللہ عزّ و جلّ کی طاعت کا حکم دیتے ہیں، اور معصیتِ الٰہی سے روکتے ہیں۔
وہ زنا اور شراب کے استعمال سے اور پتھروں، بتوں اور صلیب کی پرستش سے منع فرماتے ہیں۔

عبد، کیسے اچھے احکام ہیں، جنکی وہ دعوت دیتے ہیں، کاش میرا بھائی میری رائے قبول
کرے۔ ہم دونوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر ایمان لائیں۔
میں سمجھتا ہوں، کہ اگر میرے بھائی نے اس پیغام کو رد کیا، اور دنیا ہی کا راغب رہا۔ تو
وہ اپنے ملک کیلئے بھی سراپا نقصان ثابت ہوگا۔

عمرو بن عاص، اگر وہ اسلام قبول کرے گا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُسی کو اس ملک کا
پادشاہ تسلیم فرمالیں گے۔ وہ صرف اتنا کرینگے۔ کہ یہاں کے اغنیاء سے صدقہ وصول کرکے
یہاں کے غربا میں تقسیم کرا دیا کرینگے۔

عبد، یہ تو اچھی بات ہے، مگر صدقہ سے کیا مراد ہے؟

عمرو بن عاص۔ نے زکوٰۃ کے مسائل بتلائے۔ جب یہ بتلایا۔ کہ اونٹ میں بھی زکوٰۃ ہے۔ تو
عبد بولا۔ کیا وہ ہمارے سوائم مواشی میں سے بھی صدقہ دینے کو کہینگے۔ وہ تو خود ہی درختوں کے

پتوں سے پیٹ بھر لیتا، اور خود ہی پانی جا پیتا ہے؛

عمرو بن عاصؓ نے کہا، ہاں، اونٹوں میں سے بھی صدقہ لیا جاتا ہے؛

عبد؛ میں نہیں جانتا، کہ میری قوم کے لوگ۔ جو تعداد میں زیادہ ہیں۔ اور دُور دُور تک بکھرے پڑے ہیں، وہ اس حکم کو مان لینگے؛

الغرض عمرو بن عاص وہاں چند روز ٹھہرے، عبد روز روز کی باتیں اپنے بھائی کو پہنچا دیا کرتا تھا۔ ایک روز عمرو بن عاص کو پادشاہ نے طلب کیا، چوبداروں نے دونوں جانب سے بازو تھام کر انہیں پادشاہ کے حضور میں پیش کیا، پادشاہ نے فرمایا، اسے چھوڑ دو، چوبداروں نے چھوڑ دیا، یہ بیٹھنے لگے، چوبداروں نے پھر ٹوکا۔ انہوں نے پادشاہ کی طرف دیکھا، پادشاہ نے کہا بولو۔ تمہارا کیا کام ہے؟

عمرو بن عاص نے خط دیا۔ جس پر مُہر ثبت تھی؛

جیفر نے مُہر توڑ کر خط کھولا، پڑھا، پھر بھائی کو دیا، اُس نے بھی پڑھا، اور عمرو بن عاص نے دیکھا، کہ بھائی زیادہ نرم دل ہے؛

پادشاہ نے پوچھا، کہ قریش کا کیا حال ہے؟

عمرو بن عاص نے کہا، سب نے طوعًا و کرہًا اس کی اطاعت اختیار کر لی ہے۔

پادشاہ نے پوچھا، اس کے ساتھ رہنے والے کون لوگ ہیں؟

عمرو بن عاص؛ یہ وہ لوگ ہیں، جنہوں نے اسلام کو رضا و رغبت سے قبول کیا، سب کچھ چھوڑ کر نبی صلی اللہ علیہ سلم ہی کو اختیار کر لیا ہے۔ اور پوری فکر و غور اور عقل و تجربہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانچ کر لی ہے؛

پادشاہ نے کہا، اچھا، تم کل پھر ملنا؛

عمرو بن عاص دوسرے روز پادشاہ کے بھائی سے پہلے ملا، وہ بولا، کہ اگر ہماری حکومت کو صدمہ نہ پہنچے۔ تو پادشاہ مسلمان ہو جائیگا؛

عمرو بن عاص پھر بادشاہ سے ملے،

بادشاہ نے کہا میں نے اس معاملہ میں غور کیا، دیکھو اگر میں ایسے شخص کی طاعت اختیار کرتا ہوں جس کی فوج ہمارے ملک تک نہیں پہنچی۔ تو میں سارے عرب میں کمزور سمجھا جاؤنگا، حالانکہ اگر اسکی فوج اس ملک میں آئے، تو میں ایسی سخت لڑائی لڑوں، کہ تمہیں کبھی سابقہ نہ ہوا ہو،

عمرو بن عاص نے کہا، بہتر، میں کل واپس چلا جاؤں گا،

بادشاہ نے کہا، نہیں، کل تک ٹھہرو،

دوسرے روز بادشاہ نے انہیں آدمی بھیجکر بلایا، اور دونوں بھائی مسلمان ہو گئے اور رعایا کا اکثر حصہ بھی اسلام لے آیا[۱]،

(۴) منذر بن حارث بن ابو شمر۔ دمشق کا حاکم، اور شام کا گورنر تھا، شجاع بن وہب الاسدی اسکے پاس بطور سفارت بھیجے گئے تھے، یہ پہلے تو خط مبارک پڑھکر بہت بگڑا، کہا میں خود مدینے پر حملہ کرونگا، بالآخر سفیر کو باعزاز رخصت کیا، مگر مسلمان نہ ہوا،

(۵) ہوذہ بن علی، حاکم یمامہ، عیسائی المذہب تھا، سلیط بن عمروؓ، نامہ مبارک اس کے پاس لیکے گئے تھے۔ اُس نے کہا، کہ اگر اسلام پر میری آدھی حکومت تسلیم کر لی جائے تو مسلمان ہو جاؤں گا، ہوذہ اس جواب سے تھوڑے دنوں بعد ہلاک ہو گیا،

(۶) جریج بن متی الملقب بہ مقوقس[۲] شاہ اسکندریہ مصر عیسائی المذہب تھا، حاطب بن ابی بلتعہ اس کے پاس سفیر ہو کے گئے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خط کے آخر میں تحریر فرما دیا تھا کہ اگر تم نے اسلام سے انکار کیا۔ تو تمام مصریوں (اہل قبط) کے مسلمان نہ ہونے کا گناہ تمہاری گردن پر ہو گا،

سفیر نے خط پہنچانے کے علاوہ بادشاہ کو ان الفاظ میں خود بھی سمجھایا تھا،

---

[۱] زاد المعاد صفحہ ۵۲۲ [۲] لفظ مقوقس کی اصلیت میں علماء مصر و یورپ و عرب میں بہت اختلاف ہے غالباً یہ حبشی زبان کا لفظ ہی۔ جریج بن متی کو چند یوروپین مورخین نے (جورج بن مینا) بھی لکھا ہے یہ رومی النسل تھا۔ مگر ماں غالباً قبطی تھی ۱۲

صاحب! آپ سے پہلے اس ملک میں ایک شخص ہو چکا ہے، جو انا ربکم الاعلیٰ (میں تم لوگوں کا بڑا خدا ہوں) کہا کرتا تھا، اور خدا نے اُسے دُنیا اور آخرت کی رسوائی دی۔ جب خدا کا غضب بھڑکا، تو وہ ملک وغیرہ کچھ بھی نہ رہا۔ اسلئے لازم ہے، کہ تم دوسروں کو دیکھو، اور عبرت پکڑو، یہ نہ ہو، کہ دوسرے تم سے عبرت لیا کریں،

پادشاہ نے کہا، ہم خود ایک مذہب رکھتے ہیں، اسے ترک نہیں کرینگے۔ جب تک کہ اس سے بہتر دین کوئی نہ ملے،

حاطب بولا، میں آپکو دین اسلام کی جانب بُلاتا ہوں، جو جملہ دیگر مذاہب سے کفایت کنندہ ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سب ہی کو دعوت اسلام فرمائی ہے، قریش نے مخالفت کی ہے، اور یہود نے عداوت، لیکن سب میں سے محبت و مودت کے ساتھ قریب تر نصاریٰ رہے ہیں، بخدا جس طرح موسیٰ نے عیسیٰ کے لئے بشارت دی، اسی طرح عیسیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت دی ہے قرآن مجید کی دعوت ہم آپکو اسی طرح دیتے ہیں، جیسے آپ اہل توراۃ کو انجیل کی دعوت دیا کرتے ہیں،

جس نبی کو جس قوم کا زمانہ ملا، وہی قوم اسکی امت سمجھی جاتی ہے، اسلئے آپ پر لازم ہے کہ اس نبی کی اطاعت کریں، جس کا عہد آپ کو مل گیا ہے، اور یہ سمجھ لیں کہ ہم آپ کو حضرت مسیح کے مذہب ہی کی طرف دعوت دیتے ہیں،

مقوقس نے کہا، میں نے اس نبی کے بارے میں غور کیا، ہنوز مجھے کوئی رغبت معلوم نہیں ہوئی، اگرچہ وہ کسی مرغوب شے سے نہیں روکتے ہیں، میں جانتا ہوں، کہ نہ وہ ساحر ضرر رساں ہیں نہ کاہن کاذب، اور اُن میں تو نبوت ہی کی علامت پائی جاتی ہے، بہر حال میں اس معاملے میں مزید غور کرونگا،

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خط کو ہاتھی دانت کے ڈبے میں رکھوا کر مہر لگوا کر خزانہ میں رکھوا دیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے تحائف بھیجے۔ اور جواب خط میں یہ بھی لکھا، کہ یہ تو مجھے معلوم ہے، کہ ایک نبی کا ظہور باقی ہے، مگر میں یہ سمجھتا رہا، کہ وہ رسول ملک شام میں ہونگے،

تبلیغ اسلام کی تقریر دربار مصر میں

جواب مقوقس

دلدل، مشہور خچر اسی نے تحفے میں بھیجا تھا۔[۱]

(۷) ہرقل شاہ قسطنطنیہ یا روما کی مشرقی شاخ سلطنت کا نامور شہنشاہ عیسائی المذہب تھا۔ دحیہ بن خلیفۃ الکلبیؓ[۲] اس کے پاس نامہ مبارک لے کے گئے تھے۔ یہ بادشاہ سے بیت المقدس کے مقام پر ملے۔ ہرقل نے سفیر کے اعزاز میں بڑا شاندار دربار کیا، اور سفیر سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بہت باتیں دریافت کرتا رہا،

اس کے بعد ہرقل نے مزید تحقیقات کرنا بھی ضروری سمجھا، حکم دیا، کہ اگر ملک میں کوئی شخص مکہ کا آیا ہوا موجود ہو۔ تو پیش کیا جائے،

اتفاق سے اُن دنوں ابوسفیان معہ دیگر تاجران مکہ شام آیا ہوا تھا،[۳] اسے بیت المقدس پہنچایا، اور دربار میں پیش کیا گیا، قیصر نے ہمراہی تاجروں سے کہا، کہ میں ابوسفیان سے سوال کروں گا اگر یہ کوئی جواب غلط دے تو مجھے بتلا دینا۔

ابوسفیان اُن دنوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جانی دشمن تھا، اس کا اپنا بیان ہے۔ کہ اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا، کہ میرے ساتھ والے میرا جھوٹ ظاہر کر دینگے، تو میں بہت باتیں بناتا، مگر اس وقت قیصر کے سامنے مجھے سچ سچ ہی کہنا پڑا،

سوال و جواب یہ ہیں:-

قیصر۔ محمدؐ کا خاندان اور نسب کیسا ہے؟"

ابوسفیان تاجر، شریف و عظیم،

یہ جواب سن کر ہرقل نے کہا" سچ ہے، نبی شریف گھرانے کے ہوتے ہیں تاکہ اُنکی اطاعت میں کسی کو عار نہ ہو،

قیصر، محمدؐ سے پہلے بھی کسی نے عرب میں یا قریش میں نبی ہونیکا دعوی کیا ہے؟

ابوسفیان و ہرقل کے سوال و جواب

---

[۱] زاد المعاد صفحہ ۵۲، [۲] دحیہؓ کا سلسلہ نسب ثور بن کلب تک منتہی ہوتا ہے جو قضاعہ کی بڑی شاخ ہے یہ کبار صحابہ میں سے ہیں۔ اور اور جملہ مشاہد مابعد میں شامل ہوئے ۱۲

[۳] صحیح بخاری عن ابن عباس، کتاب الجہاد صفحہ ۱۰۶۔ وکتاب الشہادات،

ابوسفیان تاجر۔ "نہیں"

یہ جواب سُنکر ہرقل نے کہا۔ "اگر ایسا ہوتا تو میں سمجھ لیتا کہ اپنے سے پہلے کی تقلید اور ریس کرتا ہے"۔

قیصر "نبی ہونے کے دعویٰ سے پہلے کیا یہ شخص جھوٹ بولا کرتا تھا؟ یا اس کو جھوٹ بولنے کی کبھی تہمت دی گئی تھی؟"

ابوسفیان۔ "نہیں"

ہرقل نے اس جواب پر کہا۔ "یہ نہیں ہو سکتا کہ جس شخص نے لوگوں پر جھوٹ نہ بولا، وہ خدا پر جھوٹ باندھے"

قیصر۔ "اس کے باپ دادا میں سے کوئی شخص پادشاہ بھی ہوا ہے؟"

ابوسفیان۔ "نہیں"

ہرقل نے اس جواب پر کہا۔ اگر ایسا ہوتا، تو میں سمجھ لیتا، کہ نبوت کے بہانے سے باپ دادا کی سلطنت حاصل کرنا چاہتا ہے"

قیصر۔ "محمدؐ کے ماننے والے مسکین غریب لوگ زیادہ ہیں، یا سردار اور قوی لوگ؟"

ابوسفیان۔ "مسکین حقیر لوگ"

ہرقل نے اس جواب پر کہا، ہر ایک نبی کے پہلے ماننے والے مسکین غریب لوگ ہی ہوتے رہے ہیں"

قیصر۔ "ان لوگوں کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے یا کم ہوتی ہے؟"

ابوسفیان۔ "بڑھ رہی ہے"

ہرقل نے کہا۔ "ایمان کا یہی خاصہ ہے۔ کہ آہستہ آہستہ بڑھتا ہے، اور حد کمال تک پہنچ جاتا ہے"

قیصر۔ کوئی شخص اس کے دین سے بیزار ہو کر پھر بھی جاتا ہے؟"

ابوسفیان۔ "نہیں"

ہرقل نے کہا۔ "لذت ایمان کی یہی تاثیر ہے، کہ جب دل میں بیٹھ جاتی اور روح پر اپنا اثر قائم کر لیتی ہے، تب جدا نہیں ہوتی"

قیصر۔" یہ شخص کبھی عہد و پیمان کو توڑ بھی دیتا ہے"؟

ابو سفیان" نہیں، لیکن امسال ہمارا معاہدہ اس سے ہوا ہے، دیکھئے کیا انجام ہو"

ابو سفیان کہتا ہے۔ کہ میں صرف اس جواب میں اتنا فقرہ ایزاد کر سکا تھا۔ مگر قیصر نے

اس پر کچھ توجہ نہ کی"۔ اور یوں کہا، بیشک نبی عہد شکن نہیں ہوتے۔ عہد شکنی دُنیادار کیا کرتا ہے

نبی دُنیا کے طالب نہیں ہوتے"

قیصر۔ کبھی اس شخص کے ساتھ تمہاری لڑائی بھی ہوئی"؟

ابو سفیان۔" ہاں"

قیصر" جنگ کا نتیجہ کیا رہا"؟

ابو سفیان" کبھی وہ غالب رہا (بدر میں) اور کبھی ہم (اُحد میں)"

ہرقل نے کہا" خدا کے نبیوں کا یہی حال ہوتا ہے۔ لیکن آخر کار خدا کی مدد اور فتح

اُن ہی کو حاصل ہوتی ہے"

قیصر" اس کی تعلیم کیا ہے"؟

ابو سفیان" ایک خدا کی عبادت کرو۔ باپ دادا کے طریق (بُت پرستی) کو چھوڑ دو

نماز۔ روزہ۔ سچائی۔ پاک دامنی۔ صلہ رحم کی پابندی اختیار کرو"

ہرقل نے کہا۔ نبی موعود کی یہی علامتیں ہم کو بتلائی گئی ہیں، میں سمجھتا تھا، کہ نبی کا ظہور

ہونے والا ہے، لیکن یہ نہ سمجھتا تھا، کہ وہ عرب میں سے ہو گا۔ ابو سفیان! اگر تم نے سچ سچ جواب

دئے ہیں، تو وہ ایک روز اس جگہ کا جہاں میں بیٹھا ہوا ہوں، (شام و بیت المقدس) ضرور

قابض ہو جائیگا، کاش! میں اُنکی خدمت میں پہنچ سکتا، اور نبی کے پاؤں دھویا کرتا"

اس کے بعد آنحضرت صلعم کا نامہ مبارک پڑھا گیا۔ ارکین دربار اُسے سُنکر بہت چیخے اور

چلائے۔ اور ہم کو دربار سے باہر نکال دیا گیا۔ میرے دل میں اسی روز سے اپنی ذلت کا نقش

اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی آئندہ عظمت کا یقین ہو گیا"

(۸) خسرو پرویز کسریٰ ایران نصف مشرقی دنیا کا شہنشاہ تھا، زردشتی مذہب رکھتا تھا عبداللہ بن حذافہؓ اس کے پاس نامہ مبارک لے کے گئے تھے، نامہ مبارک کی نقل یہ ہے :۔

کسریٰ پرویز

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ من محمد رسول اللہ الی کسریٰ عظیم فارس۔ سلام علی من اتبع الھدیٰ۔ وامن باللہ و رسولہ۔ وشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ وان محمداً عبدہٗ و رسولہ۔ وادعوک بدعایۃ اللہ فانی انا رسول اللہ الی الناس کافۃ لانذر من کان حیاً ویحق القول علی الکافرین فاسلم۔ تسلم فان ابیت فان اثم المجوس علیک ۔

اللہ رحمن رحیم کے نام سے، محمد رسول اللہ کی طرف سے کسریٰ بزرگ فارس کے نام۔ سلام اس پر جو سیدھے راہ پر چلتا، اور خدا اور رسول پر ایمان لاتا اور یہ شہادت ادا کرتا ہے، کہ خدا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اور محمدؐ اس کا بندہ اور رسول ہے، میں تجھے خدا کے پیغام کی دعوت دیتا ہوں، اور میں خدا کا رسول ہوں، مجھے جملہ نسل آدم کی طرف بھیجا گیا ہے، تاکہ جو کوئی زندہ ہے، اسے عذاب الٰہی کا ڈر سنا دیا جائے۔ جو منکر ہیں، ان پر خدا کا قول پورا ہو تو مسلمان ہو جا، سلامت رہیگا۔ ورنہ تمام قوم مجوس کا گناہ تیرے ذمے ہوگا۔

خسرو نے نامہ مبارک دیکھتے ہی غصہ سے چاک کر ڈالا، اور زبان سے کہا، میری رعایا کا ادنیٰ شخص مجھے خط لکھتا ہے۔ اور اپنا نام میرے نام سے پہلے تحریر کرتا ہے۔

گورنر یمن کا فوجی دستہ

اس کے بعد خسرو نے باذان کو جو یمن میں اس کا وائسرائے (نائب السلطنت) تھا اور عرب کا تمام ملک اُسی کے زیر اقتدار، یا زیر اثر سمجھا جاتا تھا، یہ حکم بھیجا، کہ اس شخص (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کو گرفتار کر کے میرے پاس روانہ کر دو۔

باذان نے ایک فوجی دستہ مامور کیا، فوجی افسر کا نام خرخسرو تھا، ایک ملکی افسر بھی ساتھ روانہ کیا، جس کا نام بانویہ تھا، بانویہ کو یہ ہدایت کی تھی، کہ آنحضرتؐ کے حالات پر گہری نظر ڈالے، اور آنحضرتؐ کو کسریٰ کے پاس پہنچا دے۔ لیکن اگر آپ ساتھ جانے سے انکار کریں، تو واپس آ کر رپورٹ کرے۔

جب یہ فوجی دستہ طائف پہنچا، تو اہل طائف نے بڑی خوشیاں منائیں۔ کہ اب محمد ضرور تباہ ہو جائیگا۔ کیونکہ شہنشاہ کسریٰ نے اُسے گستاخی کی سزا دینے کا حکم دیدیا ہے؛

جب یہ افسر مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو نبیؐ نے فرمایا، کہ وہ کل کو پھر حاضر ہوں۔ دوسرے روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آج رات تمہارے پادشاہ کو خدا نے ہلاک کر ڈالا۔ جاؤ۔ اور تحقیق کرو؛ افسر یہ خبر سُن کر یمن کو لوٹ گئے۔ وہاں وائیسرائے کے پاس سرکاری اطلاع آ چکی تھی، کہ خسرو کو اس کے بیٹے نے قتل کر دیا ہے۔ اور تخت کا مالک "شیرویہ" ہے۔ جو باپ کا قاتل تھا[۱]؛

اب باذان نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عادات و اخلاق اور تعلیم و ہدایت کے متعلق کامل تحقیقات کی، اور تحقیقات کے بعد مسلمان ہو گیا۔ دربار اور ملک کا اکثر حصہ بھی مسلمان ہو گیا؛ جو سفیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا۔ اُس نے واپس آ کر عرض کیا، کہ شاہ ایران نے نامہ مبارک کو چاک کر ڈالا۔ اس وقت نبیؐ نے فرمایا، (مَزَّقَ مُلْکَهٗ) اُس نے اپنی (قوم کے) فرمان سلطنت کو چاک کر دیا ہے؛

ناظرین اس مختصر اور پر ہیبت جملہ کو دیکھیں، اور سوا تیرہ سو برس کی تاریخ عالم میں تلاش کریں کہ کسی جگہ اس قوم کی سلطنت کا نشان بھی ملتا ہے، جو اس واقعہ سے پیشتر چار یا پانچ ہزار برس سے نصف دنیا پر شہنشاہی کرتی تھی، اور جس کی فتوحات بارہا یونان و روما کو نیچا دکھا چکی تھیں؟ ہرگز نہیں؛

چند والیان ملک کا مشرف باسلام ہونا

مناسبت مقام سے اس جگہ اُن والیان و حکمرانان ملک کے نام بھی درج کئے جاتے ہیں جنھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ منادان اسلام سے اسلام کی حقیقت معلوم ہوئی۔ اور وہ مسلمان ہو گئے تھے؛

(۱) ثمامہ۔ نجد کا حکمران تھا۔ سنہ ۶ ہجری میں مسلمان ہوا[۲]

---

[۱] ناظرین ہم نے نامہ مبارک کے الفاظ۔ اسلم۔ تسلم۔ پر بکرر غور کریں، اسمیں درج تھا۔ کہ اگر مسلمان ہو جائیگا تب سلامت رہیگا یہ تہدید نہ تھی۔ بلکہ اخبار عن الغیب (پیشگوئی) تھا؛ [۲] ثمامہ بن اثال نے مسیلمہ کذاب کے فتنہ میں اسلام کی نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے پاس اس بارہ میں فرات بن حبان کو سفیر بنا کر بھیجا تھا؛

(۲) جبلہ۔ عرب کی مشہور و قدیم سلطنت غسان کا حکمران تھا۔ سنہ ۷ ہجری میں مسلمان ہوا،

(۳) فردہ بن عمرو خزاعی۔ علاقہ شام پر قیصر کی طرف سے گورنر تھا۔ جب یہ مسلمان ہوا، تو قیصر نے سامنے بلایا، اور حکم دیا، کہ اسلام چھوڑ دے، فروہ نے انکار کیا، قیصر نے اسے قید کر دیا، اور پھر قتل کرا دیا۔ خدا کے پیارے بندے نے دولت۔ حکومت۔ عزت اور جان سب چیزیں ترک کر دیں۔ مگر اسلام ترک نہ کیا،

(۴) اکیدر۔ دومۃ الجندل کا حکمران تھا، سنہ ۹ ہجری میں مسلمان ہوا،

(۵) ذی الکلاع حمیری یمن و طائف کے بعض اضلاع میں اس کی حکومت تھی، اور زبردست قبیلہ حمیر کا یہ بادشاہ تھا، یہ اپنے آپ کو خدا کہلایا کرتا، اور لوگوں سے سجدہ کرایا کرتا تھا۔ اس نے مسلمان ہو جانے کے بعد ایک دن میں اٹھارہ ہزار غلام آزاد کئے تھے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں سلطنت از خود چھوڑ کر مدینہ منورہ میں آ رہا تھا، اور زاہدانہ زندگی بسر کرتا تھا، ؛

باب

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اسلام کی اشاعت جس حسن و خوبی کے ساتھ ہوئی تھی۔ اُس کی مختصر کیفیت اُن وفود (ڈیپوٹیشنوں) سے اندازہ کی جاسکتی ہے۔ جو وقتاً فوقتاً حضورؐ کی خدمت میں دور دراز سے آیا کرتے تھے،

ڈیپوٹیشن کا آنا، واپس جانا، ہر منزل اور راہ پر مختلف قوموں اور قبیلوں سے ملنا اور اسلام کی آواز کا سب لوگوں کے کان تک پہنچانا، کیسی خوبی سے انجام پاتا تھا،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدافعانہ جنگ تو جن میں بمجبوری شامل ہونا پڑا، ملک کے ایک محدود دائرہ ہی میں تھے، لیکن ان ڈیپوٹیشنوں کو دیکھو۔ کہ ملک کے ہر گوشہ اور ہر حصے سے چلے آتے تھے، ؛

ہدایت اور اسلام ہی وہ چشمے ہیں۔ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چٹیل میدان میں بہا دیئے تھے؛ جس کی طرف تمام پیاسے چلے آتے تھے؛

دعوتِ عام کی دوسری دلیل زبردست ان وفود کا حاضر ہونا ہے؛ جن قبائل کے وفود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے؛ انکے نام یہ ہیں۔ میں نے اُن قبائل کے نام اس فہرست میں شامل نہیں کئے؛ جن کا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنا، ملکی اغراض یا ذاتی فوائد کے لئے تھا؛

دوس؛ صداء؛ ثقیف؛ عبد القیس؛ بنی حنیفہ؛ طے؛ اشعرئین؛ ازو؛ فروہ جذامی؛ ہمدان؛ طارق بن عبد اللہ؛ تجیب۔ بنی سعد ہذیم؛ بنو اسد؛ بہراء؛ عذرا؛ خولان؛ محارب؛ غسان؛ بنی الحارث؛ بنی عیش؛ غامد؛ بنی فرازہ؛ سلامان؛ نجران؛ نخع؛

ذیل میں وفود مندرجہ بالا کے مختصر مختصر حال درج کئے جاتے ہیں:۔

وفد دوس طفیل بن عمرو دوسیؓ کے اسلام لانے کا ذکر اس کتاب میں پہلے آچکا ہے؛ اسلام کے بعد جب یہ بزرگوار وطن کو جانے لگا؛ تو اس نے عرض کیا؛ یا رسولؐ اللہ؛ دعا فرمایئے کہ میری قوم بھی میری دعوت پر مسلمان ہو جائے؛ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء فرمائی خدایا طفیل کو تو ایک نشان (آیت) بنا دے؛ طفیل گھر پہنچا؛ تو بوڑھا باپ ملنے کیلئے آیا؛ طفیل نے کہا بابا جان؛ اب نہ میں تمہارا ہوں؛ اور نہ آپ میرے ہیں؛ بوڑھے نے کہا؛ یہ کیوں طفیل نے کہا؛ میں تو محمدؐ کا دین قبول کر کے؛ اور مسلمان ہو کے آیا ہوں۔ بوڑھے نے کہا؛ بیٹا، جو تیرا دین ہے؛ وہی میرا بھی ہے؛ طفیل نے کہا؛ خوب؛ تب آپ اُٹھیئے؛ غسل فرمائے؛ پاک کپڑے پہن کر تشریف لائیے؛ تا کہ میں اسلام کی تعلیم دوں؛ پھر طفیل کی عورت آئی؛ اُس کی بھی اسی طرح بات چیت ہوئی؛ اور وہ بھی مسلمان ہو گئی۔ اب طفیل نے اسلام کی منادی شروع کر دی۔ لیکن لوگ کچھ مسلمان نہ ہوئے؛

طفیل پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ عرض کیا! کہ میری قوم میں زنا کی کثرت ہے (چونکہ اسلام زنا کو سختی سے حرام ٹھہراتا ہے، اسلئے لوگ مسلمان نہیں ہوتے!) حضورؐ اُنکے لئے دُعا فرمائیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان سے کہا! اللھم اھد دوسًا۔ اے خدا دوس کو سیدھا راستہ دکھلا۔ پھر طفیل سے فرمایا، جاؤ!

دعوت اسلام کرنیوالوں کے لئے ضروری ہدایات

لوگوں کو دین خدا کی طرف بلاؤ، اُن سے نرمی اور محبت کا برتاؤ کرو! اِس دفعہ طفیل کو اچھی کامیابی ہوئی، وہ ۷ھ ہجری میں دوس کے ستر۔اسّی خاندانوں کو جو مسلمان ہو چکے تھے! ساتھ لے کر مدینہ پہنچا! معلوم ہوا۔ کہ حضور خیبر گئے ہوئے ہیں۔ اسلئے خیبر ہی پہنچکر اُنسے شرف حضوری حاصل کیا۔ اور یہ سب لوگ بھی خیبر ہی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوئے! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی بھی حبش سے وہاں کے حبشی قبائل کو جو مسلمان ہو چکے تھے۔ لیکر خیبر ہی جا پہنچے تھے!

حضرت جعفر کا حبش سے وہاں کے نومسلموں کو لیکر۔ اور حضرت طفیل بن عمرو کا یمن سے دوس کے نومسلم خاندانوں کو لیکر خیبر میں پہنچ جانا! گویا یہودیوں کو خدا کی طرف سے یہ بتلا دینا تھا کہ جس نبی کی تعلیم ایسے دور دراز ملکوں میں دلوں کے قلعوں کو ایسی آسانی سے فتح کر رہی ہے اُسکی مخالفت اپنے اینٹ پتھر کے قلعوں کے بھروسہ کرنا کس قدر بے بنیاد بات ہے۔

وفد صداء

یہ وفد ۸ھ ہجری میں حاضر خدمت نبوی ہوا تھا! سب سے پہلے اس قوم کا ایک شخص زیاد بن حارث صدائی حاضر ہوا! پھر دوبارہ وہی زیاد قوم کے پندرہ سر کردہ لوگوں کو لیکر آیا! سعد بن عبادہ اُنکی تواضع کیلئے مامور ہوئے۔ اُنکے واپس جانے کے بعد اُنکے قبیلہ میں اسلام پھیل گیا تھا زیاد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا۔ کہ ہمارے ہاں صرف ایک کنواں ہے!

بیخبروں کو اسلام کے سیکھنے کی بہت ضرورت ہے

سرما میں اس کا پانی کافی ہوتا ہے! لیکن گرما میں وہ خشک ہو جاتا ہے۔ اسلئے تمام قوم منتفرق ہو کر یہ موسم پورا کرتی ہے۔ ہمارا قبیلہ ابھی جدید الاسلام ہے

ا۔ زاد المعاد جلد اول صفحہ ۲۹۴۔

تعلیم و تعلم کی بہت زیادہ ضرورت ہی، دعا فرمائیے، کہ کنوئیں کا پانی ختم نہ ہوا کرے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم سات کنکریاں اُٹھا لاؤ۔ زیاد لے آیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو اپنے ہاتھ میں رکھ کر پھر واپس دیدیا، فرمایا، ایک ایک کنکری اُس کنوئیں میں گرا دینا، ہر ایک کنکری پر اللہ۔ اللہ پڑھتے جانا۔ زیاد کا بیان ہے، کہ پھر اس چاہ میں اتنا پانی بڑھ گیا، کہ اُس کے قعر کا پتہ ہی نہ لگا کرتا[۱]۔

وفد ثقیف کا حال ثقیف میں سے سب سے پہلا شخص جو تعلیم اسلام حاصل کرنے کیلئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تھا، وہ عروہ بن مسعود ثقفی تھا، یہ اپنی قوم کا سردار تھا۔ اور صلح حدیبیہ میں کفار مکہ کا وکیل بنکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تھا، جنگ ہوازن و ثقیف کے بعد جذبہ توفیق الٰہی سے مدینہ منورہ میں حاضر ہوا۔ اور اسلام قبول کیا، عروہ کے گھر میں دس بیویاں تھیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ تم اُن میں سے چار کو رکھ کر باقی کو[۲]

---

[۱] زاد المعاد صفحہ ۱۵۰۔

[۲] اس قصہ سے ناظرین کو معلوم ہوگا، کہ عرب میں کثرت زوجات کا رواج پہلے سے تھا، اور کوئی پابندی نہ تھی۔ کہ ایک مرد اس سے زیادہ بیویاں نہ کرے، اسلام نے اس مطلق العنانی کو روکا۔ لا محدود کو محدود بنایا، اور کثرت کے لئے سب سے آخری تعداد چار مقرر کی، آجکل بہت لوگ اس پر اعتراض کرتے ہیں۔ کہ اسلام نے چار کو بھی کیوں جائز رکھا ایسا اعتراض کرنے والے زیادہ تر عیسائی ہیں، ہم پوچھتے ہیں۔ کہ کیا مسیح علیہ السلام نے یہودیوں کے رواج کثرت زوجات میں کوئی اصلاح کی تھی۔ اگر نہیں کی، تو یہ بھی اسلام کی خصوصیت ہے، کہ اُس نے جملہ مذاہب عالم میں سے اس مسئلہ کے متعلق ایک حد مقرر کی، انجیل متی ۲۵ باب کو شروع سے پڑھ کر دیکھو، جس میں ایک دُلہا کے ساتھ ۱۰ کنواریوں کی شادی کا ذکر ہے۔ جن میں ۵ تو دُلہا کے ساتھ جاتی اور ۵۔ اپنی نادانی سے پیچھے رہ جاتی ہیں۔ یہ تمثیل کثرت زوجات کی دلیل سمجھی جاتی ہے، قرآن مجید میں دو تین۔ چار تک اجازت دیکر پھر یہ فرمایا گیا ہے: وان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ" اگر یہ اندیشہ ہو، کہ تم اپنی بیویوں کے لئے عدل نہ کر سکو گے۔ تب صرف ایک بیوی کرنا" پھر یہ بھی فرمادیا" ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم" تم کبھی اپنی بیویوں کے درمیان عدل نہ کرسکو گے۔ اگرچہ تم خود بھی ایسا کرنا چاہو، پس یہ اسلام ہی ہی جس نے دنیا کی تمام مذہبی کتابوں سے پیشتر "تب صرف ایک بیوی" کے الفاظ کو قانونی اور حکمی طور پر بیان کیا ہے۔ اسلام کیلئے یہی فخر اور فضل کافی ہے۔ کتاب ہذا کے موضوع سے یہ زاید ہے، کہ ایک سے زیادہ بیوی کے جواز پر عقلی و نقلی دلائل کا یہاں بیان کیا جائے، لیکن مختصراً اس جگہ اتنا لکھ دینا ضروری ہے کہ جب قومی عزت و وقار کا حصر کثرت آبادی پر ہو۔ تب اُس وقت قومی عزت کیلئے ایک سے زیادہ بیوی کرنا ضروری ہو جاتا ہے، گو ذاتی آرام ایک سے زیادہ بیوی کرنے میں نہیں رہتا۔ لیکن دنیا کے عقلمند جانتے ہیں۔ کہ مبارک وے ہیں جو قوم کے لئے اپنے آپکی قربانی کر دیتے ہیں۔

طلاق دیدو، چنانچہ اُس نے ایسا ہی کیا!

جب عروہ رضی اللہ عنہ اسلام سیکھ چکے، تو انہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا!

کہ اب مجھے اپنی قوم میں جانے۔ قوم میں اسلام کی منادی کرنے کی اجازت فرمادی جائے!

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! تمہاری قوم تمہیں قتل کردیگی، عروہ رضؓ نے عرض کیا، یارسول اللہ

یورپ اور کثرت طلاق کا رواج

لے لفظ طلاق سے بھی یورپین مصنف بہت برہم ہوا کرتے ہیں۔ وہ یہ امر فراموش کر دیتے ہیں، کہ جیٹسن کوڈ میں طلاق کی کامل آزادی عیسائیوں کے لئے بحال رکھی گئی ہے وہ یہ بھی فراموش کر دیتے ہیں۔ کہ آج دنیا میں صرف یوروپ ہی ہے۔ جہاں طلاق بکثرت دی جاتی ہے، اور طلاق منظور کرنے والی عدالتیں جداگانہ یوروپ ہی میں ہیں۔ اسلام نے تو یہودیوں، عیسائیوں، اور مشرکین عرب کی بے روک ٹوک طلاق پر بہت سی قیود بڑھا دی ہیں، جس سے طلاق کی رسم قریبًا ملیامیٹ ہو گئی! (۱) مہر زوجہ طلاق کی روک ہے! طلاق شرعی تین ہیں، ہر ایک طلاق ایک حیض کے بعد ہونی چاہئے۔ یہ تین مہینے کی میعاد بھی طلاق کے لئے روک ہے، (۳) آخری طلاق تک خاوند بیوی ایک گھر میں رہیں یہ تدبیر بھی طلاق کی روک کیلئے ہے! (۴) طلاق پر دو گواہ ضروری ہیں، اور یہ بھی اہل غیرت کے لئے جو غیر کے سامنے اپنا پردہ کھولنا نہیں چاہتے۔ طلاق کی روک ہے، (۵) مطلقہ عورت پہلے خاوند سے نکاح نہیں کر سکتی۔ جبتک کوئی اور اس سے نکاح نہ کرلے! اور پھر اتفاق وقت سے نہ چھوڑ دے! یہ سخت و شوار شرط بھی طلاق کے لئے روک ہے (۶) سب سے بڑھ کر ان ابغض الحلال عند اللہ الطلاق! سب سے زیادہ طلاق کو روکنے والی ہے! اس حدیث کا ترجمہ یہ ہے: جائز کاموں میں سب سے زیادہ قابل نفرت کام خدا کے نزدیک طلاق ہے! (۷) قرآن مجید میں ہے۔ نبی صلعم نے اپنے صحابی زید رضؓ سے فرمایا! امسك عليك زوجك واتق الله (الاحزاب ۳۷-آیت) اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دے! اور اسے طلاق دینے میں خدا سے ڈر! لیکن سارے قرآن مجید میں کہیں بھی نہیں کہ کسی کو طلاق دینے کی بابت کہا گیا ہو (۸) قرآن مجید نے ظہار کو لغو ٹھہرایا۔ حالانکہ عرب کے نزدیک یہ بھی ایک طلاق تھی! اس سے بھی طلاق کی کمی ہو گئی (۹) قرآن مجید نے ایلاء کی اصلاح کی۔ حالانکہ عرب میں یہ بھی طلاق کے معنی میں ہی مستعمل ہوتا تھا! اور اس سے بھی طلاق میں کمی پیدا ہوئی!

طلاق کی روک کی ۱۰ تدبیریں

(۱۰) قرآن مجید نے لازم ٹھہرایا ہے! کہ ناچاقی و بدسلوکی کی حالت میں ایک ثالث شخص شوہر کے کنبہ کا۔ ایک شخص ثالث بیوی کے کنبہ کا مقرر کئے جاویں! اور یہ دونوں مل کر میاں بیوی کی شکایات سن کر ان میں اصلاح کرادیں! یہ تدبیر بھی طلاق کی روک کے لئے ہے۔ اگر کسی مذہب نے طلاق کی روک میں اتنی اور ایسی تدابیر کی تعلیم دی ہے تو وہ پیش کرے!

ان احکام کا عملی نتیجہ دیکھو۔ کہ مسلمانوں میں طلاق کا استعمال شاذ و نادر کیا جاتا ہے! لیکن یوروب میں جو عام جواز طلاق کے مسئلہ پر مفتخر ہے! کوئی شہر کوئی محلہ ایسا نہ ملیگا! جہاں طلاق کی دو چار مثالیں نہ مل سکیں! فقط

میری قوم کو مجھ سے اتنی محبت ہے، جتنی کسی عاشق کو اپنے معشوق سے ہوتی ہے، یہ بزرگوار اپنی قوم میں آیا، اور وعظ اسلام شروع کر دیا، ایک روز یہ اپنے بالاخانہ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ کسی شقی نے تیر چلایا۔ جس سے یہ شہید ہو گئے،

اگرچہ عروہؓ جان بر نہ ہوئے، لیکن جو آواز انہوں نے قوم کے کانوں تک پہنچائی تھی، وہ دلوں پر اثر کئے بغیر نہ رہی۔ تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا، کہ قوم نے اپنے چند سرکردوں کو منتخب کیا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس لئے بھیجا، کہ اسلام کی نسبت پوری واقفیت حاصل کریں،

یہ وفد سنہ ۹ ہجری میں خدمت نبوی میں حاضر ہوا تھا، وفد کا سردار عبد یالیل تھا جس کے سمجھانے کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کوہ طائف پر سلسلہ نبوت میں گئے تھے، اور اس نے وعظ کے سننے سے انکار کر کے آبادی کے لڑکوں اور اوباشوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تضحیک و تحقیر کیلئے مقرر کر دیا تھا، اور جس کے اشارہ سے طائف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھر برسائے گئے کیچڑ پھینکا گیا تھا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں سے آتے ہوئے یہ فرمادیا تھا، کہ میں انکی بربادی کے لئے دعا نہیں کروں گا، کیونکہ اگر یہ خود اسلام نہ لائینگے، تو انکی آئندہ نسلوں کو خدا ایمان عطا کریگا، اب وہی دشمن اسلام خود بخود اسلام کیلئے اپنے دل میں جگہ پاتے اور دلی شوق و روحی طلب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔

مغیرہ بن شعبہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، کہ یہ اہل ثقیف امیری قوم کے لوگ ہیں۔ کیا میں انہیں اپنے پاس اتاروں، اور انکی تواضع کروں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا امنعک ان تکرم قومک، میں منع نہیں کرتا، کہ تم اپنی قوم کی عزت کرو، لیکن ان کو ایسی جگہ اتارو، جہاں قرآن کی آواز انکے کان میں پڑے۔ الغرض انکے خیمے مسجد کے صحن میں لگائے گئے، جہاں سے یہ قرآن بھی سنتے تھے،

فروکش کرنے کا حکم

اور لوگوں کو نماز پڑھتے بھی دیکھتے! اس تدبیر سے اُن کے دلوں پر اسلام کی صداقت کا اثر پڑا! اور اُنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت اسلام کرلی اُنھوں نے بیعت سے پہلے یہ اجازت چاہی۔ کہ ہم کو ترک نماز کی اجازت دی جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا خَيْرَ فِي دِينٍ لَيْسَ فِيهِ رُكُوعٌ "جس مذہب میں نماز نہیں۔ اُس میں کوئی بھی خوبی نہیں" پھر انھوں نے کہا! اچھا ہمیں جہاد کے لئے نہ بلایا جائے اور نہ زکوٰۃ ہم سے لی جائے! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شرط قبول فرمالی۔ اور صحابہ سے فرمایا۔ کہ اسلام کے اثر سے یہ خود ہی دونوں کام کرنے لگیں[1] گے!

عبد یالیل نے جوان کا سردار تھا۔ مختلف اوقات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مندرجہ ذیل مسائل پر بھی گفتگو کی!

زنا کا بیان

(زنا حرام ہے) یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) زنا کے بارہ میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ ہماری قوم کے لوگ اکثر وطن سے دور رہتے ہیں۔ اسلئے زنا کے بغیر کچھ چارہ ہی نہیں۔ نبی صلعم نے فرمایا۔ زنا تو حرام ہے! اور اللہ پاک کا اس کے لئے یہ حکم ہے! لَا تَقْرَبُوا الزِّنَىٰ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا (بنی اسرائیل۔ ع ۴) "تم زنا کے قریب بھی نہ جاؤ! یہ تو سخت بیحیائی اور بہت بُرا طریق ہے"!

سود کا بیان

(۲) یا رسول اللہ! سود کے بارہ میں حضور کیا فرماتے ہیں، یہ تو بالکل ہمارا ہی مال ہوتا ہے (سود کا روپیہ لینا حرام ہے) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! تم اپنا اصل روپیہ واپس لے سکتے ہو، دیکھو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا (بقرہ ع ۳۸)

[1] سنن ابوداؤد عن وہب وعثمان بن ابی العاص۔ باب ما جاء فی خبر الطائف!

زار روس اور ایک عالم کا واقعہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہدیٔ مبارک کو دیکھو کہ کس حکمت سے نومسلموں پر شرائع اسلام کی تکمیل کا بار ڈالا کرتے تھے! دعوت اسلام صفحہ ۴۶۲ میں ہے کہ وال دیمیر زار روس مسلمان ہونے کو تیار تھا! اس شرط پر کہ وہ شراب کا پینا ترک نہ کرے گا۔ اس وقت کے عالم نے اس شرط کو قبول نہ کیا! زار جو بُت پرستی سے متنفر ہو گیا تھا، مایوس ہو کر عیسائی بن گیا۔ اگر اس عالم کو ہدی محمدی سے واقفیت ہوتی۔ تو آج سلطنت روس میں تقریباً سب مسلمان ہوتے!

ترجمہ:۔ اے ایمان لانے والو خدا سے ڈرو، اور سود میں سے جو لینا رہ گیا ہے، وہ بھی چھوڑ دو۔

(۳) یا رسول اللہ، خمر (شراب) کے بارہ میں آپ کیا فرماتے ہیں، یہ تو ہمارے ہی ملک کا عرق ہے۔ اور اس کے بغیر تو ہم نہیں رہ سکتے۔

شراب کا استعمال حرام ہے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، شراب کو خدا نے حرام کر دیا ہے، دیکھو، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْہُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (مائدہ ع ۱۲) ترجمہ۔ اے ایمان والو شراب۔ جوا۔ انصاب وازلام۔ ناپاک و گندے ہیں، شیطان کے کام ہیں۔ ان سے بچا کرو، تاکہ فلاح پاؤ۔

دوسرے روز اُس نے آکر کہا، خیر ہم آپ کی سب باتیں مان لیں گے لیکن ربّہ کو کیا کریں (ربّہ مونث ہے۔ ملفظ رب کا۔ جس دیوی کے بت کو یہ پوجا کرتے تھے۔ اُسے ربّہ کہا کرتے تھے)، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسے گرا دو۔

وفد کے لوگوں نے کہا ہائے ہائے۔ اگر ربّہ کو خبر ہو گئی۔ کہ آپ اُسے گرا دینا چاہتے ہیں۔ تو وہ ہم لوگوں کو تباہ ہی کر ڈالیگی۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا، افسوس۔ ابن عبد یا لیل تم اتنا نہیں سمجھتے۔ کہ وہ تو صرف پتھر ہی ہے، ابن عبد یا لیل نے کھسیانہ ہو کر کہا۔ عمر۔ ہم تجھ سے بات کرنے نہیں آئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔

اُسے گرانے کی ذمہ واری حضور خود لیں، کیونکہ ہم تو اُسے کبھی نہیں گرانے کے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خیر میں گرا دینے والے کو بھی بھیجدوں گا۔

انہیں سے ایک نے عرض کیا، کہ اُس شخص کو آپ ہمارے بعد روانہ کیجئے گا۔ وہ ہمارے ساتھ نہ جائے[1]

[1] معلوم ہوتا ہے کہ ابن عبد یا لیل جو طائف کا حکمران رئیس تھا، ایک ہوشیار شخص تھا، وہ اپنے آپ کو جاہل قوم کا نشانہ بننے سے بچانے کے لئے بظاہر اعتراضات و سوالات کرتا تھا تاکہ قوم یہ نہ کہے کہ بحث مباحثہ کے بغیر مسلمان ہو گیا۔ جاہلوں کے سمجھانے کی یہ بھی اچھی تدبیر ہے۔

الغرض یہ لوگ جتنے حاضر ہوئے تھے۔ وہ مسلمان ہوکر وطن کو واپس چلے گئے۔ اُنھوں نے چلتے وقت کہا، کہ ہمارے لئے کوئی امام مقرر کر دیجئے؛

اِن ہی میں ایک شخص عثمان بن ابو العاص تھا، جو عمر میں سب سے چھوٹا تھا۔ وہ قوم سے خفیہ خفیہ قرآن مجید اور احکام شریعت سیکھتا رہا تھا؛ کبھی رسول اللہ سے، کبھی ابوبکر صدیقؓ سے سیکھ لیا کرتا۔ آنحضرت ﷺ نے اُسی کو اُن کا امام مقرر فرما دیا؛

علم میں بڑا، عمر میں چھوٹا

وفد نے راستہ میں یہ مشورہ کیا، کہ اپنا اسلام چھپا کر پہلے قوم کو مایوس کر دینا چاہیئے۔

جب یہ وطن پہنچ گئے! تو قوم نے پوچھا، کہو، کیا حال ہوا!

وفد نے کہا۔ ہمیں ایک سخت خو۔ درشت گو شخص سے سابقہ پڑا، جو ہمیں اَن ہونی باتوں کا حکم دیتا ہے۔ مثلاً لات و عزّیٰ کو توڑ دینا، تمام سودی روپیہ کو چھوڑ دینا۔ شراب، زنا، کو حرام سمجھنا؛ قوم نے قسم کھا کر کہا ہم ان باتوں کو کبھی نہیں ماننے کے!

سفراء کی مصلحت

وفد نے کہا، اچھا ہتھیاروں کو درست کرو؛ اور جنگ کی تیاری کرو، قلعوں کی مرمت کرو۔ دو دن تک ثقیف اسی ارادہ پر جمے رہے، تیسرے روز خود بخود ہی کہنے لگے؛

بھلا محمدؐ کے ساتھ ہم کیونکر لڑ سکیں گے! سارا عرب تو اُس کی اطاعت کر رہا ہے، پھر وفد کے لوگوں سے کہا؛ جاؤ! جو کچھ بھی وہ کہتا ہے۔ قبول کر لو!

وفد نے کہا۔ کہ اب ہم تم کو صحیح صحیح بتلاتے ہیں؛ ہم نے محمدؐ کو تقویٰ میں اور وفا میں رحم میں اور صدق میں سب ہی سے بڑھکر پایا، ہم۔ تم سب کو اس سفر سے بڑی برکت حاصل ہوئی!

قوم نے کہا، کہ تم نے ہم سے یہ راز کیوں پوشیدہ رکھا، اور ہم کو ایسے سخت غم والم میں کیوں ڈالا۔ وفد نے کہا، ہمارا مدعا یہ تھا، کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں سے شیطانی غرور نکال دے۔ اس کے بعد وہ توئی مسلمان ہو گئے!

چند روز کے بعد وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجے ہوئے اشخاص بہا تحتی

خالد بن ولیدؓ پہنچ گئے۔ انہوں نے لات کے گرا دینے کی کارروائی کا آغاز کرنا چاہا۔ ثقیف کے
سب مرد و زن۔ بوڑھے۔ بچے اس کام کو دشوار سمجھے ہوئے تھے۔ پردہ نشین عورتیں بھی
تماشا دیکھنے نکل آئی تھیں۔ مغیرہ بن شعبہ نے اس کے توڑنے کے لئے تبر چلایا۔ مگر اپنے
زور میں خود ہی گر پڑے۔ یہ دیکھ کر ثقیف والے پکار اُٹھے۔ خدا نے مغیرہ کو دھتکار دیا۔ اور
ربہ[1] نے اُسے قتل کر ڈالا۔ اب خوش ہو ہو کر کہنے لگے۔ تم کچھ ہی کوشش کرو۔ مگر اُسے نہیں گرا سکتے
مغیرہ بن شعبہ نے خفا ہو کر کہا۔ ثقیف والو۔ تم بہت ہی بیوقوف ہو۔ یہ پتھر کا ٹکڑا کر
بھی کیا سکتا ہے۔ لوگو۔ خدا کی عافیت کو قبول کرو۔ اور اُسی کی بندگی کرو۔

پھر مندر کا دروازہ بند کر کے مغیرہ نے اول اس بُت کو توڑا۔ اور پھر مندر کی دیواروں
پر چڑھ گیا۔ اور اُنہیں گرانا شروع کر دیا۔ باقی مسلمان بھی دیواروں پر جا چڑھے۔ اور اُس
عمارت کا ایک ایک پتھر گرا کر چھوڑا۔

مندر کا پجاری کہنے لگا کہ مندر کی بنیاد انہیں ضرور غرق کر دیگی۔ مغیرہ نے یہ سُنا
تو بنیاد بھی ساری کھود ڈالی۔ اور اس طرح اس قوم کے دلوں میں اسلام کی بنیاد مستحکم ہو گئی ہے[۱]

وفد عبد القیس کا حال

قبیلہ عبد القیس کا وفد خدمت نبوی میں حاضر ہوا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے پوچھا۔ تم کس قوم سے ہو۔ عرض کیا۔ قوم ربیعہ سے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں خوش
آمدید۔ فرمایا۔

انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ ہمارے اور حضور کے درمیان قبیلہ مضر کے کافر
آباد ہیں۔ ہم شہر حرام ہی میں حاضر ہو سکتے ہیں۔ اسلئے صاف واضح طور پر سمجھا دیا جائے
جس پر ہم بھی عمل کرتے رہیں۔ اور قوم کے باقی ماندہ اشخاص بھی۔

فرمایا۔ میں چار چیزوں پر عمل کرنے کا۔ اور چار چیزوں سے بچے رہنے کا حکم دیتا ہوں۔
جن چیزوں کے کرنے کا حکم ہے وہ یہ ہیں:۔

---

[۱] زاد المعاد۔ صفحہ ۴۸۵ ج ۲ ٭ [1] ربہ دیوی کو کہا کرتے تھے۔ ۱۲۔

(۱) اکیلے خدا پر ایمان لانا؛ اس سے مراد یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت ادا کرنا، (۲) نماز، (۳) زکوٰۃ، (۴) رمضان کے روزے، اور مال غنیمت سے خُمس نکالنا

کرنے کے کام

(چار چیزیں جن سے بچنے کا حکم ہے یہ ہیں) :-

(۱) دُبّا (تونبا)، (۲) حَنتم (لاکھی برتن)، (۳) نقیر۔ (شراب کے لئے لکڑی کا ایک برتن)، (۴) مزفت (قیر آلودہ برتن)[۱]، ان باتوں کو یاد رکھو، اور پچھلوں کو بھی بتلا دو،

اُنہوں نے عرض کیا، یا رسُول اللہ، حضور کو کیا معلوم ہے، کہ نقیر کیا ہوتی ہے، فرمایا جانتا ہوں۔ کھجُور کے درخت میں زخم لگا کر عرق نکالتے، اُس میں کھجوریں ڈلا ملا کرتے ہو، اس پر پانی ڈالتے ہو۔ اُس میں جوش پیدا ہوتا ہے۔ جب جوش بیٹھ جاتا ہے، تب پیا کرتے ہو، ممکن ہے، کہ تم سے کوئی (اس نشہ میں) اپنے چچیرے بھائی کو بھی قتل کر ڈالے۔

(عجیب بات یہ کہ اسی وفد میں ایک شخص ایسا بھی تھا، جس نے نقیر کے نشہ میں اپنے چچیرے بھائی کو قتل کر دیا تھا)۔

اِن لوگوں نے پوچھا، یا رسُولُ اللہ ہم کیسے برتن میں پانی پیا کریں، فرمایا مشکوں میں جن کا منہ باندھ دیا جاتا ہے۔ اُنہوں نے کہا، یا رسُولُ اللہ۔ ہمارے یہاں چوہے بکثرت ہوتے ہیں، اِسلئے وہاں چمڑے کی مشکیں سالم نہیں رہ سکتی ہیں۔ فرمایا، خواہ سالم ہی نہ رہیں،

اِسی وفد کے ساتھ جارود بن العلاء بھی آیا تھا، یہ مسیحی المذہب تھا، اُسنے کہا یا رسول اللہ میں اس وقت بھی ایک مذہب رکھتا ہوں، اگر ہم اسے چھوڑ کر آپ کے دین میں داخل ہو جائیں، تو کیا آپ ہمارے ضامن بن سکتے ہیں، فرمایا۔ ہاں، میں ضامن بنتا ہوں۔ کیونکہ جس مذہب

[۱] صحیح بخاری عن ابن عباس۔ اس قوم میں شراب بکثرت پی جاتی، بنائی جاتی، ذخیرہ رکھی جاتی تھی، نبی صلعم نے حرمت شراب کا حکم دیتے وقت اُن ظروف۔ کا استعمال بھی منع فرما دیا، جن میں شراب پی جاتی، یا رکھی جاتی تھی جب قوم سے شراب کی عادت چھوٹ گئی۔ تب ان برتنوں کے استعمال کی ممانعت بھی دور کر دی گئی تھی، اس سے مسلمان بآسانی سمجھ سکتے ہیں کہ نبی صلعم کیسی حکمت اور عمدگی سے تعلیم دیا کرتے تھے۔

کی میں دعوت دے رہا ہوں، یہ اس سے بہتر ہے، جس پر تم اب ہو۔
جارود کے ساتھ اور بھی عیسائی مسلمان ہو گئے تھے[۱]۔

وفد بنی حنیفہ[۵] | بنو حنیفہ کا وفد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، ثمامہ بن اثال[۲] کی کوشش سے اس علاقہ میں اسلام کی اشاعت ہوئی تھی، یہ وفد مدینہ آکر مسلمان ہوا تھا۔

اسی وفد کے ساتھ مسیلمہ کذاب بھی تھا، وہ مدینہ آکر لوگوں میں کہنے لگا، کہ اگر محمد صاحب یہ اقرار کریں۔ کہ اُن کا جانشین مجھے بنایا جائیگا، تو میں بیعت کروں گا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سُنا، حضور کے ہاتھ میں کھجور کی ایک چھڑی تھی، فرمایا، میں تو اس چھڑی کے دینے کی شرط پر بھی بیعت لینا نہیں چاہتا،

اگر وہ بیعت نہ کریگا، تو خدا اُسے تباہ فرمائیگا۔ اس کا انجام خدا تعالے نے مجھے کھلا دیا ہے، یعنی میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ میرے ہاتھوں میں سونے کے کنگن ہیں، مجھے وہ ناگوار معلوم ہوئے۔ خواب ہی میں وحی سے معلوم ہوا، کہ انہیں پھونک سے اُڑا دو، میں نے پھونک ماری، تو وہ اُڑ گئے، میں خیال کرتا ہوں، کہ ان سے مراد مسیلمہ صاحب یمامہ اور عنسی صاحب صنعا ہے[۳]۔

مسیلمہ کذاب نے اگرچہ رسالت کا دعوی کیا تھا، مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی رسول تسلیم کرتا تھا، اس سے مدعا اس کا غالباً یہ تھا، کہ اس علاقہ کے مسلمان مخالف نہ ہوں،

سنہ ۱۰ ہجری میں مسیلمہ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم میں یہ خط و کتابت بھی ہوئی تھی،

---

[۱] زاد المعاد صفحہ ۴۸۷ [۲] صحیحین بروایت ابن عباس رض [۲] دیکھو صفحہ ۲۳۴
[۳] صحیحین بروایت نافع بن جبیر عن ابن عباس مسیلمہ اور عنسی دو کذاب شخص گذرے ہیں، جنھوں نے نبی صلعم کی دیکھا دیکھی نبوت کا دعوی کر لیا تھا، خدا نے دونوں کو تباہ کر دیا، کامیابی اور ہادی صداقت کی رفاقت اُسی کو ملی جو خدا کا سچا رسول تھا، قرآن مجید میں پیشگوئی موجود ہے هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ خدا نے اپنے رسول کو ہدایتوں اور صداقتوں کے ساتھ اس لئے بھیجا ہے۔ کہ وہ باقی سب مذہبوں کے اوپر ظہور پائے،

من مسیلمہ رسول اللہ الی محمد رسول اللہ، اما بعد فان لنا نصف الارض و لقریش نصفھا۔ ولکن قریشاً لا ینصفون۔ والسلام علیک۔ ترجمہ: "خدا کے رسول مسیلمہ کی طرف سے خدا کے رسول محمدؐ کے نام، واضح ہو۔ کہ نصف زمین ہماری اور نصف قریش کی ہے، مگر قریش انصاف نہیں کرتے۔ آپ پر سلام ہو۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ من محمد النبی الی مسیلمۃ الکذاب۔ اما بعد فان الارض للہ یورثھا من یشاء من عبادہ والعاقبۃ للمتقین والسلام علی من اتبع الھدی۔ کتب ابی بن کعب[۱]

ترجمہ۔ اللہ کے نام سے۔ جو کمال رحمت اور دائمی رحم والا ہے۔ خدا کے نبی محمدؐ کی طرف سے مسیلمہ کذاب کے نام، واضح ہو۔ کہ زمین خدا کی ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے وارث بناتا ہے۔ اور عاقبت خدا ترس لوگوں کے لئے ہے۔ سلام ہو اُس پر جو سیدھے راستہ پر چلتا ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط حبیبؓ بن زید بن عاصم لیکر گئے تھے۔ کذاب نے اُن کے دونوں ہاتھ دونوں پاؤں کٹوا دیئے تھے[۲]۔

وفد طے کا بیان قبیلہ طے کا وفد جس کا سردار زید الخیل تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عرب کے جس شخص کی تعریف میرے سامنے ہوئی، وہ دیکھنے کے وقت اُس سے کم ہی نکلا، ایک زید الخیل اس سے مستثنیٰ ہے۔ پھر اس کا نام زید الخیر رکھ دیا[۵۲]۔ یہ سب لوگ ضروری گفتگو کے بعد مسلمان ہو گئے تھے[۳]۔

---

[۱] فتوح البلدان

[۲] فتوح البلدان بلاذری صفحہ ۹۵، اس جگہ ناظرین کی اطلاع کے لئے اس قدر درج کر دینا ضروری ہے کہ مسیلمہ پر ابوبکر صدیقؓ کی خلافت میں خالد بن ولیدؓ نے لشکر کشی کی تھی۔ مسیلمہ، وحشی کے ہاتھ سے قتل ہوا تھا۔ وحشی وہی ہیں، جو حضرت حمزہ کے قاتل ہیں، یہ کہا کرتے تھے، کہ اگر کفر میں میں نے ایک عظیم الشان مسلمان کو مارا تھا۔ تو اسلام میں آکر ایک بڑے بھاری کافر کو بھی مارا ہے۔ خدا نے میری گناہ کی تلافی کر دی۔

[۳] زاد المعاد صفحہ ۱۹۴، زید الخیر شاعر۔ خطیب بہادر و زبان آور تھے۔ ان کے دو بیٹے مکنف و حریث بھی صحابی ہیں۔

وفد اشعرئین کا حال قبیلہ اشعریہ (جو اہل یمن تھے) کا وفد حاضر ہوا۔ اُن کے آنے پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

اہل یمن آئے ہیں۔ جن کے دل نہایت نرم اور ضعیف ہیں؛ ایمان یمینوں کا ہے، اور حکمت یمینوں کی، مسکنت بکریوں والوں میں فخر اور غرور اونٹ والوں میں ہے، جو مشرق کی طرف رہتے ہیں؛

جب یہ لوگ مدینہ میں داخل ہوئے، تو یہ شعر پڑھ رہے تھے:۔

غداً نلاقی الاحبہ　　محمداً وحزبہ

کل ہم اپنے دوستوں یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے ساتھ والوں سے ملیں گے۔[1]

وفد ازد کا حال یہ وفد سات شخصوں کا تھا، نبی صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو نبی صلعم نے اُنکی وضع قطع کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا، پوچھا تم کون ہو؟ اُنہوں نے جواب دیا، ہم مومن ہیں۔ نبی صلعم نے فرمایا، ہر ایک قول کی ایک حقیقت ہوتی ہے۔ بتلاؤ، کہ تمہارے قول اور ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ اُنہوں نے عرض کیا، کہ ہم پندرہ خصلتیں رکھتے ہیں، پانچ وہ ہیں؛

ایمان کی حقیقت جن پر اعتقاد رکھنے کا۔ اور پانچ وہ ہیں جن پر عمل کرنے کا حکم آپ کے بھیجے ہوئے لوگوں نے دیا ہے، پانچ وہ ہیں جن پر ہم پہلے سے پابند ہیں؛

پانچ باتیں جن پر حضور کے مبلغین نے ایمان لانیکا حکم دیا، یہ ہیں:۔ ایمان خدا پر، فرشتوں پر، اللہ کی کتابوں پر، اللہ کے رسولوں پر، مرنے کے بعد جی اُٹھنے پر۔

پانچ باتیں عمل کرنے کی ہم کو یہ بتلائی گئی ہیں:۔

لا الٰہ الا اللہ کہنا، پانچ وقت کی نمازوں کا قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا، بیت الحرام کا حج کرنا، جسے راہ کی استطاعت ہو؛

پانچ باتیں جو پہلے سے معلوم ہیں، یہ ہیں:۔ آسودگی کے وقت شکر کرنا، مصیبت کے وقت صبر کرنا، قضائے الٰہی پر رضامند ہونا، امتحان کے مقامات میں راستبازی پر قائم رہنا،

عملی اخلاق

[1] زاد المعاد صفحہ ۱۹۸؛

اعدا کو شماتت نہ دینا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جنہوں نے اِن باتوں کی تعلیم دی وہ حکیم و عالم تھے، اور انکی دانشمندی سے معلوم ہوتا ہے، گویا انبیاء تھے، اچھا پانچ چیزیں اور بتا دیتا ہوں۔ تاکہ پوری بیس خصلتیں ہو جائیں:۔

(الف) وہ چیز جمع نہ کرو جسے کھانا نہ ہو، (ب) وہ مکان نہ بناؤ جس میں بسنا نہ ہو، (ج) ایسی باتوں میں مقابلہ نہ کرو، جنہیں کل کو چھوڑ دینا ہو، (د) خدا کا تقویٰ رکھو، جسکی طرف لوٹ جانا اور جس کی حضور میں پیش ہونا ہے، (ھ) اُن چیزوں کی رغبت رکھو، جو آخرت میں تمہارے کام آئینگی۔ جہاں تم ہمیشہ رہو گے،

اِن لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت پر پورا پورا عمل کیا[۱]

فروہ بن عمرو الجذامی کی سفارت آنیکا ذکر[۲] عرب کا جتنا شمالی حصہ سلطنت قسطنطنیہ کے قبضہ میں تھا اُس سارے علاقہ کا گورنر فروہ بن عمرو تھا، اس کا دار الحکومت معان تھا، فلسطین کا متصلہ علاقہ بھی اسی کی حکومت میں تھا،

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نامہ مبارک (دعوت اسلام کا) بھیجا تھا، فروہ رض نے اسلام قبول کیا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک سفید رنگ کا قیمتی خچر ہدیہ میں بھیجا تھا،

جب بادشاہ قسطنطنیہ کو اُسکے مسلمان ہو جانے کی اطلاع ملی، تو اُسے حکومت سے واپس بلالیا پہلے اسلام سے پھر جانے کی ترغیب دیتا رہا جب فروہ نے انکار کیا، تو اُسے قید کر دیا گیا، آخر یہ رائے ہوئی کہ اُسے پھانسی پر لٹکا دیا جائے، شہر فلسطین میں عفراء نامی تالاب پر اُسے پھانسی دیدی گئی۔ جب وہ پھانسی کے نیچے پہنچا، تو اُس نے یہ شعر پڑھے[۳]:۔

الا هل اتی سلمی بان خلیلها	علی ماء عفرا فوق احدی الرواحل
علی ناقة لم یضرب الفحل امها	مشذبة اطرافها بالمناجل

جان دینے سے پیشتر یہ شعر بھی پڑھا:۔

بلغ سراة المسلمین باننی	سلم لربی اعظمی ومقامی

[۱] زاد المعاد صفحہ ۵۱۲۔ [۲] از کتاب معرفۃ الصحابہ لابی نعیم المتوفی ۴۳۰ھ [۳] ان اشعار میں پھانسی کی پہیلی ہے

وفد ہمدان یہ قبیلہ یمن میں آباد تھا، ان میں اشاعت اسلام کیلئے خالد بن ولیدؓ کو بھیجا گیا تھا۔
وہ وہاں دیر تک رہے۔ اسلام نہ پھیلا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علی مرتضیٰؓ کو اس قبیلہ میں
اشاعت اسلام کیلئے مامور فرمایا، انکے فیضان سے تمام قبیلہ ایک دن میں مسلمان ہو گیا،
سیدنا علیؓ کا خط جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سُنا، تو سجدۂ شکرانہ کیا، اور زبان مبارک
سے فرمایا، السلام علی ھمدان، (ہمدان کو سلامتی ملے)

یہ وفد انہی لوگوں کا تھا جو حضرت علیؓ کے ہاتھ پر ایمان لا چکے تھے، اور دیدار نبوی سے مشرف
ہونے آئے تھے۔ مالک بن نمط نے مندرجہ ذیل اشعار نبی صلعم کے حضور میں نہایت ذوق سے پڑھے تھے:۔
الیک جاوزن سواد الریف ✤ فی ھبوات الصیف والخریف ✤ معظمات بجبال اللیف[1]

وفد طارق بن عبداللہ طارق بن عبداللہ کا بیان ہے، کہ میں مکہ کے سوق المجاز میں کھڑا تھا
اتنے میں وہاں ایک شخص آیا، جو پکار پکار کر کہتا تھا؛
یا ایہا الناس قولوا لا الٰہ الا اللہ تفلحوا۔ لوگو! لا الٰہ الا اللہ کہو، فلاح پاؤ گے، ایک
دوسرا شخص اسکے پیچھے پیچھے آیا، جو کنکریاں اُسے مارتا تھا، اور کہتا تھا؛
یا ایہا الناس لا تصدقوہ فانہ کذاب۔ لوگو! اسے سچا نہ سمجھو، یہ تو جھوٹا شخص ہے
میں نے دریافت کیا، کہ یہ کون کون ہیں؛
لوگوں نے کہا، کہ یہ تو بنی ہاشم میں سے ایک ہے، جو اپنے آپ کو رسول اللہ سمجھتا ہے
اور یہ دوسرا اس کا چچا عبدالعزےٰ ہے (ابولہب کا نام عبدالعزیٰ تھا)؛
طارق کہتا ہے۔ کہ اسکے بعد برسوں گزر گئے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ جا رہے، اس
وقت ہماری قوم کے چند لوگ جن میں میں بھی تھا مدینہ گئے، تاکہ وہاں کی کھجوریں مول لائیں
جب مدینہ کی آبادی کے متصل پہنچ گئے، تو ہم اس لئے ٹھہر گئے۔ کہ سفر کے کپڑے اُتار کر دوسرے

---

[1] زاد المعاد صفحہ ۴۹۳؛
[2] اس واقعہ سے اندازہ کرو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسی محنت اور صبر و استقلال سے قوموں کو توحید کی دعوت دی تھی۔ دشمن کہتے ہیں۔ کہ اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا۔

کپڑے بدل کر شہر میں داخل ہوگئے۔

اتنے میں ایک شخص آیا۔ جس پر دو پرانی چادریں تھیں، اس نے سلام کے بعد پوچھا۔ کہ کدھر سے آئے، کدھر جاؤ گے۔ ہم نے کہا۔ کہ ربذہ سے آئے ہیں۔ اور یہیں تک قصد ہے۔ پوچھا، مدعا کیا ہے؟

ہم نے کہا۔ کہ کھجوریں خرید کرنی ہیں۔

ہمارے پاس ایک سرخ اونٹ تھا۔ جس کے مہار ڈالی ہوئی تھی۔

اس شخص نے کہا، یہ اونٹ بیچتے ہو؟ ہم نے کہا، ہاں۔ اس قدر ... کھجوروں کے بدلے دیدیں گے۔ اس شخص نے یہ سن کر قیمت گھٹانے کی بابت کچھ بھی نہیں کہا۔ اور مہار شتر سنبھال کر شہر کو چلا گیا۔ جب شہر کے اندر جا پہنچا۔ تو اب آپس میں لوگ کہنے لگے۔ کہ یہ ہم نے کیا کیا، اونٹ ایسے شخص کو دیدیا، جس سے ہم واقف تک نہیں۔ اور قیمت کے وصول کرنے کا کوئی انتظام ہی نہ کیا۔

ہمارے ساتھ ایک ہودج نشین (سردار قوم کی) عورت بھی تھی۔ وہ بولی۔ کہ میں نے اس شخص کا چہرہ دیکھا تھا۔ کہ چودھویں رات کے چاند کے روشن حصّہ جیسا تھا۔ اگر ایسا آدمی قیمت نہ دے تو میں ادا کروں گی۔

ہم یہی باتیں کر رہے تھے۔ اتنے میں ایک شخص آیا۔ کہا مجھے رسول اللہ نے بھیجا ہے (اور قیمت شتر کی کھجوریں بھیجی ہیں۔ (تمہاری ضیافت کی کھجوریں الگ ہیں) کھاؤ پیو۔ اور قیمت کی کھجوروں کو ناپ کر پورا کر لو۔ جب ہم کھا پی کر سیر ہوئے۔ تو شہر میں داخل ہوئے۔ دیکھا کہ وہی شخص مسجد کے منبر پر کھڑا وعظ کر رہا ہے۔ ہم نے مندرجہ ذیل الفاظ آپ کے سنے۔

تصدقوا۔ فان الصدقۃ خیر لکم	لوگو! خیرات دیا کرو۔ خیرات کا دینا تمہارے لئے
الید العلیا۔ خیر من الید السفلے	بہتر ہے۔ اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے
امک واباک۔ واختک واخاک	ماں کو، باپ کو، بہن کو، بھائی کو، پھر قریبی کو،

وادناك ادناك — اور دوسرے قریبی کو دو؛

وفد تجیب ۱۲

قبیلہ تجیب کے تیرہ شخص حاضر ہوئے تھے۔ یہ اپنے قوم کے مال و مواشی کی زکوٰۃ لے کر آئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اسے واپس لے جاؤ۔ اور اپنے قبیلہ کے فقراء پر تقسیم کر دو۔ انھوں نے عرض کی۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ فقراء کو دیکر جو بچ رہا ہے۔ ہم وہی لیکر آئے ہیں ابوبکر صدیق رض نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ ان سے بہتر کوئی وفد اب تک نہیں آیا۔ رسول اللہ نے فرمایا۔ ہدایت خدائے عزوجل کے ہاتھ میں ہے۔ خدا جس کی بہبودی چاہتا ہے۔ اُس کے سینہ کو ایمان کے لئے کھول دیتا ہے۔

اِن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چند باتوں کا سوال کیا۔ آنحضرت صلعم نے اُن کو جوابات لکھوا دیئے تھے۔ ۲

یہ لوگ قرآن اور سُنن ہدیٰ کے سیکھنے میں بہت ہی راغب تھے۔ اسلئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رض کو ان کی تواضع کے لئے خاص طور پر معین کر دیا تھا۔

یہ لوگ واپسی کی اجازت کیلئے بہت ہی اضطراب ظاہر کرتے تھے۔ صحابہ نے پوچھا کہ تم یہاں سے جانے کے لئے کیوں گھبراتے ہو۔

کہا۔ دل میں یہ جوش ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے جو انوار ہم نے حاصل کئے۔ نبی اللہ کی گفتار سے جو فیض ہمنے پائے۔ جو برکات اور فوائد ہم کو یہاں آکر حاصل ہوئے۔ اُن سب کی اطلاع اپنی قوم کو جلد پہنچائیں۔

آنحضرت نے انکو عطیات سے سرفراز کیا۔ اور رخصت فرمایا۔ پوچھا کوئی شخص تم میں سے باقی بھی رہا ہے۔ انہوں نے کہا۔ ہاں۔ ایک نوجوان لڑکا ہے جسے اسباب کے پاس ہمنے چھوڑ دیا

---

۱ زاد المعاد صفحہ ۵۰۔ بحوالہ بیہقی عن جامع بن شداد۔ توحید کا سبق طارق نے مکہ میں۔ اور اخلاق حسنہ کا سبق مدینہ میں پایا تھا۔ اور بالآخر اپنی قوم سمیت مسلمان ہوگیا تھا۔

۲ جو لوگ سمجھتے ہیں کہ احادیث رسول آنحضرت کے زمانہ میں قلمبند نہیں کی گئیں۔ وہ اس واقعہ پر زیادہ غور کریں۔

تھا۔ فرمایا، اُسے بھی بھیجدینا۔ وہ حاضر ہؤا، تو اُس نے کہا، یارسول اللہ۔ حضور نے میری قوم کے لوگوں پر لُطف و رحمت کی ہے، مجھے بھی کچھ مرحمت ہو جائے!

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم کیا چاہتے ہو؟

کہا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا مدعا اپنی قوم کے مُدعا سے الگ ہے!

اگرچہ میں جانتا ہوں، کہ وہ یہاں اسلام کی محبت سے آئے، اور صدقات کا مال بھی لائے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم کیا چاہتے ہو؟

التماس دعا کہا، میں اپنے گھر سے صرف اس لئے آیا تھا۔ کہ حضور میرے لئے دعا فرمائیں، کہ خدا مجھے بخش دے، مجھ پر رحم کرے، اور میرے دل کو غنی بنادے!

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے یہی دعا فرمادی، ۱۰ھ ہجری کو جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا، تو اُس قبیلہ کے لوگ پھر حضورؐ سے ملے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، اُس نوجوان کی کیا خبر ہے؟ لوگوں نے کہا۔ یارسول اللہ۔ اُس جیسا شخص کبھی دیکھنے ہی میں نہیں آیا، اور اُس جیسا قانع کوئی سنا ہی نہیں گیا، اگر دنیا بھر کی دولت اُسکے سامنے تقسیم ہو رہی ہو، تو وہ نظر اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتا!

وفد بنی سعد ہذیم ۱۰ھ یہ قبیلہ ایک شاخ قضاعہ کی تھا، جس وقت یہ مسجد نبویؐ میں پہنچے، تو دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازہ کی نماز پڑھا رہے ہیں!

اُنھوں نے آپس میں یہ طے کیا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے سے پیشتر ہم کو کوئی کام بھی نہیں کرنا چاہئے، اس لئے ایک طرف ہو کر الگ بیٹھے رہے، جب آنحضرتؐ اُدھر سے فارغ ہوئے۔ ان کو بُلایا۔ پوچھا۔ کیا تم مسلمان ہو، اُنھوں نے کہا، ہاں! فرمایا، تم اپنے بھائی کے لئے دعا میں کیوں شامل نہ ہوئے!

آدمی اسلام لاتے ہی مسلمان ہو جاتا ہے عرض کیا، ہم سمجھتے تھے، کہ بیعت رسولؐ سے پہلے ہم کوئی کام بھی کرنیکے مجاز نہیں، فرمایا، جس وقت تم نے اسلام قبول کیا۔ اُسی وقت سے تم مسلمان ہو گئے ہو۔

۵۱ زاد المعاد صفحہ ۵۰ جلد اوّل، جو لوگ تبلیغ اسلام کی خدمت اپنے ذمہ لیتے ہیں انہیں اس نوجوان کے نمونہ پر عمل کرنا چاہئے!

اتنے میں وہ لڑکا بھی آپہنچا، جسے یہ لوگ اپنی سواریوں کے پاس بٹھلا آئے تھے، وفد نے کہا۔ یارسول اللہ، یہ ہم سے چھوٹا۔ اور اسی لئے ہمارا خادم ہے، فرمایا، ہاں۔ اَصْغَرُ الْقَوْمِ خَادِمُهُمْ (چھوٹا اپنے بزرگوں کا خادم ہوتا ہے) خدا اسے برکت دے، اس دعا کی یہ برکت ہوئی۔ کہ وہی قوم کا امام، اور قرآن مجید کا قوم میں سب سے اچھا جاننے والا ہو گیا، جب یہ وفد لوٹ کر وطن گیا، تو تمام قبیلہ میں اسلام پھیل گیا،[۱]

وفد بنو اسد یہ دس شخص تھے، جن میں وابصہ بن معبد، اور طلحہ بن خویلد بھی تھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ سلم اصحاب کے اندر مسجد میں تشریف فرما تھے۔ انہیں سے ایک نے کہا، یارسول اللہ، ہم شہادت دیتے ہیں، کہ خدا اکیلا ہے، لاشریک ہے۔ اور آپ اس کے بندے اور رسول ہیں، دیکھیے، یارسول اللہ، ہم ازخود حاضر ہو گئے ہیں، اور آپ نے تو ہمارے پاس کوئی آدمی بھی نہ بھیجا۔ اس پر اس آیت کا نزول ہوا،

يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۞ (حجرات، ع ۲) ترجمہ، یہ لوگ آپ پر احسان جتاتے ہیں، کہ اسلام لے آئے ہیں، کہدو، کہ اپنے اسلام کا مجھ پر احسان نہ جتاؤ، بلکہ خدا تم پر اس بات کا احسان جتاتا ہے کہ اس نے تم کو اسلام کی ہدایت کی۔ اگر تم اس دعوی میں سچے بھی ہو،

منت منہ کہ خدمت سلطاں ہمی کنی
منت شناس زو، کہ بخدمت بداشتت

پھر ان لوگوں نے سوال کیا، کہ جانوروں کی بولیوں اور شگونوں وغیرہ سے فال لینا کیسا ہے۔ رسول اللہ نے ان سب سے انہیں منع فرمایا،

انہوں نے عرض کیا، یارسول اللہ۔ ایک بات باقی رہ گئی ہے، یعنی خط کشی، (رمل) اسکی بابت کیا ارشاد ہے، نبی صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا، اسے ایک نبی نے لوگوں کو سکھلایا تھا، جس کسی کو صحت سے وہ علم مل گیا۔ بیشک وہ تو علم ہے۔[۲]

---

[۱] زاد المعاد صفحہ ۵۰۵ ۔ [۲] زاد المعاد صفحہ ۵۰۵

وفد بہراء

یہ لوگ مدینے میں آئے۔ مقدادؓ کے گھر کے سامنے آکر اونٹ بٹھلائے۔ مقداد نے گھر والوں سے کہا۔ کہ ان کے لئے کچھ تیار کرو۔ اور خود ان کے پاس گئے۔ اور خوش آمدید کہکر اپنے گھر لے آئے۔ ان کے سامنے حیش رکھا گیا۔ حیش ایک کھانا ہے۔ جو کھجور اور ستو ملا کر گھی میں تیار کیا جاتا ہے۔ گھی کے ساتھ کبھی چربی بھی ڈال لیا کرتے ہیں۔ اسی کھانے میں سے کچھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی مقداد نے بھیجا۔ نبیؐ نے کچھ کھا کر برتن واپس فرما دیا۔ اب مقدادؓ دونوں وقت وہی پیالہ ان مہمانوں کے سامنے رکھ دیتے وہ مزے لے لے کر کھایا کرتے۔ خوب کھایا کرتے۔ مگر کھانا کم نہ ہوا کرتا تھا۔ ان لوگوں کو دیکھ کر یہ حیرت ہوئی۔ آخر ایک روز اپنے میزبان سے پوچھا۔

طعام میں برکت

مقدادؓ۔ ہم نے تو سُنا تھا۔ کہ مدینہ والوں کی خوراک ستو۔ جو وغیرہ ہیں۔ تم تو ہمیں ہر وقت وہ کھانا کھلاتے ہو۔ جو ہمارے ہاں بہت عمدہ سمجھا جاتا ہے۔ اور جو ہر روز ہم کو میسّر بھی نہیں آسکتا۔ اور پھر ایسا لذیذ۔ کہ ہم نے کبھی ایسا کھایا بھی نہیں۔

مقداد نے کہا۔ صاحبو۔ یہ سب کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت ہے۔ کیونکہ اسے آنحضرتؐ کے انگشتان مبارک لگ چکی ہیں۔

یہ سنتے ہی سب نے باتفاق کہا۔ اور اپنا ایمان تازہ کیا۔ کہ بیشک وہ اللہ کے رسولؐ ہیں۔ یہ لوگ مدینہ میں کچھ عرصہ ٹھہرے۔ قرآن اور احکام سیکھے۔ اور واپس چلے گئے۔

وفد عذرہ کا بیان

بماہ صفر ۹ سنہ ہجری یہ وفد حاضر ہوا تھا۔ ۱۲ شخص اس میں تھے۔ ان میں حمزہ بن نعمان بھی تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ تم کون ہو۔

اُنہوں نے کہا۔ ہم بنی عذرہ ہیں۔ اور قصی کے (ماں کی طرف سے) بھائی ہیں۔ ہم نے ہی قصی کو ترقی دلائی۔ اور خزاعہ و بنی بکر کو مکہ سے باہر نکالا تھا۔ اسلئے ہم کو قرابت بھی حاصل ہے۔ اور رنسب بھی۔ آنحضرتؐ نے مرحبا و خوش آمدید فرمایا۔

۱؎ مقداد بن عمرو بن ثعلبہ قوم کندہ سے ہیں۔ بوجہ تبنیت قرشی الزہری کہلاتے ہیں۔ نجبائی رسول۔ اور فضلاء صحابہ میں سے ہیں۔ ۳۳ھ کو بعمر ۷۰ سال وفات پائی مدینہ میں دفن ہوئے۔

اور یہ بھی بشارت سُنائی۔ کہ عنقریب شام فتح ہو جائیگا۔ ہرقل اُن کے علاقہ سے بھاگ جائیگا۔
پھر آنحضرتؐ نے حکم دیا۔ کہ کاہنوں سے جا کر سوال نہ کیا کریں۔ اور جو قربانیاں وہ کیا کرتے ہیں
آیندہ نہ کریں۔ اب صرف عید اضحیٰ کی قربانی باقی رہ گئی ہے۔ یہ لوگ کچھ دنوں مدینہ طیبہ میں رہے
اور پھر انعام و جائزہ سے مشرف ہو کر رخصت ہوئے[1]۔

وفد خولان[2] یہ دس شخص تھے۔ جو ماہ شعبان سنہ ۱۰ ہجری کو خدمت نبوی صلعم میں حاضر ہوئے تھے۔ انہوں
نے آ کر عرض کیا۔ کہ ہم اپنی قوم کے پسماندگان کی جانب سے وکیل ہو کر آئے ہیں۔ خدا اور رسولؐ
پر ہمارا ایمان ہے۔ ہم حضورؐ کی خدمت میں لمبا سفر طے کر کے آئے ہیں۔ اور ہم اقرار کرتے
ہیں۔ کہ خدا اور رسولؐ کا ہم پر احسان ہے۔ ہم یہاں محض زیارت کیلئے حاضر ہوئے ہیں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مَن زارني بالمدينة كان في جواري يوم القيامة
(جسنے مدینہ میں آ کر میری زیارت کی۔ وہ قیامت کے دن میرا ہمسایہ ہوگا) پھر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ عم انس کا کیا ہوا۔ (یہ ایک بُت کا نام ہے۔ جو اس قوم کا معبود تھا)۔
وفد نے عرض کیا۔ ہزار شکر ہے۔ کہ اللہ نے حضورؐ کی تعلیم کو ہمارے لئے اُس کا بدل بنادیا ہے
بعض بعض بوڑھے اور بوڑھی عورتیں رہ گئی ہیں۔ جو اسکی پوجا کئے جاتی ہیں۔
اب انشاء اللہ ہم اسے جا کر گرا دینگے۔ ہم مدتوں دھوکے، اور فتنہ میں رہے۔ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کسی دن کا واقعہ تو سناؤ۔
وفد نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ، ایک دفعہ ہم نے سو نر گاؤ جمع کئے۔ اور وہ سب کے سب
ایک ہی دن عم انس کے لئے قربان کئے گئے۔ اور درندوں کے لئے چھوڑ دیئے گئے۔ حالانکہ
ہم کو گوشت اور جانوروں کی بہت زیادہ ضرورت تھی۔
انہوں نے یہ بھی عرض کیا۔ کہ چوپایوں اور زراعت میں سے عم انس کا حصہ برابر نکالا جاتا
تھا۔ جب کوئی زراعت کرتا۔ تو اُس کا وسطی حصہ عم انس کیلئے مقرر کرتا۔ اور ایک کنارہ کا خدا کے نام مقرر
کر دیتا۔ اگر کھیتی کو ہوا مار جاتی۔ تو خدا کا حصہ تو عم انس کے نام کر دیتے۔ مگر عم انس کا حصہ خدا کے نام پر نہ لگتے

[1] زاد المعاد صفحہ ۵۰۶۔

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرائض دین سکھلائے، اور خصوصیت سے ان باتوں کی نصیحت فرمائی:۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا نمونہ

(۱) عہد کو پورا کرنا (۲) امانت کا ادا کرنا۔ (۳) ہمسایہ لوگوں سے اچھا برتاؤ کرنا۔ (۴) کسی ایک شخص پر بھی ظلم نہ کرنا۔ یہ بھی فرمایا، کہ ظلم قیامت کے دن تاریکی[۱] ہوگا۔

وفد محارب

یہ دس شخص تھے، جو قوم کے وکیل ہو کر سنہ ہجری میں آئے تھے،

بلالؓ انکی مہمانی کیلئے مامور تھے، صبح و شام کا کھانا وہی لایا کرتے تھے، ایک روز ظہر سے عصر تک کا پورا وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کو دیا،

اُن میں سے ایک شخص کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غور سے دیکھنا شروع کیا، پھر فرمایا کہ میں نے تم کو پہلے بھی دیکھا ہے،

یہ شخص بولا، خدا کی قسم، ہاں، حضورؐ نے مجھے دیکھا بھی تھا، اور مجھ سے بات بھی کی تھی، اور میں نے بدترین کلام سے حضورؐ کو جواب دیا، اور بہت بری طرح سے حضورؐ کے کلام کو رد کیا تھا، یہ بازار عکاظ کا ذکر ہے، جہاں حضورؐ لوگوں کو سمجھاتے پھرتے تھے،

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں، ٹھیک ہے،

اُس شخص نے کہا، یا رسول اللہ، اُس روز میرے دوستوں میں مجھ سی بڑھکر کوئی بھی حضورؐ کی مخالفت کرنے والا اور اسلام سے دُور دُور رہنے والا نہ تھا،

وہ سب تو اپنے آبائی مذہب ہی پر مر گئے، مگر خدا کا شکر ہے، کہ اُس نے مجھے آجتک باقی رکھا اور حضورؐ پر ایمان لانا مجھے نصیب ہوا۔

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سب کے دل خدائے عزوجل کے ہاتھ میں ہیں،

اُس شخص نے کہا، یا رسول اللہ، میری پہلی حالت کے لئے معافی کی دعا فرمائیے،

اسلام سب پہلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اسلام اُن سب باتوں

[۱] زاد المعاد صفحہ ۵۰۹،

کو مٹا دیتا ہے، جو کفر میں ہوئی ہوں[۵۱]

وفد غسان کا حال رمضان سنہ۱۰ ہجری

قبیلہ غسان کے تین شخص سنہ۱۰ ہجری میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تھے، اسلام قبول کرنیکے بعد اپنی قوم کی ہدایت کا ارادہ کر کے واپس گئے تھے معلوم ہوتا ہے، کہ ان کو اشاعت اسلام میں کامیابی نہ ہوئی۔ اُن میں سے دو پہلے وفات پا چکے تھے، اور ایک اُس وقت تک زندہ تھا، جبکہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی نے شام کو فتح کیا تھا[۵۲]

وفد بنی الحارث

یہ وفد شوال سنہ۱۰ ہجری میں نبی صلعم کے پاس حاضر ہوا تھا۔ ان کے علاقہ میں خالد بن ولید رضی کو اشاعت اسلام کے لئے بھیجا گیا تھا، انکی تعلیم سے لوگ مسلمان ہو گئے تھے، حضرت خالد بن ولید رضی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اطلاع بھیجدی، اور خود اُنکی تعلیم کے لئے وہاں ٹھہر گئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھ بھیجا، کہ تم واپس آجاؤ۔ اور اُس قوم کے چند سرکردہ لوگوں کو بھی ساتھ لاؤ، اس وفد میں قیس بن الحصین و عبداللہ بن قراد وغیرہ تھے،

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا، کیا وجہ ہے، کہ جاہلیت میں جس کسی نے تم سے جنگ کی وہ مغلوب ہی ہوئے۔

اُنہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ، ہم خود کسی پر چڑھ کر نہیں جاتے، جب لڑائی کے لئے جمع ہو جاتے ہیں، تو پھر متفرق نہیں ہوتے۔ اپنی طرف سے ظلم کی ابتداء نہیں کرتے،

مغلوب نہ ہونے کی باتیں

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سچ ہے، یہی وجہ ہے،

یہ وفد انتقال مبارک سے چار ماہ پیشتر آیا تھا، یہ علاقہ نجران کے باشندے تھے،[۵۳]

وفد بنی عیش کا حال

یہ لوگ مسلمان ہو کر آئے تھے، اُنہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ہم نے منادانِ اسلام سے سُنا ہے، کہ حضور یہ ارشاد فرماتے ہیں لا

[۵۱] زاد المعاد صفحہ ۵۰۹، [۵۲] زاد المعاد جلد ۱، [۵۳] زاد المعاد صفحہ ۴۹۳،

لا اسلام لمن لاھجرۃ لہ ہمارے پاس زر و مال بھی ہے۔ اور مویشی بھی، جن پر ہماری گزران ہے، پس اگر ہجرت کے بغیر ہمارا اسلام ہی ٹھیک نہیں، تو مال و متاع ہمارے کیا کام آئینگے، اور مویشی، ہمیں کیا فائدہ دیں گے، بہتر ہے، کہ ہم سب کچھ فروخت کرکے سب کے سب خدمت عالی میں حاضر ہو جائیں،

ہجرت کی بابت فیصلہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اتقوا اللہ حیث کنتم۔ فلن یلتکم من اعمالکم شیئاً، تم جہاں آباد ہو، وہیں رہ کر خدا ترسی کو اپنا شیوہ بنائے رکھو، تمہارے اعمال میں ذرا بھی کمی نہیں آنے کی ؎

اس جواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتلا دیا ہے، کہ سب مسلمانوں کو مرکز اسلام میں جمع ہو کر اسلامی رقبہ کو محدود و تنگ کر لینا مناسب نہیں، مسلمانوں کو مختلف دور دست ملکوں میں پہنچنا اور اسلام کی دعوت کو پہنچانا چاہیئے،

جو لوگ اب ترک وطن کرکے اسلامی ملکوں میں جا بسنے کو بہتر سمجھتے ہیں۔ انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ ایسا کرنا آنحضرتؐ کی تعلیم کے برخلاف ہے۔ اور صوابدید مذہب کے بھی خلاف ہے،

وفد غامد کا بیان

یہ وفد ۱۰ھ ہجری میں آیا تھا۔ اس میں دس آدمی تھے۔ یہ مدینہ سے باہر آکر اترے ایک لڑکے کو بٹھلا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، تم اسباب کے پاس کسے چھوڑ کر آئے ہو، لوگوں نے کہا۔ ایک لڑکے کو۔ فرمایا، تمہارے بعد وہ سو گیا، ایک شخص آیا۔ خورجی چرا کرلے گیا۔ ایک شخص بولا، یا رسول اللہ خورجی تو میری تھی، فرمایا۔ ہاں، گھبراؤ نہیں ہے۔ وہ لڑکا اٹھا۔ چور کے پیچھے پیچھے بھاگا، اسے جا پکڑا، سب اسباب صحیح سالم مل گیا ہے،

یہ لوگ آنحضرت کی خدمت سے جب واپس پہنچے، تو لڑکے سے معلوم ہوا، کہ ٹھیک اسی طرح اس کے ساتھ ماجرا ہوا تھا، یہ لوگ اسی امر پر مسلمان ہو گئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن کعبؓ کو مقرر فرما دیا، کہ انہیں قرآن یاد کرا دیں۔ اور شرائع اسلام سکھلا دیں،

جب وہ واپس جانے لگے، تو انہیں شرائع اسلام ایک کاغذ میں لکھوا کر دیدیئے گئے۔[۱]

وفد بنی فرازہ ۲۳

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے واپس آئے تو بنی فرازہ کا ایک وفد جس میں دس پندرہ آدمی شامل تھے۔ خدمت مبارک میں حاضر ہوا۔ ان کو اسلام کا اقرار تھا۔ ان کی سواری میں لاغر کمزور اونٹ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تمہاری بستیوں کا کیا حال ہے؟

ایک نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! بستیوں میں قحط ہے۔ مواشی مر گئے، باغ خشک ہو گئے۔ بال بچے بھوکے مر رہے ہیں، آپ خدا سے دعا کریں کہ ہماری فریاد سنے۔ آپ ہماری سفارش خدا سے کریں۔ خدا ہماری سفارش آپ سے کرے۔

خدا کسی کی شفاعت نہیں کرتا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "خدا ان باتوں سے پاک ہے۔ خرابی ہو تیرے لئے! بھلا۔ میں تو خدا کے ہاں شفاعت کرونگا۔ لیکن خدا کس کے پاس شفاعت کرے؟ وہ معبود ہے۔ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ سب سے بزرگ تر ہے۔ آسمانوں اور زمین پر اُسی کا حکم ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی قوم میں بارش کیلئے دعا فرمائی، جو الفاظ کہ محفوظ ہیں وہ یہ ہیں:- اللّٰھمّ اسق عبادك وبھائمك وانشر رحمتك واحی بلادك المیتۃ اللّٰھمّ اسقنا غیثًا مغیثًا مریئًا۔ طبقًا واسعًا عاجلاً غیر اٰجل۔ نافعًا غیر ضارّ۔ اللّٰھمّ سقیا رحمۃ لا سقیا عذاب لا ھدم ولا غرق ولا محق۔ اللّٰھمّ اسقنا الغیث وانصرنا علی الاعداء ترجمہ:۔ اے خدا۔ اپنی بندوں اور جانوروں کو سیراب کر اپنی رحمت کو پھیلا دے اور اپنی مُردہ بستیوں کو زندہ کر دے۔ الٰہی ہم پر فریادرس بارش جو راحت رساں آرام بخش ہو جلد آئے۔ دیر نہ لگائے۔ نفع پہنچائے، ضرر نہ کرے، سیراب کر دے۔ الٰہی ہمکو رحمت سے سیراب کر دے، نہ عذاب و ہدم و غرق و محق سے بھر دے۔ الٰہی بارش باراں سے ہمیں سیراب کر دے، اور دشمنوں پر ہمکو نصرت عطا کر۔[۲]

[۱] زاد المعاد صفحہ ۵۱۲ - [۲] زاد المعاد صفحہ ۵۰۵۔

وفد سلامان شوال سنہ ۱۰ ہجری (۲۴)

یہ سترہ شخص تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لائے تھے، انہی میں حبیب بن عمرو تھا۔ اس نے سوال کیا تھا کہ سب

سب اعمال سے افضل کیا ہے

اعمال سے افضل کیا چیز ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "وقت پر نماز پڑھنا"

ان لوگوں نے عرض کیا، کہ ہمارے ہاں بارش نہیں ہوئی، دعا فرمایئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان سے فرما دیا "اللّٰھم اسقھم الغیث فی دارھم"

حبیب نے عرض کیا، یا رسول اللہ۔ ان مبارک ہاتھوں کو اٹھا کر دعا فرمایئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے۔ اور ہاتھ اٹھا کر دعا کر دی۔

جب وفد اپنے وطن لوٹ کر گیا، تو معلوم ہوا، کہ ٹھیک اسی روز بارش ہوئی تھی جس دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تھی۔[۱]

وفد نجران (۲۵)

ان جملہ روایات پر جو وفد نجران کے عنوان کی تحت میں دواوین احادیث میں پائی جاتی ہیں، غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ عیسائیان نجران کے معتمد دو دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ اسلئے اسی ترتیب سے انکا ذکر کیا جاتا ہے۔

ابو عبد اللہ حاکم کی روایت عن یونس بن بکیر میں ہے، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجران کو دعوت اسلام کا خط تحریر فرمایا تھا۔ جب اُسقف نے اس خط کو پڑھا، تو اس کے بدن پر لرزہ پڑ گیا، اور وہ کانپ اُٹھا۔ اس نے فوراً شرجیل بن وداعہ کو بلایا۔ یہ قبیلہ ہمدان کا شخص تھا۔ کوئی بڑا کام بغیر اُسکی رائے کے حاکم یا مشیر یا پادری طے نہیں کیا کرتے تھے۔

اُسقف نے اُسے خط دیا۔ اور اس نے پڑھ لیا۔ تو

اُسقف بولا "ابو مریم! فرمایئے، آپ کی کیا رائے ہے؟"

شرجیل نے کہا "صاحب یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ خدا نے ابراہیم سے یہ وعدہ کیا

---

[۱] زاد المعاد صفحہ ۵۱۱

ہوا ہے، کہ اسمٰعیلؑ کی نسل[۱] میں نبوت بھی ہوگی، ممکن ہے کہ یہ وہی شخص ہو۔ لیکن نبوت کے متعلق میری کیا رائے ہو سکتی ہے، کوئی دنیوی بات ہوتی تو میں اُسپر پُورا غور کر سکتا، اور اپنی رائے عرض کر سکتا تھا۔"

اسقف نے کہا "اچھا بیٹھ جائیے۔"

اُسقف نے پھر ایک دُوسرے شخص کو جسکا نام عبداللہ بن شرجیل تھا۔ اور قوم حمیر سے تھا، بلایا، اور نامہ نبویؐ دکھلا کر اُسکی رائے دریافت کی۔ اس نے شرجیل کا سا جواب دیا۔

اُسقف نے پھر ایک تیسرے شخص جبار بن قیس کو بلایا۔ یہ بنو الحارث بن کعب میں سے تھا۔ نامہ دکھلایا۔ اور رائے دریافت کی۔ اُس نے بھی ان دونوں کا سا جواب دیا۔

جب اُسقف نے دیکھا کہ اُن میں سے کوئی بھی جواب نہیں دیتا تو اس نے حکم دیا کہ گھنٹے بجائے جائیں، اور ٹاٹ کے پردے گرجا پر لٹکائے جائیں۔ ان کا دستور تھا۔ کہ اگر کوئی مہم عظیم درپیش ہوتی تو لوگوں کے بُلانے کا طریق دن کے لئے یہ تھا، کہ گھنٹے بجاتے اور ٹاٹ کے پردے گرجا پر لٹکا دیتے۔ اور رات کیلئے یہ تھا کہ گھنٹے بجاتے اور پہاڑی پر آگ

---

۱ - اولاد اسمٰعیلؑ میں نبوت ہونیکی بابت بائبل کی کتابوں میں بہت سے حوالے ملتے ہیں۔ اول یہ کہ اسحٰقؑ اور اسمٰعیلؑ سے خدا نے برابر کے وعدے کئے تھے۔ دوم یہ کہ عرب میں پیدا ہونیوالے نبی کے نشانات اور علامات کی پیشگوئیاں بہت انبیاء نے کی ہیں۔ اور چونکہ عرب میں صرف اسمٰعیلؑ کی اولاد ہی آباد ہوئی تھی اس لئے ان پیشگوئیوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ نبی موعود اسمٰعیلی ہوگا۔ سوم موسیٰ علیہ السلام کی بیان کردہ پیشگوئی اس بارہ میں بہت واضح ہے۔ درس ۱۸ میں ...... "اُن کیلئے اُن کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالونگا اور جو کچھ میں اُسے فرماؤنگا وہ سب اُن سے کہیگا۔" کتاب استثناء باب ۱۸۔ یہ ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل کے بھائی بنی اسمٰعیلؑ ہیں۔ اور موسیٰؑ جیسا نبی حضرت محمد رسول اللہ ہی ہیں جو موسیٰؑ کی طرح صاحب کتاب، صاحب شریعت، صاحب جہاد، مہاجر، غازی ہیں۔ اور منہ میں کلام سے مطلب وحی کے اصل الفاظ کا محفوظ رہنا ہے۔ یہ خصوصیت صرف قرآن مجید ہی کی ہے۔ بائبل کے مجموعہ میں سے کسی کتاب کو یہ درجہ حاصل نہیں کہ اس کے الفاظ بھی اصلی محفوظ رہے ہوں۔ اس پیشگوئی کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام کی دوسری پیشگوئی بھی پڑھو۔ "خدا سینا سے نکلا اور سعیر سے چمکا۔ اور فاران کے پہاڑ سے ظاہر ہوا۔ اس کے ہاتھ میں شریعت روشن ہے۔ ملائکہ کے لشکر کے ساتھ آیا ہے۔" اس میں فاران کا پتہ درج ہے جو مکہ کا نام ہے۔ شرجیل نے انہی حوالہ جات کا خیال کر کے مندرجہ بالا فقرہ استعمال کیا تھا۔

روشن کر دیتے۔ اس گرجا کے متعلق تہتر گاؤں تھے۔ جن میں ایک لاکھ سے زیادہ جنگجو مردوں کی آبادی تھی۔ وادی کے بالائی اور نشیبی حصّہ کا طول ایک اسپ سوار کے ایک دن کی راہ کا تھا۔ جب کل علاقہ کے یہ لوگ (سب کے سب عیسائی تھے) جمع ہو گئے تو اسقف نے وہ نامہ مبارک سب کو سنایا۔ اور رائے دریافت کی۔ مشورہ کے بعد قرار دیا ہوا۔ کہ شرجیل اور عبد اللہ اور جبارہ کو نبیؐ کی خدمت میں روانہ کیا جاوے۔ وہ وہاں کے سب حالات معلوم کر کے مفصّل بتلائیں۔

یہ لوگ مدینہ پہنچے۔ اور چند روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہے۔ انہی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عیسیٰؑ کی شخصیت کے متعلق گفتگو بھی کی۔ اسی گفتگو پر ان آیات کا نزول ہوا:۔

شخصیت عیسیٰ علیہ السلام

اِنَّ مَثَلَ عِيسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝ فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ۝[1]

(آل عمران - ع ۶)

عیسیٰؑ کی مثال خدا کے نزدیک آدم کی سی ہے خدا نے اُسے مٹی سے بنایا۔ پھر فرمایا کہ (انسان زندہ) بنجا۔ وہ زندہ ہو گیا۔ سچی بات تیرے پروردگار کیجانب سے یہی ہے۔ اب تم اس سچی کو لمبا کھینچنے والوں میں نہ رہو اور جو کوئی تم سے اس علم کے بعد جھگڑا کرے اُسے کہدو کہ ہم اپنی اولاد کو بلاتے ہیں تم اپنی اولاد کو بلاؤ۔ اسی طرح ہماری عورتیں اور تمہاری عورتیں۔ ہم خود بھی اور تم خود بھی جمع ہوں، پھر خدا کی طرف متوجہ ہوں اور خدا کی لعنت جھوٹے پر ڈالیں۔

[1] عیسائیوں کی تعلیم اور مقولہ ہے، کہ تثلیث کو بلا دلیل مان لینا چاہیئے۔ قرآن کریم نے اول دلیل دی کہ اگر عیسیٰ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تو اس سے وہ خدا یا فرزند خدا نہیں ہو سکتے۔ دیکھو آدمؑ بغیر باپ اور ماں کے پیدا ہوئے تھے۔ چونکہ یہ یقین تھا کہ دلیل بکار گر نہ ہو گی اسلئے بحث کیلئے ایک اچھوتا پہلو نکالا۔ یعنی خدا سے دعا مانگنا۔ اور جھوٹے پر لعنت برسانا۔ یہ ظاہر ہے کہ اگر مسیحؑ خدا یا ابن خدا ہیں، تو ایسے لوگوں کی ضرور حمایت کریں گے جو اُن کا اصل درجہ

ان آیات کے نزول پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن رضؓ و حسین رضؓ کو بھی بلایا، اور فاطمہ رضؓ (سیدة النساء العلمین) بھی باپ کی پس پشت آکر کھڑی ہو گئیں ؎۱

ان عیسائیوں نے علیحدہ ہو کر بات چیت کی، شرجیل نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اس شخص کے متعلق کوئی رائے قائم کرنا آسان نہیں ہے۔ دیکھو تمام وادی کے لوگ اکٹھے ہوئے تب انہوں نے ہم کو بھیجا تھا۔

"میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ بادشاہ ہے، تب بھی اوس سے مباہلہ کرنا ٹھیک نہ ہوگا۔ کیونکہ تمام عرب میں سے ہم ہی اُسکی نگاہ میں کھٹکتے رہیں گے، اور اگر یہ نبی مرسل ہے، تب تو اُسکی لعنت کے بعد ہمارا پر کاہ بھی زمین پر باقی نہ رہے گا، اسلئے میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ ہم اُسکی ماتحتی قبول کریں، اور رقم جزیہ کا فیصلہ بھی اُسکی رائے پر چھوڑ دیں کیونکہ جہاں تک میں نے سمجھا ہے یہ سخت مزاج نہیں ہے۔ دونوں ساتھیوں نے اتفاق کیا۔ اور انہوں نے جا کر عرض کر دیا کہ مباہلہ سے بہتر ہمارے لئے یہی ہے۔ کہ جو کچھ حضور کے خیال میں کل صبح تک ہمارے لئے بہتر معلوم ہو، وہ ہم پر مقرر کر دیا جاوے۔

اگلے روز حضرت نے ان پر جزیہ مقرر کر دیا۔ اور ایک معاہدہ جسے مغیرہ صحابی نے لکھا تھا اور ابو سفیان بن حرب، غیلان بن عمرو، مالک عوف، اقرع بن حابس صحابہ کی شہادات اُس پر ثبت تھیں، انہیں مرحمت فرمایا۔ معاہدہ کا ایک فقرہ خاص طور پر ناظرین کے ملاحظہ طلب ہی، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عیسائیوں کو کیسی فیاضی سے مراعات و حقوق مرحمت فرماتے تھے۔

دنیا پر ظاہر کرتے ہیں، لیکن یہ اگر غلط ہے، تو خدا خود فیصلہ فرما دے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مباہلہ صرف توحید کے اثبات اور استحکام کے لئے نکالا ہے، جبکہ باب استدلال بند ہو۔ یہ لازم نہیں کہ ذرا ذرا سے اختلافات کو ہم مباہلہ سے طے کرانے کے خواہشمند ہوں۔

؎۱ دیگر روایات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی موجودگی بھی درج ہے۔ ان کے جمع کرنے سے مقصد عیسائیوں کو دکھلا دینا تھا۔ کہ ہم ابھی مباہلہ کو تیار ہیں، گو اُن کی زن و فرزند اس وقت مدینہ میں نہ تھے۔

لنجران جوار الله وذمة محمد النبی علی انفسھم وملتھم وارضھم واموالھم وغائبھم وشاھدھم وعشیرتھم وتبعھم وان لا یغیروا لما کانوا علیہ ولا یغیر حق من حقوقھم وامثالھم..... ولا یغیر کلما تحت ایدیھم من قلیل اوکثیر۔ ولیس علیھم ربیة ولا دم جاھلیة ولا یحشرون ولا یعشرون ولا یطاء ارضھم الجیش الخ[۱]	نجران والوں کو خدا اور محمد رسول اللہ کی حفاظت حاصل ہوگی، جان اور مذہب اور زمین اور جائداد کے متعلق، اُن سب کو جو حاضر یا غائب ہیں صاحب قبیلہ ہیں یا اتباع کرنیوالے ہیں۔ انکی حالت میں اور حقوق میں کوئی تغیر نہ کیا جاویگا، اور جو کچھ کم یا زیادہ ان کے قبضہ میں ہے اُسی نہ بدلا جائیگا۔ پچھلے زمانہ کی شبہات یا قتل کی جھگڑے اُنپر نہ چلائے جائیں گے، وہ بیگار میں نہ پکڑے جاوینگے۔ اُن سے دہ یکی نہ لی جاوے گی۔ اُن کے علاقہ سے فوج عبور نہ کرے گی۔

فرمان حاصل کرکے یہ لوگ نجران کو واپس چلے گئے۔ بشپ (اسقف) اور دیگر سربرآوردہ لوگوں نے ایک منزل آگے بڑھکر ان سے ملاقات کی۔ ڈیپوٹیشن نے یہ فرمان اسقف کے سامنے پیش کردیا۔ وہ چلتے چلتے ہی اس فرمان کو پڑھنے لگا، اس کا چچیرا بھائی بشر بن معاویہ جسکی کنیت ابو علقمہ بھی، اس کے برابر تھا (وہ بھی اس تحریر کے معنی کی طرف اس قدر متوجہ ہوا کہ بے خیال ہوگیا)۔ اور اونٹنی نے اُسے زمین پر گرادیا۔ اس نے گرتے ہی کہا "خرابی ہو، اُس شخص کی، جس نے ہمکو اسقدر تکلیف میں ڈالا ہے۔

بشر نے یہ اشارہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کیا تھا۔

اُسقف بولا " دیکھ تو کیا کہتا ہے۔ بخدا وہ تو نبی مرسل ہے "

بشر نے جواب دیا " بخدا۔ اب میں بھی ناقہ کا پالان اسی کے پاس جاکر اُتاروں گا "

یہ کہکر اُس نے اپنا رُخ بدل دیا، اور مدینہ کو چل پڑا۔

---

[۱] فتوح البلدان بلاذری

اُسقف نے اُسکے پیچھے پیچھے ناقہ لگائی، چلاّ چلاّ کر کہتا تھا، کہ میری بات تو سنو، میرا مطلب تو سمجھو، مَیں نے یہ فقرہ اسلیئے کہا تھا، کہ ان قبائل میں مشتہر ہو جائے۔ تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ ہم نے اس سند کے حاصل کرنے میں کوئی حماقت کی ہے یا فیاضی قبول کر لی ہے حالانکہ دیگر قبائل نے اب تک اُس کی فیاضی کو قبول نہیں کیا ہے۔ اور ہماری طاقت اور شوکت اوروں سے بڑھکر بھی ہے۔

بِشر بولا۔ نہیں۔ نہیں، بخدا نہیں، اب مَیں نہیں رُکنے کا، تیرے مغز سے ایسی غلط بات نکل ہی نہیں سکتی تھی۔

بِشر نے پھر یہ اشعار پڑھے، اور مدینہ کو چلا آیا۔

الیک تعدو قلقا وضینها معترضا فی بطنها جنینها
مخالفا دین النصاری دینها

یہ بِشر تو خدمت نبوی میں پہنچکر وہیں حضور میں رہا، اور بالآخر درجہ شہادت پر فائز ہوا۔ اب اُس ڈیپوٹیشن کا بقیہ حال سنو۔

جب یہ لوگ نجران پہنچ گئے، تو نجران کے گرجا میں رہنے والے ایک منک (راہب) نے بھی کسی سے یہ تمام داستان سُن پائی، کہ ایک نبی تہامہ میں پیدا ہوا ہے۔ اس کا خط آیا تھا۔ یہاں سے تین شخص اس کے پاس بھیجے گئے تھے۔ وہ اُس سے سند لیکر آئے تھے اسقف وہ سند پڑھ رہا تھا۔ اس کا بھائی سواری سے گر گیا، اُس نے نبی کو بُرا بھلا کہا، اُسقف نے منع کیا، اور بتلایا کہ وہ سچا نبی ہے، اُسے بُرا نہ کہو۔ وہ یہ سُن کر مدینہ کو چلا گیا اُسقف نے بہتیرا روکا، نہ رُکا۔

راہب نے جو گرجا کے بُرج کے بالائی حصہ پر (سالہا سال) سے رہا کرتا تھا، چیخنا شروع کر دیا، کہ مجھے اتارو، ورنہ مَیں اُوپر سے کود پڑونگا۔ خواہ میری جان بھی جاتی رہے۔ یہ راہب بھی چند تحائف لیکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتمیں روانہ ہو گیا۔

ایک پیالہ، ایک عصا ایک چادر اس نے بطور تحفہ پیش کی تھی، وہ چادر خلفاء عباسیہ کے عہد تک برابر محفوظ رہی تھی۔ راہب نے کچھ عرصہ تک مدینہ میں ٹھہر کر اسلامی تعلیم سے واقفیت حاصل کی۔ اور پھر آنحضرت ﷺ سے اجازت لیکر، اور واپس آنے کا وعدہ کرکے نجران چلا گیا تھا، مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ تک واپس نہ گیا تھا۔

(۲) اس ڈیپوٹیشن سے کچھ عرصہ کے بعد اسقف ابوالحارث جو گرجا کا امام تھا۔ اور قسطنطنیہ کے رومی پادشاہ اسکا نہایت ادب اور احترام کیا کرتے تھے۔ اور عام لوگ اکثر کرامات وغیرہ اسکی ذات سے منسوب کیا کرتے تھے، اور یہ شخص اپنے مذہب کا مجتہد شمار ہوتا تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا، اس کے ساتھ ایہم نامی علاقہ کا جج اور حاکم بھی تھا۔ اسے سید کے لقب سے ملقب کرتے تھے۔ اور عبد المسیح الملقب عاقب بھی تھا، جو سارے علاقہ کا گورنر اور امیر بھی تھا۔ باقی ۲۴ مشہور سردار اور تھے۔ کل قافلہ ۶۰ سواروں کا تھا۔ یہ عصر کے وقت مسجد نبوی میں پہنچے تھے۔ وہ انکی نماز کا وقت تھا۔ (غالباً اتوار کا دن ہوگا) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو اپنی مسجد میں نماز پڑھ لینے کی اجازت فرمادی تھی۔ اور انہوں نے مسجد سے شرق کی جانب رُخ کرکے نماز ادا کی تھی، بعض مسلمانوں نے انہیں مسجد نبوی میں عیسائی نماز پڑھنے سے روکنا چاہا تھا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو منع فرمادیا تھا۔

یہودی بھی انہیں دیکھنے آتے تھے، اور کبھی کبھی کسی مسئلہ میں گفتگو بھی ہو جایا کرتی تھی ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہودیوں نے بیان کیا، کہ حضرت ابراہیم یہودی تھے، اور ان عیسائیوں نے کہا، کہ وہ عیسائی تھے؛ اس بحث پر قرآن مجید کی ان آیات کا نزول ہوا:۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تُحَاجُّونَ فِي إِبْرَاهِيمَ وَمَا أُنزِلَتِ التَّوْرَاةُ وَالْإِنجِيلُ	ان سے کہو کہ اے کتاب والو۔ ابراہیم ؑ کے بارہ میں کیوں جھگڑا کرتے ہو۔ تورات اور انجیل تو اس کے

اِلَّا مِنْ بَعْدِہٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ھَاَنْتُمْ ھٰٓؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِیْمَا لَکُمْ بِہٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِیْ مَا لَیْسَ لَکُمْ بِہٖ عِلْمٌ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ. مَا کَانَ اِبْرَاھِیْمُ یَھُوْدِیًّا وَّلَا نَصْرَانِیًّا وَّلٰکِنْ کَانَ حَنِیْفًا مُّسْلِمًا وَّمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِبْرَاھِیْمَ لَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْہُ وَھٰذَا النَّبِیُّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاللّٰہُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ ۵ (آل عمران رکوع ۷)	بعد اتری ہیں۔ جن باتوں میں تمہارے پاس کچھ علم تھا۔ اُس میں تو جھگڑتے ہی تھے۔ مگر جس بارہ میں کچھ بھی علم نہیں۔ اُس میں جھگڑا کیوں کرتے ہو۔ ابراہیم یہودی تھا۔ نہ عیسائی تھا وہ تو پکّا موحد تھا۔ اور مسلمان تھا۔ اور وہ مشرک بھی نہ تھا۔ سب خلقت میں ابراہیم سے قریب تر وہ ہیں جنہوں نے اس کا اتباع کیا ہے۔ اور محمدؐ نبی اور انپر ایمان رکھنے والے لوگ۔ ہاں خدا مومنین کا دوستدار ہے۔

ایک دفعہ یہودیوں نے مسلمانوں اور عیسائیوں دونوں پر اعتراض کرنیکی غرض سے کہا۔ محمدؐ صاحب! کیا آپ یہ چاہتے ہیں۔ کہ ہم آپ کی بھی عبادت کرنے لگیں۔ جیسا کہ عیسائی عیسیٰ کی عبادت کیا کرتے ہیں۔

نجران کا ایک عیسائی بولا۔

ہاں محمدؐ صاحب۔ بتلا دیجئے۔ کیا آپ کا یہی ارادہ ہے۔ اور اسی عقیدہ کی دعوت آپ دیتے ہیں۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ کی پناہ۔ کہ میں اللہ کے سوا اور کسی کی عبادت کروں۔ یا کسی دوسرے کو غیر اللہ کی عبادت کا حکم دوں۔ خدا نے مجھے اس کام کے لئے نہیں بھیجا۔ اور مجھے ایسا حکم بھی نہیں دیا۔

اس واقعہ پر قرآن مجید میں ان آیات کا نزول ہُوا:-

مَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّؤْتِیَہُ اللّٰہُ الْکِتٰبَ وَالْحُکْمَ وَالنُّبُوَّۃَ ثُمَّ یَقُوْلَ لِلنَّاسِ	جس بشر کو خدا کتاب اور حکم اور نبوت عنایت کرے یہ اُسکے شایاں نہیں۔ کہ پھر وہ لوگوں سے کہنے لگے کہ

۵ عرب کے مشرک جو بُت پرستی کرتے تھے وہ کہا کرتے تھے۔ کہ ہمارا مذہب حضرت ابراہیم کے مذہب پر ہے۔ اس فقرہ میں مشرکین کا ردّ ہے۔

نبی کو لائق نہیں

كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ (آل عمران - ع ۸)

خدا کے سوا میرے بندے بن جاؤ، وہ تو یہی کہا کرتا ہے کہ کتاب الٰہی کو سیکھ کر اور شریعت کا درس پا کر تم اللہ والے بن جاؤ؛ یہ نبی تو نہیں کہتا، کہ فرشتوں کو یا نبیوں کو بھی رب بنا لو، بھلا وہ کفر کے لئے کہہ سکتا ہے، تم لوگوں کو جو اسلام لا چکے ہو؛

محمد بن سہیل کی روایت میں ہے۔ کہ آل عمران کی شروع سے ۸۰ آیات تک کا نزول بھی اسی وفد کی موجودگی میں ہوا تھا، جب یہ واپس جانے لگے، تو آنحضرتؐ سے پھر ایک سند اُنہوں نے حاصل کی، جس میں گرجاؤں اور پادریوں کی بابت زیادہ صراحت تھی، اس فرمان کی پوری نقل ذیل میں کی جاتی ہے:-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ من محمد النبی الی الاسقف ابی الحارث و اساقفۃ نجران وکھنتھم ورھبانھم واھل بیعتھم ورقیقھم وملتھم وسواطبتھم وعلی کل ماتحت ایدیھم من قلیل او کثیر۔ جوار اللہ ورسولہ۔ لا یغیر اسقف من سقفیتہ ولا راھب من رھبانیتہ ولا کاھن من کھانیتہ ولا یغیر حق من حقوقھم ولا سلطانھم ولا مما کانوا علیہ علی ذلک جوار اللہ ورسولہ ابداً مانصحوا واصلحوا علیھم غیر منقلبین

یہ تحریر محمد نبی صلعم کی جانب سے ہے، اسقف ابو الحارث کے لئے نجران کے دیگر اسقفوں۔ کاہنوں، راہبوں، ان کے معتقدوں۔ غلاموں۔ اس مذہب والوں، پولیس والوں کے متعلق اور ان کم یا زیادہ چیزوں کے متعلق جو ان کے ہاتھ میں ہیں سب کو خدا اور رسولؐ کی حفاظت حاصل ہوگی، گرجا کے چھوٹے بڑے عہدہ داروں میں سے کسی کو بدلا نہ جائے گا، کسی حق میں یا اختیارات میں مداخلت نہ کی جائے گی۔ انکی موجودہ حالت میں تغیر نہ ہوگا بشرطیکہ رعایا کے خیر خواہ خیر اندیش رہیں؛ نہ ظالم کا ساتھ دیں اور نہ خود

بظالمِ و لا ظالمین کتب المغیرة بن شعبة[1] ظلم کریں؛

چلتے وقت انہوں نے درخواست کی؛ کہ ایک امانت دار شخص کو ہمارے ساتھ بھیجدیا جاوے؛ جسے جزیہ[2] ادا کردیا کریں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو عبیدہؓ بن جراح کو ان کے ساتھ بھیجدیا؛ اور فرمایا کہ یہ شخص میری امت کا امین ہے[3]؛

ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے فیضان صحبت سے علاقہ میں اسلام پھیل گیا تھا؛

وفد نخع کا بیان یہ نصف ماہ محرم سنہ ۱۱ ہجری کو خدمت نبوی میں حاضر ہوا تھا۔ اس کے بعد کوئی وفد حاضر نہیں ہوا؛ یہ دو سو اشخاص تھے؛ اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر آئے تھے؛ ان کو دار الضیافہ (مہمان خانہ) میں اُتارا گیا تھا؛

ایک شخص ان میں زرارہ بن عمرو تھا؛ اُس نے عرض کیا؛ یا رسول اللہ میں نے راستہ میں خواب دیکھے؛ جو عجیب تھے؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؛ بیان کرو؛

ایک خواب اور اُس کی تعبیر کہا میں نے دیکھا؛ کہ ایک بکری نے بچہ دیا ہے۔ جو سپید اور سیاہ رنگ کا ابلق ہے؛

---

[1] فتوح البلدان بلاذری؛

[2] لفظ جزیہ (جو ایرانی لفظ گزیہ کا معرب ہے) اور اس لفظ کے ساتھ یہ رسم۔ جزیہ لگانے کی؛ بھی عرب میں ایران سے پہنچی تھی جبکہ عرب کا ایک حصہ قبل از اسلام ایران کے ماتحت تھا؛ اور دربار ایران اس بارہ میں رومن امپائر کے قانون پر عمل کرتا تھا) مگر اب جزیہ پر بہت سے اعتراضات کئے گئے؛ اور مسلمانوں کی طرف سے بہت سے جوابات دئے گئے ہیں؛

میں اس جگہ مختصر طور پر صرف ایک روایت کا حوالہ دونگا؛ جس سے معلوم ہو جائیگا کہ اسلامی جزیہ کس اصول پر لگایا جاتا تھا۔ اور کیونکہ جزیہ ادا کرنے والے مفتوحین کو فاتحین کے اعلےٰ حقوق حاصل ہو جاتے تھے؛ فقہ کی معتبر ترین کتاب میں ہے؛

"اگر وہ لوگ جن سے جزیہ لینا چاہئے۔ جزیہ ادا کرنا منظور کریں (الف) انکی حفاظت اسی طور پر کرنا چاہئے جیسے مسلمانوں کی؛ اور (ب) ان کیلئے وہی قواعد ہوں گے جو مسلمانوں کے لئے ہیں۔ کیونکہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے؛ کفار (غیر مسلم) جزیہ اسلئے ادا کرتے ہیں؛ کہ انکے خون کو مسلمانوں کے خون کی۔ اور اُن کے مال کو مسلمانوں کے مال کی حیثیت حاصل ہو جائے؛" ہدایہ مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۴۱۲۔ ہدایہ انگریزی ترجمہ چارلس ہملٹن جلد ۲ صفحہ ۱۴۲؛

[3] زاد المعاد صفحہ ۴۹۵؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، کیا تمہاری عورت کے بچہ ہونے والا تھا، اُس نے کہا۔ہاں،
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔کہ اس کے فرزند پیدا ہوا ہے۔۔جو تیرا بیٹا ہے،
زرارہ نے کہا، یا رسول اللہ۔ابلق ہونے کے کیا معنے ہیں،
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، قریب آؤ، پھر آہستہ سے پوچھا، کیا تیرے جسم پر برص کے داغ ہیں، جسے تم لوگوں سے چھپاتے رہے ہو،
زرارہ نے کہا، قسم ہے اُس خدا کی جس نے آپکو رسول بنا کر بھیجا، کہ آج تک میرے اس راز کی کسی کو اطلاع نہ تھی،
نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بچہ پر یہ اسی کا اثر ہے،
زرارہ نے دوسرا خواب سُنایا، کہ میں نے نعمان بن منذر[1] کو دیکھا، کہ گوشوارے بازو بند خلخال پہنے ہوئے ہے،

دوسرا خواب اور تعبیر

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اسکی تاویل ملک عرب ہے، جو آب و آسائش آرائش حاصل کر رہا ہے،
زرارہ نے عرض کیا، میں نے دیکھا، کہ ایک بڑھیا ہے، جس کے کچھ بال سفید، کچھ سیاہ ہیں، اور زمین سے باہر نکلی ہے،

تیسرا خواب و تعبیر

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ دنیا ہے۔جس قدر باقی رہ گئی ہے،
زرارہ نے عرض کیا،

چوتھا خواب اور تعبیر

میں نے دیکھا، کہ ایک آگ زمین سے نمودار ہوئی، میرے اور میرے بیٹے عمر کے درمیان آگئی، اور وہ آگ کہہ رہی ہے، جھلسو جھلسو، بینا ہو کہ نابینا ہو لوگو اپنی غذا، اپنا کنبہ، اپنا مال مجھے کھانے کے لئے دو،
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ ایک فساد ہے، جو آخر زمانہ میں ظاہر ہوگا،

[1] نعمان بن منذر عرب کا مشہور و قدیم پادشاہ گزرا ہے، جسکی حکومت و حکمت زبان زد عرب ہے،

زرارہ نے عرض کیا، کہ یہ کیسا فتنہ ہوگا،

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، لوگ اپنے امام کو قتل کر دینگے، آپس میں پھوٹ پڑ جائیگی ایک دوسرے سے ایسے گتھ جائینگے، جیسے ہاتھوں کی اُنگلیاں پنجہ ڈالنے میں گتھ جاتی ہیں، بدکار اُن دنوں اپنے آپکو نکوکار سمجھیگا، مومن کا خون پانی سے بڑھکر خوشگوار سمجھا جائیگا، اگر تیرا بیٹا مر گیا، تب تو اُس فتنہ کو دیکھ لیگا، تو مر گیا، تو تیرا بیٹا دیکھ لیگا،

زرارہ نے عرض کیا، یارسول اللہ، دعا کیجئے، کہ میں اس فتنہ کو نہ دیکھوں،

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی، الٰہی یہ اس فتنہ کو نہ پائے،

زرارہ کا تو انتقال ہوگیا، اور اس کا بیٹا بچ رہا، اُسنے سیدنا عثمانؓ کی بیعت کو توڑ دیا تھا[1]

باب

مدینہ میں دہ سالہ قیام نبوی کے اہم واقعات، اور وفات،

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے نکل کر مدینہ منورہ پہونچے، تو ابھی اطمینان سے قیام بھی نہیں کیا تھا، کہ دشمنانِ مکہ نے متواتر سازشوں، حملوں، لڑائیوں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور کے ہاتھ پہ بیعت کرنے والوں کو پریشان کرنا شروع کر دیا تھا

راقم کتاب کو چونکہ ہجرت کے بعد ہی یہ حالات لکھنے پڑے۔ اسلئے ترتیب مضامین بھی کسی قدر پریشان ہوگئی ہے،

اب اس باب میں اُن اہم واقعات کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے جو ایام قیام مدینہ میں ہوئے ہیں نے اختصار کیلئے قریبًا ہر سال کے متعلق ایک واقعہ ضرور قلم بند کیا ہے،

اس باب پر غور کرنے سے ناظرین کو سیرت پاک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق

---

[1] زاد المعاد صفحہ ۵۱۸،،

بہت سی باتیں معلوم ہونگی جن کے مطابق ضرورت ہے کہ اُمت اپنا رویہ درست کرے وَمَاذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ۔

تعمیر مسجد نبوی

مسجد نبویؐ جس جگہ بنائی گئی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ خود بخود اس جگہ آکر بیٹھ گئی تھی، جب آنحضرتؐ مکہ سے مدینہ تشریف لائے تھے!

یہ جگہ دو یتیم لڑکوں کی تھی جو اسعد بن زرارہ (نقیب محمدی) کی تربیتؐ نگرانی میں تھے، اسعد نے پہلے سے یہاں نماز کی مختصر سی جگہ بنا رکھی تھی، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے لئے اس جگہ کو پسند فرمایا، تو ان یتیم لڑکوں نے قیمت لینے سے انکار کیا، اور قبیلہ بنو النجار نے چاہا کہ اسکی قیمت ادا کرنے کی اجازت انہیں مل جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں باتیں منظور نہ فرمائیں، زمین کی قیمت دسؔ دینار طے ہوئے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیقؓ سے یہ قیمت دلا دی، اور پھر زمین کو ہموار و درست کرکے مسجد بنائی گئی، جس کا طول سوؔ گز تھا،

مسجد کی تعمیر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اینٹ پتھر خود بھی اٹھا کر لاتے تھے۔ اور زبان مبارک سے فرماتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشَ الْاٰخِرَةِ	الٰہی زندگی تو آخرت ہی کی زندگی ہے، تو
فَاغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةِ[1]	انصار اور مہاجرین کو بخش دے!

صحابہ بھی اینٹ گارا لاتے تھے، اور یہ شعر رجز میں پڑھتے تھے!

لَئِنْ قَعَدْنَا وَالرَّسُوْلُ يَعْمَلُ	رسولؐ خدا کام کریں اور ہم بیٹھے رہیں،
لَذَاكَ مِنَّا الْعَمَلُ الْمُضَلَّلُ	یہ بڑی گمراہی کا کام ہے!

مسجد کی دیواریں جو کچی اینٹوں کی تھیں تین گز بلند تھیں، کھجور کے تنے ستون کی جگہ اور کھجور کے پتے کڑی شہتیر کی جگہ ڈالے گئے تھے!

[1] صحیح بخاری عن انس کتاب الصلوٰۃ، باب ہل تنبش قبور مشرکی الجاہلیۃ۔

صحابہ نے کہا، چھت ڈال لیں تو اچھا ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نہیں موسیٰ جیسا عریش ہی خوب ہے[۱]،

یہ چھت ایسی تھی کہ اگر بارش ہو جاتی تو پانی ٹپکتا، مٹی گرتی، فرش کیچڑ سا ہو جاتا مومنین اسی پر سجدہ کیا کرتے تھے[۲]،

عبد اللہ بن سلام کا اسلام لانا ۱ھ	حضرت عبد اللہ یہود کے بڑے فاضلوں میں سے ہیں،

یوسف صدیق سے اُن کا سلسلہ نسب ملتا ہے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وعظ کہتے ہوئے سُن لیا. ذیل کے الفاظ یاد کر لئے تھے :

ایھا الناس افشوا السلام	لوگو اپنے بیگانے سب کو سلام کیا کرو،
واطعموا الطعام	کھانا کھلایا کرو،
وصلوا الارحام	قرابت داروں سے اچھا برتاؤ رکھو،
وصلوا باللیل والناس نیام	رات کو جبکہ لوگ سو رہے ہوں تم خدا کی عبادت کیا کرو۔

[۱] زاد المعاد جلد اول صفحہ ۳۰۸،

[۲] نبی صلعم کے بعد ابوبکر صدیقؓ نے مسجد نبویؐ میں کچھ تصرف نہیں کیا، عمر فاروقؓ نے اس مسجد میں حضرت عباسؓ کے گھر کو شامل کیا۔ جو انہوں نے مسجد کے لئے ہبہ فرمایا تھا، عثمان غنیؓ نے مسجد نبویؐ کی سنگین دیواریں بنائیں، اور پتھر کے ستون لگائے، اور ساگون کی چھت ڈالی، (بخاری باب بنیان المسجد) اور فرش پر عقیق کی کنکریاں بچھائیں۔ مروان بن الحکم نے اپنے عہد سلطنت میں ایک مقصورہ محراب کی جانب بڑھایا، اور اُس پر پچی کاری کا کام کرایا، ولید بن عبد الملک نے اپنے عہد سلطنت اور حضرت عمر بن عبد العزیز کے عہد امارت مدینہ میں از سر نو اس کی عمارت کو تعمیر کرایا، شام، مصر، روم و قبط کے ۸۰ انجنیئر منتخب کر کے اسکی نگرانی کے لئے بھیجے، یہ عمارت سنگ مرمر کی تھی۔ اور پہلی عمارت سے کچھ زیادہ بھی تھی ۸۸ھ یا ۹۱ھ میں مکمل ہوئی تھی، مہدی عباسی نے اپنے عہد سلطنت میں پھر کچھ ایزادی کی، پچھلی طرف سے سو گز زمین اور شامل کی گئی. مکمل ہونے کے بعد مسجد کا طول ۳۰۰ گز، عرض ۲۰۰ گز ہو گیا تھا، یہ تعمیر ۱۶۲ھ میں ختم ہوئی،

خلیفہ متوکل نے اس عمارت کی مرمت ۲۴۷ھ میں کرائی تھی، فتوح البلدان بلاذری صفحہ ۴،

عالیہ عمارت جو ہمارے زمانہ میں ہے، یہ سلطان عبد المجید خاں مرحوم کی تعمیر کردہ ہے، مفصل حال ہماری کتاب سبیل الرشاد میں ہے :

یہ دلنشین کلمات سُنکر اُن کا قلب نور ایمان سے روشن ہوگیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات پر غور کیا، تو پہلے نبیوں کی کتابوں کی پیشین گوئیوں کو ذات مبارک پر منطبق پایا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں آئے، اور چند مشکل مسائل جنکی بابت اُن کا خیال تھا، کہ نبی اللہ ہی ان کا جواب دیسکتا ہے، دریافت کئے، جواب باصواب سُن کر کہا یا رسول اللہ میں حضور پر ایمان لے آیا ہوں، لیکن اظہار اسلام کے لئے چاہتا ہوں کہ اوّل میری قوم کے لوگوں کو بُلاکر دریافت فرمالیا جاوے کہ اُنکی رائے میرے لئے کیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اکابر یہود کو طلب فرمایا، عبداللہ بن سلام چھپگئے تھے۔ آنحضرتؐ نے اُن سے پوچھا۔ کہ عبداللہ بن سلام تمہاری قوم میں کیسے ہیں سب نے کہا۔ وہ عالم بن عالم سید بن سید ہیں[۱]، اور ہم سب سے بہتر ہیں۔ یہود یہ کہہ ہی رہے تھے، کہ حضرت عبداللہ اوجھل سے کلمہ طیّب پڑھتے ہوئے سامنے آگئے، جب یہودیوں نے دیکھا، کہ مسلمان ہو گئے ہیں، تو اسی وقت کہنے لگے۔ کہ تو جاہل بن جاہل ذلیل بن ذلیل شخص ہے، اور ہم میں سب سے بدتر ہے،

خداوند کریم نے اس بزرگ صحابی کے اسلام سے جملہ یہود پر اپنی حجت ختم فرمادی،

فاضل راہب کا اسلام سنہ ۱ھ

حضرت عبداللہ بن سلام کے بعد ابو قیس صرمہ بن ابی انس نے بھی اسلام قبول کیا، یہ عیسائی المذہب راہب، نہایت فصیح شاعر و واعظ اور الٰہیات کے فاضل تھے، اس بزرگ کے اسلام سے خداوند رحیم نے جملہ نصاریٰ پر حجت ختم فرمائی،

نماز

سنہ اول ہجرت میں فرض نماز میں دو رکعتوں کا اضافہ ہُوا،

دو رکعتیں سفر کے لئے مقرر رکھی گئیں۔ اور حضر میں نماز ظہر و عصر و عشاء کے لئے چار رکعتیں کر دی گئیں، ایام قیام مکہ میں دو ہی رکعتوں کا حکم رہا تھا،

جب یہ خیال کیا جاتا ہے، کہ مکہ میں کیونکر ہر ایک مسلمان اسلام لاتے ہی غریب الوطن بنجاتا تھا، کیونکہ اقارب اور احباب اُس سے بیگانہ و اغیار بن جاتے تھے، اور کیوں کر

کمالِ نماز

[۱] صحیح بخاری عن انس بن مالک باب ہجرۃ النبیؐ

ہر ایک مسلمان ہر وقت مکہ کے چھوڑ دینے پر آمادہ اور مستعد رہتا تھا، تو ہم کہہ سکتے ہیں
کہ مکہ میں سب مسلمان مسافرانہ ہی رہتے تھے، اور یہی وجہ ہے۔ کہ خداوند کریم نے بھی اُن کو
مدینہ میں پہنچ جانے کے بعد ہی مقیم تسلیم فرمایا،

نماز اسلام کا وہ رکن ہے، جو مسلمان پر سب سے پہلے فرض ہوتا ہے۔ سات برس کے
بچہ کو پڑھنا مستحب، اور دس برس کے بچہ کو پڑھنا فرض ہے، اور سب سے آخر تک فرض رہتا
ہے۔ یعنی تا دم مرگ، نماز کی فرضیت صحت و بیماری، خوشی و غم۔ سفر و حضر اور خوف
و خطر۔ غرض کسی حالت میں بھی مسلمان سے ساقط نہیں ہوتی، خواہ ہم گرم سے
گرم تر ملک میں ہوں۔ یا سرد سے سرد تر ملک میں، کسی جگہ بھی، کوئی موسم۔ کوئی
عارضہ ایسا نہیں، جو مسلمان کو نماز کی معافی دیتا ہو،

مدت العمر تک عبادت الٰہی کی مداومت رکھنا کمال استقلال کا مظہر ہے، ہر
روز پنجگانہ نماز کے اوقات کی حفاظت رکھنا، پابندی اوقات کی زبردست تعلیم ہے، جسم
اور لباس اور مکان کو نجاست و آلودگی سے پاک و صاف رکھنے کا اہتمام صحت جسمانی کے
قیام کی بہترین تدبیر ہے، دل و زبان، اعضا و دماغ کو عظمت الٰہی اور جلال کبریائی
کے سامنے مؤدب و مہذب رکھنا نورانیت روحانی کے لئے عجیب روشنی ہے،

(۲) نماز میں جس قدر پابندی ہے، وہ جلد سو جانے، اور جلد جاگ اٹھنے کی جسطرح تعلیم
دیتی ہے، وہ جس طرح ہر ایک ٹائم ٹیبل کو اپنے ماتحت کر لیتی ہے، اُس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے،
کہ اسلام میں شہوانی و نفسانی خیالات کو نماز کے ذریعہ کیسا ملیامیٹ کیا گیا ہے،

(۳) نماز کے لئے مسجد کی حاضری اور جماعت کی پابندی تمدن اور ترقی کی جان
ہے، اتحاد و یگانگت اور تبادلہ خیالات کا پاک ترین ذریعہ ہے، ایک جاہل بہت سی باتیں
نظیر و نمونہ سے سیکھ سکتا، اور ایک عالم بآسانی تبلیغ کر سکتا ہے، ایک امیر غریب کے دوش بدوش
کھڑا ہو کر مساوات کا سبق لیتا، اور ایک غریب امیر کے برابر بیٹھ کے سچے دین کے انصاف سے

اپنی روح کو خرسند کر سکتا ہے۔

(۴) جو لوگ نماز چھوڑ دیتے ہیں، یا مسجد کی حاضری اور جماعت کی پابندی میں سستی کرتے ہیں، وہ ان اخلاقی فضائل سے محروم رہتے ہیں، اور یہ ظاہر ہے، کہ جس قوم کے فرد ایسے اعلیٰ اخلاق سے خالی ہوں گے، وہ کیا ہونگے۔

خداوند کریم نے فرمایا ہے:۔

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡھٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡکَرِ وَلَذِکۡرُ اللّٰہِ اَکۡبَرُ۔	نماز۔ نماز پڑھنے والوں کو ناپاک کاموں، اور لائق انکار فعلوں سے روک دیتی ہے، اور اللہ کے ذکر میں تو فوائد اور فیوض۔ انوار و اسرار اس سے بھی بہت زیادہ۔ اور بہت بڑھکر ہیں۔

مواخات (۱) اللہ جل جلالہ نے ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کا بھائی بتلایا ہے، اور یوں ارشاد فرمایا ہے:۔

فَاَصۡبَحۡتُمۡ بِنِعۡمَتِہٖۤ اِخۡوَانًا وَکُنۡتُمۡ عَلٰی شَفَا حُفۡرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنۡقَذَکُمۡ مِّنۡھَا	اور تم سب خدا کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے۔ تم لوگ تو آگ کے ایک گڑھے کے کنارہ پر تھے جس سے خدا نے تمہیں نجات و خلاصی عنایت کی۔

اس اخوت کا اثر یہ تھا۔ کہ ایک مسلمان کسی مخالف قوم سے معاہدہ کر لیتا تھا، اور کل قوم اُس معاہدہ کی کامل پابندی کرتی تھی۔

ایک مسلمان اگر کسی دور دست ملک میں چلا جاتا تھا، تو تمام قوم اُسکی خبر عافیت کے لئے بیتاب رہتی تھی، اور اگر وہ کسی ظالم کے ظلم کا شکار ہو جاتا تو تمام قوم اُس کے انتقام اور خونبہا لینے کو اپنا اعلیٰ فرض جانتی تھی۔

قوم کے ہر ایک یتیم، ہر ایک رانڈ، ہر ایک طالب علم کی ضروریات کا پورا کرنا ہر مسلمان اپنے لئے ایسا ہی فرض سمجھتا تھا، جیسا اپنی اولاد اور اپنے ماں جائے بھائی کی اولاد و بیوہ کیلئے سمجھتا تھا۔

(۲) اِس اخوت سے بڑھکر ایک اور اخوت تھی، جسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایک شخص کے ساتھ قائم فرمایا کرتے۔ ایسی اخوت مکہ میں اہل مکہ الف کے درمیان اور مدینہ میں ب مہاجرین و انصار کے درمیان نیز باہمی اہل مدینہ کے درمیان بھی قائم فرمائی گئی تھی۔ جو مواخات مہاجرین وانصار کے درمیان قائم ہوئی وہ زیادہ تر مشہور رہی؛

اس مواخات کے بعد باہمی تعلقات کا اثر یہاں تک ہُوا کہ ایک بھائی دوسرے بھائی کی وراثت[1] میں سے حصہ لیتا تھا؛ اور بھائی بننے سے پہلے گھنٹہ کے بعد امیر بھائی غریب بھائی کو اپنی تمام منقولہ وغیر منقولہ جائداد کا نصف تقسیم کر دیتا تھا؛ مورخین نے اُن بزرگوں کے نام بھی درج کئے ہیں، جن میں یہ سلسلہ مواخات مستحکم کیا گیا تھا؛ ہم نمبر ب کا چند اسماء مبارک درج کرتے ہیں؛

(الف) (۱) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	علی مرتضٰی رض
(ب) (۲) ابو بکر صدیق رض	خارجہ بن زید رض عقبی بدری
(۳) عمر فاروق رض	عتبان بن مالک رض بدری
(۴) عثمان ذو النورین رض ...	اوس بن ثابت رض عقبی بدری
(۵) جعفر رض بن ابی طالب ہاشمی	معاذ بن جبل رض عقبی بدری
(۶) ابو عبیدہ بن جراح رض قرشی الفہری	سعد بن معاذ رض بدری۔ اہتز لہ عرش الرحمن
(۷) عبد الرحمن بن عوف رض قرشی الزہری	سعد بن ربیع رض عقبی بدری
(۸) زبیر بن العوام رض قرشی الاسدی	سلمہ بن سلامتہ العقبی
(۹) طلحہ بن عبید اللہ رض قرشی التیمی	کعب بن مالک رض عقبی
(۱۰) سعید بن زید رض قرشی العدوی	ابی بن کعب رض عقبی بدری
(۱۱) مصعب بن عمیر رض قرشی العبدری	ابو ایوب رض عقبی بدری

[1] تقسیم وراثت کا دستور اُس وقت تک رہا، جبتک کہ قوم میں فاہت اور آسودگی عام نہ ہوئی اسکے بعد وراثت ورثا کی طرف منتقل کر دی گئی

(۱۲) ابو حذیفہ بن عتبہ رضؓ	عباد بن بشر رضؓ
(۱۳) عمار بن یاسر رضؓ	حذیفہ بن الیمان رضؓ
(ج) (۱۴) سلمان فارسی	ابو الدرداء حکیم الامت رضؓ
(۱۵) منذر بن عمر رضؓ	ابو ذر غفاری

رضی اللہ علیہم اجمعین[1]

دُنیا میں برادرہُڈ کا ایسا اعلےٰ نمونہ اسلام کے سواء اور کسی جگہ نظر نہیں آتا!

اذان ۲ھ میں اذان کا طریق جاری ہُوا!

اذان کی ضرورت اول اس لئے محسوس ہوئی کہ سب لوگ مل کر ایک وقت پر نماز ادا کر سکیں۔ مشورہ طلب امر یہ تھا کہ لوگوں کے جمع کرنے کے واسطے کونسا طریق اختیار کیا جائے، کسی نے مشورہ دیا کہ بلند مقام پر آگ روشن کر دی جایا کرے! (جیسا مجوس میں دستور تھا) کسی نے مشورہ دیا کہ سینگ (بگل) بجایا جایا کرے! (جیسا کہ یہود کا معمول تھا) کسی نے مشورہ دیا، کہ گھنٹے بجائے جایا کریں (جیسا کہ نصاری کیا کرتے تھے) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی مشورہ کو پسند نہ فرمایا، دوسرے دن عبد اللہ بن زید انصاری رضؓ، اور حضرت عمر فاروق نے یکے بعد دیگرے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے آکر عرض کیا کہ انہوں نے خواب میں ان الفاظ کو سُنا ہے! جو اب اذان میں کہے جاتے ہیں! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی الفاظ کے باواز بلند پکارنے کو مشروع فرما دیا! یہ الفاظ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اس منشاء عالی کو پورا

اذان کی ضرورت اور مجلس المشورہ کا حکم

[1] تاریخ ابن خلدون۔ امام ابن تیمیہ و ابن القیم کا مختار یہ تھا کہ مواخات میں ایک مہاجر اور ایک انصاری کو شامل کیا گیا تھا۔ اس لئے وہ کہتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں ہے، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علی مرتضیٰ کو مواخات میں اپنے ساتھ شامل کیا ہو، کیونکہ حضرت مرتضیٰ بھی مہاجر ہیں، دیگر علماء نے اس رائے کو قبول نہیں کیا۔ اور انہوں نے اور بھی چند ایسی نظیریں بیان کی ہیں جن میں فریقین مہاجر تھے! اور یہی قوی مذہب ہے!

سلسلہ مواخات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا بھائی بنایا! اول تو اس لئے کہ وہ رشتہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بھائی لگتے تھے، دوسرے اسلئے کہ اگر کسی ایسے مسلمان کو بھائی بناتے، جو رشتہ میں بھائی نہ ہوتا، تو آئندہ طرح طرح کی مشکلات جدیدہ کے پیدا ہونے کا احتمال تھا!

کرتے ہیں، جو تشریع احکام میں ہمیشہ منظور نظر اقدس رہا ہے،

اذان اطلاع دہی کا وہ سادہ اور آسان طریق ہے کہ عالمگیر مذہب کیلئے ایسا ہی ہونا ضروری تھا، اذان درحقیقت اصول اسلام کی اشاعت اور اعلان ہے مسلمان اسی کے ذریعہ سے ہر آبادی کے قریب جملہ باشندگان کے کانوں تک اپنے اصول پہونچا دیتے، اور راہ نجات سے آگاہ کر دیتے ہیں، چھوٹے چھوٹے رسالوں (ٹریکٹ) کی تقسیم اور نگر کیرتن کے شبد بھی اس خوبی کو نہیں پا سکتے، اذان ثابت کرتی ہے۔ کہ اسلام نے گھونگوں اور دھالو کو انسانی آواز پر ترجیح نہیں دی، اور یہ بھی ایک طریق بت پرستی کے انسداد اور توحید کی تائید کا ہے،

سلمان پارسی کا اسلام

سنہ ۲ ہجری میں سلمان پارسی مسلمان ہوئے۔ یہ اصفہان کے باشندے تھے۔ ان کے مذہب قدیم میں ابلق گھوڑے کی پرستش کی جاتی تھی،

دین حقہ کی تلاش میں گھر سے نکلے، اور عرب تک آئے، کسی نے ان کو پکڑ کر غلام بنا کر بیچ دیا تھا دس سے زیادہ مذاہب کے بعد یہ یہودی مذہب میں داخل ہو گئے تھے، جس یہودی کے پاس رہا کرتے تھے، وہ اکثر ایک پیدا ہونے والے نبی کے اوصاف بیان کیا کرتا تھا، جب حضرت سلمانؓ نے مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، تو ان علامات و آثار و اخبار سے جو اپنے آقا سے سُنے تھے، آنحضرتؐ کو پہچان لیا، اور مسلمان ہو گئے، اور ملک فارس کا پہلا پھل کھلائے،

تحویل قبلہ سنہ ۲ھ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی، کہ جس بارہ میں کوئی حکم الٰہی موجود نہ ہوتا، اس میں اہل کتاب سے موافقت فرمایا کرتے[۱]،

نماز آغاز نبوۃ ہی میں فرض ہو چکی تھی۔ مگر قبلہ کے متعلق کوئی حکم نازل نہ ہوا تھا، مکہ کی تیرہ سالہ اقامت کے عرصہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس ہی کو قبلہ بنائے رکھا،

---

۱ عن ابن عباس۔ تیسیر الوصول جلد ۱۔ باب السلم ،، والفرق،

مدینہ میں پہونچکر بھی یہی عمل رہا، مگر ہجرت کے دوسرے سال (یا ۱ ماہ کے بعد[1]) خدا نے اس بارے میں حکم نازل فرمایا، یہ حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دلی منشا کے موافق تھا، کیونکہ آنحضرت دل سے چاہتے تھے۔ کہ مسلمانوں کا قبلہ وہ مسجد بنائی جائے، جس کے بانی حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے۔ جسے مکعب شکل کی عمارت ہونے کی وجہ سے کعبہ، اور صرف عبادت الٰہی کیلئے بنائے جانے کی وجہ سے بیت اللہ، اور عظمت و حرمت کی وجہ سے مسجد الحرام کہا جاتا تھا۔

اس حکم میں جو اللہ پاک نے قرآن مجید میں نازل فرمایا ہے

(۱) یہ بھی بتایا گیا ہے۔ کہ اللہ پاک کو جملہ جہات سے یکساں نسبت ہے،

فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ فَلِلّٰہِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرَاتِ اَیْنَ مَا تَکُوْنُوْا یَاْتِ بِکُمُ اللّٰہُ جَمِیْعًا

(۲) اور یہ بھی بتایا گیا ہے۔ کہ عبادت کے لئے کسی نہ کسی طرف کا مقرر کر لینا طبقات مردم میں شائع رہا ہے،

وَلِکُلٍّ وِّجْھَۃٌ ھُوَ مُوَلِّیْھَا

(۳) اور یہ بھی بتایا گیا ہے، کہ کسی طرف منہ کرنا اصل عبادت سے کچھ تعلق نہیں رکھتا،

لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ

(۴) اور یہ بھی بتایا گیا ہے، کہ تعیین قبلہ کا بڑا مقصد یہ بھی ہے، کہ متبعین رسول کے لئے ایک متمیز علامت قرار دی جائے،

لِنَعْلَمَ مَنْ یَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ یَّنْقَلِبُ عَلٰی عَقِبَیْہِ،

یہی وجہ تھی۔ کہ جب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں رہے، اس وقت تک بیت المقدس مسلمانوں کا قبلہ رہا، کیونکہ مشرکین مکہ بیت المقدس کے احترام کے قائل نہ تھے، اور کعبہ کو تو انہوں نے خود ہی اپنا بڑا معبد بنا رکھا تھا، اسلئے شرک چھوڑ دینے اور اسلام قبول کرنے کی بیّن علامت مکہ میں یہی رہی کہ مسلمان ہونے والا بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرے،

[1] ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۱۹،

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں پہنچے۔ وہاں زیادہ تر یہودی یا عیسائی ہی آباد تھے۔
وہ مکہ کی مسجد الحرام کی عظمت کے قائل نہ تھے۔ اور بیت المقدس کو تو وہ بیت ایل یا ہیکل تسلیم کرتے
ہی تھے۔ اسلئے مدینہ میں اسلام قبول کرنے اور آبائی مذہب چھوڑ دینے کی علامت یہ ٹھہرائی
گئی۔ کہ مکہ کی مسجد الحرام کی طرف منہ کرکے نماز پڑھی جایا کرے۔
حکم الٰہی کے مطابق یہی مسجد ہمیشہ کیلئے مسلمانوں کا قبلہ قرار دی گئی۔ اس مسجد کو قبلہ
قرار دینے کی وجہ اللہ تعالیٰ نے خود ہی بیان فرما دی ہے:۔

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبَارَکًا وَّھُدًی لِّلْعَالَمِیْنَ۔	یہ مسجد دنیا کی سب سے پہلی عمارت ہے جو عبادت الٰہی کی غرض سے بنائی گئی۔ پس چونکہ اسے

تقدم زمانی اور عظمت تاریخی حاصل ہے۔ اسلئے اس کو قبلہ بنایا جانا مناسب ہے۔

وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرَاھِیْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمَاعِیْلُ۔	دوم۔ یہ کہ اس مسجد کے بانی حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ اور حضرت ابراہیم ہی یہودیوں

عیسائیوں اور مسلمانوں کے جد اعلیٰ ہیں۔ اسلئے ان شاندار قوموں کے پدر بزرگوار کی مسجد کو قبلہ
قرار دینا گویا اقوام ثلثہ کو اتحاد نسبی وجسمانی کی یاد دلا کر اتحاد روحانی کے لئے دعوت دینا
اور متحد بن جانے کا پیغام اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ سنا دینا تھا۔
میں یقین کرتا ہوں۔ کہ کعبہ کے تقدم زمانی اور عظمت تاریخی کا انکار کوئی مذہب بھی نہیں کرسکتا
یہودی اور عیسائی متفق ہیں۔ کہ یروشلم کی بنیاد حضرت داؤد علیہ السلام نے قائم کی اور
حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسکی تعمیر فرمائی۔ اسلئے کعبہ کی تعمیر یروشلم کی تعمیر سے تقریباً ۹۲۱ سال
اور حضرت مسیح سے ایکہزار نو سو اکیس سال پیشتر کی ہے۔ مسٹر آر سی۔ دت نے اپنی تاریخ سویلیزیشن
آف انشینٹ انڈیا میں متعدد عالموں کی شہادات کو جمع کرکے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ہندوستان
کی تہذیب کا پہلا دور جو وید کا ابتدائی زمانہ ہے۔ مسیح سے چودہ سو[1] سے دو ہزار سال پیشتر
کا تھا۔ نیز لکھا ہے۔ کہ اس دور میں کوئی مندر[2] نہ تھا۔ اس سے ثابت ہے کہ تعمیر کعبہ کے وقت

لے ولے مترجمہ اے وی احمد صاحب جے پوری صفحہ ۷ و ۲۰

آریہ ورت میں بھی کوئی مندر موجود نہ تھا!

مجموعہ بائیبل سے معلوم ہوتا ہے! کہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو پہلے سے بتلا دیا تھا۔ کہ جو مسجد آخر میں قبلہ قرار دی جاویگی! وہ درجہ میں پہلے قبلہ سے برتر ہوگی!

نمونہ کے لئے چند حوالجات ملاحظہ فرمائیے!

اوّل۔ یسعیاہ نبی کی کتاب کا ۶۰ باب ملاحظہ کیجئے! اِس میں تمام عبارت مکہ کی تعریف میں ہے۔ خصوصًا ۵ درس سے دیکھو!

"سمندر کی فراوانی تیری طرف پھریگی! اور قوموں کی دولت تیرے پاس فراہم ہوگی ۶۔ اونٹنیں کثرت سے تجھے آکے چھپا لیں گی! مدیان اور عیفہ کے اونٹ وے سب جو سبا کے ہیں۔ آوینگے! وے سونا اور لبان لاویں گے! اور خداوند کی بشارت سنا دیں گے! ۷۔ قیدار کی ساری بھیڑیں تیرے پاس جمع ہونگی! نبیط کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہونگے! وے میری منظوری کے واسطے میرے مذبح پر چڑھائے جاوینگے! اور میں اپنے شوکت کے گھر کو بزرگی دونگا!!

واضح ہو۔ کہ شوکت کا گھر ٹھیک لفظی ترجمہ بیت الحرام کا ہے۔ اور خانہ کعبہ کا یہی نام قرآن مجید میں مذکور ہے! جس سے پہلے نوشتوں کی تصدیق ہوتی ہے! اس گھر کو بزرگی دینے سے مطلب اسے قبلہ قرار دینا ہے!

یہ بات۔ کہ اس مقام پر شوکت کے گھر سے مراد کعبہ ہے! نہ کوئی اور مقام! اس دلیل سے صاف اور واضح ہو جاتی ہے کہ درس ۶، ۷ میں مدیان! عیفا۔ سبا۔ قیدار اور نبیط کے لوگوں کا جمع ہونا۔ قربانیاں کرنا بتلایا گیا ہے! یہ پانچوں حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے یا پوتے ہیں! جو عرب میں آباد ہوئے۔ اور جن کی نسل کے قبیلے صرف محمد رسول اللہ کے دین میں داخل ہوئے نہ عیسائی تھے نہ یہودی تھے۔ اور ان سب نے مل کر صرف ایک مذبح منیٰ ہی پر قربانیاں پیش کی تھیں! قوموں کے نام منی کا پتہ۔ عرب کا فاطبۃً مسلمان ہو جانا! حجۃ الوداع میں سب کا نبی کریم کی خدمت میں حاضر ہونا!

ایسے تاریخی واقعات ہیں جو مندرجہ بالا آیت کی معنی کو بالکل یقینی بنا دیتے ہیں۔

دوم حجی نبی (ق۔م۔۵۲۰ سال) کی کتاب میں ہے:۔

"۹۔ اِس پچھلے گھر کا جلال پہلے گھر کے جلال سے زیادہ ہوگا۔ ربّ الافواج فرماتا ہے اور میں اس مکان کو سلام[۵۱] (سلامتی یا اسلام) بخشونگا۔ ربّ الافواج فرماتا ہے"

سوم۔ مکاشفات یوحنا ۳ باب ۱۲ درس میں ہے:۔

"۱۲۔ مَیں اُسے جو غالب ہوتا ہے، اپنے خدا کی ہیکل کا ستون بناوٗنگا۔ اور اپنے خدا کے شہر یعنی نئے یروشلم کا نام جو میرے خدا کے حضور سے آسمان سے اُترتی ہے اور اپنا نیا نام اُسپر لکھونگا، جسکا کان ہے، سُنے کہ روح کلیسیاوٗں سے کیا کہتی ہے"

یوحنا نے نئے یروشلم اور نئے نام کا ذکر کیا ہے۔ نیا یروشلم کعبہ ہے، اور خدا کا نیا نام جس سے اہل عرب بھی باوجود اہل زبان ہونے کے ناواقف تھے، اسم پاک رحمٰن[۵۲] ہے۔ جسے اسلام نے ہی ظاہر کیا، نئے یروشلم کا آسمان سے اترنا یہ معنی رکھتا ہے، کہ کعبہ کو قبلہ بنائے جانے کا حکم آسمان سے نازل ہوگا۔ قرآن مجید میں بھی اسی کی طرف اشارہ ہے قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا (ہمنے دیکھا کہ تم آسمان کیطرف اپنا چہرہ کرکے دیکھ رہے ہو، اِسلئے حکم ہے، کہ جو قبلہ تمہیں پسند ہے، اُسی کی طرف پھر جاؤ)

---

[۵۱] عربی بائیبل مطبوعہ ۱۸۷۱ء مقام آکسفورڈ صفحہ ۱۳۳۹۔ پر اس آیت میں لفظ سلام اور اردو بائیبل مطبوعہ مرزا پور ۱۸۷۱ء میں لفظ سلامتی ہے۔ اسلئے مسلمانوں کا حق ہے کہ اسکا ترجمہ اسلام کریں۔ کیونکہ ہر نماز کے بعد مسلمان اسی لفظ سلام کا استعمال اس دعا میں کرتے ہیں:۔ اللّٰھمّ انت السّلام، ومنك السّلام والیک یرجع السّلام (?) وادخلنا دار السّلام۔ تبارکت ربّنا وتعالیت یاذا الجلال والاکرام +

[۵۲] اہل عرب اسم رحمٰن سے جبکا نزول قرآن میں ہوا۔ بہت ناراض ہوتے تھے، واذا قیل لهم اسجدوا للرحمٰن قالوا وما الرحمٰن (سورہ فرقان) جب انہیں کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو سجدہ کرو۔ تو وہ کہتے ہیں کہ رحمٰن کیا ہوتا ہے؟ +

وهم بذکر الرحمٰن هم کافرون (سورہ انبیاء) رحمٰن کا ذکر آجانے پر وہ بہت انکار کرتے ہیں۔ سہیل نے انعقاد صلح حدیبیہ کے وقت کہا تھا:۔ واما الرحمٰن فواللہ لا نعرفه خدا کی قسم! ہم نہیں جانتے کہ رحمٰن کون ہے +

چہارم - زبور ۸۴ میں ہے

(عربی)

"(۴) طُوبٰی لِلسَّاکِنِینَ فِی بَیتِكَ اَبَدًا یُسَبِّحُونَكَ (سلاہ)"

"(۵) طُوبٰی لِاُنَاسٍ عِزُّهُم بِكَ - طُرُقُ بَیتِكَ فِی قُلُوبِهِم"

"(۶) عَابِرِینَ فِی وَادِی الْبُکَاءِ - یُصَیِّرُونَهُ یَنْبُوعًا"

"اَیضًا بِبَرَکَاتٍ یُغَطُّونَ مُورَةً"

(کتاب المقدس طبع نفقة الجمعیة البریطانیه والاجنبیة لاجل انتشار الکتاب المقدسة فی مطبعة المدرسة من المدینة اوکسفورد فی سنة ۱۸۷۱ مسیحیة)

(اردو)

"(۴) مبارک وے ہیں جو تیرے گھر میں بستے ہیں وے سدا تیری ستایش کرینگے (سلاہ)"

"(۵) مبارک وہ انسان جسمیں قوت تجھ سے ہے - ان کے دل میں تیری راہیں ہیں"

"(۶) وے بکّا کی وادی میں گزر کرتے ہیں - اُسے ایک کنواں بناتے"

"بھی برسات اُسے برکتوں سے ڈھانپ لیتی"

(کتاب مقدس - مطبوعہ آکرفن سکول - مرزاپور ۱۸۷۰ء)

(انگریزی میں ہے)

(4) "Pleased <u>are</u> they that dwell in thy house: they will be still praising thee." (Selah)

(5) "Blessed <u>is</u> the man whose strength <u>is</u> in thee; in whose heart <u>are</u> the ways of them."

(6) "Who passing through the valley of Baca make it a well; the rain also filleth the pools."

اِن ہر سہ زبان کی عبارات سے جو ایک ہی مشن سوسائٹی کی شائع کردہ ہیں متفق طور پر مندرجہ ذیل باتیں حاصل ہوتی ہیں:۔

(۱) درس چہارم کی رو سے یہ کہ خدا کا ایک گھر ہے، اور وہاں کے باشندوں کو مبارک بتلایا گیا ہے، اور ان کی علامت یہ بتائی گئی ہے کہ وہ ہمیشہ خدا کی تسبیح و ستائش کرتے رہینگے

(۲) درس پنجم کی رُو سے یہ کہ اُن لوگوں کی عزت و قوت کا باعث اللہ تعالیٰ ہی ہوگا، اور اسبابِ دُنیوی ان کی عزت و قوت کا باعث نہ ہونگے۔

(۳) درس ۶ کی رُو سے لفظ بکّا، عربی۔ اردو۔ انگریزی تینوں زبانوں میں موجود ہے جس سے ثابت ہے کہ بکّا وہ اسم معرفہ (پروپر ناؤن) ہے جو کسی زبان میں بھی نہیں بدلا گیا۔ اور انگریزی تحریر میں اسمائے معرفہ کا پہلا حرف بڑے حرف سے لکھے جانے کا جو قاعدہ ہے اُسی کے مطابق انگریزی کی بائیبل میں لفظ بکّا کا پہلا حرف بی بھی بڑی بی کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔

(۴) لفظ وادی عربی و اردو میں اور لفظ وے لی (valley) جو بمعنے وادی ہے انگریزی میں لفظ بکّا سے پہلے موجود ہے۔

(۵) ہر سہ زبان کی عبارت سے یہ ظاہر ہے کہ وہاں بسنے والے وادی بکّا[1] میں ایک کنواں بھی بنائیں گے۔

اب ہم ان سب کا ثبوت دیتے ہیں:۔

(الف) ساکنین بیت جسکا ذکر درس ۴ میں ہے، وہ اسمٰعیلؑ اور ان کی اولاد ہے، حضرت

---

[1] ابن ہشام المتوفی ۲۱۳ھ کی سیرت صفحہ ۳۹ میں ہے، انّ بکّۃ اسم البطن مکّۃ لانھم یتباکون فیھا۔ دُوسرا قول وجہ تسمیہ کی بابت یہ ہے۔ انّھا سمیت ببکّۃ۔ الا انّھا کانت تبث اعناق الجبابرۃ اذا احدثوا فیھا شیئًا۔ (ابن ہشام صفحہ ۳۹)

ابراہیمؑ کی دعا قرآن مجید میں ہے:۔ رَبِّ اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ۔ (اے خدا۔ میں نے اپنی ذرّیت کو اس وادی میں جس میں روئیدگی نہیں ہوتی تیرے عزت والے گھر کے پاس آباد کیا ہے)

(ب) یہ وادی جسکی صفت آیت بالا میں غیر ذی زرع ہے اسی کا نام قرآن مجید کی دوسری آیت میں بکّہ ہے، اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ (پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کیلئے بنایا گیا ہے، وہ ہے جو بکّا میں ہے) اب قرآن اور زبور کا اتفاق ہوگیا۔ کہ مکّہ کا نام خدا کے ہاں بکّہ ہے۔

(ج) اب ایک کنواں بنانے کا ثبوت باقی رہا۔ جو وادی بکّا میں ہو۔ بخاری کی حدیث (کتاب الانبیا صفحہ ۳۳) عن ابن عباس میں اسمٰعیل علیہ السلام اور اُنکی والدہ کے یہاں آنے، آباد ہونے کی بابت ایک طویل و مسلسل حدیث ہے۔ اس کے فقرہ نمبر ۲۰ میں یہ عبارت ہے:۔ فلما بلغت الوادی سعت جب ہاجرہ اس وادی میں پہنچی تو وہاں (پانی کیلئے) دوڑی۔ پھر فقرہ نمبر ۲۹ میں ہے:۔ وغمز عقبیہ علی الارض قال فانبثق الماء فدھشت امّ اسمٰعیل فجعلت تحفر (فرشتہ) نے ایڑی زمین پر ماری۔ پانی اُبل پڑا۔ اسمٰعیل کی ماں حیران ہوگئی۔ پھر اُسے کھود کر کنواں بنانے لگی۔

ناظرین! آپ نے دیکھا، کہ زبور کے اس مقام میں بکّہ کا نام بھی نکل آیا۔ وہاں کی مسجد کا نام بیت اللہ بھی ثابت ہوگیا، وہاں ایک کنوئیں کا ہونا بھی تحقیق ہوگیا۔ اور وہاں کے رہنے والوں کا مبارک ہونا۔ ہمیشہ یادِ خدا میں رہنا بھی ثابت ہوگیا!

ہمارے مضمون تحویل قبلہ کی مناسبت سے یہ کافی دلیل ہمارے مدّعا کی ہے!

اس کے بعد اس قدر اور بھی گذارش کر دینا چاہتا ہوں کہ درس ۵ میں عربی عبارت کا مفہوم اردو اور انگریزی زبور کی عبارت اور مفہوم سے زیادہ صاف ہے۔

عربی میں ہے:۔ "طرق بیتک فی قلوبھم" اس کا لفظی ترجمہ ہے۔ "اُنکے دلوں میں

تیرے گھر کی راہیں ہیں"۔ لیکن اردو زبور میں ہے "ان کے دل میں تیری راہیں ہیں" اور انگریزی میں ہے:۔ "In whose heart are the ways of them"

اردو اور انگریزی نے لفظ بیت (گھر) کا ترجمہ اڑا دیا ہے۔ اردو میں "تیری راہیں" اور انگریزی میں "them" - "ان کی راہیں" لکھا ہے۔ قرآن پاک اس بارہ میں صاف ہے:

رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُم مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ

(سورہ ابراہیم۔ آیت ۳۶)

اے میرے خدا میں نے اپنی اولاد کو اس وادی میں جہاں روئیدگی نہیں، تیرے شوکت والے گھر کے پاس بسایا ہے، اے خدا۔ یہ اسلئے کیا کہ یہ سب (بسنے والے) نمازوں کو قیام دیں، اب تو لوگوں کے دلوں میں ان (بسنے والوں) کی محبت ڈالدے اور انکو سب طرح کے میووں کی روزی دیا کر کہ یہ شکر گذار رہیں۔

دوسری عرض یہ ہے کہ درس ۵ کا پہلا جزو عربی میں یہ ہے "طوبیٰ لاناس عزھم بلک"۔ اس میں لفظ اناس بصیغہ جمع ہے۔ اور عزھم میں ھم بھی ضمیر جمع ہے لیکن اردو میں یہ الفاظ ہیں "مبارک وہ انسان جسمیں قوت تجھ سے ہے" اور انگریزی میں یہ الفاظ ہیں

"Blessed is the man whose strength is in thee."

اردو میں لفظ "انسان" اور "جس"، اور انگریزی میں لفظ "مین" اور "ہو" واحد کے لئے استعمال کئے گئے ہیں۔ عربی ترجمہ کی صحت اور اردو انگریزی ترجمہ کی غلطی اس طرح ثابت ہوتی ہے کہ اسی درس کے دوسرے جزو میں اردو میں "ان کے" اور انگریزی میں "them" جمع کے لئے موجود تھے۔

عربی توراۃ کا فقرہ "طوبیٰ لاُناسٍ عِزھُم بِکَ" دراصل فقرہ نمبر ۴ "طوبیٰ للسّاکنین فی بیتک" ہی کی صفت ہے۔

الغرض توراۃ کے اس مقام سے بکّہ۔ بیت اللہ۔ زمزم۔ اولاد اسمعیل صاف طور پر ثابت ہیں۔

ولِلّٰہِ الحمد

فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے اپنے اسی گھر کو جو وادی بکا میں ہے ہمارا قبلہ بنایا، نہ کہ یروسلم کو، کیونکہ ایک ایسے دین (اسلام) کیلئے جسکی بابت لیظہرہ علی الدین کلّہ (وہ سب دینوں پر اپنا غلبہ کرے) فرمایا گیا ہے، اسی گھر کا قبلہ ہونا مناسب تھا نہ کہ اُس کا، جسے ہر ایک کافر فاتح نے توڑا، اور ویران کیا، اور بالآخر سنڈا اس کی جگہ بنایا اور وہاں کے رہنے والوں کو کئی کئی دفعہ غلام بننا، قیدی ہونا، جلاوطن ہونا پڑا ہو۔

خدا نے زبور کی مندرجہ بالا آیت ۴ و ۵ میں جو وادی بکا کے بیت اللہ کے پاس رہنے والوں کو مبارکباد دی ہے، اس کا ہزاروں برس سے یہ بھی اثر رہا ہے، کہ اس قوم پر اور اس گھر (کعبہ) پر کسی غیر قوم کا قبضہ نہیں ہوا۔

زکوٰۃ

زکوٰۃ اور تمدن انسانی

علم الاقتصاد یا تمدن یا پولیٹیکل اکانومی کا سب سے مشکل مسئلہ یہ ہے کہ افراد قوم میں بہ لحاظ فقر و دولت کیونکر ایک تناسب قائم کیا جائے۔

حکیم سولون کے عہد سے لیکر آجتک کوئی انسانی دماغ اس عقدہ کی گرہ کشائی نہیں کر سکا۔

یوروپ میں

نہلسٹ (جن کا مقصد یہ ہے، کہ جملہ املاک و امتیازات پر افراد قوم کا مساوی حق تصرف و یکساں حقِ مالکیت ہو۔)

سوشیالسٹ، (جنکا مقصد یہ ہے، کہ اسباب معیشت پر سے شخصی ملکیت کو اُٹھا دیا جائے، اور جمہور کی مِلک میں کر دیا جائے)۔

نیشنلسٹ، (جنکا مقصد یہ ہے کہ، اراضی سکنی و زرعی کی ملکیت و پیداوار کو شخصی قبضہ سے نکال لیا جائے)؛

فرقے اسی لئے پیدا ہو گئے ہیں، کہ اس مسئلہ کا حل کر سکیں۔

املاک پر سے حقِ ملکیت مالکان کا اُٹھا دیا جانا اسقدر عملاً محال ہے، کہ دنیا میں کبھی

بھی اس کا رواج نہ ہوگا۔ اسی لئے قرآن مجید نے اس بارہ میں پہلے سے فیصلہ کر دیا ہے

وَاللّٰہُ فَضَّلَ بَعْضَکُمْ عَلٰی بَعْضٍ فِی الرِّزْقِ فَمَا الَّذِیْنَ فُضِّلُوْا بِرَادِّیْ رِزْقِھِمْ عَلٰی مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُھُمْ فَھُمْ فِیْہِ سَوَآءٌ (سورہ نحل)

رزق میں اللہ نے ایک کو دوسرے پر برتری دی ہے اور جنکو یہ برتری ملی ہے وہ اپنا حصہ اُن لوگوں کو جنکے وہ مالک ہو چکے ہیں (اسلئے) واپس نہ کریں گے کہ سب آپس میں برابر ہو جائیں۔

اسلام نے جو مسلمانوں کو دنیا کی برترین متمدن قوم بنانا چاہتا ہے، اس مسئلہ پر توجہ کی اور اُسے ہمیشہ کے لئے طے کر دیا، اور اسی کا نام فرضیت زکوٰۃ ہے۔

(۲) زکوٰۃ ۲ سنہ ہجرت میں مسلمانوں پر فرض ہوئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نیک اور رحیم دل پہلے ہی سے مسکینوں کا ہمدرد۔ غریبوں پر رحم کرنیوالا۔ دردمندوں کا غمگسار تھا۔ اور اسلام میں شروع ہی سے مساکین اور غربا، کی دستگیری پر مسلمانوں کو خصوصیت سے توجہ دلائی جاتی تھی۔ اُن کی ہمدردی کو غربا کا رفیق بنایا جاتا تھا، اور مسلمان اس پاک تعلیم کی بدولت غربا و مساکین کے لئے بہت کچھ کیا بھی کرتے تھے، تاہم کوئی ایسا قاعدہ مقرر نہ تھا۔ جس پر بطور "آئین وضابطہ" کے عمل کیا جاتا ہو۔ اسلئے دولتمند جو کچھ بھی کرتے تھے اپنی فیاضی و نیکدلی سے کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو فرض اور اسلام کا تیسرا رکن (کلمہ شہادت اور نماز کے بعد) قرار دیا۔

زکوٰۃ، درحقیقت اُس صفت ہمدردی و رحم کے باقاعدہ استعمال کا نام ہے، جو انسان کے دلمیں اپنے ابنائے جنس کے ساتھ قدرتاً و فطرتاً موجود ہے۔

زکوٰۃ، ادا کرنے سے ادا کرنیوالے کو یہ فائدہ بھی ہوتا ہے کہ مال کی محبت۔ اخلاقِ انسانی کو مغلوب نہیں کرسکتی۔ اور بخل و امساک کے عیوب سے انسان پاک رہتا ہے۔

اور یہ فائدہ بھی، کہ غربا، و مساکین کو وہ اپنی قوم کا جزو سمجھتا رہتا ہے۔ اور اس لئے بیجد دولت کا جمع ہو جانا بھی اُس میں تکبر اور غرور پیدا نہیں ہونے دیتا۔

اور یہ فائدہ بھی ہے، کہ غرباء کے گروہ کثیر کو اُس کے ساتھ ایک اُنس و محبت اور اُس کی دولت و ثروت کے ساتھ ہمدردی و خیر خواہی پیدا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ وہ اُس کے مال میں اپنا ایک حصہ موجود و قائم سمجھتے ہیں، گویا دولتمند مسلمان کی دولت ایک ایسی کمپنی کی دولت کی مثال پیدا کر لیتی ہے، جس میں ادنےٰ اور اعلےٰ حصے کے حصہ دار شامل ہوتے ہیں۔

قوم کو یہ فائدہ ہے کہ بھیک مانگنے کی رسم قوم سے بالکل مفقود ہو جاتی ہے۔

اسلام نے مساکین کا حق امراء کی دولت میں بنام نہاد زکوٰۃ اموال نامیہ یعنی ترقی کرنیوالے مالوں میں مقرر کیا ہے جن میں سے ادا کرنا بھی ناگوار نہیں گزرتا۔ اموال نامیہ میں تجارت زراعت اور مواشی (بھیڑ۔ بکری، اونٹ، گائے) نقدیت، معادن اور دفائن شمار ہوتے ہیں[۱]

اب یہ دکھلانا ضروری ہے۔ کہ جو نقد و جنس زکوٰۃ سے حاصل ہو، اس کے مستحق کون کون لوگ ہیں، قرآن مجید میں ہے:۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ[۱] وَالْمَسَاكِينِ[۲] وَالْعَامِلِينَ[۳] عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ[۴] قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ[۵] وَالْغَارِمِينَ[۶] وَفِي[۷] سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ[۸] السَّبِيلِ (سورۂ توبہ ع)

زکوٰۃ و صدقات کا مال۔ (۱) فقیروں اور (۲) مسکینوں کے لئے ہے۔ (فقیر و مسکین کا فرق کتب فقہ میں دیکھو)،
(۳) اور تحصیلداران زکوٰۃ کیلئے (جنکی تنخواہیں ادا ہونگی)
(۴) اور اُن لوگوں کے لئے جنکی دل افزائی اسلام میں منظور ہو یعنی نو مسلم لوگ
(۵) اور غلاموں کو آزادی دلانے کے لئے،
(۶) اور ایسے قرضداروں کا قرضہ چکانیکے لئے جو قرضہ اُتار سکتے ہوں،
(۷) اور اللہ کے رستہ میں (یعنی ہر نیک کاموں کے لئے) (اسکی تفصیل بھی کتب فقہ میں دیکھئے)
(۸) اور مسافروں کے لئے ہے۔

جن آٹھ مدات پر زکوٰۃ کی تقسیم کی گئی ہے۔ اس سے ظاہر ہے، کہ زکوٰۃ کی فرضیت سے ملک اور

---

[۱] جنس و مقدار زکوٰۃ کی شرح کتب فقہ میں درج ہے۔ وہاں دیکھنی چاہیے۔ اُس کا ذکر موضوع کتاب ہذا سے زائد تھا۔

قوم اور افراد کی نوعی و شخصی ضروریات کو کیسی خوبی سے پورا کر دیا گیا ہے۔

اِس تقسیم کے نمبر ۵ پر مزید غور کرنا چاہیئے کہ اسلام، اسلامی سلطنت کی کل آمدنی کو ۸ مداة پر تقسیم کر کے پانچویں مد آزادیٔ غلامان قرار دیتا ہے۔

جو لوگ تاریخ پر عبور رکھتے ہیں، انہیں معلوم ہے کہ غلامی دنیا کے تمام متمدنہ ممالک چین، ہندوستان، مصر، روما، ایران میں ہزاروں سال سے رائج تھی، رحمدل مسیح ؑ نے غلامی کے خلاف ایک حرف بھی بیان نہیں کیا، مگر پولوس نے غلامی کو تقویت دینے کیلئے ضرور زور دیا ہے۔ پولوس کہتے ہیں:-

"اے غلامو! تم اُنکی جو جسم کی نسبت تمہارے خاوند ہیں، اپنے دِلوں کی صفائی سے ڈرتے اور تھرتھراتے ہوئے ایسے فرمانبردار بنو جیسے مسیح ؑ کے" افسیون باب ۶ درس ۵

علیٰ ہذا القیاس دیکھو اتمطاوس باب ۶-۱ و ۲- طیطاوس ۲-۹ نیز الطرس ۲-۱۸۔

پس یہ اسلام ہی ہے جس نے دنیا میں سب سے پہلے غلاموں کی تائید میں وعظ شروع کیا۔ اور اس بارہ میں مختلف مدارج مقرر کیئے۔

اوّل- آزادیٔ غلاماں کو نیکی کا اصل اصول بتلایا- والسّائلین وفی الرقاب- بقرہ ع ۲۲

دوم- آزادیٔ غلاماں کو حصول نجات کا ذریعہ بتلایا- فلا اقتحم العقبۃ وما ادرٰیک ما العقبۃ فکّ رقبۃ- سورۂ بلد پ عم۔

سوم- آزادیٔ غلاماں کو بعض تقصیرات میں بطور تعزیر و کفارہ کے مقرر فرمایا- مثلاً قتل خطاء (جسے حالیہ قانون قتل مستلزم السزا کہتا ہے) کی تین حالتوں-

(الف) مقتول مسلمان ہو۔
(ب) مقتول مسلمان ہو، مگر دشمن قبیلہ کا فرد ہو } ایک غلام آزاد کرنا چاہیئے (سورۂ نساء ع ۱۳)
(ج) مقتول (غیر مسلم اور) زیر معاہدہ قوم میں سے ہو

(د) نقض یمین کا کفارہ ... ... آزادیٔ غلام ہے (مائدہ ع ۱۲)

(ھ) ظہار کا کفارہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آزادی غلام ہے (مجادلہ۔ ع ۱)

(و) رمضان کا ایک روزہ توڑنے کا کفارہ ۔ ۔ ۔ ۔ " (حدیث شریف)

(ز) آقا غلام کو سخت مارے، اُسکا کفارہ ۔ ۔ ۔ ۔ " (حدیث شریف)

بالآخر ان سب کے بعد اسلامی سلطنت کی آمدنی کا آٹھواں حصہ ہمیشہ کے لئے اسی کام کے لئے خاص کردیا ہے۔

اُنیسویں صدی میں انگلستان نے آزادی غلاماں پر لاکھوں روپئے صرف کئے تھے، یہ ایسا فخر ہے، کہ یوروپ کی کوئی سلطنت اسکی برابری نہیں کرسکتی، لیکن اسلام کے الٰہی حکم کو دیکھو۔ کہ تیرہ سو برس پہلے سے اس کام کیلئے کل آمدنی کا ایک آٹھواں مقرر کردیا گیا ہے۔ کیا کوئی اہل دل اب بھی ایسا ہے، جو اسلام کی اس فضیلت کا انکار کریگا؟۔

تقسیم زکوٰۃ کے نمبر ۶ پر بھی غور کرنا چاہیئے، حالیہ زمانہ نے قرضداروں کی سہولت کے لئے بینک قائم کئے ہیں، لیکن بینکوں کے قیام کا نتیجہ یہ ہے کہ سینکڑوں املاک غریب لوگوں کے قبضہ سے نکل نکل کر بینک کے پاس چلی گئی ہیں، اور خاص خاص لوگوں کے سوا عوام میں افلاس و تنگدستی کی ترقی ہوگئی ہے۔ قرض کا بلا سود کے ملنا محال ہوگیا ہے، اور انہی مشکلات کی وجہ سے بعض طبائع نے جواز سود کی صورتوں کے نکالنے میں موشگافیاں کی ہیں۔

بینک اور افلاس

لیکن دیکھو اسلام کا احسان، کہ اُس نے قرض سے برباد ہونے والوں کے بچاؤ کا کیسا عجیب انتظام کیا ہے۔

بیشک سود کی حرمت کا حکم سنانا بھی اسلام ہی کا حق ہے، جس نے قرضداروں کی گلوخلاصی کے لئے ایسے عجیب انتظامات بھی کئے ہیں۔

اب زکوٰۃ کے متعلق یہ حدیث یاد رکھنی چاہیئے:۔

انّ ھٰذہ الصّدقات من اوساخ النّاس و انّھا لاتحلّ لمحمّدٍ ولا لاٰلِ محمّدٍ	یہ صدقہ کا مال لوگوں کی میل کچیل ہوتا ہے۔ محمدؐ اور محمدؐ کے کنبہ والوں کو یہ حلال نہیں ہے

اس حرمت کے حکم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضورؐ کا کنبہ، چچے، پھوپھیاں، چچیرے بھائی اور ان سب کی اولاد۔ اور ان سب کے لونڈی غلام بھی داخل ہیں تاکہ کسی شخص کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی پر کسی قسم کے وہم کا شائبہ بھی نہ گذر سکے۔

رمضان۔ سنہ ۲ ہجری مقدس

رمضان کے روزے بھی ہجرت کے دوسرے ہی سال فرض ہوئے۔ اور سال میں ایک مہینے کے روزے رکھنا اسلام کا چوتھا رکن قرار پایا۔

(۱) روزے صحت کو بڑھاتے ہیں؛

(۲) امراء کو غربا کی حالت سے عملی طریق پر باخبر کرتے ہیں؛

(۳) شکم سیروں اور فاقہ مستوں کو ایک سطح پر کھڑا کر دینے سے قوم میں مساوات کے اصول کو تقویت دیتے ہیں؛

(۴) قوت ملکیہ کو قوی اور قوت حیوانیہ کو کمزور بناتے ہیں؛

(۵) قرآن مجید نے خاص طور پر یہ بیان فرمایا ہے کہ روزے خدا ترسی کی طاقت انسان کے اندر محکم کر دیتے ہیں، (لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ۔ تاکہ تم تقویٰ والے بنجاؤ)

تقویٰ کی مثالوں پر غور کرو، کہ:-

گرمی کا موسم ہے۔ روزہ دار کو سخت پیاس لگی ہوئی ہے۔ تنہا مکان میں ٹھنڈا پانی اس کے سامنے موجود ہے، اگر وہ پانی نہیں پیتا۔

روزہ دار کو سخت بھوک لگی ہوئی ہے، بھوک کی وجہ سے جسم میں ضعف بھی محسوس کرتا ہے، کھانا میسر ہے، کوئی شخص اسے دیکھ بھی نہیں رہا، مگر وہ کھانا نہیں کھاتا۔

پیاری دل پسند بیوی پاس موجود ہے۔ محبت کے جذبات اسکی خوبصورتی سے تمتع لینے کی تحریک کرتے ہیں، الفت نے دونوں کو ایک دوسرے کا شیدا بنا رکھا ہے لیکن روزہ دار اس سے پہلو تہی اختیار کرتا ہے۔

وجہ یہ ہے کہ خدا کے حکم کی عزت اور عظمت اسکے دلمیں اسقدر جانشیں ہو گئی ہے کہ

کوئی جذبہ بھی اُس پر غالب نہیں آسکتا، اور روزہ ہی اس عظمت اور جلال الٰہی کے دل میں قائم ہونے کا باعث ہوا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ جب ایک ایماندار خدا کے حکم کی وجہ سے جائز حلال، پاکیزہ، خواہشات کے چھوڑ دینے کی عادت کر لیتا ہے، تو وہ بالضرور خدا کے حکم کی وجہ سے حرام، ناجائز اور گندی عادات و خواہشات کو چھوڑ دے گا، اور اُنکے ارتکاب کی کبھی جرأت نہ کریگا۔ یہی وہ اخلاقی برتری ہے، جسکا روزہ دار کے اندر پیدا کر دینا اور مستحکم کر دینا شرع کا مقصود ہے۔ اسی لئے حدیث صحیح میں ہے:۔

من لم یدع قول الزّور والعمل به فلیس لِلّٰہِ حاجۃ فی ان یدع طعامهٗ وشرابهٗ۔

جو روزہ دار جھوٹ کہنا، لغو بکنا، اور لغو فضول کاموں کا کرنا چھوڑ نہیں دیتا، تو خدا کو کچھ پرواہ نہیں ہے، اگر وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے۔

دوسری حدیث میں ہے:۔

اذا کان یوم صوم احدکم فلا یرفث ولا یصخب فان سابه احد فلیقل انّی امرءٌ صائمٌ۔

جب کوئی شخص کسی دن روزہ رکھے تو نہ کوئی بیہودہ لفظ زبان سے نکالے، نہ بکواس اور شور کرے۔ اور اگر کوئی اور شخص اُسے گالی دے یا اُس سے جھگڑا کرے تب کہدے کہ میں روزہ دار ہوں (گالی کا جواب دینا جھگڑنا مجھے شایاں نہیں)

(ب) رمضان کا مہینہ قمری حساب پر رکھا گیا ہے، کیونکہ جب نصف دنیا پر سردی کا موسم ہوتا ہے تو دوسرے نصف حصہ پر گرمی کا موسم ہوتا ہے، قمری مہینہ ادل بدل کر آنیسے کُل دنیا کے مسلمانوں کیلئے مساوات قائم کر دیتا ہے۔ لیکن اگر کوئی شمسی مہینہ مقرر کر دیا جاتا تو نصف دنیا کے مسلمان ہمیشہ سرما کی سہولت میں، اور نصف دنیا کے مسلمان ہمیشہ گرما کی سختی اور تکلیف میں رہا کرتے، اور یہ امر عالمگیر مذہب کے اصول کے خلاف ہوتا۔

(ج) روزہ رکھنا دشوار نہیں ہے، مگر جس شخص کے شہوانی خیالات ہوں یا جو جسمانی ناز و نعم ہی کو زندگی کا شیریں مقصد سمجھتا ہو اُس کیلئے روزہ رکھنا بیشک سخت گراں ہے۔

رمضان کا اسلام میں فرض ہونا، بلکہ رکن اسلام ہونا ہی ثابت کرتا ہے کہ اسلام کس قدر ایمانی اور ملکوتی طاقتوں کو بڑھانے والا اور کس قدر جسمانی شہوانی خیالات کو ملیا میٹ کرنے والا ہے![15]

۳ھ ہجری کے ماہ رمضان میں امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے، جو علی مرتضیٰ و فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہما کے پہلوٹے فرزند ہیں۔

۴ھ ہجری کی برکات میں سے بڑی برکت یہ ہے، کہ شراب کی حرمت کا اعلان کیا گیا۔ حضرت انس رضؓ کا بیان ہے، کہ کچھ لوگ ابو طلحہ رضؓ کے گھر میں بیٹھے تھے، میں انہیں شراب پلا رہا تھا، اتنے میں منادی ہونے لگی کہ شراب حرام ہو گئی، ابو طلحہ رضؓ نے سنتے ہی کہہ دیا کہ جتنی شراب باقی ہے اسے باہر پھینک دو۔ اس روز مدینہ کی گلی کوچہ میں شراب بہ نکلی تھی!

آج دنیا کے مختلف ملکوں میں مختلف اقوام ٹمپرنس سوسائیٹیوں کے ذریعہ انسداد شراب کی کوشش میں مصروف ہیں، یہ جملہ اقوام اسلام کی اس تعلیم کے زیر بار احسان ہیں، کیونکہ اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے شراب کی قلیل و کثیر مقدار کو حرام مطلق قرار دیا ہے۔

اسلام نے شراب کا نام ام الخبائث رکھا ہے (برائیوں اور پلیدیوں کی ماں)

انسان کے جسم پر، روح پر، اخلاق پر، ملک کے امن و انتظام پر، قبائل کے عادات پر، فوج کی اطاعت اور قوت پر جو برا اثر شراب کا تجربہ اور مشاہدہ میں آ رہا ہے، اس سے واضح ہے کہ شراب کے لئے "ام الخبائث"، کیسا موزوں، اور زیبا نام ہے!

بعض لوگ اسلام کی صداقت پر پردہ ڈالنے کے لئے کہا کرتے ہیں، کہ اسلام نے شہوانی خیالات کو تحریک دے کر، لوگوں کو اسلام میں داخل ہونے کی تحریص دلائی ہے۔ ان کو ذرا غور کرنا چاہئے کہ شراب کو حرام ٹھہرانے والا کس قدر شہوانی خیالات کا دشمن ہوگا۔ اور جس مذہب میں شراب ہی حرام ہو، انہیں داخل ہونے سے عیاش طبیعتوں کو کتنی جھجک ہوگی،

---

[15] مسیح نے فرمایا۔ ۱۷۔ جب تو روزہ رکھے، اپنے سر پر چکنا لگا، اور منہ دھو۔ ۱۸۔ تاکہ آدمی پر نہیں بلکہ تیرے باپ پر جو پوشیدگی میں دیکھتا ہے، روزہ دار ظاہر ہو اور تیرا باپ جو پوشیدگی میں دیکھتا ہے آشکارا تجھے بدلا دے۔ انجیل متی ۶ باب ۱۶ تا ۱۸

ولادت و شہادت امام حسین علیہ السلام

اِسی ۴ھ کے ماہ شعبان میں امام حسین رضؓ پیدا ہوئے، جو عشرہ محرم ۶۱ھ میں میدان کربلا میں نہایت مظلومی کی حالت میں شہید ہوئے تھے۔ اُن کی شہادت نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اسلام کے سچے فدائیوں کو صداقت کی تائید میں جان و مال و حرمت کی بھی پرواہ نہیں کرنی چاہیئے۔ امام حسین رضؓ نے اس جنگ میں صبر و استقلال، رضا و توکل، احقاق حق، و اتباع صداقت کے ایسے نمونے دکھلائے جنکی نظیر دنیا کی تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اور یہ سب کچھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان و تربیت کا اثر و نتیجہ تھا۔ (رضی اللہ عنہ و عن سائر اتباعہ اجمعین)

ثمامہ بن اثال سردار نجد کا مسلمان ہونا ۶ھ

سردار نجد کا اسلام

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ سوار نجد کی جانب روانہ فرمائے تھے وہ واپس ہوتے ہوئے ثمامہ بن اثال کو گرفتار کر لائے تھے۔ فوج والوں نے اُنہیں مسجد نبویؐ کے ستون کے ساتھ لا باندھا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں تشریف لا کر دریافت کیا، کہ "ثمامہ کیا حال ہے"؟

ثمامہ نے کہا، محمدؐ۔ میرا حال اچھا ہے، اگر آپ میرے قتل کئے جانے کا حکم دیں گے تو یہ حکم ایک خونی کے حق میں ہوگا، اور اگر آپ انعام فرمائینگے تو ایک شکر گذار پر رحمت کریں گے۔ اور اگر مال کی ضرورت ہے تو جس قدر چاہیئے بتلا دیجئے۔

دوسرے روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ثمامہ سے پھر وہی سوال کیا۔ ثمامہ نے کہا میں کہہ چکا ہوں کہ اگر آپ احسان فرمائینگے تو ایک شکر گذار شخص پر فرمائینگے۔

تیسرے روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ثمامہ سے پھر وہی سوال کیا۔ اس نے کہا کہ میں اپنا جواب دے چکا ہوں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ثمامہ کو چھوڑ دو۔

ثمامہ رہائی پا کر ایک کھجور کے باغ میں گیا، جو مسجد نبویؐ سے قریب ہی تھا۔ وہاں جا کر غسل کیا اور پھر مسجد نبویؐ میں لوٹ کر آ گیا، اور آتے ہی کلمہ پڑھ لیا!

ثمامہ نے کہا، یا رسول اللہ۔ قسم ہے خدا کی کہ سارے عالم میں آپ سے زیادہ اور کسی شخص سے مجھے نفرت نہ تھی، لیکن اب تو آپ ہی مجھے دنیا میں سب سے بڑھکر پیارے معلوم ہوتے ہیں۔

بخدا آپ کے شہر سے مجھے نہایت ہی نفرت تھی، مگر آج تو مجھے وہ سب مقامات سے پسندیدہ تر نظر آتا ہے۔ بخدا آپ کے دین سے بڑھ کر مجھے اور کسی دین سے بغض نہ تھا لیکن آج تو آپ کا دین ہی مجھے محبوب تر ہو گیا ہے۔

ثمامہ نے یہ بھی عرض کیا، کہ میں اپنے وطن سے مکہ کو عمرہ کے لئے جا رہا تھا۔ راستہ میں گرفتار کر لیا گیا تھا، اب عمرہ کے بارہ میں کیا ارشاد ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے اسلام قبول کرنے کی بشارت دی، اور عمرہ کے ادا کرنے کی اجازت فرمائی۔

ثمامہ مکہ پہنچا، تو وہاں کے ایک شخص نے پوچھا، کہو تم صابی بن گئے؟ ثمامہ نے کہا۔ نہیں۔ میں محمد رسول اللہ پر ایمان لایا ہوں، اور اسلام قبول کیا ہے، اور اب یہ یاد رکھنا کہ ملک یمامہ سے تمہارے پاس ایک دانہ گندم بھی نہیں آئیگا، جبتک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت نہ ہوگی[۱]

ثمامہ نے اپنے ملک میں پہنچتے ہی مکہ کی طرف آنے والا اناج بند کر دیا، غلہ کی آمد کے رک جانے سے اہل مکہ بلبلا اُٹھے۔ اور آخر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے انہیں التجا کرنی پڑی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ثمامہ کو لکھدیا کہ غلہ بدستور جانے دے (ان دنوں اہل مکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جانی دشمن تھے) اِس قصہ سے نہ صرف یہی ثابت ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیونکر ایک شخص کی جان بخشی فرمائی جو خود بھی اپنے آپ کو واجب القتل[۲] سمجھتا تھا، اور نہ صرف یہی ثابت ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ حالات اور اخلاق کا کیسا گہرا اثر لوگوں پر پڑتا تھا، کہ ثمامہ جیسا شخص جو اسلام اور مدینہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سخت نفرت و عداوت رکھتا تھا تین روز کے بعد بخوشی خود مسلمان ہو گیا تھا۔

---

[۱] صحیح بخاری عن ابی ہریرۃ رضؓ، کتاب المغازی۔

[۲] ثمامہ سید ملک نجد کے گرفتار کئے جانے کی وجہ ہرچند کہ اس روایت میں بیان نہیں ہوئی، لیکن یقینی ہے کہ یہ گرفتاری بالضرور کسی جرم کے بعد ہوئی تھی، غور کیجئے، ثمامہ کے الفاظ پر، کہ وہ خود اپنے آپ کو واجب القتل تسلیم کرتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اُسے بلا کسی شرط کے، بلا کسی معاوضہ کے، اور بلا تکلیف تبدیل مذہب کے آزاد فرما دیا۔ تو اُس کے دل پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و احسان نے وہ کام کیا۔ کہ اُس کی ہدایت کا سامان ہو گیا۔

بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نیکی اور طینت کی پاکی و رحمدلی کا ثبوت اس طرح ملتا ہے کہ مکہ کے جن کافروں نے آنحضرت کو مکہ سے نکالا تھا، اور بدر۔ اُحد۔ خندق میں ابتک نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے تباہ و برباد کرنے کے لئے ساری طاقت صرف کر چکے تھے، اُن کے لئے رحمۃ للعالمین یہ پسند نہیں فرماتے، کہ اُن کا غلہ روک دیا جائے۔ اور اُن کو تنگ و ذلیل کر کے اپنا فرماں بردار بنایا جائے۔

صلح حدیبیہ سنہ ہجری مقدس

اس سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک خواب مسلمانوں کو سُنایا۔ فرمایا، "میں نے دیکھا گویا میں اور مسلمان مکہ پہنچ گئے ہیں، اور بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں"۔ اس خواب کے سُننے سے غریب الوطن مسلمانوں کو اُس شوق نے جو بیت اللہ کے طواف کا اُن کے دل میں تھا، بے چین کر دیا۔ اور انہوں نے اُسی سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر مکہ کے لئے آمادہ کر لیا۔ مدینہ سے مسلمانوں نے سامان جنگ ساتھ نہیں لیا، بلکہ قربانی کے اونٹ ساتھ لئے، اور سفر بھی ذیقعدہ کے مہینہ میں کیا۔ جس میں عرب قدیم رواج کی پابندی سے جنگ ہرگز نہ کیا کرتے تھے، اور جس میں ہر ایک دشمن کو بھی بلا روک ٹوک مکہ میں آنے کی اجازت ہوا کرتی تھی۔ جب مکہ ۹ میل رہ گیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام حدیبیہ سے قریش کے پاس اپنے آنے کی اطلاع بھیج دی، اور آگے بڑھنے کی اجازت بھی اُن سے چاہی۔

عثمان بن عفانؓ جن کا اسلامی تاریخ میں ذوالنورین لقب ہے، سفیر بنا کر بھیجے گئے۔ ان کے جانے کے بعد لشکر اسلامی میں یہ خبر پھیل گئی، کہ قریش نے حضرت عثمانؓ کو قتل یا قید کر دیا ہے اسلئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بے سروسامان جمعیت[۱] سے جان نثاری کی بیعت لی۔ کہ اگر لڑنا بھی پڑا تو ثابت قدم[۲] رہیں گے، بیعت کرنے والوں کی تعداد چودہ سو[۳] تھی۔ قرآن مجید میں ہے لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ۔ اس بیعت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بائیں ہاتھ کو عثمانؓ کا دہنا ہاتھ قرار دیا، اور اُن کی جانب سے اپنے دہنے ہاتھ پر بیعت کی۔

۱؎ بخاری عن عبداللہ بن زید و سلمہ ۲؎ بخاری عن ابن عمر۔ ۳؎ صحیح بخاری عن براء و جابر۔

اس بعیت کا حال سُن کر قریش ڈر گئے، اور اُن کے سردار یکے بعد دیگرے حدیبیہ میں حاضر ہوئے، عروہ بن مسعود جو قریش کی جانب سے آیا تھا۔ اُس نے قریش کو واپس جاکر کہا۔

اے قوم، مجھے بارہا نجاشی (بادشاہ حبش) قیصر (بادشاہ قسطنطنیہ) کسریٰ (بادشاہ ایران) کے دربار میں جانے کا اتفاق ہوا ہے۔ مگر مجھے کوئی بھی ایسا بادشاہ نظر نہ آیا۔ جس کی عظمت اُسکے درباروں کے دل میں ایسی ہو، جیسے اصحاب محمدؐ کے دل میں محمدؐ کی ہے۔

محمدؐ تھوکتا ہے، تو اس کا آب دہن زمین پر گرنے نہیں پاتا۔ کسی نہ کسی کے ہاتھ ہی پر گرتا ہے، اور وہ شخص اُس آب دہن کو اپنے چہرہ پر مل لیتا ہے۔

جب محمدؐ کوئی حکم دیتا ہے۔ تو تعمیل کے لئے سب مبادرت کرتے ہیں۔ جب وہ وضو کرتا ہے تو آب مستعمل وضو کیلئے ایسے گرے پڑتے ہیں، گویا لڑائی ہو پڑیگی۔ جب وہ کلام کرتا ہے تو سب کے سب چُپ چاپ ہو جاتے ہیں۔ اُن کے دل میں محمدؐ کا اتنا ادب ہے، کہ وہ اُسکے سامنے نظر اُٹھا کر نہیں دیکھتے۔ میری رائے ہے کہ اُن سے صلح کر لو، جس طرح بھی بنے[۲]۔

سوچ سمجھ کر قریش صلح کرنے پر آمادہ ہوئے، صلح کیلئے مندرجہ ذیل شرائط طے ہوئے:

(۱) دس سال تک باہمی صلح رہیگی، جانبین کی آمد و رفت میں کسی کو کچھ روک ٹوک نہ ہوگی۔

(۲) جو قبائل چاہیں، قریش سے مل جائیں، اور جو قبائل چاہیں، وہ مسلمانوں کی جانب شامل ہو جائیں، دوستدار قبائل کے حقوق بھی یہی ہوں گے۔

(۳) اگلے سال مسلمانوں کو طواف کعبہ کی اجازت ہوگی۔ اُس وقت ہتھیار اُن کے جسم پر نہ ہوں، گو سفر میں ساتھ ہوں۔

(۴) اگر قریش میں سے کوئی شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مسلمان ہو کر چلا جائے تو

---

[۱] یہ عروہ جو آج قریش کا سفیر بنکر آیا تھا، چند سال کے بعد خود بخود مسلمان ہو گیا تھا اور اپنی قوم میں تبلیغ اسلام کے لئے سفیر اسلام بن گیا تھا۔

[۲] صحیح بخاری عن مسور بن مخرمہ باب الشروط فی الجہاد صفحہ ۹۷۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُس شخص کو قریش کے طلب کرنے پر واپس کر دینگے۔ لیکن اگر کوئی شخص اسلام چھوڑ کر قریش سے جا ملے تو قریش اُسے واپس نہ کرینگے۔

آخری شرط سُن کر تمام مسلمان بجز ابوبکر صدیق رضؓ گھبرا اُٹھے۔ عمر فاروق رضؓ اس بارے میں زیادہ پُرجوش تھے۔ لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہنس کر اس شرط کو بھی منظور فرمالیا۔

معاہدہ حضرت علی رضؓ مرتضیٰ نے لکھا تھا۔ اُنہوں نے شروع میں لکھا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم سہیل جو قریش کی طرف سے کمشنر معاہدہ تھا۔ بولا۔ بخدا ہم نہیں جانتے کہ رحمٰن کسے کہتے ہیں۔ باسمک اللّٰھمّ لکھو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی لکھ دینے کا حکم دیا۔ حضرت علی رضؓ نے پھر لکھا۔ یہ معاہدہ محمد رسول اللہ اور قریش کے درمیان منعقد ہؤا ہے

سہیل نے اس پر بھی اعتراض کیا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی درخواست پر محمدؐ بن عبد اللہ لکھنے کا حکم دیا۔[۱]

معاہدہ کی آخری شرط کی نسبت قریش کا خیال تھا کہ اس شرط سے ڈر کر کوئی شخص آئندہ مسلمان نہوگا لیکن یہ شرط ابھی طے ہی ہوئی تھی۔ اور عہدنامہ لکھا ہی جا رہا تھا۔ دونوں طرف سے معاہدہ پر دستخط بھی نہ ہوئے تھے کہ سہیل بن عمرو (جو اہل مکہ کی طرف سے معاہدہ پر دستخط کرنے کا اختیار رکھتا تھا) کا بیٹا ابوجندل اُسی جلسہ میں پہنچ گیا۔ ابوجندل مکّہ میں مسلمان ہو گیا تھا قریش نے اُسے قید کر رکھا تھا اور اب وہ موقعہ پا کر زنجیروں سمیت بھاگ کر لشکر اسلامی میں پہنچا تھا۔ سہیل نے کہا اسے ہمارے حوالہ کیا جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ عہدنامے کے مکمل ہو جانے پر اس کا خلاف نہوگا۔ یعنی جبتک عہدنامہ مکمل نہ ہو جائے اُسکی شرائط پر عمل نہیں ہو سکتا۔

عہدنامہ کب واجب العمل ہوتا ہے

---

[۱] بخاری عن مسور بن مخرمہ باب الشروط فی الجہاد یہی سہیل جو آج اسم مبارک محمدؐ کے ساتھ رسول اللہ لکھنے پر اعتراض کرتا ہے۔ چند سال کے بعد دلی شوق و امنگ سے مسلمان ہو گیا تھا۔ انتقال نبویؐ کے بعد مکّہ معظمہ میں اس نے اسلام کی حقانیت پر ایسی زبردست تقریر کی تھی جو ہزاروں مسلمانوں کیلئے استحکام و تازگی ایمان کا باعث ٹھہری تھی بیشک یہ اسلام کا عجیب اثر ہے۔ کہ وہ جانی اور دلی دشمنوں کو دم بھر میں اپنا فدائی بنا لیتا ہے۔

سہیل نے بگڑ کر کہا۔ کہ تب ہم صلح ہی نہیں کرتے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا

اور ابو جندل قریش کے سپرد کر دیا گیا،

قریش نے مسلمانوں کے کیمپ میں اُس کی مشکیں باندھیں۔ پاؤں میں زنجیر ڈالی

اور کشاں کشاں لیگئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جاتے وقت اس قدر فرمادیا تھا کہ ابو جندل!

خدا تیری کشائش کے لئے کوئی سبیل نکال دیگا،

ابو جندل کی ذلت اور قریش کا ظلم دیکھ کر مسلمانوں کے اندر جوش اور طیش تو پیدا

ہُوا۔ مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سمجھ کر ضبط وصبر کئے رہے،

نبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ ہی میں ٹھہرے ہوئے تھے کہ اسّی آدمی کوہ تنعیم سے صبح

کے وقت جبکہ مسلمان نماز میں مصروف تھے اس ارادے سے اُترے کہ مسلمانوں کو نماز کے

اندر قتل کر دیں، یہ سب لوگ گرفتار کر لئے گئے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں از راہِ

رحمدلی وعفو چھوڑ دیا، اسی واقعہ پر قرآن مجید میں اس آیت کا نزول ہوا،۔

وَهُوَ الَّذِي كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ
وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ
بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ

(سورۃ الفتح آیت ۲۴)

خدا وہ ہے جس نے وادی مکہ میں تمہارے دشمنوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے، اور تمہارے ہاتھ بھی (اُن پر قابو پا لینے کے بعد) اُن سے روک دیئے،

الغرض یہ سفر بہت خیر و برکت کا موجب ہُوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاندین کے

ساتھ معاہدہ کرنے میں فیاضی۔ خرم۔ دور بینی اور حملہ آور دشمنوں کی معافی میں عفو اور

رحمۃ للعالمینی کے انوار کا ظہور دکھلایا،

حدیبیہ ہی سے مدینہ منورہ کو واپس تشریف لیگئے۔ اسی معاہدہ کے بعد سورۃ الفتح کا نزول

حدیبیہ میں ہُوا تھا، عمر فاروق رضؓ نے پوچھا۔ یا رسول اللہ! کیا یہ معاہدہ ہمارے لئے فتح ہے۔ فرمایا۔ ہاں ۵۲

ملاحظہ: عمداً دراعدا کو معاف

ا؎ صحیح بخاری باب الشروط فی الجہاد صفحہ ۸۰، ۵۲ بخاری عن ابو وائل،

ابو جندل نے زندان مکہ میں پہنچکر دین حق کی تبلیغ شروع کر دی، جو کوئی اسکی نگرانی پر مامور ہوتا، وہ اُسے توحید کی خوبیاں سُناتا، اللہ کی عظمت وجلال بیان کرکے ایمان کی ہدایت کرتا۔ خدا کی قدرت کہ ابو جندل اپنے سچے ارادے اور سعی میں کامیاب ہو جاتا اور وہ شخص مسلمان ہو جاتا، قریش اس دوسرے ایمان لانے والے کو بھی قید کر دیتے۔ اب یہ دونوں مل کر تبلیغ کا کام اُسی قید خانہ میں کرتے؛

الغرض اس طرح پر ایک ابو جندل کے قید ہو کر مکہ پہنچ جانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک سال کے اندر قریباً تین سو ۳۰۰ اشخاص ایمان لے آئے۔[1]

اب قریش پچھتائے کہ ہم نے کیوں عہدنامے میں ان ایمان والوں کو واپس لینے کی شرط درج کرائی، پھر انہوں نے مکہ کے چند منتخب شخصوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا کہ ہم عہدنامہ کی اس شرط سے دست بردار ہوتے ہیں۔ ان نومسلموں کو اپنے پاس بُلا لیجئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدہ سے خلاف کرنا پسند نہ فرمایا۔ اس وقت عام مسلمان بھی سمجھ گئے کہ

---

[1] ابو جندل کی طرح ایک شخص ابو بصیر تھا۔ وہ مسلمان ہو کر مدینہ پہونچا؛ قریش نے اُسے واپس لانے کیلئے دو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجے؛ آنحضرت ﷺ نے ابو بصیر اُن کے سپرد کر دیا۔ راستہ میں ابو بصیر نے اُن میں سے ایک کو دھوکا دیکر مار دیا؛ دوسرا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اطلاع کیلئے گیا؛ اُسکے پیچھے پیچھے ہی ابو بصیر بھی پہونچا؛ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسے فساد انگیز فرمایا؛ اس عتاب سے خوفزدہ ہو کر وہ وہاں سے بھی بھاگا؛ قریش نے ابو جندل اور اُس کے ساتھ ایمان لانے والوں کو مکہ سے نکال دیا۔ ابو جندل کو چونکہ مدینہ آنے کی اجازت نہ تھی، اسلئے اُس نے مکہ سے شام کے راستہ پر ایک پہاڑی پر قبضہ کر لیا؛ جو قافلہ قریش کا آتا جاتا اُسے لوٹ لیتا (کیونکہ قریش فریق جنگ تھے) ابو بصیر بھی اسے ہی جا ملا؛

ایک دفعہ ابو العاص بن ربیع کا قافلہ بھی شام سے آیا؛ ابو جندل وغیرہ ابو العاص سے واقف تھے؛ سیدہ زینب رضؓ بنت رسولؐ کا اس سے نکاح ہوا تھا (گو ابو العاص کے مشرک رہنے سے فراق ہو چکا تھا) ابو جندل نے قافلہ کو لوٹ لیا۔ مگر کسی جان کا نقصان نہ کیا۔ اسلئے کہ ابو العاص اُن میں تھا۔ ابو العاص وہاں سے سیدھا مدینہ آیا۔ اور حضرت زینب رضؓ کی وساطت سے ماجرا کی اطلاع نبی صلعم تک پہنچائی؛ نبی صلعم نے معاملہ کو صحابہ کے مشورہ پر چھوڑ دیا؛ صحابہ نے ابو العاص کی تائید میں فیصلہ کیا؛ جب ابو جندل کو اس فیصلہ کی اطلاع ہوئی۔ تو انہوں نے سارا اسباب رسی اور مہار شتر تک ابو العاص کو واپس کر دیا ابو العاص مکہ پہنچا۔ سب لوگوں کا روپیہ پیسہ اسباب ادا کیا، پھر منادی کرائی کہ اگر کسی کا کوئی حق مجھ پر رہ گیا ہو تو بتلا دے۔ سب نے کہا کہ تو بڑا امین ہے، ابو العاص نے کہا۔ اب میں جاتا ہوں؛ اور مسلمان ہوتا ہوں مجھے ڈر تھا

معاہدہ کی وہ شرط جو ظاہر اہم کو ناگوار تھی اُس کا منظور کر لینا کس قدر مفید ثابت ہُوا۔

"ابو جندل کے حال سے کیا نتیجہ حاصل ہوتا ہے"۔

ابو جندل کے قصّہ سے ہر شخص جو سر میں دماغ اور دماغ میں فہم کا مادہ رکھتا ہو وہ سمجھ سکتا ہو کہ اسلام کی صداقت کیسی الٰہی طاقت کے ساتھ پھیل رہی تھی۔ اور کس طرح طالبان حق کے دل پر قبضہ کر رہی تھی کہ وطن کی دوری۔ اقارب کی جدائی۔ قید ذلت۔ بھوک پیاس۔ خوف و طمع۔ تلوار پھانسی غرض دنیا کی کوئی چیز اور کوئی جذبہ اُن کو اسلام سے نہ روک سکتا تھا۔

صلح کا حقیقی فائدہ

امام زہری نے معاہدہ کی دفعہ اوّل کے متعلق تحریر فرمایا ہے"۔ کہ جانبین سے آمد و رفت کی روک ٹوک کے اُٹھ جانے سے یہ فائدہ ہوا کہ لوگ مسلمانوں سے ملنے جلنے لگے۔ اور اسطرح اُن کو اسلام کی حقیت اور حقیقت معلوم کرنے کے موقعے ملے۔ اور اسی وجہ سے اس سال کتنے زیادہ لوگوں نے اسلام قبول کیا کہ اس سے پیشتر کسی سال اتنے مسلمان نہ ہوئے تھے۔

مسلمانوں کا طواف کعبہ کیلئے جانا اور اُس کے نتائج سنہ ہجری مقدس

معاہدہ حدیبیہ کی شرط دوم کی رو سے مسلمان اس سال مکہ پہنچکر عمرہ کرنے کا حق رکھتے تھے۔ اس لئے اللہ کا رسولؐ دو ہزار صحابہؓ کو ساتھ لیکر مکہ پہنچا۔ مکہ والوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں آنے سے تو نہ روکا لیکن خود گھروں کو قفل لگا کر کوہ بو قبیس کی چوٹی پر جس کے نیچے مکہ آباد ہے چلے گئے۔ پہاڑ پر سے مسلمانوں کے کام دیکھتے رہے۔

خدا کا نبی صلے اللہ علیہ وسلم تین دن تک عمرہ کے لئے مکہ میں رہا۔ اور پھر ساری جمعیت کے ساتھ مدینہ کو واپس چلا گیا۔

ان منکروں پر مسلمانوں کے سچے جوش سادہ اور مؤثر طریق عبادت کا اور اُن کی اعلےٰ دیانت و امانت کا کہ خالی شدہ شہر میں کسی کا ایک پائی کا بھی نقصان نہ ہوا تھا) عجیب اثر ہوا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴۴ کہ اگر اس سے پہلے مسلمان ہو جاتا۔ تو لوگ الزام لگاتے کہ ہمارا مال مار کر مسلمان ہو گیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جندل اور اس کے ساتھیوں کو بھی اب مدینہ منورہ بلا لیا تھا تاکہ وہ قریش کو نہ لوٹ سکیں ۔

جس نے سینکڑوں کو اسلام کی طرف مائل کر دیا،

خالدؓ ابن ولید کا ایمان لانا انہی ایمان لانے والوں میں خالد بن ولید تھے۔ جو جنگ اُحد میں کافروں کے رسالہ کے افسر تھے۔ اور مسلمانوں کو انہوں نے سخت نقصان پہنچایا تھا، یہ وہی خالد ہیں جنہوں نے اسلامی جنرل ہونے کی حیثیت میں مسلیمہ کذاب کو شکست دی۔ تمام عراق اور نصف شام کا ملک فتح کیا تھا مسلمانوں کے ایسے جانی دشمن اور ایسے جانباز اعلیٰ سپاہی کا خود بخود مسلمان ہو جانا اسلام کی سچائی کا معجزہ ہے،

عمرو بن عاصؓ کا اسلام لانا انہی ایمان لانے والوں میں عمرو بن العاص تھے۔ قریش نے انہی کو مسلمانوں سے عداوت اور بیرونی معاملات میں اعلیٰ قابلیت رکھنے کی وجہ سے اس ڈیپوٹیشن (وفد) کا سردار بنایا تھا جو شاہ حبش کے پاس گیا تھا۔ تاکہ وہ حبش میں گئے ہوئے مسلمانو کو قریش کے حوالے کر دے، اسی عمرو بن العاص نے حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ملک مصر کو فتح کیا تھا، ایسے مدبر و پالیٹیشن اور فاتح ممالک کا مسلمان ہو جانا بھی اسلام کا اعجاز ہے،

اِن ہی اسلام لانے والوں میں عثمان بن طلحہ بھی تھے۔ جو کعبہ کے اعلیٰ مہتمم و کلید بردار تھے جب یہ نامی سردار جن کی شرافت حسب و نسب سارے عرب میں مسلمہ تھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ جا پہنچے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج مکہ نے اپنے جگر کے ٹکڑے ہم کو دے ڈالے،

عدی بن حاتم طائی کا ایمان لانا سنہ ۹ ہجری مقدس، اس مشہور سردار کے ایمان لانے کی تقریب یہ ہوئی کہ ۹ھ میں یمن کے قبیلہ بنی طے نے بغاوت کی تھی۔ اُس وقت اُس علاقہ کے حاکم علی مرتضےٰؓ تھے، انہوں نے فسادیوں کو پکڑ کر مدینہ منورہ بھیجدیا تھا۔ اِن میں حاتم طائی مشہور سخی کی بیٹی بھی تھی، اُس نے نبی صلعم کی خدمت میں یوں عرض کیا۔

"میں سردار قوم کی بیٹی ہوں، میرا باپ رحم و کرم میں مشہور تھا۔ بھوکوں کو کھانا کھلایا کرتا، غریبوں پر رحم کیا کرتا۔ وہ مر گیا، بھائی شکست کھا کر بھاگ گیا۔ اب آپ مجھ پر رحم کریں،

۱ؔ۲۱ھ میں حمص میں وفات پائی۔ ایک سو سے زیادہ لڑائیوں میں شامل ہوئے تھے۔ ان کا خطاب سیف اللہ تھا انہوں نے اپنا وصی عمر فاروق کو بنایا تھا ۱۲

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سُنکے فرمایا تیرے باپ میں مومنوں جیسی صفات تھیں اس کے بعد اُسے معہ اُس کے متعلقین کے چھوڑ دیا اور زادِ راہ اور لباس بھی عنایت فرمایا؛

عدی بن حاتم کا قصہ

عدی بن حاتم کا اپنا بیان ہی کہ مجھے رسُول اللہ کے نام سے سخت نفرت تھی؛ کیونکہ میں عیسائی المذہب تھا؛ اپنی قوم کا سردار تھا؛ میری قوم غنیمت کا ایک چہارم حصّہ مجھے ادا کیا کرتی تھی؛ میں اپنے دل میں کہا کرتا تھا۔ کہ میں سچّے دین پر بھی ہوں؛ اور اپنے علاقہ کا بادشاہ بھی ہوں؛ اس لئے مسلمان ہونے کی مجھے کوئی ضرورت نہیں؛ میں نے اپنے شتر خانہ کے داروغہ کو کہہ رکھا تھا۔ کہ وہ عمدہ اونٹ جو تیز رفتار ہوں؛ ہر وقت میرے مکان پر موجود رکھا کرے۔ اور جب اُسے اس علاقہ میں مسلمانوں کے آنے کی خبر لگے مجھے فوراً بتلائے؛ ایک روز داروغہ آیا۔ کہا صاحب محمدی فوج کے آجانے پر جو کچھ کرنے کا ارادہ ہو وہ کر گزریئے۔ کیونکہ مجھے دُور سے کچھ جھنڈے نظر آتے ہیں؛ یہ سُنتے ہی میں نے اونٹ منگائے۔ بیوی۔ بچّے اور زر و مال کو لادا اور شام کو چل دیا؛ میری بہن آنحضرتؐ سے رہائی حاصل کرنے کے بعد میرے پاس شام ہی میں پہونچی؛ اُس نے اپنی رہائی کی تمام کیفیت سُنائی۔ میری بہن نہایت دانا اور عقیل تھی میں نے پوچھا کہ اس شخص (رسُول اللہؐ) کی نسبت تمہاری کیا رائے ہے؛ اُس نے کہا میری رائے یہ ہے کہ تو جلد اُس کے پاس چلا جا۔ کیونکہ اگر وہ نبی ہے۔ تب تو سابقین کی فضیلت کو کیوں ضائع کیا جائے؛ اور اگر وہ بادشاہ ہے؛ تب بھی اس کے پاس جانے سے تو ذلیل نہ ہوگا۔ کیونکہ تو۔ تو ہی ہے (یعنی تو خود ہی اپنی قابلیتوں میں بےنظیر ہے) بہن کے مشورہ پر میں مدینہ میں آیا؛ اُس وقت نبی اللہ مسجد میں تھے؛ میں نے جا کر سلام کیا؛ فرمایا۔ کون؟ میں نے کہا عدی بن حاتم؛ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ساتھ لے کے اپنے گھر چلے۔ راستہ میں ایک کھوسٹ بڑھیا ملی۔ اُس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھہرا لیا آپ دیر تک اُسکے پاس کھڑے رہے؛ اور وہ اپنی لمبی داستان سناتی رہی۔ میں نے اپنے

دل میں کہا، یہ شخص بادشاہ تو ہرگز نہیں۔

پھر آنحضرت گھر میں پہنچے۔ ایک چمڑے کا گدا جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سامنے پھینک دیا، فرمایا۔ اس پر بیٹھو، میں نے کہا نہیں حضور بیٹھیں، فرمایا نہیں، تم ہی بیٹھ جاؤ، میں گدے پر بیٹھ گیا، اور آنحضرت زمین پر بیٹھ گئے۔ اب پھر میرے دل نے یہی گواہی دی کہ یہ بادشاہ ہرگز نہیں۔

اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم تو رکوسی[1] ہو، میں نے کہا۔ ہاں، فرمایا، تم تو اپنی قوم سے غنیمت اور پیداوار سے چہارم لیا کرتے ہو، میں نے کہا۔ ہاں، نبی صلعم نے فرمایا۔ کہ ایسا کرنا تو تیرے دین میں جائز نہیں، میں نے کہا سچ ہے۔ اور میں نے دل میں کہا کہ یہ ضرور نبی ہے۔ سب کچھ جانتا ہے۔ اس سے کچھ پوشیدہ نہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا۔ عدی۔ شاید اس دین میں داخل ہونے سے تم کو یہ امر مانع ہے، کہ سب لوگ غریب ہیں، بخدا ان میں اس قدر مال ہونے والا ہے کہ کوئی شخص مال لینے والا باقی نہ رہیگا۔

عدی! اس دین میں داخل ہونے سے تم کو شاید یہ امر بھی مانع ہے، کہ ہم لوگ تعداد میں تھوڑے ہیں اور ہمارے دشمن بہت ہیں، بخدا وہ وقت قریب آرہا ہے، جب تو سن لیگا۔ کہ اکیلی عورت قادسیہ سے چلے گی۔ اور مکہ کا حج کریگی، اور اُسے کسی کا ڈر خوف نہ ہوگا۔

عدی! اس دین میں داخل ہونے سے شاید تم کو یہ امر بھی مانع ہے۔ کہ حکومت اور سلطنت آجکل دوسری قوموں میں ہے، واللہ وہ وقت قریب آرہا ہے۔ جب تو سُن لیگا۔ کہ ارض بابل کا سفید محل نوشیرواں کا درباری دیوانخانہ مسلمانوں کے ہاتھ پر مفتوح ہوگا۔

عدی! بتلاؤ۔ کہ لا اِلٰہ الا اللہ کے کہنے میں تجھے کیا تامل ہے، کیا اللہ کے سوا کوئی

---

[1] ر۔ ک۔ و۔ س۔ ی عیسائیوں کے ایک قدیم فرقہ کا نام ہے۔

اور بھی کوئی معبود ہو سکتا ہے ؟؛

عدی !۔ بتلاؤ۔ کہ اللہ اکبر کے کہنے میں تجھے کیا عذر ہے۔ کیا اللہ سے بھی کوئی بڑا ہے

عدی کہتا ہے کہ اس تقریر کے بعد میں مسلمان ہو گیا۔ میرے اسلام لانے سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پر بشاشت اور فرحت نمایاں تھی؛

عدی کہتا ہے۔ کہ اس ارشاد نبوی کے بعد دو سال پورے ہو چکے تھے۔ اور تیسرا سال جا رہا تھا۔ کہ میں نے ارض بابل کے محلات کو بھی فتح شدہ دیکھ لیا۔ اور ایک بڑھیا کو قادسیہ سے مکہ تک حج کیلئے اکیلی آتے بھی دیکھ لیا۔ اور مجھے امید ہے کہ تیسری بات بھی ہو کر رہیگی؛

حج

اسلام کا پانچواں رکن حج ہے؛

یاد رکھنا چاہئے۔ کہ اسلام وہ پیغام محبت ہے۔ جو بچھڑے ہوؤں کو ملاتا۔ بیگانوں کو یگانہ اور آشناؤں کو صدیق بنا دیتا ہے؛

احکام اسلام کا منشا بھی یہی ہے۔ کہ افراد مختلفہ کو ملت واحدہ بنا کر کلمۂ واحدہ پر جمع کر دیا جائے

(الف) اہل محلہ میں محبت و اتحاد پیدا کرنے۔ قائم رکھنے کے لئے پنجگانہ نمازوں کے وقت اہل محلہ پر محلہ کی مسجد میں جمع ہونا واجب کیا گیا ہے؛

(ب) اہل شہر میں محبت و تعلقات بڑھانے کے لئے ہفتہ میں ایک بار ان کا مسجد جامع میں اکٹھا ہونا اور مل کر نماز جمعہ ادا کرنا ضروری ٹھہرایا گیا ہے؛

(ج) اہل شہر اور دیہات قرب و جوار کے رہنے والوں میں تعارف و تعلق محبت و شناسائی قائم کرنے اور مستحکم رکھنے کے لئے سال میں دو بار عیدین کی نماز کو سنن ہدیٰ میں سے قرار دیا گیا ہے؛ ہر دو موقعہ پر دیہات والے شہر کی جانب آتے ہیں۔ اور شہر والے شہر سے باہر نکل کر ان سے ملاقی ہوتے اور مل جل کر عبادت الٰہی ادا کرتے ہیں؛

اسلامی عالم میں رابطہ دین کے مضبوط کرنے مختلف قوموں، مختلف نسلوں مختلف

---

[1] تاریخ طبری۔ عدی بن حاتم نے ۶۸ھ میں بعمر ۱۲۰ سال کوفہ میں وفات پائی۔

زبانوں، مختلف رنگتوں اور مختلف ملکوں کے اشخاص کو دین واحد کی وحدت میں شامل ہونے کے لئے حج عمر بھر میں ایک دفعہ اُن سب اشخاص پر جو وہاں جانے کی استطاعت رکھتے ہیں فرض کیا گیا ہے۔

(۲) حج میں سب کے لئے وہ سادہ بن سلا لباس جو نسل انسانی کے پدر اعظم آدم علیہ السلام کا تھا۔ تجویز کیا گیا ہے، تاکہ ایک ہی رسول۔ ایک ہی قرآن۔ ایک ہی کعبہ پر ایمان رکھنے والے ایک ہی صورت۔ ایک ہی لباس میں ایک ہی سطح پر نظر آئیں۔ اور چشم ظاہر بین کو بھی ان اتحاد معنوی رکھنے والوں کے اندر کوئی اختلاف ظاہری محسوس نہ ہو سکے۔

(۳) حج کے لئے وہ مقام قرار دیا گیا ہے۔ جہاں صابی۔ یہودی۔ عیسائی اور مسلمانوں کے جدّ اعظم حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دنیا کی سب سے پہلی عبادت گاہ بنائی تھی۔ چونکہ اقوام بالا کا مجموعہ دنیا کی دیگر اقوام سے زیادہ ہے۔ اس لئے اس مقام کے اختیار کرنے کی تائید کثرت رائے اور قدامت زمانہ دونوں طرح سے ہوتی ہے۔

(۴) حج سے مقصود شوکت اسلام کا اظہار بھی ہے اور مسلمانوں کو سفر بحر و بر سے جو فوائد حاصل ہو سکتے ہیں، وہ بھی اس مقصود کے ضمن میں داخل ہیں۔

حج کے فوائد منظمہ

- بادشاہ کا جو مقصود شاندار درباروں رائل کارونیشن کے انعقاد سے . . . .
- ایک مارشل کا جو مقصود عظیم فوجی ریویو سے . . . .
- کانفرنس کا جو مقصود سالانہ جلسوں کے انعقاد اور ڈیلی گیٹوں کے اجتماع سے . . . .
- ایوان تجارت کا جو مقصود عالمگیر نمائیشوں کے قیام سے

ہے وہ سب حج کے اندر مرکوز و ملحوظ ہیں۔

آثار قدیمہ کے جویا، صنادید عالم کے متلاشی، عالمان طبقات الارض، واقفان علم الالسنہ اور محققان تاریخ اقوام و ماہرین جغرافیہ عالم، کو جن باتوں کی تلاش و طلب ہوتی ہے۔ وہ سب امور

حج سے پورے ہو جاتے ہیں ؎

اسلام میں حج ۹ھ ہجرت کو فرض ہوا۔ اسی سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر صدیق رضؓ
کو امیر الحاج بنایا۔ اور تین سو صحابہ کو اُن کے ہمراہ کیا۔ تاکہ سب کو حج کرائیں ؎
اُن کے بعد علی مرتضیٰ رضؓ کو روانہ کیا۔ کہ وہ سورہ براءت کا اعلان کریں۔ ابو بکر صدیق رضؓ
نے لوگوں کو حج کرایا۔ اور علی مرتضیٰ رضؓ نے سورہ براءت کی پہلی چالیس آیتوں کو مع ان احکام
کے پڑھ سنایا۔ کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک بیت اللہ کے اندر داخل نہ ہونے پائیگا[1]
اور کوئی شخص برہنہ ہو کر خانہ کعبہ کا طواف نہ کر سکے گا[2] ؎

۱۰ھ ہجری — اس سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا ارادہ کیا۔ اور جملہ اطراف میں اطلاع
بھیجدی گئی۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حج کے لئے تشریف لیجانے والے ہیں۔ اس اطلاع کے بعد انبوہ
در انبوہ خلقت مدینہ طیبہ میں جمع ہو گئی۔ اس انبوہ میں ہر درجہ و ہر طبقہ کے شخص تھے ؎

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حج

ذی الحلیفہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا۔ اور یہیں سے لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ
لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ۔ ان الحمد والنعمۃ لک والملک لا شریک لک کا ترانہ بلند کیا
اور مکہ معظمہ کو احرام کے ساتھ روانہ ہو گئے ؎

اس مقدس کارواں کے ساتھ راستہ میں ہر ہر جگہ سے فوج در فوج لوگ شامل
ہوتے جاتے تھے[3]۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا راہ میں جب کسی ٹیلہ یا گروہ سے گزر ہوتا تھا
تین تین بار تکبیر باواز بلند فرماتے تھے[4] ؎

---

۱ دیکھو یسعیاہ۔ ۳۵ باب ۸ درس ۔ ہو جو ناپاک ہے۔ اُس پر سے گزر نہ کریگا۔ وہ اُنہیں کیلئے ہے ؎

۲ عن ابی ہریرہ۔ صحیح بخاری باب لایطوف بالبیت عریان ؎ ۳ حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۲۵۳ ؎

۴ عن جابر بن عبداللہ۔ صحیح بخاری کتاب الشہادۃ۔ ۵ دیکھو یسعیاہ باب ۴۲ درس ۱۱۔ بیابان اور اسکی
بستیاں۔ قیدار کے آباد دیہات اپنی آواز بلند کریں گے۔ سلع کے بسنے والے ایک گیت گائینگے پہاڑوں
کی چوٹیوں پر سے للکارینگے ؎

جب مکہ کے قریب پہنچے، تو ذی طویٰ میں[1] تھوڑی دیر کے لئے ٹھہرے۔ اور پھر بالائے مکہ سے ان سب قوموں اور انبوہ کو لے کر مکہ میں داخل ہوئے اور روز روشن میں کعبۃ اللہ کا طواف کر کے اللہ تعالےٰ کے جلال کو آشکارا فرمایا[2]،

زیارت کعبۃ اللہ سے فارغ ہو کر صفا اور مروہ کے پہاڑوں پر تشریف لیگئے۔ انکی چوٹیوں پر چڑھ کے اور کعبہ کی جانب رخ کر کے کلمات توحید و تکبیر پڑھے۔ اور لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیءٍ قدیر لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ انجز وعدہٗ ونصر عبدہٗ وھزم الاحزاب وحدہٗ کے ترانے[3] لگائے،

[1] اُس وقت "انک بالواد المقدس طویٰ" کی شان اس قافلہ سالار پر نمودار تھی،

[2] اسی موقعہ کے متعلق یسعیاہ نبی کی کتاب میں اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کو مخاطب کر کے کہا ہے۔ "اٹھ روشن ہو کہ تیری روشنی آئی۔ اور خداوند کے جلال نے تجھ پر طلوع کیا، ۲ دیکھ تاریکی زمین پر چھا جائے گی۔ اور تیرگی قوموں پر لیکن خداوند تجھ پر طالع ہوگا۔ اور اُس کا جلال تجھ پر نمود ہوگا۔ ۳۔ اور قومیں تیری روشنی میں اور شاہان تیرے طلوع کی تجلی میں چلیں گی۔ ۴۔ اپنی آنکھیں اٹھا کر چاروں طرف نگاہ کر، وے سب کے سب اکٹھے ہوتے ہیں وے تجھ پاس آتے ہیں تیرے بیٹے دور سے آویں گے اور تیری بیٹیاں گود میں اٹھائی جاوینگی، ۵ تب تو دیکھیگی اور روشن ہو گی، ہاں تیرا دل اُچھلے گا اور کشادہ ہوگا، کیونکہ سمندر کی فراوانی تیری طرف پھرے گی، اور قوموں کی دولت تیرے پاس فراہم ہوگی، اونٹ کثرت سے آ کے تجھے چھپا لیں گے۔ مدیان اور عیفہ کے جوان اونٹ۔ وے سب جو سبا کے ہیں۔ آوینگے۔ وے سونا اور لُبان لاوینگے۔ اور خداوند کی تعریفوں کی بشارتیں سنادیں گے"،

نبی صلی اللہ علیہ سلم کا مکہ سے ہجرت فرما جانا مکہ کے لئے داغ اور کعبہ کے لئے موجب حسرت تھا، لیکن اب پورے جاہ و جلال کے ساتھ توحید خالص کا اظہار و استحکام اور اشاعت کرتے ہوئے مکہ میں داخل ہونا۔ اور کعبہ کا طواف کرنا۔ بیشک بیت اللہ کے لئے دو چند مسرت کا باعث ہے۔ اول تو بچھڑے ہوئے فرزندان دین کا ملنا۔ دوئم دین حقہ کا باشوکت ہونا۔ واضح ہو کہ مدیان حضرت ابراہیم کے بیٹے کا نام تھا۔ جو قنورہ بی بی کے بطن سے تھے۔ اور عیفہ مدیان کے فرزند کا نام ہے۔ سبا بن یقسان بھی حضرت ابراہیم کے پوتے ہیں۔ (کتاب پیدائش باب ۲۵ (درس)، یہ سب عرب میں آباد ہوئے۔ اور اس حج میں وہ قبائل بھی حاضر ہوئے جن کے مورث اعلیٰ مدیان عیفہ۔ سبا ہیں۔ اس لئے پیشینگوئی (جس میں صراحت سے پتہ ونشان دیا گیا تھا) بالکل پوری ہوئی،

[3] حجۃ اللہ سنہ ۱۰ھ ۲۵۵۔ عربی کا ترجمہ یہ ہے۔ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ وہ ایک ہے اُس کا کوئی شریک نہیں، ملک اُسی کا ہے۔ اور ستائش بھی اسی کے لئے شایان ہے۔ وہ سب چیزوں کی قدرت رکھتا ہے،

آٹھویں ذی الحج کو قیام گاہ مکہ سے روانہ ہو کر منیٰ ٹھہرے۔ ظہر، عصر، مغرب، عشا، صبح کی نمازیں منیٰ میں ادا فرمائیں۔

نویں ذی الحج کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طلوع آفتاب کے بعد وادی نمرہ آ کر اُترے۔ اس وادی کے ایک جانب عرفات اور دوسری جانب مزدلفہ ہے۔ دن ڈھلنے کے بعد یہاں سے روانہ ہو کر عرفات میں تشریف لائے۔ تمام میدان سر تا سر لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ اور ہر ایک شخص تکبیر و تہلیل تمجید و تقدیس میں مصروف تھا۔[ا] اس وقت ایک لاکھ چوالیس ہزار یا چوبیس ہزار کا مجمع احکام الٰہی کی تعمیل کے لئے ہمہ تن حاضر تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہاڑی پر چڑھ کر اور قصواء پر سوار ہو کر خطبہ کا آغاز فرمایا۔[۲]

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵۲ خدا جس کے سوا عبادت کا کوئی بھی شایان نہیں، ایک ہے۔ اسی نے اپنے وعدہ کو پورا کیا۔ اسی نے اپنے بندہ کی مدد فرمائی۔ اسی نے خود تمام فوجوں کو شکست دی۔" ناظرین ان کلمات قدسی میں اللہ تعالیٰ کی تمجید و تقدیس بھی ہے۔ اور مادہ پرست لوگوں کو نصرت الٰہی بھی بشکل مصور دکھلائی گئی ہے۔ چند سال ہوئے، یہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسی مکہ میں اکیلا تھا۔ پھر اس کی دعوت پر ایک ایک دو دو آدمی اس کے ساتھ ملتے گئے۔ وہ سب اسی کوہ صفا کے دامن اور ارقم صحابی کے گھر میں تختے بند کر کے جمع ہوا کرتے تھے۔ پھر کچھ اور زیادہ ہو گئے، تو ملک نے انکی مخالفت کی۔ کچھ حبش کو چلے گئے، کچھ رہ گئے، تو زندان خانوں میں ڈالے گئے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی تین سال تک محصور رہے۔ آخر مکہ مسلمانوں کے لئے ناقابل سکونت ثابت ہوا۔ اور سب لوگ مکہ سے مدینہ چلے گئے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جانا رات کی تاریکی میں تھا۔ ایک رفیق کے سوا اُس وقت کوئی بشر ساتھ نہ تھا۔ دشمنوں کو اُن کے بچ جانے کا رنج ہوا۔ اُن کے مامن و قیام گاہ پر نو برس تک برابر حملے کرتے رہے آخر سب تھک تھکا کر بیٹھ رہے۔ اب وہی محمد ہے، وہی مکہ ہے، وہی عرب ہے۔ کہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے توحید کے نعرے لگائے جاتے اور فتح و نصرت ربانی کے ترانے سنائے جاتے ہیں۔ شخص واحد کا ایسی عداوتوں، مخاصمتوں، جنگوں و تدبیروں کے بعد ایسی لاثانی کامیابی حاصل کرنا بجز وعدہ و نصرت الٰہی کے کسی اور [illegible] سے ہو سکتا ہے۔ یسعیاہ میں ہے "سلع (مدینہ) کے بسنے والے ایک گیت گائیں گے۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکاریں گے (۴۲ / ۱۱)۔"

[ا] تم زمین پر سر تا سر اسی کی ستائش کرو۔ یسعیاہ ۴۲ : ۱۰۔

[۲] دیکھو مکاشفات یوحنا ۱۴ باب۔ مکاشفات کے متعلق یہ درمتی یاد رکھنا چاہیئے "یسوع مسیح کا مکاشفہ جو خدا نے اسے دیا تاکہ اپنے بندوں کو وہ باتیں جن کا جلد ہونا ضرور ہے دکھا دے۔" اس سے ظاہر ہے کہ مکاشفات جو مسیح کے اس دنیا سے جانے کے بعد ہوئی ہیں، زمانہ مابعد مسیح سے تعلق رکھتے ہیں۔ چنانچہ عیسائیوں کا بھی یہی اعتقاد ہے۔

(۱۴ / ا باب)	(شرح باب ہٰذا)
(الف) پھر جو میں نے نگاہ کی اور دیکھا کہ برہ صیہون پہاڑ پر کھڑا تھا اور اُسکے ساتھ ایک لاکھ چوالیس ہزار۔	(الف) برہ سے اصطلاح مکاشفات میں [illegible] گرانمایہ ہو مراد ہے جو بعد از انبیاء منصب میں برتر ہو یہاں رسول اللہ مراد ہیں۔

بنی صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ۔ بیوم حجۃ الوداع؛

(۱) یا ایھا الناس انی لا اذانی وایاکم بجتمع فی ھذا المجلس أبداً

لوگو! میں خیال کرتا ہوں کہ میں اور تم پھر کبھی اس مجلس میں اکٹھے نہیں ہونگے؛

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵۳

(ب) جن کے ماتھوں پر اُس کے باپ کا نام لکھا تھا؛

(ج) ۲۔ پھر مینے آسمان سے ایک آواز سُنی جو بہت پانیوں کے شور اور بڑے گرجنے کی آواز کی مانند تھی۔ اور مینے بربط نوازوں کی آواز جو اپنی بربط بجاتے تھے، سُنی

(۳) ۔ (د) اور وے تخت کے سامنے۔ اور اُن چاروں جانداروں اور بزرگوں کے آگے گویا نیا گیت گا رہے تھے؛

(ہ و) اور کوئی اُن ایک لاکھ چوالیس ہزار کے سوا جو زمین سے خریدے گئے تھے اس گیت کو سیکھ نہ سکا؛

(ز) یہ وے لوگ ہیں جو عورتوں کے ساتھ گندگی میں نہ پڑے کہ کنوارے ہیں؛

(ح) یہ وے ہیں جو برے کے پیچھے جاتے ہیں جہاں کہیں وہ جاتا ہے؛

(ط) یے خدا اور برے کے لئے پہلے پھل ہو کے آدمیوں میں سے مول لئے گئے ہیں؛

(۵۔ ی) اور اُن کے منہ میں مکر پایا نہ گیا۔ کیونکہ وے خدا کے تخت کے آگے بے عیب ہیں؛

سیھون سے مقدس پہاڑ مراد ہوتی ہے۔ یہاں پہاڑی سے عرفات کی پہاڑی مراد ہے؛ ایک لاکھ ۴۴ ہزار کی تعداد صحابہ حج میں بنی صلی اللہ علیہ سلم کے ساتھ تھے احادیث میں مذکور ہے؛

(ب) یہ درس ترجمہ ہے سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود کا؛

(ج) اس میں عام آوازہ تسبیح وتحمید کا ذکر کیا گیا ہے کیونکہ بنی اسرائیل بربط و باجہ کے ساتھ اپنی دعائیں پڑھا کرتے تھے؛

(د) نیا گیت سے زبان عربی مراد ہے جو اہل کتاب کے لئے نئی تھی۔ گویا گانے سے ظاہر ہے کہ گانا نہوگا بلکہ تغنی و ترنم ہوگا

(ہ) رسول اللہ صلعم کی زبان مبارک سے اس خطبہ کے سُننے کا شرف ایک لاکھ ۴۴ ہزار ہی کو ملا تھا؛

(و) خریدے جانے کا ذکر قرآن مجید ہے ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم

(ز) مومنین کی یہ صفت قرآن مجید میں بایں الفاظ ہے والذین ھم لفروجھم حافظون؛

(ح) صحابہ کی یہ صفت قرآن مجید میں بایں الفاظ ہے والذین معہ۔ نیز بالفاظ الذین یتبعون النبی الامی؛

(ط) یہ صفت ان الفاظ میں بیان ہوئی ہے۔ والسابقون الاولون من المھاجرین والانصار نیز بایں الفاظ حدیث اختارھم اللہ لرسولہ

(ی) یہ صفت قرآن مجید میں بدیں الفاظ بیان ہوئی ہے ان الذین یغضون اصواتھم عند رسول اللہ اولئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقوی لھم مغفرۃ واجر عظیم

(٢) إنّ دماءكم وأموالكم وأعراضكم
حرام عليكم كحرمة يومكم هذا في
بلدكم هذا۔ في شهركم هذا
وستلقون ربكم فيسئلكم عن اعمالكم

الا فلا ترجعوا بعدی ضلالا یضرب
بعضکم رقاب بعض[1]۔

(٣) الا کل شئ من امر الجاهلیة تحت
قدمیّ موضوع۔
ودماء الجاهلیة موضوعة
وانّ اول دم اضع من دمائنا دم
ابن ربیعة بن الحارث کان مسترضعاً فی
بنی سعد فقتلته هذیل۔
وربا الجاهلیة موضوعة واوّل ربًا
اضع ربانا ربا عباس بن عبد المطلب
فانه موضوع کله۔

(٤) فاتقوا الله فی النساء۔ فانکم
اخذتموهن بامان الله واستحللتم
فروجهن بکلمة الله ولکم علیهن
الا یوطئن فروشکم احدًا تکرهونه
فان فعلن ذلک فاضربوهن ضربًا

لوگو۔ تمہارے خون، تمہارے مال، اور تمہاری
عزتیں ایک دوسرے پر ایسی ہی حرام ہیں جیسا کہ
تم آج کے دن کی۔ اس شہر کی۔ اس مہینہ کی حرمت کرتے ہو۔
لوگو تمہیں عنقریب خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے
اور وہ تم سے تمہارے اعمال کی بابت سوال فرمائیگا۔
خبردار! میرے بعد گمراہ نہ بن جانا۔ کہ ایک دوسرے
کی گردنیں کاٹنے لگو۔

لوگو۔ جاہلیت کی ہر ایک بات کو میں اپنے قدموں کے
نیچے پامال کرتا ہوں۔
جاہلیت کے قتلوں کے تمام جھگڑے ملیا میٹ بناتا ہوں
پہلا خون جو میرے خاندان کا ہے یعنی ابن ربیعہ بن الحارث
کا خون، جو بنی سعد میں دودھ پیتا تھا اور ہذیل
نے اسے مار ڈالا تھا میں چھوڑتا ہوں۔
جاہلیت کے زمانہ کا سود ملیا میٹ کر دیا گیا۔ پہلا سود
اپنے خاندان کا جو میں مٹاتا ہوں وہ عباس بن عبد المطلب کا
سود ہے وہ سب کا سب چھوڑ دیا گیا۔

لوگو اپنی بیویوں کے متعلق اللہ سے ڈرتے رہو۔ خدا کے نام
کی ذمہ داری سے تم نے انکو بیوی بنایا۔ اور خدا کے کلام
سے تم نے ان کا جسم اپنے لئے حلال بنایا ہے۔ تمہارا
حق عورتوں پر اتنا ہے۔ کہ وہ تمہارے بستر پر کسی غیر کو کہ
اُس کا آنا تم کو ناگوار ہے نہ آنے دیں لیکن اگر وہ ایسا کریں

[1] عن ابی بکرۃ۔ صحیح بخاری۔ باب حجۃ الوداع۔

غیر مُبرّح
ولهن علیکم رزقهن وکسوتهن
بالمعروف

تو اُن کو ایسی مار مارو۔ جو نمودار نہ ہو۔
عورتوں کا حق تم پر یہ ہے کہ تم اُن کو اچھی طرح
کھلاؤ۔ اچھی طرح پہناؤ۔

(۵) وقد ترکت فیکم ما لن تضلوا
بعده ان اعتصمتم به کتاب الله

لوگو ہیں تم میں وہ چیز چھوڑ چلا ہوں۔ کہ اگر
اُسے مضبوط پکڑ لوگے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے
وہ قرآن اللہ کی کتاب ہے۔

(۶) ایها الناس انه لا نبیّ بعدی
ولا امة بعدکم الا فاعبدوا ربکم
وصلوا خمسکم وصوموا شهرکم
وادّوا زکاة اموالکم طیبة بها
انفسکم وتحجون بیت ربکم واطیعوا
ولاة امرکم تدخلوا جنة ربکم [1]

لوگو! نہ تو میرے بعد کوئی اور پیغمبر ہے۔ اور نہ کوئی جدید
امت پیدا ہونیوالی ہے۔ خوب سُن لو۔ کہ اپنے
پروردگار کی عبادت کرو۔ اور پنجگانہ نماز ادا کرو۔
سال بھر میں ایک مہینہ رمضان کے روزے رکھو۔ اپنے
مالوں کی زکاۃ نہایت دلی خوشی کیساتھ دیا کرو۔
خانۂ خدا کا حج بجالاؤ۔ اور اپنے اولیائے امور و حکام کی
اطاعت کرو جسکی جزا یہ ہو کہ تم پروردگار کے
فردوس بریں میں داخل ہوگے۔

(۷) وانتم تسئالون عنی
فما انتم قائلون
قالوا نشهد انك
قد بلغت
وادیت
ونصحت
فقال باصبعه السبابة یرفعها الی السماء

لوگو، قیامت کے دن تم سے میری بابت بھی دریافت کیا جائیگا
مجھے ذرا بتلادو! کہ تم کیا جواب دوگے؟
سب نے کہا ہم اس کی شہادت دیتے ہیں۔ کہ
آپ نے اللہ کے احکام ہم کو پہنچا دیئے۔
آپ نے رسالت و نبوت کا حق ادا کر دیا۔
آپ نے ہم کو کھوٹے کھرے کی بابت اچھی طرح بتلادیا۔
راس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگشت شہادت

[1] معدن الاعمال۔ حدیث نمبر ۱۱۰۸ و ۱۱۰۹ عن ابی امامہ۔ رواہ ابن جریر و ابن عساکر۔

وینکتھا الی الناس	کو اُٹھایا۔ آسمان کی طرف انگلی کو اُٹھاتے تھے اور پھر لوگوں کی طرف جھکاتے تھے (فرماتے تھے
اللھم اشھد	اے خدا سن لے (تیرے بندے کیا کہہ رہے ہیں)
اللھم اشھد	اے خدا گواہ رہنا۔ (کہ یہ لوگ کیا گواہی دے رہے ہیں)
اللھم اشھد۔ ثلاث مرات	اے خدا اتنا ہدرہ۔ (کہ یہ سب کیسا صاف اقرار کر رہے ہیں)
(۸) الا لیبلغ الشاھد الغائب فلعل بعض من یبلغہ ان یکون ادعی لہ من بعض من سمعہ ۲ے	دیکھو جو لوگ موجود ہیں۔ وہ ان لوگوں کو جو موجود نہیں ہیں۔ اسکی تبلیغ کرتے رہیں ممکن ہے کہ بعض سامعین سے وہ لوگ زیادہ تر اس کلام کو یاد رکھنے اور حفاظت کرنے والے ہوں جن پر تبلیغ کی جائے۔

ناظرین۔ اس خطبہ نبوی کو پڑھیں۔ غور سے پڑھیں۔ ذرا تفکر وتدبر سے پڑھیں۔ کہ آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم نے کیونکر اپنے الوداعی خطبہ میں قرآن مجید پر عمل کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ اور کیونکر قرآن مجید پر عمل کرنیوالے کے لئے یہ حتمی وعدہ کیا ہے۔ کہ وہ کبھی گمراہ نہ ہوگا۔

(۲) کیونکر مسلمانوں کے باہمی حقوق۔ جان ومال وعزت کو محفوظ فرمایا ہے۔

(۳) کیونکر بیویوں کے حقوق پر نہایت مستحکم الفاظ میں توجہ دلائی ہے۔

(۴) کیونکر اپنی ذات مبارک کے متعلق اپنے عمر بھر کے کارناموں کے متعلق۔ ہمارے باپ داداؤں سے گویا مہریں کرالی ہیں۔

(۵) کیونکر ہر ایک مسلمان کو تبلیغ اور اشاعت اسلام کا ذمہ وار۔ جوابدہ قرار دیا ہے۔

یہی ہیں وہ اصول واحکام جن پر عمل کرنا مسلمانوں کو دنیا اور دین میں سربلند کر سکتا ہے اور جن کا ترک عمل انہیں خسر الدنیا والآخرہ کا مصداق بناتا ہے۔

۱ے عن امام جعفر صادق عن امام محمد باقر برروایت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ صحیح مسلم باب حجۃ النبی صلعم۔
۲ے عن ابی بکرہ۔ صحیح بخاری۔ باب حجۃ الوداع۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم جب خطبہ سے فارغ ہوئے۔ تو اُسی جگہ اس آیت کا نزول[۱] ہوا؛

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا؛

آج مَیں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے کامل کر دیا۔ اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا؛

۵[۱] صحیح بخاری عن عمر بن الخطابؓ۔ اب پڑھو مکاشفات ۱۴ باب (جس کے ایک سے پانچ درس تک پچھلے صفحہ پر درج ہیں؛ چھٹا درس اب درج کیا جاتا ہے۔

۶۔ اور میں نے ایک اور فرشتہ کو انجیل ابدی لئے ہوئے دیکھا۔ کہ آسمان کے بیچوں بیچ اڑ رہا تھا۔ تاکہ زمین کے رہنے والوں اور سب قوموں اور فرقوں اور اہل زبان اور لوگوں کو خوشخبری سنائے؛

پادری ڈبلیو ہوپر صاحب ایم۔ اے نے جنہوں نے طالبان علم الٰہیات و افادہ عامہ کلیسیا کیلئے تفسیر مکاشفات لکھی ہے اور کرسچن نالج سوسائٹی پنجاب نے ۱۸۸۵ء میں اسے چھپوایا ہے۔ اس درس کی تحت میں صفحہ ۱۴۴ پر لکھا ہے عیسائیوں کا ایک فرقہ جو فرانسسکی کے نام سے موسوم ہے۔ اس درس کو ایک ابدی انجیل کی پیشگوئی سمجھتا تھا وہ فرقہ کہتا ہے کہ یہ انجیل جو اب ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے۔ اس ابدی انجیل کے سامنے عہد عتیق کی طرح منسوخ ہو جائے گی اور اس انجیل سے بہتر ایک انجیل نکلے گی جس کا نام ابدی انجیل ہوگا۔ وہ لوگ لفظ ابدی پر زیادہ زور دیتے تھے۔ اُن کا معلم یوپاقیم تھا۔ ہوپر صاحب کی رائے کے اندراج کا صرف یہ مطلب ہے کہ عیسائیوں نے انجیل ابدی کے لفظ سے کسی دوسری کتاب کا نازل ہونا سمجھا ہے۔ الحمد للہ وہ قرآن مجید ہے؛ اور چونکہ آیہ اکملت یوم الحجہ کو نازل ہوئی تھی اسلئے یوحنا حواری نے میدان حج کے مکاشفہ کے وقت ہی اس ابدی انجیل کو دیکھا آسمانوں کے بیچوں بیچ فرشتے کے اڑنے کا مطلب یہ ہے۔ کہ قرآنجید کی تعلیم اُن تمام ملکوں میں جو منطقۃ البروج کے سیدھے خطوط کی تحت میں واقع ہونگے یعنی دنیا کے آباد اور متمدن ملک اُن میں قرآنجید کی منادی جلد پہنچ جائیگی۔ اور جو ممالک قطبین کے قریب ہیں اُن میں منادی دیر میں پہونچے گی؛

۵[۲] لفظ آج نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ نبوت کی جانب ہی اشارہ نہیں کر رہا ہے۔ بلکہ اس کا اشارہ ہزاروں سال پیشتر کے زمانہ کی جانب ہے؛ اس آج کا مطلب سمجھنے کے لئے عہد عتیق و عہد جدید کی کتابوں کو ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پانچویں کتاب استثنا ہے اس کا آخری باب ۳۳ واں ہے۔ وہ اسطرح شروع ہوتا ہے؛ یہ وہ برکت ہے جو موسیٰؑ مرد خدا نے اپنے مرنے سے آگے بنی اسرائیل کو بخشی ۲۔ اور اس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے اُن پر طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا؛ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا؛ اور اُس کے دہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت اُن کے لئے تھی؛ عیسائی علماء کا بھی اتفاق ہے۔ کہ یہ آئندہ کے لئے پیشگوئی ہے اور مسلمان بھی یہی تسلیم کرتے ہیں؛ اور نتیجہ یہ ہے؛ کہ موسیٰ علیہ السلام اپنے بعد کے آنے والوں کو منتظر و شائق بنا کر دنیا سے سدھار جاتے ہیں؛ عہد عتیق کی آخری کتاب ملاکی نبی کی کتاب ہے۔ جو حضرت موسیٰؑ سے

اور میں نے تمہارے لئے اسلام کا دین ہونا پسند فرمایا ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵۸

۴۵۰ سال بعد ہوئی۔ اس کتاب کے آخری باب کا شروع اس طرح ہوتا ہے "دیکھو میں اپنے رسول کو بھیجوں گا۔ اور وہ میرے آگے میری راہ کو درست کریگا، اور وہ خداوند جس کی تلاش میں تم ہو ہاں عہد کا رسول جس سے تم خوش ہو، وہ اپنی ہیکل میں ناگہاں آویگا، دیکھو وہ یقیناً آویگا، رب الافواج فرماتا ہے" ملاکی باب ۳۔ اس سے معلوم ہوا کہ عہد عتیق کی آخری کتاب بھی ہم کو منتظر بنا کر ختم ہو جاتی ہے۔ اب عہد نامہ جدید شروع ہوتا ہے۔ جسے انجیل بھی کہتے ہیں۔ انجیل کو دیکھو حضرت مسیحؑ نے اپنے سب سے آخری وعظ میں (جس کے بعد اپنی امت کو انہوں نے کوئی وعظ نہیں سنایا) یہ الفاظ بیان کئے تھے:-

۱۲۔ میری اور بہت سی باتیں ہیں۔ کہ میں کہوں پر اب تم اُن کی برداشت نہیں کر سکتے۔

۱۳۔ لیکن جب وہ یعنی روح حق آئے۔ تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتائیگا۔ اسلئے کہ وہ اپنی نہ کہیگا لیکن جو کچھ وہ سنے گا۔ سو کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دیگا۔

۱۴۔ وہ میری بزرگی کریگا۔ دیکھو انجیل یوحنا۔ ۱۶ باب۔

اِن حوالجات سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ توراۃ و انجیل ہم کو کامل دینیاتی تکمیل کے انتظار میں چھوڑ کر علیحدہ ہو جاتی ہیں اور صرف قرآنمجید ہی وہ کتاب ہے جو اس انتظار کا خاتمہ کر دیتا اور آخری شاہی فرمان "الیوم اکملت لکم" کا اعلان فرماتا ہے۔ آج کا لفظ ہزاروں سال کے منتظرین کو بشارت سناتا اور تکمیل کی خوشخبری سے مسرور بناتا ہے۔

عالمان طبقات الارض اور فاضلان سائنس جب آفرینش عالم کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا کرتے ہیں تو کہا کرتے ہیں، کہ موجودہ عالم، موجودہ حالت پر ہزاروں تغیرات کے بعد اور ہزاروں سال کے بعد پہنچا ہے گویا عالم کی جو موجودہ حالت ایسی مکمل معلوم ہوتی ہے۔ کہ اُس سے برتر و بہتر کا کوئی نقشہ بھی ہمارے وہم و خیال تصور و گمان میں نہیں آسکتا۔ یہ ہزاروں سال کی ترتیب و تہذیب کا نتیجہ ہے۔

پس اسی طرح ہم نہایت وثوق کے ساتھ یہ کہتے ہیں کہ قرآنمجید کا لفظ الیوم (آج) بھی یہی بتلا رہا ہے۔ کہ انسانی نسل کے لئے پسندیدہ ترین مذہب کی یہ مکمل صورت بھی سینکڑوں مختص المقام اور مختص الاقوام شریعتوں اور مختص الاحوال حکموں کے بعد ہزاروں سال گذر جانے پر جلوہ آرا ہوئی ہے، اور اب اس کا حق ہے۔ کہ وہ سب جگہ اور ہر ایک قوم، ہر ایک نسل، ہر ایک ملک میں ہر ایک شخص کو ابدی بشارت پہنچائے۔ ارحم الراحمین کے رحم و رحمانیت اور غفور الودود کی غفران و محبت کی خوشخبری ہر ایک شکستہ دل گناہگار اور عاصی تباہ کار کو سنائے سب کے لئے سلامتی اور برکت کے دروازے کھول دے، سب کے لئے ابدی سرور اور رضوان ربانی کا نزل مہیا کرے اور ان اسباب کے فراہم ہو جانے پر اعلان کر دے۔ کہ آج مذہب کی تکمیل ہو گئی۔ آج نعمت الٰہی کے بھرپور خزانے فرزندانِ آدم کے حوالے کر دیئے گئے۔

ناظرین! میں حضرت مسیحؑ کی مندرجہ بالا پیشگوئی کے متعلق بھی اس جگہ کچھ اور عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اس پیشگوئی کی بابت میں نے کئی فاضل یورپی صاحبان سے گفتگو کی۔ اُن میں سے جو صاحب اس پیشگوئی کو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی

یوم النحر کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶۳ شتر اپنے ہاتھ سے اور ۳۷ شتر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے

حاشیہ صفحہ ۲۵۹ بابت تسلیم نہیں کرتے، وہ کہتے ہیں کہ اس پیشگوئی کا ظہور مسیح کے ۱۲ حواریوں پر پینتی کست کے دن جس کا ذکر اعمال کے دوسرے باب میں ہے، ہوا تھا۔ اس روز روح القدس حواریوں پر اتری تھی۔ وہ مختلف بولیاں بولنے لگ گئے تھے، ہر ایک کے سر پر آگ کے زبانے چمکتے ہوئے سب کو نظر آتے تھے!!

میں نے جواب دیا کہ پنتی کست کے دن جو کچھ ہوا۔ اسے سینٹ پطرس ہم تم سے پہلے بیان کر چکا ہے۔ ٹھیک اسی وقت، جب کہ روح القدس سب حواریوں پر اور پطرس پر موجود تھی، اعمال کے ۲ باب کی ۱۴ و ۱۵ و ۱۶ درس پڑھو، ۱۴ تب پطرس نے اُن گیارھوں کے ساتھ کھڑے ہو کے اپنی آواز بلند کی اور اُن سے کہا۔ اے یہودی مردو! اور یروشلم کے سب بسنے والو۔ یہ جانو اور کان دھر کے میری باتیں سنو۔ ۱۵۔ کہ یہ جیسا کہ تم سمجھتے ہو نشے میں نہیں۔ کیونکہ ابھی پہر دن آیا ہے، ۱۶۔ بلکہ یہ وہ ہے جو یوایل نبی کی معرفت فرمایا گیا" پس جب سینٹ پطرس روح القدس کی مدد سے بتلا چکا۔ کہ پنتی کست کا تعلق یوایل ریونہ۔ یا یولس نبی) نبی کی پیشگوئی سے ہے، اور مسیح کی پیشگوئی سے نہیں، تو اب کسی پادری کا کوئی حق نہیں رہا۔ کہ اسے مسیح کی پیشگوئی سے متعلق بتائے، یہ دلیل تو زبردست بیرونی شہادت تھی۔ اب اندرونی شہادت بھی جو خود مسیح کے الفاظ سے ملتی ہے۔ پیش کی جاتی ہے!

(۱) انجیل یوحنا ۱۶ باب کے درس ۱۲ کا مطلب یہ ہے کہ جو باتیں مسیح نے نہیں بتلائی تھیں، آنے والا روح حق وہ باتیں بتلائیگا۔ مگر پنتی کست کے دن حواریوں پر کوئی نئی تعلیم ظاہر نہیں ہوئی!

(۲) درس ۱۳ میں ہے: کہ روح حق آئندہ کی خبریں دیگا۔ مگر پنتی کست کے دن نہ روح القدس نے اور نہ حواری نے کوئی پیشگوئی نہیں کی!

(۳) درس ۱۴ میں ہے: کہ وہ روح حق مسیح کی بزرگی کریگا! پنتی کست کے دن روح نے مسیح کی بابت ایک حرف بھی نہیں کہا، صاف یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام کی پیشگوئی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق واضح اور روشن ہے۔ اور اسکی تھوڑی سی وضاحت یہ ہے:۔

اول مسیح علیہ السلام نے ۱۲ درس میں فرمایا ہے۔ میری اور باتیں ہیں، کہ میں کہوں، پر اب تم اُنکی برداشت نہیں کر سکتے۔ ایسی باتیں جو مسیح علیہ السلام نے بیان نہیں کیں، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہیں، بے شمار ہیں، یہ باتیں زیادہ تر احسانیات کے متعلق ہیں۔ مثلاً تفکر فی ذات اللہ۔ تفکر فی صفات اللہ۔ تفکر فی افعال اللہ۔ تفکر فی ایام اللہ۔ تفکر فی الموت وما بعدہ۔ توحید فی العبادۃ۔ توحید فی الاستعانت۔ تنزیہ الحق۔ تقدیس رب۔ صدیقیت۔ محدثیت۔ شہادت۔ فناء عن النفس، بقا بالحق، وغیرہ۔ ان کے بعد احوال قبر۔ احوال حشر۔ ابواب نجاۃ ہیں، ان کے بعد ابواب مصالح اور ابواب ارتفاقات ہیں، وغیرہ وغیرہ، انجیل میں انکی بابت یا تو بیان ہی نہیں ہوا ہے یا کسی قدر بیان ہے۔ تو تمثیل اور تشبیہ کے نقاب میں روپوش ہے!

دوم مسیح علیہ السلام نے ۱۳ درس میں فرمایا ہو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتائیگا! اسی کے موافق قرآن مجید ۔ ۲ میں

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ذبح کئے ؛ یہ قربانی منٰے پر کی گئی تھی ؛

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۰ ہے والذی جاء بالصدق محمدؐ وہ ہے جو ساری سچائی لے کر آیا ہے۔ قرآن مجید میں ہے یعلمھم الکتاب والحکمۃ (محمدؐ دنیا کو شریعت اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے) یہ ظاہر ہے کہ جو معلم شریعت و حکمت دین اور دانش کی مکمل تعلیم دیتا ہو۔ ساری صداقت اور کامل سچائی اسی کے پاس ہو گی ؛

مسیح نے اسی درس میں فرمایا ہے، وہ اپنی نہ کہیگا لیکن جو کچھ وہ سُنے گا۔ سو کہیگا۔ اللہ پاک نے قرآنمجید میں بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی توصیف انہی الفاظ سے فرمائی ہے ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحیٌ یوحیٰ علمہٗ شدید القویٰ (محمدؐ اپنی خواہش سے کچھ بھی نہیں بولتا۔ جو کچھ وہ سُناتا ہے۔ یہ تو وحی ہے جو اُس کے پاس بھیجی گئی اور کامل طاقتوں والے نے اُسے سکھلائی ؛

سوم مسیح علیہ السلام نے ۱۴ درس میں کہا ہے وہ میری بزرگی کریگا۔ چنانچہ تمام قرآن کریم اور احادیث پاک کی کتابیں ان الفاظ سے مملو ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے مسیح کی بزرگی کی بابت نکلے۔ بہت سے یہودی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتے تھے جو کہتے تھے کہ ہم لوگ آپ پر ایمان لانے کو تیار ہیں۔ مگر ہم مسیح کو سچا نہیں مان سکتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صاف فرما دیتے تھے، کہ جو کوئی مسیح پر ایمان نہیں لاتا۔ وہ مجھ پر بھی ایمان نہیں لاتا۔ اس تعلیم کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج ہر ایک مسلمان مسیح علیہ السلام کی بزرگی اور عظمت کا دل سے قائل ہے۔ اُن پر ایمان رکھتا ہے اُن کو پانچ اولوالعزم رسولوں میں سے ایک جانتا ہے۔ اس طرح پر ۳۲ کروڑ مسلمان دنیا پر مسیح ع کی شہادت ہر وقت ادا کر رہے ہیں۔ حالانکہ اسلام سے پہلے عیسائیوں کے پاس ایک بھی بیرونی گواہ موجود نہ تھا۔ اور اب بھی مسلمانوں کے سواء کوئی انکی شہادت نہیں دیتا ہے۔ جس سے مریم صدیقہ کی پاکیزگی۔ مسیحؑ کی ولادت فوق از عادت۔ اور مسیحؑ کے معجزات کی تائید ہوتی ہو۔ عیسائی صاحبان غور کریں کہ "یہ میری بزرگی کریگا" کا ظہور اس سے بڑھ کر اور کیا متصوّر ہو سکتا ہے ؛

ہاں ۱۳ درس کا ایک فقرہ رہ گیا۔ مسیحؑ نے بتلایا۔ کہ وہ تمہیں آیندہ کی خبریں دیگا ؛

جن عیسائی عالموں نے قرآن احادیث کا مطالعہ نہیں کیا۔ وہ کہا کرتے ہیں کہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی پیشگوئی نہیں کی۔ جب میں یہ بات اُن میں ــــــ ... کسی کے مُنہ سے سنتا ہوں تو اول مجھے افسوس ہوتا ہے کہ اسکی معلومات ہماری کتابوں کی بابت کس قدر کم ہیں۔ دوم تعجب ہوتا ہے کہ جب اُنہیں خبر نہیں تو پھر ایسا دعوی کرنے کی جرأت وہ کیوں کرتے ہیں ؛ اگر میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں پر اس جگہ مفصل لکھنے لگوں تو بجائے خود ایک کتاب بن جائے ؛ اسلئے میں انشاء اللہ تعالےٰ اسکی بابت کبھی علیحدہ لکھونگا۔ اس جگہ مختصر طور پر ذکر کرنا اسلئے ضروری ہے، کہ درس ۱۳ کی تشریح اور حضرت مسیحؑ کے قول کی تصدیق ہو جائے ؛

پہلی پیشگوئی۔ اہل مکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور مسلمانوں کے سخت دشمن تھے۔ اُنہوں نے اسلام اور مسلمانوں کے ملیامیٹ کرنے میں ہر ایک ممکن کوشش پورے زور سے کی تھی۔ اُنکی عداوت ایسی سخت اور مسلسل تھی کہ کوئی وجہ ایسا قیاس کرنے کی نہ پائی جاتی تھی۔ کہ یہی لوگ ایک دن اسلام کے خادم مسلمانوں کے بھائی

جو ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے قربان گاہ چلی آتی ہے۔ قربانی سے فارغ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۱ | نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فدائی ہو جائینگے، لیکن قرآن مجید نے پہلے سے یہ پیشگوئی کر دی تھی،
"ولتعلمن نباہ بعد حین" وہ اسلام کی صداقت کو کچھ عرصہ کے بعد ضرور جان لینگے۔ اس پیشگوئی کا ظہور
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی میں ہی ہو گیا۔ اور سب اہل مکہ مسلمان ہو گئے تھے، جن میں خالد بن ولید
جیسے بھی تھے، جو جنگ احد میں مسلمانوں کو شکست دینے میں کامیاب ہوا تھا۔ اور عمرو بن العاص جیسے بھی جو مسلمانوں
کو قید کرانے کے لئے شاہ حبش کے پاس گیا تھا۔ اور عثمان بن ابو طلحہ جیسے بھی۔ جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو عبادت
کے لئے کعبہ کے اندر گھسنے نہ دیتا تھا، وغیرہ وغیرہ،

دوسری پیشگوئی۔ عرب کے تمام قبائل اور جملہ اہل مذاہب نے اسلام کے جھٹلانے پر اتفاق کر لیا تھا۔ بت پرست
مجوس، صابی، عیسائی، یہودی، ملحد اگرچہ آپس میں سخت اختلاف رکھتے تھے تاہم وہ سب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
جھٹلانے۔ اسلام کو پامال کرنے پر متفق تھے۔ کوئی علامت ایسی نہ تھی کہ ایسے مختلف دعاوی مختلف خواہشات
والے کیونکر اسلام کی صداقت ماننے والے بن جاوینگے، مگر قرآن مجید نے یہ پیشگوئی کر دی تھی سنریھم
آیاتنا فی الآفاق وفی انفسھم حتی یتبین لھم انہ الحق "ہم ان کو جلد ہی اپنے نشانات ان کے
گردو پیش اور خود ان کے اندر بھی ایسے دکھلائیں گے، کہ ان پر یہ بات بخوبی روشن ہو جائیگی کہ اسلام
سچا ہے۔" یہ پیشگوئی اپنی پوری طاقت سے ظہور میں آئی۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی مبارک
زندگی میں عرب کے ہر ایک مذہب ہر ایک قبیلہ نے اسلام کی سچائی کو سمجھا۔ دیکھا۔ جانا۔
اور اس پر ایمان لایا،

تیسری پیشگوئی۔ ایرانی سلطنت رومی سلطنت کے ساتھ جنگ کر رہی تھی۔ رومیوں کو شکست ہوئی
ایرانی آتش پرست تھے، رومی اہل کتاب عیسائی تھے۔ ایرانیوں سے بت پرستان مکہ کو اور رومیوں سے مسلمانوں کو طبعاً
فطرتاً ہمدردی تھی، جب عیسائی سلطنت کو شکست ہوئی، تو مکہ کے بت پرست خوب اُچھلے کودے۔ اور اپنے لئے
بھی فال لینے لگے، کہ ہم بھی مسلمانوں پر اسی طرح غالب ہو جائینگے، مسلمان نہایت دل شکستہ ہوئے۔ قرآن
پاک نے پیشگوئی کی، غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون فی بضع سنین
"عیسائی اپنے ملک کی سرحد پر مغلوب ہو گئے ہیں۔ مگر وہ جلد چند سالوں کے اندر اپنے دشمنوں پر غالب آجائینگے"
جہاں تک انسانی عقل و تجربہ کا دخل تھا۔ جہاں تک موجودہ قرائن سے نتیجہ نکالا جا سکتا تھا پیشگوئی کا کسی کو یقین
نہ آتا تھا، کیونکہ عیسائیوں کو ایسی شکست ملی تھی، کہ چند سال تک تو وہ پنپ بھی نہ سکتے تھے ابی بن خلف نے نہایت
شوخی سے قرآن کے جھٹلانے کے لئے اشتہار دیا کہ اگر پیشگوئی سچی نکلی تو میں ۳۰۰ شتر ہار جاؤنگا، ابوبکر صدیق
نے اظہار صداقت دین کیلئے اُس سے شرط لگائی، نزول آیت سے آٹھویں سال ٹھیک وہی ہوا، جو قرآن مجید نے
بتلایا تھا۔ ابوبکر صدیقؓ نے شرط جیت لی۔ یہ وہ پیشگوئی ہے جسکی تائید قسطنطنیہ اور ایران کی تاریخوں سے بھی ہوتی ہے
یہ یاد رکھنا چاہئے کہ زبان عرب میں لفظ بضع اکائیوں پر بولا جاتا ہے۔ ایک سے ۹ تک کا شمار اس میں شامل ہوتا ہے

ہو کر نبی صلے اللہ علیہ وسلم بیت اللہ میں آئے، اور طواف افاضہ ادا کیا؛

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۲ چوتھی پیشگوئی۔ نبوۃ کا ابتدائی عہد تھا؛ وحی کا آغاز ہو کر وقفہ پڑ گیا تھا؛ کافروں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے چڑانے کھجانے کے لئے کہنا شروع کر دیا؛ کہ محمدؐ کا خدا اُس سے روٹھ گیا۔ محمدؐ کو اُسنے چھوڑ دیا؛ اِس واقعہ پر خدا کا جو کلام نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تسکین کیلئے اُترا؛ اُس میں ایک پیشگوئی بھی کی گئی ہے۔ اور فرمایا گیا؛ وللاخرۃ خیر لك من الاولیٰ؛ آپ کا پچھلا زمانہ پہلے زمانہ سے بہتر و اعلےٰ ہوگا؛ وحی کے لحاظ متعلق اس پیشگوئی کا ظہور دیکھو۔ وہ مدنی سورتیں ہیں۔ جن میں البقرہ۔ آل عمران۔ مائدہ انعام بھی ہیں۔ جو بلحاظ احکام و اسرار و فضائل و تفصیل اُن سورتوں پر فوقیت رکھتی ہیں؛ جو مکی ہیں؛ جن میں صرف عقائد یا اجمالی احکام ہیں؛ آیت کا مقتضی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مبدم ترقی کرتے رہینگے؛ اور آپ کی کامیابی کا ظہور مسلسل ہوتا رہیگا؛ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تمام زندگی اس پیشگوئی کی مصداق اور مصدق ہے یہ ظاہر ہے کہ کوئی شخص بھی اپنی زندگی کی بابت ایسی صریح پیشگوئی دشمنوں کے سامنے عین معاوضہ و مقابلہ کے وقت نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ مؤید من اللہ نہ ہو۔ چونکہ لفظ آخرۃ اُس آیندہ زندگی کی نسبت بھی بولا جاتا ہے۔ جس کا آغاز یوم الحساب سے ہوگا۔ اسلئے مسلمانوں کا ایمان اِس پیشگوئی کی نسبت اسی آیت کے تمسک سے یہ بھی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی فضیلت و شرف کا پورا ظہور اس عالم میں جملہ اہل عالم پر ہوگا۔ اور چونکہ دنیاوی زندگی میں اس پیشگوئی کی صداقت کا ظہور لحظہ بلحظہ ہوتا رہا ہے اِسلئے مسلمانوں کا مندرجہ بالا اعتقاد ایک صحیح و مضبوط بنیاد پر ہے؛

پانچویں پیشگوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند کا انتقال ہو گیا تھا۔ دشمن خوشیاں منانے لگے کہ اب محمدؐ کا نام لیوا بھی نہ رہا۔ قرآن مجید نے اس بارہ میں پیشگوئی فرمائی؛ انا اعطینك الکوثر نیز فرمایا۔ اِنّ شانئك ھو الابتر؛ کوثر لفظ کثرت سے مبالغہ کا صیغہ ہے اس میں وہ جملہ عطیات و انعامات ظاہری و باطنی بھی شامل ہیں جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو ملے تھے یا جنت میں ملینگے؛ (جن میں سے ایک حوض کوثر بھی ہے)۔ نیز اُمت محمدیہ کی وہ عظیم الشان تعداد بھی اسی لفظ کے اندر شامل ہے جو دن میں بیسیوں بار نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے نام پر برکت بھیجتی؛ آپ کی صداقت کی شہادت دیتی؛ حضور کے نام نامی و اسم گرامی کی دنیا میں اشاعت کرتی ہے اور دنیا کا کوئی براعظم۔ کوئی ملک کوئی صوبہ مسلمانوں سے خالی نہیں۔ اس کے بالمقابل اُن دشمنانِ خدا کا نام ایسا ملیامیٹ ہوا۔ کہ کوئی بھی نہیں جانتا۔ یہ پیشگوئی آج بھی پوری صداقت کے ساتھ دنیا کے سامنے اپنا نور پھیلا رہی ہے

چھٹی پیشگوئی۔ مسلمان مکہ سے باہر نکالے جاتے تھے؛ وہ بے خانماں و بے ساز و سامان تھے۔ تمام ملک دشمن تھا۔ اور بظاہر معلوم ہوتا تھا؛ کہ اب یہ لوگ جلد دنیا سے فنا ہو جائینگے۔ اُس وقت قرآن مجید نے پیشگوئی اعلان کیا؛ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ؛ خدا تم میں سے ایمان والوں۔ نیک عمل والوں سے وعدہ کرتا ہے کہ انہیں الارض کا خلیفہ بنائیگا۔ جیسا کہ خدا نے تم سے پہلے لوگوں کو وہاں کا خلیفہ بنایا؛ مسلمانوں سے پہلے جو قوم خدا کی برگزیدہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۳ قوم کہلاتی تھی وہ بنی اسرائیل ہیں۔ الارض وہ وعدہ کی زمین ہے۔ جس کی بابت ابراہیم و اسحٰق و یعقوب و موسیٰ و داؤد علیہم السلام کے ساتھ خدا نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ ابد تک فرزندان ابراہیم کو دی گئی ہے (کتاب پیدائش ۲۴ باب ۷ درس) حضرت ابراہیمؑ کے بعد اس وعدہ کا ظہور بنی اسرائیل کے ساتھ ہوتا رہا۔ ہزاروں سال تک وہی اس زمین کے مالک و حاکم رہے۔ قرآن مجید نے اس آیت میں بتلایا۔ کہ اب وہ وعدہ ابراہیمؑ کی دوسری شاخ یعنی مسلمانوں کے ساتھ پورا کیا جاویگا۔ اس پیشگوئی نے ہزاروں سال کی ہسٹری کو بدل دیا۔ اور شام کا ملک ابوبکرؓ و عمرؓ کی خلافت میں رجن کی خلافت کا اس آیت میں ذکر و وعدہ ہوا ہے) مسلمانوں کو مل گیا۔ آج تیرہ سو برس کی تاریخ اس پیشگوئی کی صداقت کو تسلیم کر رہی ہے۔ اور ہر ایک انکار کرنے والے کے لئے ایک بیّن و روشن علامت موجود ہے کہ شام کا ملک کس کے پاس ہے اور خدائے زمین و زمان اپنا ابدی و حتمی وعدہ اب کس قوم کے ساتھ پورا کر رہا ہے۔

ساتویں پیشگوئی۔ مخالفین مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے مسلمانوں سے جن قبائل کے معاہدے تھے۔ وہ مخالفین کی تعداد و طاقت۔ کثرت و شوکت دیکھ کر مسلمانوں کی مدد کرنے سے ہٹ بیٹھے تھے۔ رب کریم نے نصرت غیبی سے مسلمانوں کو دشمنوں کے حملہ سے بچایا۔ تب معاہد قومیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور تقصیر خدمات کی معافی کی درخواست پیش کی۔ اُن کے لئے قرآن مجید میں یہ حکم نازل ہوا ستدعون الیٰ قوم اولی باس شدید تقاتلونهم او یسلمون (جلد تمہیں آیندہ ایک اور زیادہ طاقتور قوم کے مقابلہ کے وقت بلایا جائیگا۔ اُن سے جنگ ہوگی۔ یا وہ مسلمان ہو جائینگے۔ اگر تم اُس وقت مدد دوگے تو یہ قصور معاف ہو جائیگا) نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کے بعد سلطنت ایران جنوبی عرب پر اور سلطنت قسطنطنیہ شمالی عرب پر اپنی سابقہ حکومت کو بحال کرنے کی تدابیر اختیار کرنے لگی تھیں۔ خلیفہ رسول اللہ صلعم ابوبکر صدیقؓ نے اپنی قیام و حفاظت کے لئے ان طاقتوں کو کمزور کر دینا ضروری سمجھا۔ اسلئے پہلے سلطنت قسطنطنیہ کے ساتھ عراق و شام میں اور پھر سلطنت ایران کے ساتھ فارس و خراسان میں نبرد آزمائی و جنگ جوئی کی نوبت آئی۔ ان لڑائیوں میں عرب کی وہ سب قومیں جو پہلے مخلفین کا نام پا چکی تھیں اور جنکی تقصیر خدمت کی معافی کو قرآن نے آیندہ امداد پر موقوف رکھا تھا۔ شامل ہوئی تھیں۔ اس آیت کے ساتھ اب یہ آیت بھی پڑھ لینی چاہیئے وعدکم اللہ مغانم کثیرۃ تاخذونها فعجل لکم هذہ۔۔۔ واخری لم تقدروا علیها قد احاط اللہ بها (خدا نے تم مسلمانوں کے ساتھ بہت بڑی بڑی غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے اُن میں سے یہ تو پہلی غنیمت ہے جو جلدی تمہیں مل گئی ہے۔ پھر فرمایا اسکے سوا اور غنیمتیں ہیں جن کے حاصل کرنے کی تم میں قدرت نہیں مگر خدا نے اُن پر احاطہ کر لیا ہے۔" ممالک بالا میں مسلمانوں کو فتوحات عظیمہ حاصل ہوئیں۔ قرآن کی پیشگوئی بچند وجوہ پوری ہوئی۔ (۱) مقصرین خدمت کو فی الواقع آزمایش کا دوسرا موقع ملا۔ (۲) مسلمانوں کا جن سلطنتوں سے پالا پڑا فی الحقیقت وہ بڑی مہیب و زبردست تھیں۔ (۳) اس مقابلہ کا انجام وہی نکلا جو قرآن مجید نے بتلایا تھا جو سامنے لڑے وہ تباہ ہوئے۔ اور مسلمانوں کو فتوحات عظیمہ و مغانم کثیرہ ملے۔ جو محتسب ہے ملے وہ تحقیق سے مسلمان ہو گئے

اقتدا کیا: ہزاروں اونٹ۔ بینڈھے۔ برّہ۔ بھیڑیں قربانی کی گئیں:

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۴ | اس پیشگوئی کی صداقت کو عرب۔ شام۔ ایران۔ خراسان کی تاریخیں پیش کر رہی ہیں۔ اگر کوئی چاہے تو ممالک مصر۔ افریقہ۔ نوبہ۔ اندلس کو بھی اسی ذیل میں شامل کرلے؛

اب میں بطور نمونہ کتب احادیث کی پیشگوئیوں میں سے بھی ایک پیشگوئی کا اندراج کرتا ہوں۔ ناظرین کو یہ یاد رہے کہ ہمارے عیسائی بھائی احادیث کے حوالے منظور نہیں کیا کرتے؛ وہ کہا کرتے ہیں، کہ یہ کتابیں آنحضرت صلعم کی زندگی کے بعد مرتب ہوئی ہیں، کاش وہ مسلمانوں ہی کے طرز عمل سے سبق سیکھیں، کہ ہم کیونکر اناجیل اربعہ کے حوالجات کو سنتے، مانتے اور خود استعمال کرتے ہیں، صرف اسلیئے کہ عیسائی اُن کو معتبر سمجھتے ہیں، ورنہ عیسائی کتابوں میں بالاتفاق تسلیم کیا گیا ہے کہ یہ سب کتابیں مسیح سے بہت عرصہ بعد مکمل کی گئی ہیں، اور عیسائی علما کے نزدیک ان کے مصنفین اور زمانہ تصنیف اور بعض عبارتوں کے متعلق بہت کچھ اختلاف و شک۔ نیز ناقابل رفع تناقض موجود ہے؛

خیر میں اب حدیث درج کرتا ہوں عن المستورد القرشی انه قال عند عمرو بن العاص رضی الله تعالٰی عنه سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم۔ یقول تقوم الساعة والروم اکثر الناس فقال له عمرو۔ ابصر ما تقول۔ قال اقول ما سمعت من رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لئن قلت ذالك۔ ان فیهم لخصالا اربعا انهم لاحلم النَّاس عِندَ فتنة واسرعهم افاقته بعد مصیبة واوشکهم کرة بعد فرة وخیرهم لمسکین ویتیم وضعیف۔ وخامسة حسنة جمیلة وامنعهم من ظلم الملوك۔ مستورد قرشی نے عمرو بن العاص المتوفی ۴۳ھ کے روبرو کہا، میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے، قیامت اُس وقت قائم ہوگی۔ جب یوروپین سب لوگوں سے زیادہ ہونگے، عمرو نے کہا، دیکھ تو کیا کہتا ہے مستورد نے کہا میں تو وہی کہتا ہوں، جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، عمرو نے کہا، تب تو ٹھیک ہی بیشک ان میں چار خصلتیں ہیں، (۱) وہ مصیبت کے وقت نہایت بُردبار ہیں، مصیبت کے بعد بہت جلد ہوشیار ہوجاتے ہیں، بھاگنے کے بعد سب سے پہلے پھر حملہ کرتے ہیں، مسکین و یتیم و ضعیف کے لئے سب لوگوں سے بہتر ہیں، ایک پانچویں صفت اور ہے جو نہایت عمدہ ہے وہ بادشاہوں کے ظلم کو سب لوگوں سے بڑھکر روکتے ہیں، واضح ہو کہ یہ حدیث صحیح مسلم کی ہے امام مسلم کا رحیبت ۲۶۱ھ میں انتقال ہوا، اسلیئے ہر ایک مخالف کو اس قدر تو ضرور تسلیم کرنا پڑیگا۔ کہ یہ پیشگوئی مسلمانوں میں تیسری صدی کے اندر پھیل چکی تھی، یہ وہ زمانہ تھا۔ جبکہ کل دنیا پر اسلامی پرچم لہرا رہا تھا، علم و حکمت زور و طاقت تمدن و سیاست میں مسلمان سب سے فائق تر تھے، اُس وقت یہ کہنا کہ یہ تمام برتری و بزرگی خاک میں ملجائیگی اور دنیا میں یورپین عیسائی قوموں کی حکومت ہوجائیگی بالکل عقل و فکر سے باہر تھا، اور مسلمانوں کیلئے فال بد بھی تھا۔ مگر امام مسلم نے اسے اپنی کتاب میں درج کردیا، کیونکہ اُن کو صحیح طور پر معلوم ہو گیا کہ ضرور یہ ارشاد نبی پاک کا ہے بالآخر اب صدیوں کے بعد اُس کا ظہور ہو رہا ہے، آج کوئی بتلائے کہ کونسا ملک ہے جو عیسائی سلطنتوں کی حکومت یا اثر یا ڈپلومیسی سے باہر ہے۔ الغرض پیشگوئی کے صحیح ہونے میں کوئی کلام نہیں، اور جب یہ پیشگوئی صحیح ہے تو مسیح نے ۱۳ اور ۱۶ ابواب یوحنا میں ہمارے نبی کی جو علامت بتلائی تھی، وہ بھی بالکل پوری ہوگئی اس قدر لکھنے کا مطلب یہ ہے کہ عیسائی بھائی حضرت مسیح کے ارشاد پر عمل کریں، اور محمد رسول اللہ کا اتباع اختیار کریں جنکی خبر نہایت روشن علامات کے

حج سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود شعائر اللہ کی تعظیم، حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کے سُنن ہُدیٰ کا احیاء، کفار کے مشرکانہ رسوم کا ابطال، توحید خالص کا اعلان، تعلیم اسلام کی اشاعت عامہ تھا، چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو اس حج میں آخری تبلیغ فرمائی تھی، اس لئے اس حج کا نام حجۃ البلاغ بھی ہے، اور چونکہ اس حج میں آنحضرت نے اُمت سے کلمات تودیع فرمائے تھے، اسلئے اس کا نام حجۃ الوداع بھی ہے۔

الغرض نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس عظیم الشان کامیابی ایک لاکھ چوالیس ہزار برگزیدہ بندوں کے سامنے توحید کی تعلیم و عمل اور البلاغ والوداع کے بعد مسرور و مبتہج مدینہ طیبہ کو روانہ ہوئے، راہ میں بریدہ اسلمی رضی نے علی مرتضیٰ رضی کی نسبت کچھ شکایات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سمع مبارک

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۵ | ساتھ انجیل میں دی گئی ہے۔

۱؎ پڑھو یسعیاہ ۶۰ باب ۷ "قیدار کی ساری بھیڑیں تیرے پاس جمع ہونگی۔ نبیط کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہونگے، وے میری منظوری کیواسطے میرے مذبح پر چڑھائے جاوینگے۔ اور میں اپنے شوکت کے گھر کو بزرگی دونگا"۔
قاریٰن نبیط و نبیت، و قیدار حضرت اسمٰعیل کے بیٹوں کا نام ہے (دیکھو کتاب پیدائش ۲۵ باب ۱۳ درس) اور اسمٰعیل قریش قیدار کی اولاد ہیں، اور دیگر اکثر قبائل نبیت، نبیط، نبایوت، نبایوث، یہ سب ایک ہی نام کے ہجے ہیں) کی اولاد ہیں، اس فقرہ میں اللہ پاک نے بتلایا ہے، کہ عرب کے تمام قبائل اُس وقت قربانی کرینگے۔ اس درس میں قربان گاہ کو اللہ تعالے نے اپنا مذبح بتلایا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ یہ وہ قربان گاہ ہے جہاں کی قربانی کو اللہ تعالے قبول فرماتا ہے، اور اسی جگہ کو قدیم سے قربان گاہ مقبول الٰہی ہونے کا شرف حاصل ہے! اس کے بعد فقرہ یہ ہے کہ میں اپنے شوکت کے گھر کو بزرگی دونگا، واضح ہو، کہ شوکت کا گھر ترجمہ لفظ "بیت الحرام" کا ہے۔ اور اللہ پاک نے بھی کعبہ کا یہی نام قرآن مجید میں بتلایا ہے، جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیاما للناس ترجمہ۔ اللہ نے کعبہ کو شوکت کا گھر بنایا ہے تاکہ مخلوق آکر وہاں قیام کرے"۔ قبائل عرب کے نام، منےٰ کا پتہ، منیٰ اور بیت اللہ کا ساتھ ساتھ ذکر، یہ ایسی باتیں ہیں، جو پیشگوئی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے ساتھ خاص کرتی ہیں، یسعیاہ کے ۶۰ باب کی ایک سے ۶ درس ہم اسی مضمون کے شروع میں درج کر آئے ہیں، اب شروع باب کو ملا کر پڑھو۔ درس ۵ میں مدیان، عیفا، وسبا کے نام بھی ہیں۔ اور یہ سب قبائل حج میں موجود تھے۔ درس ۵ میں سبا کے سونا اور لوبان لانے کا ذکر ہے۔ سبا ملک یمن ہی کا نام ہے، کیونکہ سبا نے ہی اسے آباد کیا تھا، جس سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حج فرمایا ہے، علی مرتضےٰ اُس سال یمن کے حاکم و مبلغ تھے۔ وہ حج کے لئے یمن سے سیدھے مکہ کو آئے تھے، اور ملک سبا (یمن) کا زر محصول انہوں نے اسی جگہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تھا، یہ ایسی صاف پیشگوئی ہے کہ ہمارے ہٹیلے عیسائی دوست کوئی صحیح تاویل اس کی نہیں کر سکتے۔

تک پہونچائیں شکایات کا تعلق حضرت علیؓ مرتضیٰ کے چند افعال سے تھا، جو حکومت یمن میں جناب مرتضوی سے تقسیم غنیمت وغیرہ کے متعلق صادر ہوئے تھے،

خطبہ غدیر

درحقیقت شکایت کی بنیاد بریدہؓ کا قصور فہم تھا، اسلئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خم غدیر پر ایک فصیح خطبہ پڑھا، اور اس خطبہ میں اہل بیت رضوان اللہ علیہم کی شان و منزلت کا اظہار فرمایا، اور علی مرتضیٰ سلام اللہ علیہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا، مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ، جس کا میں مولیٰ ہوں، علی بھی اس کا مولیٰ ہے،

اس خطبہ کے بعد عمر فاروقؓ نے علی مرتضیٰ کو اس شرف کی مبارکباد دی، اور بریدہؓ نے بقیۃ العمر علی مرتضیٰؓ کی محبت متابعت کو پورا کیا، بالآخر یہ بزرگوار جنگ جمل میں شہید ہوئے تھے،

۱۱ھ ہجری مقدس

یہ وہ سال ہے جس میں خدا کے رسول نے حق رسالت ادا کرنے کے بعد اپنے بھیجنے والے کی جانب معاودت فرمائی، انتقال سے ۶ ماہ پہلے اس سورۃ کا نزول ہوا تھا

اذا جاء نصر اللّٰہ والفتح ورایت الناس یدخلون فی دین اللّٰہ افواجاً فسبح بحمد ربك واستغفرہ انہ کان توابا،	جب خدا کی مدد اور فتح پہونچگئی اور تونے لوگوں کو فوج در فوج دین الٰہی میں داخل ہوتے دیکھ لیا، تو اب اپنے پروردگار کی تسبیح و تحمید و استغفار کرو کیونکہ وہی ہے جسکی طرف بازگشت ہے،

مبادی تکمیل بعثت نبوی

اس سورۃ کے بعد چند بار خصوصاً حجۃ الوداع کے مشہور خطبہ میں خدا کے رسولؐ نے امت سے کہدیا تھا کہ میں بہ عنقریب دنیا سے چلا جانے والا ہوں، آیت اکملت لکم دینکم کے نزول سے یہ مطلب اور بھی واضح ہوگیا تھا، کیونکہ نبی اللہ نے فرمایا تھا، کہ میں اسلئے مبعوث ہوا ہوں، کہ مکارم اخلاق اور محاسن اعمال کی تکمیل کر جاؤں، اور یہ آیت ظاہر کرتی ہے، کہ وہ مقصد پورا ہو چکا، تب نتیجہ یہی ہونا چاہئے، کہ کامیابی کی مسرت اور فیروزی کی خورسندی کے ساتھ آپ اس عالم سے سدھار جائیں، اور رفیق اعلیٰ کی رفاقت سے بہرہ وری کا حظ وافر اٹھائیں،

معمولات آخری ماہ رمضان

آخری رمضان میں ۲۰ یوم کا اعتکاف کیا تھا، حالانکہ ہر سال ۱۰ یوم کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے،

اور پیاری بیٹی فاطمہؓ سے اسکی وجہ بھی یہی بتلائی تھی، کہ میری موت قریب ہے، شروع ماہ صفر میں خدا کے نبیؐ نے سفر آخرت کی تیاری بھی شروع کردی، ایک ماہ پیشتر جملہ مہاجرین وانصار کو جمع فرمایا، اور خطبۂ ذیل اُن کو سُنایا:-

لوگو! مرحبا۔ خدا کی سلامتی، حفاظت، نصرت تمہارے ساتھ ہو، خدا تمہیں رفعت، ہدایت اور توفیق عطا فرمائے۔ خدا تمہیں اپنی پناہ میں رکھے، آفات سے بچائے، اور تم کو سلامت رکھے۔

خطبۂ نبوی

میں تم کو تقویٰ کی، اور خدا ترسی کی وصیت کرتا ہوں، اور تم کو خدا کے سپرد کرتا ہوں، اور تم کو اپنا جانشین بناتا ہوں، اور تم کو عذاب الٰہی سے ڈراتا ہوں، اور خیال کرتا ہوں کہ تم بھی لوگوں کو اس سے ڈراتے رہو گے، تم کو لازم ہے، کہ سرکشی، تکبر، بڑھ کر چلنے کو خدا کے بندوں اور خدا کی بستیوں میں نہ پھیلنے دو، آخرت کا گھر اُسی کیلئے ہے جو دنیا میں بڑھکر نہیں چلتے اور فساد نہیں کرتے، اچھی عاقبت صرف متقین کی ہے، (فرمایا) میں ان فتوحات کو دیکھ رہا ہوں جو تم کو حاصل ہونگی، مجھے یہ ڈر نہیں رہا۔ کہ تم مشرک بن جاؤ گے، لیکن ڈر یہ ہے، کہ دنیا کی رغبت اور فتنہ میں پڑکر کہیں ہلاک نہ ہو جاؤ، جیسے پہلی اُمتیں ہلاک ہوگئیں[۱]۔

(آخر میں فرمایا) سلام تم سب پر، اور اُن سب پر جو آج سے لے کے قیامت تک اسلام کی وساطت سے میری بیعت میں داخل ہوں،

چند روز کے بعد خدا کا نبیؐ کوہ احد پر تشریف لیگیا، اور شہدائے احد کے گنج شہیداں پر الوداعی نماز پڑھی[۲]، پھر مدینہ کے گورستان بقیع پر آسودگان بقیع پر دعا کیلئے آدھی رات تشریف لیگئے، اور دُعا فرمائی، ہر دو جگہ اِنَّا بِکُم لَلَاحِقُوْن کا فقرہ پڑھا، گویا اُن کو مژدہ تشریف آوری سُنایا تھا، چند روز کے بعد ۲۹ روز دوشنبہ صفر کو بیماری کا آغاز ہوا، سخت درد سر اور تپ شدید تھی،

آغاز مرض

ابو سعید خدری رضؓ کا بیان ہے کہ جو رومال خدا کے رسولؐ نے سر سے باندھ رکھا تھا، میں نے اُسے ہاتھ لگایا، بدن سے سینک آتا تھا، بدن ایسا گرم تھا، کہ میرے ہاتھ کو برداشت نہ ہوئی

[۱] مسلم عن عقبہ بن عامر بیا لمعنیٰ۔ [۲] عن عقبہ بن عامر، صحیح بخاری، کتاب المغازی۔

میں نے تعجب کیا، فرمایا، انبیا سے بڑھکر کسی کو تکلیف نہیں ہوتی، اسی لئے اُن کا اجر بھی زیادہ ہوتا ہے۔

عائشہ صدیقہؓ کہتی ہیں، کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب بیمار ہوتے، تو یہ دعا پڑھکر اپنے ہاتھ جسم پر پھیر لیا کرتے۔

اذهب الباس رب الناس واشف انت الشافي لا شفاء الا شفاءك شفاء لا يغادر سقما۔

"اے نسل انسانی کے پالنے والے خطر کو دور فرمادے اور صحت عطا کر، شفا دینے والا تو ہی ہے، اور اُسی شفا کا نام شفا ہے جو تو عنایت کرتا ہے، ایسی صحت دے جو کوئی تکلیف باقی نہ چھوڑے۔"

ان دنوں میں میں نے یہ دُعا پڑھی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر دم کرکے چاہا کہ جسم مبارک پر ہاتھوں کو پھیرا دوں۔ آنحضرتؐ نے ہاتھ پرے ہٹا لئے، اور فرمایا۔ اللّٰھُمَّ اغفرلی والحقنی بالرفیق الاعلیٰ۔

وفات سے پانچ روز پہلے فرمایا، تم سے پہلے ایک قوم ہوئی ہے، جو انبیاء و صلحاء کی قبور کو سجدہ گاہ بناتے تھے، تم ایسا نہ کرنا۔ فرمایا، خدا اُن یہودیوں اور نصاریٰ پر لعنت کرے جنہوں نے انبیاء کی قبور کو سجدہ گاہ بنایا ہے۔ فرمایا، اے خدا میری قبر کو میرے بعد بُت نہ بنا دیجیو، کہ اسکی پرستش ہوا کرے۔ فرمایا، اس قوم پر خدا کا سخت غضب ہے جنہوں نے قبور انبیاء کو مساجد بنایا۔ دیکھو میں تمہیں اس سے منع کرتا رہا ہوں، دیکھو میں تبلیغ کر چکا۔ خدایا تو اس کا گواہ رہ۔ خدایا تُو اس کا گواہ رہ۔ انہی دنوں میں سر پر پٹی باندھے، دو شخصوں کے کندھوں پر سہارا دیئے ہوئے مسجد میں تشریف لائے۔ سب کو جمع فرمایا۔ انصار اور مہاجرین کے متعلق مفصل ہدایات اور نصیحتیں فرمائیں۔ پھر فرمایا، اگر کسی شخص کا کوئی حق مجھ پر ہو، تو طلب کرے۔ ایک نے کہا، کہ حضور نے ایک دفعہ مجھ سے ۳ درم لیکر ایک فقیر کو دئے تھے، وہ اب تک نہیں ملے۔ یہ قرض اُسی وقت

۱؎ موطا امام مالک المتوفی ۱۰ ربیع ۱۷۹ھ عن عطا ابن یسار۔

ادا کیا گیا، پھر لوگوں نے اپنے حق میں اللہ کے نبی سے دعا اور برکت حاصل کی۔
بیماری کے ۱۴ دنوں میں سے گیارہ دن تک مسلمانوں کو اللہ کا رسولؐ خود نماز پڑھاتا رہا، گیارھویں دن عشا کی نماز کے وقت مسجد میں جانے کی تین دفعہ آمادگی اور تیاری کی۔ اور تینوں ہی دفعہ وضو کرتے ہوئے بیہوش ہو گئے۔ آخر فرمایا، کہ ابو بکرؓ نماز پڑھائے۔ جب ابو بکرؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مُصلّیٰ پر کھڑے ہوئے، تو اُن پر اور صحابہ پر ایسی رقت طاری ہوئی کہ رونے کی آواز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کانوں تک پہونچی، اسوقت طبیعت میں کچھ سکون تھا، اسلئے پھر مسجد میں تشریف لے گئے، اور ابو بکرؓ کے برابر بائیں ہاتھ بیٹھ کر نماز پڑھائی، اور نماز کے بعد پھر فرمایا۔

روانگی اور دنیا کا اعلان

"مسلمانو! میں تمہیں خدا کے سپرد کرتا ہوں، خدا کی پناہ و نگہداشت اور نصرت کے حوالے کرتا ہوں، خدا تم پر میرا خلیفہ ہے۔ تمہارے تقویٰ اور حفظ طاعت سے وہ تمہاری نگرانی فرمائیگا بس میں اب دنیا سے علیحدہ ہونے والا، اور اُسے چھوڑ دینے والا ہوں۔"
گھر میں جو کچھ بھی تھا، وہ راہ خدا میں دے دیا گیا، اور سلاحات مسلمانوں کو ہبہ فرمائے۔
جس رات کی صبح کو انتقال ہوا ہے۔ اُس روز چراغ کا تیل حضرت عائشہؓ نے ایک پڑوسن سے عاریتاً منگوایا تھا، اہلبیت نبویؐ کے پاس دنیا کا اتنا سامان بھی باقی نہ تھا، اور زرہ نبوی ایک یہودی کے پاس ۳۰ صاع جو میں گرو رکھی ہوئی تھی۔[۱]

آخری دن

آخری دن خدا کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے صبح کے وقت حجرۂ مبارک کا پردہ ہٹایا، جو مسجد کی طرف پڑا ہوا تھا، دیکھا، صفیں درست ہیں، مسلمان نماز میں ہیں، تھوڑی دیر تک اس پاک نظارہ کو جو حضور کی پاک تعلیم کا نتیجہ تھا، ملاحظہ فرمایا، اسکے دیکھنے سے چہرہ پر بشاشت اور ہونٹھوں پر مسکراہٹ پیدا ہوئی۔[۲]
صحابہ کا شوق و اضطراب یہ حال ہو گیا تھا، کہ چہرۂ مبارک کی طرف ہی متوجہ ہو جائیں

---

[۱] بخاری عن عائشہؓ صفحہ ۶۴
[۲] بخاری عن انس بن مالکؓ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کے اشارہ سے انہیں تسکین دی؎۱۔ اور آگے بڑھے اور صبح کی نماز ابوبکر صدیق رض کا مقتدی بن کر ادا فرمائی؎۲۔ اس نماز کے بعد پھر دنیا میں آنحضرت پر دوسری فرض نماز کا وقت نہیں آیا؛

نزع کی حالت طاری ہوئی تو پانی کا ایک پیالہ سرہانے رکھا ہوا تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس میں ہاتھ ڈالتے۔ اور چہرہ پر پھیر لیتے تھے؛ چہرہ مبارک کبھی سرخ، کبھی زرد پڑ جاتا تھا، زبان سے فرما رہے تھے؛ لا الہ الا اللہ۔ ان للموت سکرات؎۳۔ اسی حالت میں فاطمہ رض سے فرمایا، بیٹی یہی تو شکنندۂ لذات۔ قاطع آرزوہا و شہوات۔ مفرق جماعات بیوہ گردانندہ زوجات۔ یتیم کنندہ بنین و بنات ہے؛ فاطمہ بتول رض رو پڑیں، تو دست مبارک سے اُن کے آنسو پاک کئے، فرمایا، نہیں، رو نہیں، پھر حسن حسین علیہما السلام (سیدا شباب اہل الجنۃ) کو بلایا، وہ نانا کا یہ حال دیکھ کر رونے لگے آنحضرت صلعم نے دونوں کو چوما اور اُنکی احترام کے بارہ میں وصیت فرمائی، پھر ازواج کو بلایا اور نصائح فرمائیں؛ پھر علی مرتضیٰ رض کو بلایا، انہوں نے سر مبارک اپنی گود میں لے لیا؛ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم باتیں کرتے تھے اور تف مبارک علی رض کے چہرۂ انور پر پڑ رہا تھا، علی رض سے فرمایا؛

"لونڈی، غلام کے بارہ میں خدا کو یاد رکھو، انہیں خوب کھلاؤ، خوب پہناؤ، اُن کے ساتھ ہمیشہ نرمی سے بات کرو، فرمایا، علی، خوب صبر و شکیب سے رہو"

حضرت علی رض باہر چلے گئے، تو عائشہ طیبہ رض نے سر مبارک اپنے زانو پر رکھ لیا، عبدالرحمن رض بن ابی بکر آئے، اُن کے ہاتھ میں تازہ مسواک تھی، وہ مسواک بھی کی، اُس کے بعد زبان مبارک سے نکلا، الصلوٰۃ، الصلوٰۃ، وما ملکت ایمانکم، نماز نماز، اور لونڈی غلام کے حقوق، پھر فرمایا۔ اللھم الرفیق الاعلےٰ؛ اے خدا برترین رفیق؎۴، عائشہ صدیقہ کہتی ہیں، کہ پھر آنکھ کی پتلی

؎۱ بخاری عن انس بن مالک باب مرض النبی صفحہ ۶۱؛ ؎۲ رسائل ارکان اربعہ مولانا بحر العلوم؛

؎۳ بخاری عن عائشہ صفحہ ۶۶؛ ؎۴ بخاری عن عائشہ رض؛

بدل گئی، اور ۱۳ ربیع الاول سنہ ۱۱ ہجری روز دوشنبہ کو بعمر ۶۳ دن ۶۳ سال قمری بوقت چاشت[۲] مطابق ۱ جون ۶۳۲ء[۳] جسم اطہر سے روح انور نے پرواز کیا، انا للہ و انا الیہ راجعون، فاطمہ بتولؑ نے اس حادثہ پر کہا،

یا ابتاہ اجاب ربا دعاہ	پیاری باپ، آپنے دعوت حق کو قبول کیا۔ اور
یا ابتاہ من جنت الفردوس ماواہ	جنت الفردوس میں نزول فرمایا، آہ جبریلؑ کو آپکے
یا ابتاہ الی جبریل ننعاہ[۴]	انتقال کی خبر کون پہنچا سکتا ہے (اب وحی کس پر آئے گی۔ اور جبریل کہاں اُتریگا)،

الٰہی روح فاطمہ کو روح محمدؐ کے پاس پہونچادے، آلٰہی مجھے دیدار رسولؐ سے مسرور بنادے۔ آلہی مجھے اس مصیبت کے ثواب سے تو بے نصیب نہ کر، اور روز محشر کو شفاعت محمدؐ سے محروم نہ رکھ، (آمین)

عائشہ طیبہؓ نے اس ہائلہ پر کہا،

دریغ وہ نبیؐ، جس نے فقر کو غنا پر، اور درویشی کو تونگری پر اختیار کیا،

حیف وہ دین پرور، جو اُمت عاصی کے فکر میں کبھی پوری رات آرام سے نہ سویا،

---

[۱] یہ مسلمہ ہے۔ کہ حج جمعہ کا تھا، یعنی ذی الحج کی پہلی پنجشنبہ کو تھی، اب ذی الحجہ محرم۔ صفر تین مہینے درمیان ہیں، یہ مہینے اگر تیس تیس دن کے تھے۔ تو ۹۰ دن کے بعد ربیع کی پہلی چارشنبہ کو ہو گی۔ اور اس حساب سے دوشنبہ کو ۱۳ تاریخ ہوگی۔ نہ کہ ۱۲۔ اور یہی مختار ہے، اگر ایک مہینہ ۲۹ کا، دو۔ ۳۰ کے ہیں تو ربیع کی پہلی سہ شنبہ کو ہوگی۔ اور دوشنبہ کو ۱۴، جس کا کوئی قائل نہیں۔ اگر تینوں ۲۹ کے ہوں۔ تب دوشنبہ کا دن ۱۶ ربیع کو ہوگا، جس کا کوئی قائل نہیں، پس ان ہر ۳ ماہ کو خواہ۔ ۳۰ کا لو۔ خواہ ۲۹ کا، خواہ دو کو ۲۹ کا۔ خواہ دو کو ۳۰ کا، خواہ ایک کو ۲۹ کا، خواہ ایک کو ۳۰ کا، غرض ۱۲۔ ربیع کو دوشنبہ کا دن کسی طرح نہیں آسکتا، حالانکہ دوشنبہ کا دن سب کے نزدیک متحقق و مسلم ہے۔ ثابت ہؤا۔ انتقال مبارک کی صحیح تاریخ ۱۳۔ ربیع الاول ہے، فقط۔ محمد سلیمان،

[۲] ضحوۃ النہار تاریخ ابوالفدا، [۳] بعمر ۶۱ سال ۱۱ یوم شمسی

[۴] عن انس صحیح بخاری باب مرض النبی،

حسرت نبوی کی صدیقؓ سے القا

جس نے ہمیشہ بڑے استقامت و استقلال سے نفس کے ساتھ محاربہ کیا،

جس نے منہیات کو ذرا بھی نگاہ التفات سے نہ دیکھا،

جسکے ضمیر منیر کے دامن پر مخالفین کے ایذا و اضرار کا ذرہ بھی غبار نہ بیٹھا

جسنے بردا احسان کے دروازے ارباب فقر و احتیاج پر کبھی بھی بند نہ کئے،

آہ ..... جس کے موتی جیسے دانت پتھر سے توڑے گئے،

جس کی پیشانی انور کو زخمی کیا گیا،

جس نے کبھی دو دن برابر نان جویں سیر ہو کر نہ کھائی،

...... وہ

(آج دنیا سے رخصت ہوا[1])

خبر وفات سے صحابہ سراسیمہ و حیران، دیوانہ و سرگردان بن گئے، کوئی جنگل میں نکل بھاگا کوئی ششدر رہ کر جہاں تھا وہیں رہ گیا، عمر فاروقؓ کا یہ حال تھا کہ اُنہیں یقین ہی نہ آتا تھا کہ خدا کے رسولؐ نے انتقال فرمایا،

ابوبکر صدیقؓ گھر میں گئے۔ رُخ انور کو دیکھا۔ منہ سے منہ لگایا، پیشانی کو چوما، اور پھر آنسو بہائے، زبان سے کہا، میرے پدر و مادر حضور پر نثار۔ واللہ اللہ تعالےٰ آپ پر دو موتیں وارد نہ کریگا، یہی ایک موت تھی، جو آپ پر لکھی ہوئی تھی۔ پھر مسجد میں آکر وفات پر آیات کے اعلان کا خطبہ پڑھا[2]۔ فرمایا:۔

خطبۂ صدیقؓ امت

امابعد۔ فمن کان منکم یعبد محمداً فان محمداً قد مات ومن کان منکم یعبد اللہ فان اللہ حیٌّ لا یموت	جو کوئی محمدؐ کی عبادت کرتا تھا۔ وہ سن لے کہ وہ انتقال کر گئے، اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا وہ یاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ دائم و ہمیشہ زندہ ہے۔ اللہ تعالےٰ

[1] مدارج النبوۃ۔ واضح ہو کہ مدت قیام نبوی بعالم دنیوی۔ بائیس ہزار تین سو تیس دن چھ گھنٹے[5] ہے، اور مدت قیام بہ تبلیغ رسالت آٹھ ہزار ایک سو چھپن دن ہے، محمد سلیمان،
۸۱۵۶ ۔۔

[2] صحیح بخاری عن عائشہؓ،

[5] یہ چھ گھنٹہ ۲۲۳۳۱ ویں دن کے تھے۔

قال اللہ و ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل۔ افان مات او قتل انقلبتم علیٰ اعقابکم و من ینقلب علی عقبیہ فلن یضر اللہ شیئا۔ و سیجزی اللہ الشاکرین؛

فرمایا ہے محمد بھی تو ایک رسول ہیں، اُن سے پہلے بہت سے رسول و پیغمبر ہو چکے ہیں، کیا اگر محمدؐ نے وفات پائی یا شہید ہوئے تو تم لوگ اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے اگر بالفرض کوئی شخص پھر بھی جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کو کیا ضرر پہنچا سکتا ہے، اور اللہ تعالیٰ تو شکر گذار (اسلام کے پکے) لوگوں کو اُنکی جزا عطا فرمائیگا؛

علی مرتضیٰؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیتے وقت یہ کہہ رہے تھے:۔

بابی انت و امی لقد انقطع بموتك مالم ینقطع بموت غیرك من النبوۃ والانباء واخبار السماء خصصت حتی صرت مسلیًا عمن سواك و عممت حتی صار الناس فیك سواءً و لولا انّك امرت بالصبر و نھیت عن الجزع لانفدنا علیك ماء الشئون ولکان الداء مماطلا والکمد محالفا وقلا لك ولکنہ مالا یملك ردہ ولا یستطاع دفعہ۔ بابی انت و امی اذکرنا عند ربك و اجعلنا من بالك[1]؛

میرے مادر و پدر آپ پر قربان، آپکی موت سے وہ چیز جاتی رہی جو کسی دوسرے کی موت سے نہ گئی تھی یعنی نبوت اور اخبار غیب اور وحی ہائے آسمانی کا خاتمہ ہو گیا، آپ کی موت ایسا صدمہ عظیم ہو کہ اب سب مصیبتوں سے دل سرد ہو گیا ہو، اور ایسا عام حادثہ ہے کہ سب لوگ اس میں یکساں ہیں، اگر آپنے صبر کیلئے حکم دیا ہوتا، اور رونے دھونے سے منع نہ فرمایا ہوتا، تو ہم آنسوؤں کو آپ پر بہا دیتے پھر بھی یہ درد لاعلاج اور یہ زخم لازوال ہی ہوتا، اور پھر بھی اس مصیبت کے مقابلہ میں یہ حالت کم ہوتی۔ اس غم کا علاج ہی نہیں، اور یہ مصیبت جانے والی ہی نہیں، میرے مادر و پدر قربان پروردگار کے ہاں ہمارا ذکر فرمانا اور ہم کو اپنے دل سے بھول نہ جانا؛

علی مرتضیٰ کی تقریر بوقت غسل

---

[1] نہج البلاغۃ صفحہ ۲۰۵ چاپ السلطنت تبریز سنہ ۱۲۶۷ ہجری۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفنایا گیا، پہلے کنبے والوں نے، پھر مردوں نے، پھر عورتوں نے نماز پڑھی، اس نماز میں امام کوئی نہ تھا۔ حجرہ مبارک چونکہ تنگ تھا، اس لئے دس دس شخص اندر جاتے تھے، جب وہ نماز سے فارغ ہو کر باہر آتے اور دس اندر جاتے تھے، یہ سلسلہ لگاتار جاری رہا۔ اسی لئے تدفین مبارک شب چار شنبہ کو (قریباً ۳۲ گھنٹہ بعد از انتقال) عمل میں آئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ میں یہ دعا پڑھی جاتی تھی:-

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَبَّیْکَ وَسَعْدَیْکَ صلوۃ اللہ البر الرحیم والملٰئکۃ المقربین وَالنَّبِیِّیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ والصالحین وما سبح لک من شئ یا رب العالمین علی محمد بن عبد اللہ خاتم النبیین وسید المرسلین وامام المتقین ورسول رب العالمین الشاھد البشیر الداعی باذنک السراج المنیر وبارک علیہ وسلم۔

باب

(خلق محمدی صلے اللہ علیہ وسلم)

جو واقعات لکھے جا چکے ہیں۔ اُن سے مختصر طور پر اُن مشکلات کا اندازہ بخوبی ہوتا ہے جن کا سامنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نبوت کے اظہار، اپنی تعلیم کی اشاعت، اور اُس تعلیم کے قبول کرنے والوں کی حفاظت میں کرنا پڑا!

ایک ایسے ملک میں جہاں کوئی حکومت اور قانون نہ ہو، جہاں خونریزی اور قتل معمولی بات ہو جہاں کے باشندے وحشت اور غارتگری میں درندوں کے مشابہ جہالت اور لایعقلی میں

۱؎ اصول کافی صفحہ ۲۸۶ باب مولد النبی؛ ۲؎ مدارج النبوۃ؛

انعام سے بدتر ہوں، ایک ایسے دعویٰ کا پیش کرنا جو تمام ملک کے نزدیک عجیب۔ اور جملہ قبائل میں مخالفت کی فوری آگ لگا دینے والا ہو، کچھ آسان نہ تھا۔ پھر اس دعوے کا ایسی حالت میں سرسبز ہونا کہ کروڑوں اشخاص کی انتہائی مخالفت اس کے ملیا میٹ کرنے پر دل سے جان سے زر سے مال سے سالہا سال متفق رہی ہو، بالکل تائید ربانی کا ثبوت ہے؛

گزشتہ واقعات کے ضمن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و محاسن صفات و محامد کی چمک ایسی نمایاں ہے، جیسے ریت میں کندن، اور ان واقعات ہی سے یہ پتہ لگتا ہے کہ مفلوکی و بیچارگی اور قوۃ و سطوۃ کی متضاد حالتوں میں یکساں سادگی و غربت کے ساتھ زندگی پورا کرنے والا صرف وہی ہو سکتا ہے جسکے دل پر ناموس الٰہی نے قبضہ کر لیا، اور اسی علائق دنیوی سے پاک کر دیا ہو؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے مبارک واقعات ہر ملک اور ہر طبقہ کے فرد اور جماعتوں کیلئے بہترین نمونہ اور مثال ہیں، اس باب کی تحت میں میں مختصر طور پر آنحضرتؐ کے اخلاق کا جو علمنی ربی فاحسن تادیبی کا مصداق ہیں ذکر کروں گا؛

خُلق محمدی ایسا لفظ ہے، کہ اب بہترین بزرگوں کے عادات و اخلاق، اطوار و شمائل کے اظہار کے لئے مشبہ بہ بن گیا ہے؛

میں اس جگہ کمالات نبوت اور خصوصیات نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا ذکر نہیں کرونگا صرف وہ سادہ حالات لکھنے مقصود ہیں، جن کو کوئی سعادتمند ازلی اپنے لئے نمونہ بنا سکتا ہے؛

وَلَکُمْ فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ؛ تمہارے لئے رسول اللہ کا بہترین نمونہ موجود ہے؛

سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُمّی تھے، لکھنا پڑھنا نہ جانتے تھے۔ اور بعثت نبوت کے زمانہ تک کسی عالم کی صحبت بھی میسر نہ ہوئی تھی؛

عرب کے فنون فضیلت

تیر افگنی، شہسواری، نیزہ بازی۔ سجع گوئی، قصیدہ خوانی، نسب دانی اس زمانہ کے ایسے فنون تھے جنھیں شریف خاندان کا ہر ایک نوجوان حصول شہرت اور عزت کیلئے ضرور سیکھ لیا کرتا تھا اور جن کے بغیر کوئی شخص ملک اور قوم میں کوئی عزت یا امتیاز حاصل نہ کر سکتا تھا، نبی صلعم نے

ان فنون میں سے کسی کو بھی (اکتساباً) حاصل نہ کیا تھا، اور نہ کسی پر اپنی دلچسپی کا اظہار کیا تھا:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت فرنچ پروفیسر سیڈیو لکھتا ہے:-

آنحضرتؐ خندہ رو، ملنسار، اکثر خاموش رہنے والے، بکثرت ذکر خدا کرنے والے، لغویات سے دور، بیہودہ پن سے نفور، بہترین رائے، بہترین عقل والے تھے:

انصاف کے معاملے میں قریب بعید آنحضرتؐ کے نزدیک برابر ہوتا تھا، مساکین سے محبت فرمایا کرتے، غربا میں رہکر خوش ہوتے، کسی فقیر کو اس کی تنگدستی کی وجہ سے حقیر نہ سمجھا کرتے اور کسی بادشاہ کو بادشاہی کی وجہ سے بڑا نہ جانتے، اپنے پاس بیٹھنے والوں کی تالیف قلوب کرتے، جاہلوں کی حرکات پر صبر فرمایا کرتے، کسی شخص سے خود علیحدہ نہ ہوتے، جبتک کہ وہی نہ چلا جائے، صحابہ سے کمال محبت فرمایا کرتے، سفید زمین پر بلا کسی مسند و فرش کے نشست فرمایا کرتے، اپنے جوتہ کو خود گانٹھ لیتے، اپنے کپڑے کو خود پیوند لگا لیتے تھے،[1] دشمن اور کافر سے بکشادہ پیشانی ملا کرتے تھے[1]:

حجۃ الاسلام غزالیؒ لکھتے ہیں:-

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مویشی کو چارا خود ڈال دیتے، اونٹ کو باندھتے، گھر میں صفائی کر لیتے، بکری دوہ لیتے، خادم کے ساتھ بیٹھ کر کھا لیتے، خادم کو اُس کے کام کلج میں مدد دیتے بازار سے چیز خود جاکر خرید لیتے، خود اُسے اٹھا لاتے، ہر ادنی و اعلی خورد و بزرگ کو سلام پہلے کر دیا کرتے، جو کوئی ساتھ ہو لیتا، اُسکے ہاتھ میں ہاتھ دیکر چلا کرتے، غلام و آقا، حبشی ترکی میں ذرا تفاوت نہ کرتے، رات دن کا لباس ایک ہی رکھتے، کیسا ہی کوئی حقیر شخص دعوت کے لئے کہتا، قبول فرما لیتے، جو کچھ کھانا سامنے رکھ دیا جاتا، اُسے برغبت کھاتے، رات کے کھانے میں سے صبح کیلئے، اور صبح کے کھانے میں سے شام کیلئے اُٹھا نہ رکھتے، نیک خو، کریم الطبع، کشادہ رو تھے، مگر ہنستے نہ تھے۔

[1] خلاصہ تاریخ العرب پروفیسر سیڈیو صفحہ ۴۴، [2] شفاء عیاض صفحہ ۱۲۱۔

اندوہگین تھے، مگر ترشرو نہ تھے؛
متواضع جس میں وناءت نہ تھی؛
باہیبت؛ جس میں درشتی نہ تھی؛
سخی تھے؛ مگر اسراف نہ تھا؛
ہر ایک پر رحم فرمایا کرتے، کسی سے کچھ طمع نہ رکھتے، سر مبارک کو جھکائے رکھتے تھے؛[1]

حکیم الامۃ شاہ ولی اللہ رح لکھتے ہیں :۔

جو کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یکبارگی آجاتا، وہ ہیبت زدہ ہوجاتا؛ اور جو کوئی پاس آبیٹھتا وہ فدائی بن جاتا؛[2]

کُنبہ والوں اور خادموں پر بہت زیادہ مہربان تھے، انس رضی اللہ عنہ نے دس سال تک خدمت کی؛ اس عرصہ میں انہیں کبھی اُف (ہوںھ) تک نہ کہا؛ زبان مبارک پر کبھی کوئی گندی بات یا گالی نہیں آتی تھی، کسی پر لعنت کیا کرتے، دوسرے کی اذیت وآزار پر نہایت صبر کیا کرتے؛ خلق خدا پر نہایت رحمت فرماتے؛ ہاتھ یا زبان مبارک سے کبھی کسی کو شر نہ پہنچا کُنبہ کی اصلاح، اور قوم کی درستی پر نہایت توجہ فرماتے؛ ہر شخص اور ہر چیز کی قدر ومنزلت سے آگاہ تھے؛ آسمانی بادشاہت کی جانب ہمیشہ نظر لگائے رکھتے تھے؛[3]

صحیح بخاری میں ہے :۔

آنحضرت ؐ مطیع کو بشارت پہنچاتے؛ عاصی کو ڈر سناتے؛ بیخبروں کی پناہ تھے؛ خدا کے بندہ ورسول، جملہ کاروبار کو اللہ پر چھوڑ دینے والے نہ درشت خو، نہ سخت گو، چیخ کر نہ بولتے؛ بدی کا بدلہ ویسا نہ لیتے؛ معافی مانگنے والے کو معاف فرمایا کرتے، گناہگار کو بخش دیتے؛ اُن کا کام کجی ہائے مذاہب کو درست کردینا ہے؛ اُنکی تعلیم اندھوں کو آنکھیں؛ بہرہ کو کان دیتی؛ غافل

---

[1] کیمیائے سعادت مصنفہ امام غزالی رح (المتوفی ۵۰۵ھ) صفحہ ۲۸۰ مطبوعہ نول کشور ۱۸۸۲ء؛
[2] یہ فقرہ سیدنا علی مرتضیٰ رض کے کلام کا ترجمہ ہے؛ فرماتے ہیں من راٰہ بدیھۃ ھابہ ومن خالطہ محبۃ عشقہ
[3] حجۃ البالغہ۔ صفحہ ۳۸۵؛

دلوں کے پردے اُٹھا دیتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک خوبی سے آراستہ، جملہ اخلاق فاضلہ سے متصف، سکینہ اُن کا لباس، نکوئی اُن کا شعار، تقویٰ اُن کا ضمیر، حکمت اُن کا کلام عدل اُنکی سیرت ہے، اُنکی شریعت سراپا راستی، اُن کا ملت اسلام، ہدایت اُنکی رہ نما ہے؛ وہ ضلالت کو اُٹھا دینے والے، گمناموں کو رفعت بخشنے والے، مجہولوں کو نامور کر دینے والے قلت کو کثرت، اور تنگ دستی کو غنا سے بدل دینے والے ہیں۔[۱]

سکوت اور کلام

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اکثر خاموش رہا کرتے تھے؛ بلا ضرورت کبھی گفتگو نہ فرمایا کرتے آنحضرت نہایت شیریں کلام اور بکمال فصیح تھے۔ کلام میں آورد ذرا نہ تھی۔ گفتگو ایسی دلآویز ہوتی تھی کہ سننے والے کے دل و روح پر قبضہ کر لیتی تھی۔ آنحضرتؐ کا یہ وصف ایسا مسلمہ تھا کہ مخالف بھی اسکی شہادت دیتے تھے؛ اور جاہل دشمن اسی کا نام سحر و جادو رکھا کرتے؛ سلسلہ سخن ایسا مرتب ہوتا تھا، جس میں لفظاً معناً کوئی خلل نہ ہوتا۔ الفاظ ایسی ترتیب سے ادا فرمایا

---

[۱] یسعیاہ نبی کی کتاب کا ۴۲ باب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے۔ اس باب کے مندرجہ ذیل درس ناظرین اس جگہ ملاحظہ کریں؛ دیکھو میرا بندہ جسے میں سنبھالتا۔ میرا برگزیدہ جس سے میرا جی راضی ہے؛ میں نے اپنی روح اس پر رکھی۔ وہ قوموں کے درمیان عدالت جاری کرائیگا؛ ۲۔ وہ نہ چلائیگا؛ اور اپنی صدا بلند نہ کریگا؛ اور اپنی آواز بازاروں میں نہ سنائیگا۔ ۳۔ وہ مسلے ہوئے سینٹھے کو نہ توڑیگا۔ اور دھکتی ہوئی بتی کو نہ بجھائیگا؛ وہ عدالت کو جاری کرائیگا؛ کہ دائم رہے؛ ۴۔ اُس کا زوال نہ ہوگا اور نہ مسلا جا دیگا؛ جبتک راستی کو زمین پر قائم نہ کرے؛ اور بحری ممالک اُسکی شریعت کی راہ تکیں؛ ۵۔ خداوند خدا جو آسمانوں کو خلق کرتا اور اُنہیں تانتا جو زمین کو اور انہیں جو اُس سے نکلتے ہیں پھیلاتا؛ اور ان لوگوں کو جو اُس پر ہیں سانس دیتا اور ان کو جو اُس پر چلتے ہیں روح بخشتا؛ یوں فرماتا ہے؛ ۶۔ میں خداوند نے تجھے صداقت کیلئے بلایا؛ میں ہی تیرا ہاتھ پکڑونگا اور تیری حفاظت کرونگا؛ اور لوگوں کے عہد اور قوموں کے نور کیلئے تجھے دونگا؛ ۷۔ کہ تو اندھوں کی آنکھیں کھولے اور بند ہوؤں کو قید سے نکالے؛ اور اُن کو جو اندھیرے میں بیٹھے ہیں؛ قید خانے سے چھڑا دے؛" تمام باب ملاحظہ طلب ہے پادری ان الفاظ کو مسیح کیلئے کہتے ہیں لیکن یہ الفاظ تو اس کے حق میں ہیں؛ جسے خدا کہتا ہے "میرا بندہ" اور پادریوں کو انکار ہے اور اقرار نہیں؛ کہ مسیح خدا کا بندہ تھا؛ علاوہ ازیں درس ۱۱ میں بیابان عرب کا ذکر ہے؛ اور قیدار کا نام موجود ہے جو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے دادا کا نام ہے اہل سلع کا ذکر ہے۔ جو مدینہ طیبہ کا قدیم نام ہے اور مدینہ کے اندر جو پہاڑی ہے وہ اب تک اسی نام سے موسوم ہے؛ درس ۱۳ میں اس موعود کا جنگی مرد ہونا بیان کیا گیا ہے؛ درس ۱۷ میں ذکر ہے۔ کہ بت پرستوں کو اُس سے ذلت و پشیمانی حاصل ہوگی وغیرہ وغیرہ۔ یہ جملہ علامات ایسی ہیں جو مسیح علیہ السلام پر صادق نہیں؛ اور حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے خصوصیت رکھتی ہیں۔ کعب احبار اس مقام کو خاص آنحضرت کیلئے ہی بتلایا کرتے تھے؛

کرتے کہ اگر سننے والا چاہے، تو الفاظ کا شمار کر سکتا تھا۔

ہنسنا رونا | نبی صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کھل کھلا کر ہنسا نہ کرتے تھے۔ تبسم ہی آپ کا ہنسنا تھا۔

نماز تہجد میں بسا اوقات آنحضرت رو پڑا کرتے۔

کبھی کسی مخلص کے مرنے پر آب دیدہ ہو جاتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ابراہیم سلام اللہ علیہ دودھ پیتے میں گزر گئے تھے۔ جب انہیں قبر میں رکھا گیا تو حضورؐ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ فرمایا۔

قد معۃ العین ویحزن القلب ولانقول الا ما یرضی ربنا وانا علیک یا ابراہیم لمحزونون۔

آنکھوں میں نم ہے، دل میں غم ہے، پھر بھی ہم وہی بات کہتے ہیں جو ہمارے پروردگار کو پسندیدہ ہے ابراہیم! ہم کو تیری وجہ سے رنج ہوا۔

ایک دفعہ اپنی نواسی سانس توڑتی (دختر زینب) کو گود میں اٹھایا، اس وقت حضورؐ کی آنکھوں میں پانی بھر آیا، سعدؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) یہ کیا، فرمایا یہ وہ رحمدلی ہے جو خدا اپنے بندوں کے دلوں میں بھر دیتا ہے، اور اللہ بھی اپنے انہیں بندوں پر رحم کریگا جو رحمدل ہیں۔ (بخاری عن اسامہ بن زید، کتاب الایمان والنذور)

ایک دفعہ ابن مسعودؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید سنا رہے تھے۔ جب وہ اس آیت پر پہنچے:

فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید وجئنا بک علی ھؤلاء شہیدا

تب کیسی ہوگی جب ہر ایک امت پر خدا ایک ایک گواہ کھڑا کریگا اور آپکو ہم سب امتوں پر شہادت کیلئے کھڑا کرینگے

فرمایا۔ بس۔ ٹھہرو۔ ابن مسعودؓ نے آنکھ اٹھا کر دیکھا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے پانی جاری تھا۔ (بخاری عن ابن مسعودؓ)

غذا کے متعلق ہدایت | رات کو بھوکا سونے سے منع فرماتے، اور ایسا کرنے کو بڑھاپے کا سبب فرماتے[۱]، کھانا کھاتے ہی سو جانے سے منع فرمایا کرتے[۲]۔

---

[۱] زاد المعاد، جلد ا صفحہ ۴۰، [۲] زاد المعاد، جلد ۲ صفحہ ۸، [۳] زاد المعاد، جلد ۲ صفحہ ۸۷۔ بحوالہ نعیم۔

امراض متعدی سے بچاؤ

تقلیل غذا کی رغبت دلایا کرتے، فرمایا کرتے کہ معدہ کا ایک تہائی حصہ کھانے کیلئے ایک تہائی پانی کے لیے، ایک تہائی حصہ خود معدہ کے لئے چھوڑ دینا چاہئے[۵۱]۔

پھلوں، ترکاریوں کا استعمال اُن کی مُصلح چیزوں کے ساتھ فرمایا کرتے[۵۲]۔

مرض و مریض متعدی امراض سے بچاؤ رکھتے، اور تندرستوں کو اس سے محتاط رہنے کا حکم دیا کرتے[۵۳]، بیمار کو طبیب حاذق سے علاج کرانے کا ارشاد فرماتے[۵۴]، اور پرہیز کرنے کا حکم[۵۵] دیتے۔

طبیب نادان نادان طبیب کو طبابت سے منع کیا کرتے، اور اُسے مریض کے نقصان کا ذمہ دار ٹھہراتے[۵۶]۔

حرام اشیاء کو بطور دوا استعمال کرنے سے نہی فرماتے، ارشاد فرماتے، اللہ نے حرام چیزوں میں تمہارے لئے شفاء نہیں رکھی[۵۷]۔

عیادت بیماران صحابہؓ سے جو کوئی بیمار ہو جاتا اُسکی عیادت فرمایا کرتے، عیادت کے وقت مریض کے قریب بیٹھ جاتے، بیمار کو تسلی دیتے، لاباس طہور (یا کفارہ) انشاء اللہ فرمایا کرتے مریض کو پوچھ لیتے، کہ کس چیز کو دل چاہتا ہے، اگر وہ شئے اُسکے مضر نہ ہوتی، تو اُس کا انتظام کر دیا کرتے، ایک یہودی لڑکا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا۔ اُسکی عیادت کو بھی تشریف لے گئے[۵۸]۔

علاج حالت مرض میں دوا کا استعمال فرمایا، اور لوگوں کو علاج کرنیکا ارشاد فرماتے:۔

---

۵۱ زاد۔ جلد ۲ صفحہ ۷ ۵۲ زاد ج ۲ صفحہ ۳۵

۵۳ زاد المعاد جلد ۲ صفحہ ۵۰ بہ تمسک حدیث صحیح مسلم عن جابر بن عبداللہ و صحیح بخاری تعلیقاً من حدیث ابی ہریرہ و صحیحین عن حدیث ابی ہریرہ۔ واضح ہو کہ ترمذی کی حدیث "اخذ بید مجذوم" کی بابت ابن القیم کہتے ہیں کہ اس کی صحت ثابت نہیں ہوتی۔ ابی ہریرہ کی حدیث لاعدوی ولا طیرہ صحیح میں ہے۔ مگر خود ابوہریرہؓ کو اس حدیث کی بابت شک سا ہو گیا تھا۔ اور انہوں نے اس حدیث کی روایت کو ترک کر دیا تھا۔ افادات ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ

۵۴ زاد جلد ۲ صفحہ ۴۶ ۵۵ زاد جلد ۲ صفحہ ۳۵ ۵۶ زاد جلد ۲ صفحہ ۴۷

۵۷ زاد جلد ۲ صفحہ ۵۳ بحوالہ بخاری عن ابن مسعود

۵۸ زاد۔ جلد ۱ صفحہ نمبر ۱۴۲

یاعباد اللہ تداووا۔ فان اللہ عزوجل لم یضع داء الا وضع لہ شفاء غیر داءٍ واحدٍ قالوا ما ھو۔ قال الھرم[1]	اے بندگان خدا دوا کیا کرو، کیونکہ خدا نے ہر مرض کی شفا مقرر کی ہے بجز ایک مرض کے، لوگوں نے پوچھا وہ کیا ہے؟ فرمایا، کھوسٹ بڑھاپا،

خطبہ خوانی زمین یا منبر پر کھڑے ہو کر، یا شتر و ناقہ پر سوار ہو کر خطبہ فرمایا کرتے، جس کا آغاز تشہد سے اور اختتام استغفار پر ہوا کرتا، قرآن مجید اس خطبہ میں ضرور ہوتا، اور قواعد اسلام کی تعلیم اس خطبہ میں دی جایا کرتی تھی،

کان یخطب فی کل وقت بما تقتضیہ حاجۃ المخاطبین و مصلحتھم (زاد۔ جلد ۱۔ صفحہ ۴۹)	خطبہ میں وہ باتیں ضرور بیان کی جاتی تھیں جنکی سردست مسلمانوں کو ضرورت ہوتی اور وقت و ضرورت کے اعتبار سے خطبہ میں سب کچھ بیان ہوا کرتا،

ایسے خطبے جمعہ کے دن ہی پر موقوف نہ ہوتے، بلکہ جب ضرورت اور موقعہ ہوتا، تب ہی لوگوں کو کلام پاک سے مستفید فرما دیا کرتے تھے،

خطبہ کے وقت ہاتھ میں کبھی عصا ہوتا، کبھی کمان، ان پر اثنائے تقریر میں ٹیک بھی لگا لیا کرتے تھے، خطبہ کے وقت تلوار کبھی ہاتھ میں نہ ہوتی تھی۔ نہ اُس پر ٹیک لگایا کرتے،

علامہ ابن القیم کہتے ہیں "جاہلوں کا قول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تلوار لیکر کھڑے ہوا کرتے تھے۔ گویا اشارہ یہ تھا کہ دین بزور شمشیر قائم کیا گیا ہے" علامہ کہتے ہیں، جہال کا یہ قول غلط ہے۔ (۱) تلوار پر خطبہ میں ٹیک لگانا ثابت نہیں، (۲) خطبہ خوانی کا آغاز مدینہ میں ہوا تھا، اور مدینہ بذریعہ قرآن فتح ہوا تھا، نہ بذریعہ تلوار، پھر علامہ موصوف یہ بھی بتلاتے ہیں، کہ دین تو وحی سے قائم ہوا ہے[2]،

صدقہ و ہدیہ صدقہ کی کوئی چیز ہرگز استعمال نہ کرتے، البتہ ہدیہ قبول فرماتے، مخلصین صحابہ نیز عیسائی اور یہودی جو چیزیں تحفۃً بھیجتے، اُنہیں قبول فرما لیتے، اُن کیلئے

[1] زاد، جلد ۲، صفحہ ۵۔ بحوالہ مسند امام احمدؒ المتوفی ۲۴۱ھ،

[2] زاد جلد ۱ صفحہ ۴۹،

خود بھی تحفے ارسال فرماتے، مگر مشرکین کے ہدایا لینے سے انکار فرماتے،

مقوقس یعنی شاہ مصر کے بھیجے ہوئے خچر پر حضورؐ نے سواری فرمائی، اور جنگ حنین کے دن وہی خچر آنحضرتؐ کی سواری میں تھا۔ لیکن عامر بن مالک کے بھیجے ہوئے گھوڑے کو قبول کرنے سے انکار فرمادیا، اور ارشاد کیا، کہ ہم مشرک سے ہدیہ قبول نہیں کرتے،[۱]

جو قیمتی تحائف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا کرتے اکثر اوقات انہیں آنحضرتؐ اپنے صحابہ پر تقسیم فرمادیا کرتے،

اپنی تعریف اپنی ایسی تعریف جس سے کسی دوسرے نبی کی کمی نکلتی پسند نہ فرمایا کرتے، اور ارشاد کرتے،

لاتخیروا بین الانبیاء (بخاری عن ابوسعید خدری) نبیوں کے ذکر میں ایسی طرز اختیار نہ کرو کہ ایک کی دوسرے کے مقابلہ میں کمی نکلتی ہو۔

ایک بیاہ میں تشریف لےگئے، وہاں چھوٹی چھوٹی لڑکیاں اپنے بزرگوں کے تاریخی کارنامے گارہی تھیں، انہوں نے یہ بھی گایا، کہ ہمارے درمیان ایسا نبی ہے، جو کل (فردا) کی بات آج بتادیتا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ یہ نہ کہو، جو پہلے کہتی تھیں، وہی کہے جاؤ،[۲]

اظہار حقیقت یا خوش عقیدہ پن کی اصلاح سیدنا ابراہیم فرزند رسولؑ کا انتقال ہو گیا، اُس روز سورج گرہن بھی ہوا۔ لوگ کہنے لگے، کہ ابراہیم کی موت کی وجہ سے سورج بھی گہنا یا گیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے مجمع میں خطبہ پڑھا، اور فرمایا، سورج، چاند، کسی کے مرنے یا جینے پر نہیں گہنایا کرتے،[۳]

مصلحت عامہ کا لحاظ جب قریش نے اسلام سے پہلے کعبہ کی عمارت بنائی، تو انہوں نے کچھ تو عمارات ابراہیمی میں سے اندر کی جگہ باہر چھوڑ دی، پھر کرسی اتنی اونچی رکھی کہ زینہ لگانا پڑے اور بیت اللہ میں دروازہ بھی صرف ایک ہی رکھا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک روز عائشہ

[۱] زاد جلد ۲ صفحہ ۱۶۱ [۲] صحیح بخاری عن ربیع بنت معوذ، [۳] بخاری عن مغیرہ بن شعبہ۔

طلبہؓ سے فرمایا، کہ

لولا ان قومك حديث عهدهم بكفر لنقضت الكعبة فجعلت لها بابين باب يدخل الناس وباب يخرجون منه[1]

قریش کو مسلمان ہوئے تھوڑے ہی دن ہوئے ہیں ورنہ میں اس عمارت کو گرا دیتا۔ کعبہ میں دو دروازے رکھتا، ایک آنے کا ایک جانے کا،

(۲) جب منافقین کے شرانگیز افعال و حرکات حد سے بڑھ گئے، تو عمر فاروقؓ نے عرض کیا، کہ انہیں قتل کر دینا چاہئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نہیں (بیخبر) لوگ کہینگے کہ محمدؐ اپنے دوستوں کو قتل کرنے لگا،

بشریّت و رسالت نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان احکام و اعمال کو جو شان رسالت سے ظاہر ہوتے اُن افعال و اقوال سے جو بطور بشریّت صادر ہوتے، ہمیشہ نمایاں طور پر علیحدہ علیحدہ دکھلانے کی سعی فرماتے،

(۱) ایک دفعہ فرمایا، میں بشر ہوں، میرے سامنے جھگڑے آتے ہیں، بعض شخص دوسرے فریق سے اپنے مدعا کو بہتر طریق پر ادا کرنے والا ہوتا ہے، جس سے گمان ہو جاتا ہے، کہ وہ سچا ہے، اور میں اُسی کے حق میں فیصلہ کر دیتا ہوں۔ پس اگر کسی شخص کو کسی مسلمان کے حصہ میں سے اُس فیصلہ کے بموجب کچھ ملتا ہو، تو وہ سمجھ لے، کہ یہ ایک آگ کا ٹکڑہ ہے۔ اب خواہ لے، خواہ چھوڑ دے[2]،

(۲) بریرہ لونڈی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مغیث اُسکے شوہر کی سفارش کی، جس سے وہ بوجہ آزادی (حریّت) علیحدہ ہو چکی تھی، بریرہ نے پوچھا، یارسول اللہ، کیا آپ حکم دے رہے ہیں۔ فرمایا، نہیں میں سفارش کرتا ہوں، وہ بولی مجھے مغیث کی حاجت نہیں[3]۔

---

[1] بخاری عن ابن زبیر عن عائشۃ، امام بخاری نے اس حدیث کا باب ان الفاظ میں لکھا ہے: باب من ترك بعض الاختیار مخافۃ ان یقصر فھم بعض الناس، یہ باب کتاب العلم میں ہے،

[2] بخاری عن ام سلمۃ، کتاب المظالم،

[3] بخاری عن ابن عباس کتاب الطلاق۔

اہل مدینہ نر کھجور کا بور مادہ کھجور پر ڈالا کرتے تھے؛ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اس کی کیا ضرورت ہے؛ اہل مدینہ نے یہ عمل چھوڑ دیا؛ نتیجہ یہ ہوا، کہ پھل درختوں پر کم لگا؛ لوگوں نے اس بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی؛ فرمایا؛ دنیا کے کام تم مجھ سے زیادہ جانتے ہو جب میں کوئی کام دین کا بتلایا کروں تو اس کی پیروی کیا کرو۔[1]

بچوں پر شفقت بچوں کے قریب سے گزر فرماتے؛ تو اُن کو خود السلام علیکم کہا کرتے؛ اُن کے سر پر ہاتھ رکھتے؛ اُنھیں گود میں اُٹھا لیتے؛

بوڑھوں پر عنایت فتح مکہ کے بعد ابو بکر صدیقؓ اپنے بوڑھے ضعیف۔ فاقد البصر باپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیعت اسلام کرانے کے لئے لائے؛ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم نے بوڑھے کو کیوں تکلیف دی؛ میں خود ان کے پاس چلا چلتا؛

ارباب فضل کی قدر و منزلت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو جو خندق میں سخت زخمی ہوگئے تھے یہودیان بنو قریظہ نے اپنا حَکَم اور منصف تسلیم کرکے بُلایا تھا؛ جب وہ مسجد تک پہنچے؛ تو آپ نے اپنے صحابہ سے جو قبیلہ اوس کے تھے؛ فرمایا؛ قوموا الی سیدکم (اپنے سردار کی پیشوائی کو جاؤ) لوگ گئے۔ اُن کو آگے بڑھ کر لے آئے؛

(۲) حسان بن ثابتؓ اسلام کی تائید؛ اور مخالفین کے جواب میں اشعار نظم کرکے لاتے تو ان کیلئے مسجد نبویؐ میں منبر رکھ دیا جاتا؛ جس پر چڑھ کر وہ اشعار پڑھا کرتے تھے؛

خادم کے لئے دُعا انس بن مالکؓ نے دس سال تک مدینہ میں آنحضرتؐ کی خدمت کی۔ اس عرصہ میں کبھی اُن سے یہ نہ کہا؛ کہ یہ کام کیوں کیا؛ یہ کیوں نہ کیا؛ ایک روز اُن کے حق میں دُعا فرمائی اللھم اکثر مالہ وولدہ وبارک لہ ما اعطیتہ۔ الٰہی اسے مال بھی بہت دے، اور اولاد بھی بہت دے اور جو کچھ اسے عطا کیا جائے؛ اس میں برکت بھی دے۔[2]

ادب و تواضع (۱) مجلس میں کبھی پاؤں پھیلا کر نہ بیٹھتے؛ (۲) جو کوئی مل جاتا۔ اُسے سلام پہلے خود

---

[1] بخاری عن انسؓ کتاب الاستیذان؛ [2] عن انس۔ بخاری کتاب الدعوات،

کردیتے؛ (۳) مصافحہ کے لئے خود پہلے ہاتھ پھیلا دیتے۔ (۴) صحابہ کو کنیت کے نام سے پکارتے (عرب میں عزت سے بلانے کا یہی طریق ہے)۔ (۵) کسی کی بات کبھی قطع نہ فرماتے (۶) اگر نماز نفل میں ہوتے، اور کوئی شخص پاس آبیٹھتا، تو نماز کو مختصر فرما دیتے، اور اس کی ضرورت پوری کر دینے کے بعد پھر نماز میں مشغول ہوتے۔ (۷) اکثر متبسم رہتے؛ (۸) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ناقہ کا نام عضبا تھا؛ کوئی جانور اس سے آگے نہیں بڑھ سکا تھا؛ ایک اعرابی اپنی سواری پر آیا، اور عضبا سے آگے نکل گیا؛ مسلمانوں کو یہ بہت ہی شاق گزرا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

ان حقاً علی اللہ عزوجل ان لا یرفع شیئاً من الدنیا الا وضعہ ۱	دنیا میں خدا کی سنت یہی ہے کہ کسی کو اونچا اٹھاتا ہے۔ تو اسے نیچا بھی دکھاتا ہے۔

(۹) ایک شخص آیا، اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یا خیر البریہ (برترین خلق) کہہ کر بلایا، نبی صلعم نے فرمایا۔ ذاک ابراہیم۔ یہ شان تو ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے ۲۔

(۱۰) ایک شخص حاضر ہوا، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت سے لرز گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ھون علیك۔ فانی لست بملك۔ انما انا ابن امراۃ من قریش۔ تاکل القدید ۳	کچھ پروانہ کرو، میں بادشاہ نہیں ہوں میں قریش کی ایک غریب عورت کا فرزند ہوں، جو سوکھا گوشت کھایا کرتی تھی

شفقت و رافت

عائشہ صدیقہ رضی کہتی ہیں، کوئی شخص بھی اچھے خلق میں آنحضرت جیسا نہ تھا؛ خواہ کوئی صحابی بلاتا؛ یا گھر کا کوئی شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسکے جواب میں لبیک (حاضر) ہی فرمایا کرتے ۴۔

(۲) عبادت نافلہ چھپ کر ادا فرمایا کرتے تاکہ اُمت پر اس قدر عبادت کا کرنا شاق نہ ہو۔

(۳) جب کسی معاملہ میں دو صورتیں سامنے آتیں، تو آسان صورت کو اختیار فرماتے ۵۔

(۴) اللہ پاک کے ساتھ معاہدہ کیا، کہ جس کسی شخص کو میں گالی دوں، یا لعنت کروں

۱ ماخوذ از شفاء صفحہ ۵۴؛ ۲ صحیح بخاری؛ ۳ صحیح بخاری۔ غرباء خشک گوشت کھایا کرتے تھے۔
۴ شفاء صفحہ ۵۳؛ ۵ صحیح بخاری عن عائشہ رضی۔

وہ گالی اور لعنت اُس کے حق میں گناہوں کا کفارہ، رحمت و بخشش اور قرب کا ذریعہ بنا دی جائے[1]۔

(۵) فرمایا ایک دوسرے کی باتیں مجھے نہ سنایا کرو، میں چاہتا ہوں کہ دنیا سے جاؤں تو سب کی طرف سے صاف سینہ جاؤں[2]۔

(۶) وعظ و نصیحت کبھی کبھی فرمایا کرتے، تاکہ لوگ اُکتا نہ جائیں[3]۔

(۷) ایکبار سورج گرہن ہُوا، نماز کسوف میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم روتے تھے۔ اور دعا میں فرماتے تھے:۔

رب الم تعدنی ان لا تعذبھم وانا فیھم وھم یستغفرون ونحن نستغفرک[4]

اے پروردگار تو نے وعدہ فرمایا ہے کہ ان لوگوں کو (بصورت) عذاب دیا جائیگا (۱) جبتک میں انکے درمیان موجود ہوں (۲) جبتک استغفار کرتے رہیں۔ اب ای خدا میں موجود ہوں۔ اور سب استغفار بھی کر رہے ہیں۔

(۸) لکل نبی دعوۃ یدعو بھا فاستجیب لھا فجعلت دعوتی شفاعۃ لامتی یوم القیامۃ[5]

ہر ایک نبی کیلئے ایک ایک دعا تھی، وہ مانگتے رہے اور دعا قبول ہوتی رہی، میں نے اپنی دعا کو اپنی امت کی شفاعت روز قیامت کیلئے محفوظ رکھا ہے۔

عدل و رحم اگر دو شخصوں کے درمیان جھگڑا ہوتا تو عدل فرماتے۔ اور اگر کسی شخص کا نفس مبارک کے ساتھ کوئی معاملہ ہوتا، تو رحم فرماتے۔

(۱) فاطمہ نام ایک عورت نے مکہ میں چوری کی، لوگوں نے اُسامہؓ سے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بہت پیارے تھے، سفارش کرائی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تم حدود الٰہی میں سفارش کرتے ہو، سنو، اگر فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی ایسا کرتی، تو میں حد جاری کرتا[6]۔

(۲) سواد بن عمرؓ کہتے ہیں، کہ وہ ایک روز آنحضرتؐ کے سامنے درس کا رنگین کپڑا پہن کر گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خط خط فرمایا، اور چھڑی سی اُنکے شکم میں چوکا بھی دیا، میں نے کہا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو قصاص لونگا۔ آنحضرتؐ نے جھٹ اپنا شکم برہنہ کر کے میرے

---

[1] شفاء صفحہ ۵۵؛ [2] شفاء صفحہ ۵۵؛ [3] بخاری عن ابن مسعود؛ [4] زاد جلد ۱۔ صفحہ ۴۹؛
[5] عن انس بخاری کتاب الدعوات؛ [6] صحیح بخاری عن عائشہؓ کتاب الحدود۔

سامنے کر دیا[۱]

رحم براعدا (۱) مکہ میں سخت قحط پڑا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے مردار اور ہڈیاں بھی کھانی شروع کر دیں۔ ابوسفیان بن حرب (اُن دنوں دشمن غالی تھا) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ عرض کیا، محمدؐ آپ تو لوگوں کو صلہ رحم (حسن سلوک با قرابت داران) کی تعلیم دیا کرتے ہیں، دیکھئے آپ کی قوم ہلاک ہو رہی ہے۔ خدا سے دعا کیجیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمادی، اور خوب ہی بارش ہوئی[۲]

(۲) ثمامہ بن اثال رضؓ نے نجد سے مکہ کو جانے والا غلہ بند کر دیا۔ اس لئے کہ اہل مکہ آنحضرتؐ کے دشمن ہیں۔ آنحضرتؐ نے اُسے ایسا کرنے سے منع فرما دیا۔

(۳) حدیبیہ کے میدان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے ساتھ نماز صبح پڑھ رہے تھے، ستر اسّی آدمی چپکے سے کوہ تنعیم سے اُترے، تاکہ مسلمانوں کو نماز پڑھتے ہوئے قتل کر دیں یہ سب گرفتار ہو گئے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو بلا کسی فدیہ یا سزا کے آزاد فرما دیا۔

جود و کرم سائل کو کبھی ردّ نہ فرماتے، زبان مبارک پر حرف انکار نہ لاتے، اگر کچھ بھی دینے کو پاس نہ ہوتا، تو سائل سے عذر کرتے، گویا کوئی شخص معافی چاہتا ہے۔

(۲) ایک نے آکر سوال کیا۔ فرمایا۔ میرے پاس تو اِس وقت کچھ نہیں ہے، تم میرے نام پر قرض لے لو، میں پھر اُسے اُتار دوں گا، عمر فاروق رضؓ نے کہا کہ خدا نے آپ کو یہ تکلیف نہیں دی کہ قدرت سے بڑھ کر کام کریں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم چپ سے کر گئے، ایک انصاری نے پاس سے کہہ دیا، یا رسول اللہ خوب دیجئے، رب العرش مالک ہے، تنگدستی کا کیا ڈر ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے، چہرہ مبارک پر خوشی کے آثار آشکارا ہو گئے، فرمایا۔ ہاں۔ مجھے یہی حکم ملا ہے[۳]

(۳) ایکبار ایک سائل کو آدھا وسق غلہ قرض لیکر دلایا، قرضخواہ تقاضا کے لئے آیا

[۱] شفا قاضی عیاض صفحہ ۱۱۱۔ [۲] بخاری عن ابن مسعود باب اذا استشفع المشرکون۔ [۳] شفاء صفحہ ۵۰ بحوالہ الشمائل ترمذی

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اسے ایک وسق غلہ دیدو، آدھا تو قرض کا ہے، آدھا ہماری طرف سے جود وسخا کا ہے[1]۔

(۴) فرمایا کرتے۔ اگر کوئی شخص مقروض مرجائے، اور مال باقی نہ چھوڑے، تو ہم اُسے ادا کرینگے، اور اگر کوئی مال چھوڑ کر مرے۔ تو وہ حق وارثوں کا ہے[2]۔

شرم وحیا

ابو سعید خدری رضؓ کہتے ہیں، کہ پردہ نشین لڑکی سے بڑھکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں حیا تھی[3]، جب کوئی ایسی بات حضورؐ کے سامنے کی جاتی، جس سے حضورؐ کو کراہت ہوتی تو چہرہ مبارک سے فوراً معلوم ہوجاتا تھا۔

(۲) عائشہ طیبہؓ کا بیان ہے۔ اگر کسی شخص کی کوئی حرکت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند نہ آتی، تو اس کا نام لیکر منع نہ فرماتے، بلکہ عام الفاظ میں اُس حرکت وفعل کی نہی فرما دیتے[4]۔

(۳) عادات ومعاملات میں اپنی جان پر تکلیف اٹھالیتے، مگر دوسرے شخص کو از راہ شرم کام کرنے کو نہ فرماتے۔

(۴) جب کوئی عذر خواہ سامنے آکر معافی کا طالب ہوتا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شرم سے گردن مبارک جھکا لیتے۔

(۵) عائشہ طیبہ رضؓ کا قول ہے، کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برہنگی کو کبھی نہیں دیکھا[5]۔

صبر وحلم

(۱) زید بن سعنہ ایک یہودی تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کا قرض دینا تھا، وہ ایک روز آیا، آتے ہی چادر آپ کے شانہ سے اُتار لی، جسم کے کپڑے پکڑ لئے۔ اور ڈرانے لگا، کہ عبد المطلب والے بڑے نادہند ہوتے ہیں، عمر فاروقؓ نے اُسے سختی سے جھڑک دیا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے، فرمایا، عمرؓ تمہیں لازم تھا، کہ میرے ساتھ اور اس کے ساتھ اور طرح برتاؤ کرتے، مجھے حسن ادائیگی کے لئے کہتے، اور اسے حسن تقاضا سکھلاتے، پھر زید

---

[1] عن ابی ہریرہ۔ شفا صفحہ ۵۱۔ [2] عن ابی ہریرہ صحیح بخاری کتاب الفرائض۔ [3] صحیح بخاری عن ابی سعید۔ [4] شفاء صفحہ ۵۲۔ رواہ ابوداؤد۔ [5] ترمذی فی الشمائل وشفاء صفحہ ۵۲۔

کی جانب حضورؐ مخاطب ہوئے، فرمایا، ابھی تو وعدہ میں تین دن باقی ہیں، پھر عمرؓ سے فرمایا۔ اس کا قرض ادا کر دو، بیس صاع زیادہ بھی دینا۔ کیونکہ تم نے اسے دھمکایا اور ڈرایا بھی تھا[۱]۔

(۲) ایک اعرابی آیا، اُس نے زور سے آنحضرتؐ کی چادر کو جو موٹے کنارہ کی تھی جھٹکا دیا وہ کنارہ آنحضرتؐ کی گردن میں گڑ گیا، اور نشان پڑ گیا، اعرابی نے اب زبان سے یہ کہا۔ "محمدؐ۔ یہ مال خدا جو تمہارے پاس ہے، جو نہ تیرا ہے، اور نہ تیرے باپ کا ہے، اس میں سے ایک بار شتر مجھے بھی دلاؤ"۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذرا خاموشی کے بعد فرمایا۔ مال بیشک خدا کا ہے اور میں اُس کا غلام ہوں بالآخر حکم فرمایا کہ ایک بار شتر جَو۔ اور ایک بار شتر کھجوریں، اُسے دی جاویں[۲]۔

(۳) طائف پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وعظ اور تبلیغ کے لئے تشریف لیگئے تھے وہاں کے باشندوں نے حضورؐ پر کیچڑ پھینکا، آوازے لگائے، اتنے پتھر مارے کہ حضورؐ لہو سے تر بتر اور بیہوش ہو گئے، پھر بھی یہی فرمایا، کہ میں ان لوگوں کی ہلاکت نہیں چاہتا۔ کیونکہ اگر یہ ایمان نہیں لاتے۔ تو اُمید ہے۔ کہ اُنکی اولاد مسلمان ہو جائیگی۔

عفو و رحم

(۱) عایشہ طیبہؓ کا بیان ہے، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات مبارک کی بابت کسی سے انتقام نہیں لیا[۳]۔

(۲) جنگ احد میں کافروں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت توڑے، سر پھوڑا حضورؐ ایک غار میں بھی گر گئے تھے، صحابہ نے عرض کیا، کہ انپر بددعا فرمائیے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں لعنت کرنے کیلئے نبی نہیں بنایا گیا، خدا نے مجھے لوگوں کو اپنی بارگاہ میں بُلانے کے لئے بھیجا ہے، رحمت بنا کر بھیجا ہے، اس کے بعد یہ دعا فرمائی۔ اے خدا میری قوم کو ہدایت فرما، وہ مجھے، نہیں جانتے ہیں[۴]۔

نبی دعوت اور رحمت کے لئے ہے

---

۱ شفاء عیاض صفحہ ۴۸، رواہ البیہقی اس کے بعد زید مسلمان ہو گیا تھا۔ ۲ صحیحین عن انس و شفاء صفحہ ۴۸
۳ صحیح بخاری، ۴ شفاء عیاض صفحہ ۴۷۔

(۳) ایک درخت کے نیچے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے، تلوار شاخ سے آویزاں کر دی غورث بن الحراث آیا، تلوار نکال کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گستاخانہ جگایا، بولا۔ اب تم کو کون بچائیگا، فرمایا، اللہ۔ وہ چکر کھا کر گر پڑا۔ آنحضرت نے تلوار اٹھالی۔ فرمایا، اب تجھے کون بچا سکتا ہے، وہ حیران ہو گیا، فرمایا، جاؤ، میں بدلہ نہیں لیا کرتا[1]۔

(۴) ہبار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی زینب کے نیزہ مارا، وہ ہودج سے نیچے گر گئیں، اور حمل ساقط ہو گیا تھا، اور بالآخر یہی صدمہ ان کی موت کا باعث ہوا۔ ہبار نے عفو کی التجا کی، اور اسے معاف فرمایا[2]۔

(۵) فرمایا، زمانہ جاہلیت سے لیکر جن باتوں پر قبائل میں باہمی جنگ و جدل چلا آتا ہے میں سب کو معدوم کرتا ہوں، اور سب سے پہلے اپنے خاندان کے خون کا دعوی اور اپنے چچا کے رقوم قرضہ کو معاف کرتا ہوں[3]۔

صدق و امانت جانی دشمن بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اوصاف کے قائل تھے، صادق و امین بچپن ہی سے آنحضرت کا خطاب پڑ گیا تھا، انہی اوصاف کی وجہ سے قبل از نبوت بھی لوگ اپنے مقدمات کو انفصال کے لئے آنحضرت صلعم کے پاس لایا کرتے تھے[4]۔

(۲) ایک روز ابوجہل نے کہا، محمد، میں تجھے جھوٹا نہیں سمجھتا، لیکن تیری تعلیم پر میرا دل ہی نہیں ٹھہرتا[5]۔

(۳) شب ہجرت کو کفار نے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا مشورہ اور اتفاق کیا تھا اور حضور نے پیارے بھائی علیؓ کو اسلئے پیچھے چھوڑا کہ انکی امانتوں کو ادا کر کے آنا۔

عفت و عصمت آنحضرت فرماتے ہیں، ایام جاہلیت کی رسموں میں سے میں نے کبھی کسی میں بھی حصہ نہیں لیا، صرف دو دفعہ ارادہ کیا تھا، کہ اللہ تعالی نے مجھے خود ہی بچا لیا۔ اور اس سے

---

[1] صحیح بخاری باب غزوہ ذات الرقاع۔ و شفاء صفحہ ۴۰۔ [2] دیکھو بیان فتح مکہ۔ [3] خطبہ نبوی بروز فتح مکہ۔ بخاری۔ [4] شفاء صفحہ ۵۹۔ [5] شفاء صفحہ ۵۹۔

کم عمر تھی، میں نے اس چرواہے کو جس کے ساتھ میں بکریاں چراتا تھا، کہا، اگر تم میری بکریاں سنبھالے رکھو، تو میں مکہ (آبادی کے اندر) جاؤں، جیسے اور نوجوان کہانیاں کہتے سُنتے ہیں، میں بھی کہانیاں کہوں، سُنوں، اس ارادہ سے میں شہر کو آیا، پہلے ہی گھر پہنچا تھا کہ وہاں دف و مزامیر بج رہے تھے، اُس گھر میں بیاہ تھا، میں انہیں دیکھنے لگا، نیند نے غلبہ کیا، میں سو گیا۔ جب سورج نکلا، تب آنکھ کھلی، ایک دفعہ پھر ایسی ہی نیت سے آیا تھا، اسی طرح نیند آگئی اور وقت گزر گیا۔ ان دو واقعات کے سوا میں نے کبھی مکروہات جاہلیت کا ارادہ بھی نہیں کیا۔[۱]

(۲) عہد نبوت سے پہلے کا ذکر ہے، زید بن عمرو بن نفیل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی دستر خوان پر گوشت بھی آیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انی لا اکل مما تذبحون علی انصابکم ولا اکل الا ما ذکر اسم اللہ علیہ، میں وہ گوشت نہیں کھاتا جو بتوں یا استھانوں کی قربانی کا ہو، میں تو صرف وہی گوشت کھایا کرتا ہوں جس پر ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا گیا ہو۔[۲]

زہد | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا یہ تھی:۔ یا رب اجوع یوماً واشبع یوماً، فاما الیوم الذی اجوع فیہ فاتضرع الیک وادعوک۔ واما الیوم الذی اشبع فیہ فاحمدک واثنی علیک، الٰہی ایک دن بھوکا رہوں، ایک دن کھانے کو ملے، بھوک میں تیرے سامنے گڑگڑایا کروں، تجھ سے مانگا کروں، اور کھا کر تیری حمد و ثنا کیا کروں۔[۳]

(۲) صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں، ایک ایک مہینہ برابر ہمارے چولھے میں آگ روشن نہ ہوتی حضرت کا کنبہ پانی اور کھجور پر گزران کرتا۔[۴]

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ آکر تین دن تک برابر گیہوں کی روٹی کبھی نہیں کھائی۔[۵]

(۴) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا، تو اُس وقت آنحضرت کی زرہ ایک یہودی کے

---

[۱] شفاء صفحہ ۶۰۔ [۲] عن عبد اللہ۔ بخاری کتاب الصید والذبائح۔ [۳] شفاء صفحہ ۶۲۔ [۴] بخاری عن عائشہ۔ [۵] بخاری عن عائشہ کتاب الاطعمہ۔

پاس بعوض غلّہ جو رہن تھی۔[1]

(۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا کی آخری شب میں تھے؛ کہ عائشہ صدیقہ نے پڑوسن سے چراغ کے لئے تیل منگوایا تھا۔[2]

(۶) دعا فرمایا کرتے؛ الٰہی آلِ محمدؐ کو صرف اتنا دے؛ جتنا پیٹ میں ڈال لیں۔

یہ یاد رکھنا چاہئے؛ کہ زہد کی یہ تمام صورتیں اختیاری تھیں؛ لاچاری کچھ نہ تھی۔ اور اس زہد سے مقصود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ نہ تھا؛ کہ کسی حلال شے کے استعمال یا انتفاع میں کوئی روک پیدا کریں؛ ایسے خیال ہی صرف ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد کا استعمال چھوڑ دیا تھا۔ اُس کی وجہ بھی یہ تھی؛ کہ ایک بیوی نے شہد کی بو کو اپنی طبع کے خلاف بتایا تھا؛ اللہ عزوجل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرما دیا کہ یہاں تک کھینچ نہیں کرنی چاہیئے؛[3]

صنف ضعیف (عورتوں) کی اعانت اور اُن کی آسائش کا خیال

امّ المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا ایک سفر میں ساتھ تھیں وہ تمام جسم کو چادر سے ڈھانپ کر اونٹ کی پچھلی نشست پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوار ہوا کرتی تھیں؛ جب وہ اونٹ پر سوار ہونے لگتیں؛

یجلس عند بعیرہ. فیضع رکبتہ فتضع صفیۃ رجلھا علی رکبتہ حتی ترکب[4]

تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنا گھٹنا آگے بڑھا دیتے صفیہؓ اپنا پاؤں آنحضرتؐ کے گھٹنے پر رکھ کر اونٹ پر چڑھ جایا کرتیں؛

(۲) ایک دفعہ ناقہ کا پاؤں پھسلا؛ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ام المومنین صفیہؓ دونوں گر پڑے؛ ابو طلحہؓ دوڑے دوڑے رسول اللہ کی طرف متوجہ ہوئے؛ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علیک بالمراۃ "تم پہلے عورت کی خبر لو"۔[5]

(۳) ایک سفر میں اونٹوں کے کجاووں میں عورتیں سوار تھیں؛ ساربان جو اونٹوں کی

---

[1] بخاری عن عایشہ؛ [2] عن عایشہ بخاری؛ [3] یا ایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک تبتغی مرضاۃ ازواجک؛ [4] عن انس صحیح بخاری باب ہل یسافر بالجاریہ؛ [5] عن انس۔ صحیح بخاری۔ باب استقبال الغزاۃ؛

مُہار پکڑے جاتا تھا، حُدی خوانی کرنے لگا، حُدی ایسی آواز سے شعر پڑھنے کو کہتے ہیں جس سے اونٹ تیز چلنے لگتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دیکھ کانچ کے شیشوں کو توڑ پھوڑ نہ دینا[۱] اس ارشاد میں عورتوں کو کانچ کے آلات سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تشبیہ دی ہے۔ نفاست و نزاکت کے علاوہ وجہ تشبیہ عورتوں کی ضعف خلقت ہے جس کی وجہ سے وہ ہمیشہ آرام و آسائش کی مستحق ہیں،

اسیران جنگ کی خبر گیری

اسیران جنگ کی خبر گیری مہمانوں کی طرح کی جاتی تھی، جنگ بدر میں جو قیدی مدینہ منورہ میں چند روز تک مسلمانوں کے پاس اسیر رہے۔ اُن میں سے ایک کا بیان ہے۔ خدا مسلمانوں پر رحم کرے، وہ اپنے اہل و عیال سے اچھا ہم کو کھلاتے تھے، اور اپنے کنبے سے پہلے ہمارے آرام کی فکر کیا کرتے تھے،

جب قیدی اسیر ہو کر آتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہلے اُن کے لباس کی فکر کیا کرتے تھے[۲]

مردانہ ورزشیں

مردانہ ورزشوں کا شوق دلایا کرتے، رکانہ عرب کا مشہور شہ زور پہلوان تھا وہ اپنے پچھڑ جانے کو اسلام لانے کی شرط ٹھہراتا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے تین بار پچھاڑ دیا تھا،[۳]

تیر افگنی

نشانہ بازی کا لوگوں کو شوق دلایا کرتے، نشانہ بازی کی مشق کیلئے لوگوں کو دو حصوں میں بانٹ دیا کرتے تھے، ایک دفعہ فرمایا، تیر چلاؤ میں اُس پارٹی کی طرف ہونگا، یہ سُن کر دوسری پارٹی نے تیر چلانے سے ہاتھوں کو روک لیا، سبب پوچھا گیا، انہوں نے کہا جب اُس پارٹی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شامل ہیں تو ہم اُسکے مقابلہ میں کیونکر تیر افگنی کر سکتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تیر چلاؤ، میں تم سب کے ساتھ ہوں، ارمو وانا معکم کلکم[۴]

گھوڑ دوڑ

گھوڑوں کی دوڑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے کرائی جاتی تھی لمبی دوڑ

---

۱ صحیح مسلم، ۲ عن جابر، بخاری باب الکسوۃ للأسارے، ۳ شفاء عیاض صفحہ ۳۴،

۴ عن سلمۃ بن الاکوع، صحیح بخاری، باب التحریض علی الرمی،

۵ یا ۶ میل کی اور ہلکی دوڑ ایک میل کی ہوتی تھی[1]

مردم شماری

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اکتبوالی من تلفظ بالاسلام من الناس تمام کلمہ گو اشخاص کے نام میرے ملاحظہ کے لئے قلمبند کئے جائیں۔ اس حکم کی تعمیل ہوئی، اُس وقت مسلمانوں کا شمار ڈیڑھ ہزار ہوا۔ اس تعداد پر مسلمانوں نے اللہ کا شکر کیا، خوشی منائی، مسلمان کہتے تھے اب ہم ڈیڑھ ہزار ہوگئے ہیں، اب ہمیں کیا ڈر رہا ہے، ہم نے تو وہ زمانہ دیکھا ہے، جب ہم میں سے کوئی اکیلا ہی نماز پڑھا کرتا تھا، اور اُسے ہر طرف سے دشمنوں کا خوف لگا رہتا تھا[2]

افسوس ہے کہ اس روایت سے یہ پتہ نہیں لگتا کہ یہ شمار کس سنہ میں ہوا تھا، صحیح بخاری کی دیگر روایات سے یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ تیسری مردم (مسلم) شماری تھی، پہلی دفعہ کے شمار میں مسلمانوں کی تعداد ۵۰۰ دوسری دفعہ کے شمار میں ۶۰۰ اور ۷۰۰ کے درمیان تعداد تھی۔

تعلیمات رسالت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پاک۔ اعتقادات، عادات، معاملات، عبادات، مہلکات، منجیات، احسانیات کے متعلق ایک بحر ناپیدا کنار ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت اور اسلام کی برتری کا مدار اسی تعلیم پر ہے، میرا مقصود اس جگہ صرف نمونہ دکھانا ہے۔ انشاء اللہ اس کتاب کے حصہ سوم پر اس پر ذرا تفصیل سے تحریر کیا جائیگا۔

خدا کا حق بندوں پر
بندوں کا حق خدا پر

حق اللہ علی عبادہ ان یعبدوہ ولا یشرکوا بہ شیئًا وحق العباد علی اللہ اذا فعلوہ ان لا یعذبھم[3]

(۱) اللہ کا حق بندوں پر یہ ہی کہ بندے اُسی کی عبادت کریں اور کسی چیز کو بھی اُسکا شریک بنائیں۔

(۲) بندوں کا حق اللہ پر یہ ہی کہ جب وہ اللہ کا حق ادا کریں تب وہ اُنہیں عذاب نہ دے۔

رحمت الٰہیہ کا بیان

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا نے اس کتاب میں جو اُس کے پاس

---

[1] عن ابن عمر صحیح بخاری باب السبق بین الخیل، [2] عن حذیفہ۔ صحیح بخاری باب کتابۃ الامام الناس (کتاب الشہادۃ) [3] صحیح بخاری عن معاذ بن جبل۔ کتاب الرقاق۔

تعلیمات رسالت

عرش پر ہے یہ لکھ رکھا ہے:

اِنَّ رَحْمَتِیْ غَلَبَتْ غَضَبِیْ ؎۱ | میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔

خدمت والدین ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا، کہ میں جہاد (دشمنان دین سے جنگ) کرنا چاہتا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ تیرے ماں باپ زندہ ہیں؟ وہ بولا۔ ہاں۔ فرمایا انہی (کی خدمت) میں جہاد (حد درجہ کوشش) کرو ؎۲

نصرت باہمی المومن للمومن کالبنیان یشد بعضہ بعضًا وشبّک بین اصابعہ ؎۳

ایک مومن دوسرے مومن کیلئے ایسا ہے، جیسے بنیاد کی اینٹیں، ایک سے دوسری کو قوت ملتی ہے، پھر آپ نے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر دکھایا یعنی مومن اسطرح ملے جلے رہتے ہیں۔

مسلمان کون ہے المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ ؎۴

مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان بچے رہیں۔

ایمان کا کمال لا یومن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ ؎۵

تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں بن جاتا، جبتک کے وہ اپنے مسلمان بھائی کیلئے بھی وہی کچھ پسند نہ کرے جو کچھ خود اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

شیرینی ایمان ثلاثٌ من کن فیہ وجد حلاوۃ الایمان ان یکون اللہ ورسولہ احب الیہ مما سواھا، وان یحب المرء لا یحبہ الا للہ،

تین باتیں ہیں جس شخص میں یہ ہونگی، وہ ایمان کی حلاوت یہ چکھ لیگا:

(۱) خدا اور خدا کے رسولؐ کی محبت اُسے سب سے بڑھ کر ہو۔

(۲) کسی بھائی سے للّٰہی محبت رکھتا ہو، کوئی غرض شامل نہ ہو

؎۱ بخاری عن ابی ہریرہ۔ کتاب الخلق، ؎۲ بخاری عن ابن عمر کتاب الادب، ؎۳ بخاری عن ابی موسی کتاب المظالم، ؎۴ بخاری عن عبداللہ بن عمر کتاب الایمان، ؎۵ بخاری عن انس۔ کتاب الایمان

وان یکرہ ان یعود فی الکفر کما یکرہ ان یقذف فی النار۔ ۱؎	(۳) کفر میں جا پڑنے کو ایسا برا جانتا ہو جیسا آگ میں گر جانے کو سمجھتا ہے۔

پسندیدہ اعمال لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، کہ اللہ تعالیٰ کو کونسا عمل زیادہ پسند ہے، فرمایا۔

ادومہ وان اقل ۲؎	جو عمل ہمیشہ کیا جائے، اگرچہ مقدار میں کم ہی ہو۔
پھر فرمایا۔	
اکلفوا من العمل ما تطیقون	عمل (عبادۃ) اتنا ہی کیا کرو، جسے بآسانی کر سکو۔ ۲؎

اعمال شاقہ سے ممانعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گھر میں رسی لٹکتی دیکھی، پوچھا۔ یہ کیا ہے، لوگوں نے کہا، فلاں عورت نے لٹکا رکھی ہے۔ رات کو عبادت کرتی ہوئی جب اونگھنے لگتی ہے، تو اس سے لٹک پڑتی ہے، فرمایا، اسے کھول دو، عبادت (نافلہ) اُس وقت تک کرو، کہ نشاط طبع قائم رہے۔ ۳؎

(۲) بنی اسد کی ایک عورت کی بابت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا ہے، کہ وہ تمام شب عبادت کیا کرتی ہے، فرمایا، ایسا نہ کرو، اعمال بقدر طاقت ادا کرو۔ ۴؎

(۳) عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، میں نے سنا ہے کہ تم راتوں کو برابر جاگتے اور دن کا برابر روزہ رکھا کرتے ہو، عبد اللہ نے کہا، ہاں۔ فرمایا

فلا تفعل صم وافطر، قم ونم۔ فان لجسدک علیک حقا وان لعینیک علیک حقا۔ وان لزوجک علیک حقا۔ ۵؎	اب ایسا نہ کرنا، روزہ بھی رکھو اور کچھ وقت کیلئے چھوڑ بھی دو، رات کو عبادت کیلئے جاگو بھی، اور سوؤ بھی، دیکھ تیرے جسم کا بھی تجھ پر حق ہے، تیری آنکھ کا بھی تجھ پر حق ہے تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے۔

۱؎ بخاری عن انس، کتاب الایمان، ۲؎ بخاری۔ کتاب الرقاق۔ ۳؎ بخاری عن انس بن مالک کتاب النوافل ۴؎ بخاری عن عائشہ، کتاب النوافل، ۵؎ بخاری عن عبد اللہ، کتاب النکاح۔

محنت کی تعریف مانگنے کی برائی
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر کوئی شخص لکڑیوں کا گٹھا پیٹھ پر لادا کرے۔ تو یہ اس کے لئے بہتر ہے، اس سے کہ وہ لوگوں سے مانگا کرے اور لوگ اسے دیدیا کریں[۱]۔

کن لوگوں پر رشک کرنا چاہیئے
فرمایا، قابل رشک دو شخص ہیں، (۱) جسے خدا نے مال دیا، اور اس مال کو جائز جگہ صرف کرنے کی توفیق بھی اُسے ملی ہو۔ (۲) جسے خدا نے حکمت عطا کی ہو، وہ اُس پر خود عمل کرتا ہو، اور دوسری کو اُس کی تعلیم دیتا ہو[۲]۔

بہترین اخلاق کی تعلیم
سددوا وقاربوا وابشروا فانہ لا یدخل احدًا الجنۃ عملہ۔[۳]

راستبازی اختیار کرو، باہمی محبت کو بڑھاؤ، لوگوں کو خدا کی طرف سے بشارت پہنچاؤ، عمل تو کسی کو بھی جنت میں نہیں لے جا سکتا۔

اخلاق رذیلہ سے نہی و اخوت کا حکم
ایاکم والظن۔ فان الظن اکذب الحدیث ولا تجسسوا۔ ولا تحسسوا۔ ولا تباغضوا ولا تدابروا وکونوا عباد اللّٰہ اخوانا۔[۴]

خبردار بدگمانی کو اپنی عادت بنانا۔ بدگمانی بہت جھوٹی ہی جھوٹ ہوتا ہے، بےبنیاد باتوں پر کان نہ لگاؤ، اوروں کے عیب تلاش نہ کرو۔ آپس میں بغض نہ رکھو، کسی روگردانی نہ کرو، اے اللہ کے بندو، آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو جیسا کہ تم سب اللہ کے بندے ہی ہو۔

ہمسایہ اور مہمان کا حق
من کان یومن باللّٰہ والیوم الآخر فلا یوذ جارہ ومن کان یومن باللّٰہ والیوم الآخر فلیکرم ضیفہ[۵]

جو کوئی شخص خدا پر اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے، وہ اپنے ہمسایہ کو ایذا نہ دیا کرے، اجو کوئی شخص خدا پر اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے، وہ مہمان کی عزت کیا کرے۔

کلام اور خاموشی
مَن کَانَ یُؤمِنُ بِاللّٰہِ

جو کوئی شخص خدا اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے، اُسے

---

[۱] بخاری عن ابی ہریرہ، باب کسب الرجل عملہ بیدہ، [۲] بخاری عن ابن مسعود کتاب الزکوٰۃ، [۳] بخاری عن عائشہ، کتاب الرقاق [۴] بخاری عن ابی ہریرہ کتاب الفرائض [۵] بخاری عن ابوہریرہ۔ کتاب الرقاق۔

واليوم الاخر فليقل خيرا او ليصمت[1]

لازم ہو بات کہے تو اچھی کہے، ورنہ خاموش ہی رہے۔

نجات کے لئے رسول کی ضمانت

من يضمن لى ما بين لحييه وما بين رجليه اضمن له الجنة؛[2]

اگر کوئی شخص مجھے ضمانت دے اُس چیز کی جو اُس کے جبڑوں کے درمیان ہے (یعنی زبان)، اور اس چیز کی جو اس کی ٹانگوں کے درمیان ہے (یعنی پردہ کا جسم) تو میں اُس کے لئے جنت کا ضامن بنتا ہوں؛

صبر و شکر کی تعلیم

اذا نظر احدکم الی من فضل عليه فی المال والخلق فلينظر الی من هو اسفل منه؛[3]

اگر ایسے شخص پر تمہاری نظر پڑے، جو مال اور حُسن میں تم سے بڑھکر ہے تو ایسے شخص کو بھی دیکھو، جو ان چیزوں میں تم سے کمتر ہے؛

پہلوان کون ہے؟

ليس الشديد بالصرعة انما الشديد من يملك نفسه عند الغضب،[4]

شہ زور وہ نہیں ہو جو دوسروں کو پچھاڑ دیتا ہے؛ شہ زور تو وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو تھام لیتا ہے؛

منادیان اسلام کا فرض

يسرا ولا تعسرا وبشرا ولا تنفرا وتطاوعا؛[5]

معاذ بن جبل اور ابو موسیٰ کو نبی صلعم نے ملک یمن میں تعلیم اسلام کی اشاعت کیلئے مامور فرمایا تھا، روانگی کیوقت انہیں ارشاد فرمایا، لوگوں کیلئے آسانی پسند کرنا، انہیں سختی میں نہ ڈالنا، خوشخبری اور بشارت انہیں سُنانا؛ دین سے نفرت نہ دلانا، اور تم آپس میں مل جُل کر رہنا؛

اثر محبت

المرء مع من احب؛[6]

جسے جس کے ساتھ محبت ہے، وہ اس کے ساتھ ہو گا؛

قیدیوں، مسکینوں، بیماروں سے برتاؤ کا حکم

فكوا العانی واطعموا الجائع وعودوا المريض؛[7]

اسیروں کو رہائی دلاؤ، بھوکوں کو کھانا کھلاؤ، بیماروں کی خبر گیری کرو؛

[1] بخاری عن ابی ہریرہ، کتاب الرقاق؛ [2] بخاری عن سہل بن سعد کتاب الرقاق؛ [3] بخاری عن ابی ہریرہ، کتاب الرقاق؛ [4] بخاری عن ابی ہریرہ۔ کتاب البر؛ [5] بخاری، کتاب البر و الصلة؛ [6] بخاری عن ابن مسعود۔ کتاب البر؛ [7] بخاری عن انس۔ کتاب الادب؛

درخت لگانے کا ثواب | اگر کسی مسلمان نے درخت لگایا، جس کا پھل کسی انسان یا جانور نے کھایا، تو لگانے والے کے لئے یہ صدقہ ہوگا؎۱

حیوانات سے ہمدردی کا حکم | نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک شخص راہ چلتا تھا، اُسے سخت پیاس لگی، کنواں ملا۔ کنوئیں کے اندر اُتر کر اُس نے پانی پیا، جب باہر نکلا۔ تو دیکھا کہ ایک کتا زبان باہر نکالے، پیاس کے مارے نمناک زمین کو چاٹ رہا ہے، اُس شخص نے کہا، کتے کو بھی پیاس لگی ہے، جیسے مجھے لگی تھی، پھر وہ کنوئیں میں اُترا، اپنا موزہ پانی سے بھر کر لایا، اور کُتے کو پلایا، خدا نے اس عمل کو قبول فرما کر، اُس شخص کو بخش دیا،

صحابہ نے یہ سُن کر دریافت کیا، یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا حیوانات کے لئے بھی ہم کو اجر ملیگا،

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہر ایک جاندار جس کے کلیجہ میں نم ہے (جو زندہ ہے) کے متعلق تم کو اجر ملیگا؎۲

لونڈیوں کو تعلیم دینے کا ذکر | من کانت لہ جاریۃ فعلمھا واحسن الیھا۔ ثم اعتقھا وتزوجھا کان لہ اجران؎۳

اگر کسی کے پاس لونڈی ہو، وہ اسے علم سکھلائے اچھے سلوک سے رکھے، پھر آزاد کردے، پھر اُسے بیوی بنالے، تب اُس شخص کو دوچند اجر ملیگا،

لڑکیوں کی تعلیم ادب کا ذکر | اصیب عبد اللہ وترک جواری صغاراً فتزوجت ثیباً تعلمھن وتودبھن؎۴

عبد اللہ مر گیا ہے، چھوٹی چھوٹی لڑکیاں چھوڑ گیا ہے، اسلئے میں نے ایک بیوہ سے نکاح کیا۔ کہ وہ انہیں علم وادب سکھلائے،

منافق کون ہے؟ | چار خصلتیں ہیں جس شخص میں وہ ہوں وہ منافق ہے، اگر ان چار میں سے کوئی ایک خصلت اس میں ہے تو نفاق کی ایک علامت اُس کے اندر ہے؎۵

؎۱ بخاری عن انس۔ کتاب الادب۔ ؎۲ بخاری عن ابی ہریرہ کتاب الآبار علی الطریق۔ ؎۳ بخاری عن ابی موسے باب فضل من ادب جاریۃ وعلمھا۔ کتاب العتق ؎۴ قول جابر پیش رسول صلعم۔ بخاری۔ باب الشفاعۃ۔

(۱) بولے تو جھوٹ بولے، (۲) وعدہ کرے تو خلاف کرے۔ (۳) عہد کرے تو پورا نہ کرے (۴) جھگڑنے لگے تو فحش بکنے لگے۔[۱]

مہاجر کون ہے؟ والمهاجر من هجر ما نهى الله عز وجل عنه[۲]

خدا کی راہ میں ہجرت کرنے والا وہ شخص ہی جو خدا کی منع کی ہوئی چیزوں سے الگ ہو جاتا ہے۔

قیامت کے دن سایۂ ربانی کن لوگوں پر ہو گا؟ (۱) بادشاہ عادل۔

(۲) وہ نوجوان، جس نے جوانی میں عبادت الٰہی کی ہو۔

(۳) وہ شخص جسے تنہائی میں خدا یاد آتا۔ اور اس کی آنکھیں ڈبڈبا آتی ہوں۔

(۴) وہ شخص جس کا دل مسجد میں لگا رہتا ہو۔

(۵) وہ دونوں شخص، جن کی محبت للہیت پر ہو۔

(۶) وہ شخص جسے کوئی حسینہ اور اعلیٰ درجہ کی عورت اپنی جانب بلائے۔ اور وہ کہدے۔ کہ میں خدا سے ڈرتا ہوں۔

(۷) وہ شخص جو مخفی طور پر خیرات دیتا ہو۔ اُسکے بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہیں۔ کہ داہنے نے کیا دیا۔

یہ ہیں وہ سات شخص جنہیں خدا قیامت کے دن اپنے سایہ میں لیگا۔ جس دن کہیں سایہ نہو گا۔[۳]

بادشاہ کی اطاعت کا حکم من كره من أميره شيئا فليصبر عليه فانه من خرج من طاعة السلطان شبرا مات ميتة جاهلية[۴]

اگر کسی شخص کو اپنے فرمانروا کی کوئی بات ناگوار گزرے تو اُسے لازم ہے کہ صبر کرے، کیونکہ اگر کوئی شخص بالشت بھر بھی اپنے بادشاہ کی طاعت سے باہر نکلیگا۔ اُسکی وہ موت نصیب ہو گی جو زمانہ قبل از اسلام کی موت ہوتی تھی۔

(۲) انكم سترون بعدى اثرة وامورا تنكرونها قالوا فما تأمرنا

تم لوگ میرے بعد ناخوشگوار حالتیں اور ایسی باتیں دیکھو گے جنہیں تم ناپسند کرو گے۔ اصحاب نے پوچھا

---

[۱] بخاری عن عبداللہ بن عمرو۔ [۲] بخاری عن عبداللہ بن عمرو۔ [۳] بخاری عن ابی ہریرہ، کتاب المحاربین۔

[۴] بخاری عن ابن عباس۔ کتاب الفتنہ۔

یارسول اللہ۔ قال ادوا الیھم حقھم وسلوا اللہ حقکم۔ ۵۱

ایسی حالت کیلئے حضور کا کیا حکم ہے۔ فرمایا تم انکے حقوق کو ادا کرتے رہنا، اور اپنے حقوق کی بابت خدا سے دعا مانگنا

سربرآوردہ لوگوں کو معاملات میں حصہ دینا

فارجعوا حتی یرفع الینا عرفاؤکم ۵۲

تم واپس جاؤ۔ اس معاملہ کو ہمارے سامنے تمہارے سربرآوردہ لوگ پیش کریں۔

سربرآوردہ لوگوں کا کام قوم کی نیابت کرنا ہے

فاخبروہ ان الناس قد طیبوا واذنوا۔ ۵۳

سربرآوردہ لوگوں نے آنحضرت صلعم سے آکر عرض کیا کہ سب لوگ اس پر خوش ہیں اور انہوں نے ہم کو اس بارہ میں اجازت دیدی ہے۔

غیر مسلم۔ زیر معاہدہ اقوام کی حفاظت

من قتل معاھدًا لم یرح رائحۃ الجنۃ وان ریحھا یوجد من مسیرۃ اربعین عامًا۔ ۵۴

اگر کوئی مسلمان کسی غیر مسلم زیر معاہدہ رعایا شخص کو قتل کریگا، تو وہ بہشت کی خوشبو بھی سونگھنے نہ پائیگا حالانکہ بہشت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے آنے لگتی ہے۔

زیست کا درجہ قدر زندگانی

لا یتمنین احدکم الموت۔ اما محسنًا فلعلہ ان یزداد خیرا واما مسیئًا فلعلہ ان یستعتب ۵۵

کسی شخص مسلمان کو موت کی آرزو نہیں کرنی چاہیئے اگر نیک ہے تو اسلیئے کہ شاید وہ نیکیوں میں ترقی کر سکے، اور اگر بد ہے تو اسلیئے کہ شاید وہ خوشنودی حاصل کر سکے۔

صحت اور فراخ دستی کا درجہ

نعمتان مغبون فیھما کثیر من الناس الصحۃ والفراغ ۵۶

دو نعمتیں ہیں، جنکی قدر اکثر لوگ نہیں جانتے۔ وہ نعمتیں (۱) تندرستی، (۲) فراخ دستی ہیں۔

ادائے قرض کی فضیلت

ان خیارکم

ایک شخص کا نبی صلعم کو اونٹ دینا تھا وہ تقاضا کرنے

۵۱ بخاری عن ابن مسعود۔ کتاب الفتن۔ ۵۲ بخاری عن مسور بن مخرمہ۔ کتاب الاحکام۔ در بارہ شرائط صلح بموقع جنگ ہوازن۔ ۵۳ بخاری عن مسور۔ در جنگ ہوازن۔ ۵۴ بخاری عن عبداللہ بن عمرو کتاب الجزیہ۔
۵۵ بخاری عن ابی ہریرہ۔ کتاب الطب۔
۵۶ بخاری عن ابن عباس، کتاب الرقاق۔

احسنکم قضاءً۔ ؎۱

آیا، آنحضرتؐ نے اُسکے اونٹ سے بہتر اونٹ خرید کر اُسے دیدیا، اور لوگوں سے فرمایا، نیک و بزرگ وہ شخص ہے جو قرض کو خوش اسلوبی سے ادا کرتا ہے؛

دولتمندی کی تعریف

لیس الغنی عن کثرۃ العرض ولکن الغنی غنی النفس۔ ؎۲

دولتمندی زر و مال کی کثرت سے حاصل نہیں ہوتی ہے، غنی وہ ہے جس کا دل غنی ہے؛

مساواۃ عامہ

لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لابیض علی اسود ولا لاسود علی ابیض الا بالتقوے ؎۳

عرب کے کسی باشندہ کو عجم کے کسی باشندہ پر، اور عجم کے کسی شخص کو عرب کے کسی شخص پر، گورے رنگ والے کو کالے آدمی پر، اور کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں ہے، فضیلت کا ذریعہ تو صرف "خدا ترسی" ہے

رحم عامہ

من لا یرحم۔ لا یرحم۔ ؎۴

جو کوئی شخص دوسرے پر رحم نہیں کرتا۔ اُس پر بھی رحم نہیں کیا جائیگا؛

وارثوں کے لئے ورثہ چھوڑنے کی فضیلت

ان تدع انت ورثتک اغنیاء خیر من ان تدعھم عالۃ یتکففون الناس فی ایدیھم ؎۵

یہ بہتر ہے کہ تو اپنے وارث کو غنی چھوڑ کر مرے، بہ نسبت اسکے کہ وہ تہیدست ہو، اور لوگوں کے سامنے سوال کے لئے ہاتھ پھیلاتا رہے؛

عورت کی خیال اور اُس سے گزران کی ہدایت

المرأۃ کالضلع ان اقمتھا کسرتھا وان استمتعت بھا استمتعت بھا وفیھا عوج۔ ؎۶

عورت کو ایسا سمجھو، جیسے پسلی کی ہڈی اس ہڈی کو اگر سیدھا کرنا چاہوگے، تو توڑ بیٹھوگے، اور اگر اُس سے کام لینا چاہوگے۔ تو وہ ٹیڑھے پن میں ہی کام دے گی؛

عورت کا درجہ گھر میں

المرأۃ راعیۃ

عورت اپنے شوہر کے گھر میں، اور اولاد پر

؎۱ عن ابی ہریرہ، صحیح بخاری۔ کتاب الاستقراض، ؎۲ عن ابی ہریرہ صحیح بخاری۔ کتاب الرقاق،
؎۳ زاد المعاد، جلد ۲، صفحہ ۱۸۵، ؎۴ صحیح بخاری عن جریر بن عبد اللہ،
؎۵ عن سعد بن ابی وقاص صحیح بخاری کتاب الوصایا، ؎۶ صحیح بخاری

علی بیت زوجھا وولدہ [۱]

ماہر قرآن کا درجہ

الماہر بالقرآن مع السفرۃ الکرام البررۃ [۲]

اللہ کے نزدیک پسندیدہ کلام

کلمتان حبیبتان الی الرحمٰن خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم [۳]

حکمران ہے۔

قرآن مجید کا جاننے والا بزرگ، نکوکار سفیروں (فرشتوں) کے ساتھ ہوگا۔

دو بول ہیں جو رحمٰن کو پیارے ہیں، زبان پر ہلکے ہیں، میزان اعمال میں بھاری ہیں، وہ یہ ہیں۔

سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم

قرآن مجید

ہمارے سید و مولی نبی مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات اگر کوئی فاضل مبسوط و مشرح لکھے تو ضرور ہے کہ وہ علوم قرآن سے بھی بحث کرے۔ لیکن اگر کوئی شخص میری طرح مختصر مختصر، سادہ سادہ۔ حالات لکھ رہا ہو تو اُسے بھی لازم ہے کہ قرآن مجید کی تعلیم کا نمونہ پیش کر دے۔ گو اسرار و حکم اور خصوصیات قرآن پاک کے مباحث کو وہ چھوڑ ہی دے کیونکہ جس سیرۃ نبویہ کے ساتھ قرآن مجید کا نمونہ نہیں دکھایا جاتا، وہ کتاب از حد ناکمل ہے۔

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضؓ سے کسی نے دریافت کیا تھا، کہ آنحضرتؐ کے اخلاق کیسے تھے، انہوں نے جواب دیا۔ کہ قرآن، آنحضرتؐ کا خلق ہے۔

ہمارا ایمان ہے، کہ قرآن مجید کا لفظ لفظ رب العالمین کا کلام ہے، لیکن اہل عالم کو اس کلام ربانی سے روشناس و ماہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے کرایا ہے۔

یہ پاک کلام تئیس [۲۳] سال کی مدت میں محمد رسول اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ یہ اُنہی الفاظ میں دنیا میں مشہور و محفوظ، زبانوں پر جاری، دلوں پر قابض، دماغوں پر حاوی ہے، جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پڑھ کر سنائے تھے۔

---

[۱] عن ابن عمرؓ صحیح بخاری۔ [۲] صحیح بخاری تعلیقاً کتاب التوحید۔ [۳] عن ابی ہریرہ صحیح بخاری۔ خاتمہ کتاب صحیح

یہ کلام پاک دنیا کے ہر طبقہ پر موجود ہے۔ دنیا کے ہر حصہ پر کروڑوں اشخاص ہر روز پانچ دفعہ اس کے مختلف حصوں کو ضرور پڑھ لیتے ہیں۔

جب سے اس کا نزول ہوا۔ اس کا ظہور ترقی پذیر رہا ہے۔ اُس وقت سے لیکر جب اسے اکیلی خدیجۃ الکبریٰ (اُمّ المومنینؓ) نے سنا لحظہ بہ لحظہ، روز بروز اس کے ماننے والوں کی تعداد ترقی پذیر رہی ہے۔ کوئی ملک، کوئی موسم، کوئی رسم ورواج، کسی جگہ کے ماننے والوں یا انکار کرنے والوں کے موافق یا ناموافق حالات اسکی ترقی کیلئے روک نہیں بن سکے۔

مختلف ملکوں اور مختلف زبانوں میں اس کے ترجمے غلط کئے گئے۔ اسکی سچی صاف تعلیم پر غلط حاشیئے چڑھائے گئے۔ لیکن کوئی تدبیر بھی اس کی اشاعت کو نہ روک سکی اور اس کی وسعت پذیر ترقی کو محدود نہ کر سکی۔

یہ جس زبان میں پہلے پہل جلوہ گر ہوا۔ اُسی میں اب تک نور گستر ہے اور ایک عالم اسکی روشنی سے منور ہے۔ لیکن دنیا کی اور تمام مقدس کتابیں کیا توراۃ و زبور، کیا انجیل اور اسکے خطوط، کیا وید، کیا ژند و پاژند اس وصف سے عاری ہیں، جس زبان میں وہ اُتری تھیں، آج دنیا پر اس زبان کا، اور اُس زبان کے بولنے والوں کا نام ونشان بھی باقی نہیں ۔

قرآن مجید اُن سب اعتراضات کو جو قرآن کے زمانہ نزول میں کئے گئے، یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جو الزام لگائے گئے خود بیان کرتا ہے۔ اس لئے قرآن مجید اپنے لئے خود ایک سچی تاریخ بن گیا ہے، جس میں تصویر کے ہر دو رُخ دکھا دیئے گئے ہیں۔ قرآن عظیم نے اس بارہ میں اپنی صداقت اور استحکام کے اعتماد پر جس جراُت سے کام لیا ہے، دنیا کی کسی اور کتاب سے اس کا ظہور نہیں ہوا۔

قرآن حکیم کی تعلیم ایسی زبردست صداقت لئے ہوئے ہے کہ جن قوموں اور مذہبوں نے اُسے علی الاعلان نہیں مانا، اُنہوں نے بھی اپنی کتابوں میں جو سینکڑوں سال اس سے پہلے کی ہیں یا سینکڑوں سال بعد کی ہیں، اسی تعلیم کے موجود ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ صدق اللہ تعالیٰ

لا یاتیہ الباطل من ید یہ ولا من خلفہ میرے فقرہ کا مطلب آپکو واضح ہو جائیگا۔
جب آپ یہودیّت۔ عیسائیت، موبدیت، بودھست اور ہندومت کے سناتن یا آریہ دھرم
کے حالات قبل از نزول قرآن مجید کو پڑھیں گے، اور پھر بعد از نزول قرآن پاک آپ ان
مذاہب کی ترقیات تا زمانہ حال پر غور فرمائینگے، اور ان ترقیات کے ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھتے
جائینگے، کہ اس ملک میں اس انقلاب سے پیشتر قرآنی تعلیم کا رواج ہو چکا تھا یا نہیں،

اب خواہ کوئی قرآن کریم کے فیوض کو مانے جیسا کہ مشہور بانیان برہموسماج کا حال ہے
یا جیسا کہ رومن کیتھولک نے لوتھر کو الزام دیتے ہوئے اس امر کا اظہار کیا ہے کہ اسکے مسائل
قرآن سے مستخرج ہیں،

خواہ کوئی نہ مانے، جیسا کہ بہت سے فرقوں کا حال ہے، مگر عملاً انہوں نے قرآن مجید کی تعلیم
کو لے لیا ہے لے رہے ہیں، اور ہر ایک ترقی کنندہ قوم (علی رغم انف) مجبور ہے کہ اسکی تعلیم کو
لیتی رہے، جہاں تک مجھے علم ہے، قرآن مجید ہی ایک ایسی کتاب ہے جو اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ
لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ، کی بشارت سناتا ہے،

مَیں نے آیات کے ساتھ صرف سادہ ترجمہ لکھدیا ہے، اس سے زیادہ کچھ لکھنا اس کتاب کے
موضوع سے باہر تھا، کیونکہ میں ایک سلیس اور آسان کتاب پیش کرنا چاہتا ہوں، جس کے
پڑھ لینے کے بعد پڑھنے والا نبی کریم اور قرآن عظیم کی بابت کچھ تو معلوم کر سکے، وَمَا تَوْفِیْقِیْ
اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْهِ اُنِیْبُ، مسلمان براہ مہربانی دیکھیں، کہ قرآن مجید کس نمونہ کے
مسلمان تیار کرتا ہے۔

الٰہیات

(الف) ذات خداوندی کا عرفان	(۱) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ،	(۱) اللہ کے نام سے شروع ہے۔ جو کمال رحمت والا اور دائمی رحم والا ہے،
	(۲) لا تدرکہ الابصار وھو	حواس اور عقول خدا کا ادراک نہیں کر سکتے

یُدرِکُ الابصار (انعام ع ۱۳)

(۳) لیس کمثلہ شئ وھو السمیع البصیر۔ (شوریٰ ع ۲)

(۴) اللہ ولیّ الّذین امنوا یخرجھم من الظّلمت الی النور (البقرہ)

(۵) اللہ لا الہ الّا ھو الحی القیوّم لا تاخذہ سنۃ ولا نوم۔ لہ ما فی السموات ومافی الارض من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ۔ یعلم مابین ایدیھم وما خلفھم ولا یحیطون بشیٔ من علمہ الا بما شاء وسع کرسیہ السّموات والارض ولا یؤدہ حفظھما وھو العلی العظیم۔ (البقرہ)

(۶) کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ

(۷) قُل ھُو اللہ احد۔ اللہ الصمد۔ لم یلد۔ ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد

(ب) سچے دین کی تعریف (۱) فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق اللہ ذلک الدین القیم۔ ولکن اکثر الناس لا یعلمون۔ (روم ع ۴)

لیکن خدا کو ان سب کا ادراک ہے۔

کوئی چیز بھی خدا کی مثال نہیں، اور وہ بندوں کی التجاؤں کو سنتا، اور اُن کے حالات کو دیکھتا ہے۔

اللہ ایمان والوں سے محبت رکھتا ہے، اُنہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے آتا ہے۔

خدا ہے، اسکے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں۔ اُسکو غفلت یا نیند کا اثر نہیں ہوتا، اُسی کا ہے، جو کچھ بھی آسمان و زمین میں ہے، ایسا کون ہے، جو اسکے اذن کے بغیر اُس کے پاس شفاعت کر سکے، وہ خدا لوگوں کے اگلے پچھلے حالات جانتا ہے، اور لوگ اسکے علم کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ لوگ تو اتنا ہی جان سکتے ہیں جتنا وہ چاہے اُسکی کرسی آسمانوں اور زمین کو گھیرے ہوئے ہے، اُسے آسمانوں اور زمین (دونوں) کا تھام رکھنا تھکا نہیں دیتا، وہ بڑی اعلیٰ شان اور عظمت والا ہے۔

تمہارے پروردگار نے اپنی ذات پر رحمت کو لکھ لیا ہے۔

وہ خدا، ایک یکتا، سب کا سیدوآقا ہے، کوئی اُس کا فرزند نہیں وہ کسی کا فرزند نہیں، اور کوئی بھی اس کے برابر کا نہیں۔

یہ خدا کی بنائی ہوئی سرشت ہے، جس پر خدا نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، خدا کی بناوٹ میں ادل بدل نہیں ہوتی، یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ اسے نہیں جانتے۔

(٣) صبغة اللہ ومن احسن
من اللہ صبغة ؁ (بقرہ ع ١٦)

(٣) شرع لکم من الدین ما وصّی بہا
نوحًا والذی اوحینا الیك وما وصّینا
بہ ابراھیم وموسی وعیسی، ان اقیموا الدین
ولا تتفرّقوا فیہ؛ (شوری ع ٢)

(ج) بندہ کے اعمال سے اللہ تعالی کو کیا مطلوب ہے

لن ینال اللہ لحومہا
ولا دماءھا ولکن
ینالہ التقوی منکم (حج ع ٥)

(د) شریعت سے مقصود انسان کی تکمیل ہے

(١) ما یرید اللہ لیجعل علیکم
من حرج ولکن یرید لیطھرکم
ولیتم نعمتہ علیکم لعلکم تشکرون (مائدہ ع ٢)

(٢) ان الصلوۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر
ولذکر اللہ اکبر؛ (عنکبوت ع ٥)

(ہ) نبی کے فرائض

ارسلنا فیکم رسولًا
منکم یتلوا علیکم ایاتنا ویزکیکم
ویعلمکم الکتاب والحکمۃ ویعلمکم
ما لم تکونوا تعلمون؛ (بقرہ ع ١٨)

(٢) یامرھم بالمعروف وینھھم عن
المنکر ویحل لھم الطیبٰت؛ ویحرم
علیھم الخبائث ۔ ویضع عنھم

اللہ کا رنگ چڑھانا ہے؛ ہاں اللہ سے بڑھکر اور
کون رنگ چڑھا سکتا ہے؛

خدا نے تمہارے لئے دین کا وہ راستہ بنایا ہی جس کا حکم
نوحؑ کو دیا گیا؛ اور پھر محمدؐ پر اُسکی وحی بھیجی، اور ابراہیمؑ و
موسیٰؑ و عیسیٰؑ کو بھی اُسی کا حکم دیا تھا، کہ دین پر سیدھے
چلو؛ اور اُس میں تفرقہ نہ ڈالو؛

خدا کے ہاں قربانیوں کا گوشت یا لہو ہرگز نہیں
پہنچتا، خدا کے پاس تو تمہاری فرمانبرداری
پہنچتی ہے؛

اللہ کا یہ ارادہ نہیں کہ تم پر تنگی ڈالے۔ اللہ کا ارادہ
تو یہ ہے کہ تمہیں پاک کرے اور اپنی نعمت پوری
پوری بھیجے؛ تاکہ شکر کیا کرو؛

نماز فحش اور بیحیائی اور ممنوع کاموں سے روک دیتی ہے۔
اور اللہ کا ذکر تو اس سے بھی (فوائد میں) بڑھ کر ہے؛

ہمنے تمہارے پاس رسولؐ کو بھیجا، جو تم ہی میں سے ہے
وہ ہماری آیتیں تم کو سُناتا، اخلاق رذیلہ سے تم کو پاک
کرتا، کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے، اور وہ علوم سکھاتا
ہے جنہیں تم نہیں جانتے تھے؛

نبی لوگوں کو نیک باتوں کے کرنے کا حکم دیتا، اور بُری باتوں
کے کرنے سے روکتا، اور پاکیزہ چیزوں کو لوگوں کیلئے
حلال ٹھہراتا، اور ناپاک چیزوں کو اُن پر حرام ٹھہراتا

اصرهم والاغلال التی کانت علیهم؛ (اعراف ۔ ۱۹)

(و) اعمال کی جزا و سزا دنیا میں بھی دی جاتی ہے اور موت کے بعد بھی

(۱) لو ان اهل القری امنوا واتقوا لفتحنا علیهم برکات من السماء والارض ولکن کذبوا فاخذناهم بما کانوا یکسبون؛ (اعراف ۔ ع ۱۲)

(۲) ولو انهم اقاموا التوراۃ والانجیل و ما انزل الیهم من ربهم لاکلوا من فوقهم ومن تحت ارجلهم (مائدہ ع ۹)

(۳) وما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم ویعفوا عن کثیر (شوری ع ۴)

(۴) فلا تعلم نفس ما اخفی لهم من قرۃ اعین جزاء بما کانوا یعملون؛ (سجدہ ۔ ع ۲)

(ز) سنن الٰهیہ میں تبدیلی نہیں

(۱) فلن تجد لسنة الله تبدیلا

(۲) ولن تجد لسنة الله تحویلا (فاطر ع ۵)

(۳) ما تری فی خلق الرحمن من تفاوت ۔ فارجع البصر هل تری من فطور ۔ ثم ارجع البصر

بوجھ اُن سے دور کر دیتا۔ اور طوق اُن کے نکال دیتا ہے؛

اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے؛ تو ہم اُن پر زمین اور آسمان کی برکتیں کھول دیتے، لیکن وہ تو حکم الٰہی کو جھٹلانے لگے۔ اسلیئے ہم نے اُن پر اُن کے فعلوں کی وجہ سے مواخذہ کیا؛

اگر وہ لوگ توراۃ اور انجیل سے اور اس تعلیم پر جو اُن پر نازل کی گئی تھی قائم ہوتے تو اپنے اوپر اور نیچے سے خوراک کھایا کرتے (یعنی زمین اور آسمان کی برکتیں اُن کے ساتھ ہوتیں)؛

جو مصیبت تمہیں پہنچی ہے، وہ تمہارے ہاتھوں کی لائی ہوئی ہے، اور خدا تو تمہاری بہت سی باتیں معاف کر دیتا ہے؛

کوئی شخص بھی نہیں جان سکتا کہ خدا نے اپنے بندوں کیلیئے وہ کیا کیا چیزیں خفیہ مہیا کر رکھی ہیں، جن سے اُنکی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائینگی؛ یہ بدلہ ان کے اعمال کا ہے؛

سنت الٰہی میں کچھ بھی تغیر و تبدل نہیں ہوتا

سنت الٰہی میں ایر پھیر کی گنجائش نہیں؛

خدا کی آفرینش میں تجھے کچھ بھی نقص نظر نہیں آئیگا ذرا آنکھ اٹھا کر تو دیکھ کیا تجھے کوئی شگاف بھی دکھائی دیتا ہے؛ پھر آنکھ اٹھا کر دیکھ اور

کرتین ینقلب الیك البصر خاسئًا وھو حسیر، (ملک ع ۱)

بار بار دیکھ، تیری نظر تھک کر ناکام ہو کر لوٹ آئے گی۔

انسان کی ذاتی کوشش ہی کامیابی کیلئے ثمر بنتی ہے

(۱) لیس للانسان الا ما سعیٰ (النجم ع ۱)

انسان کو وہی ملتا ہے جو اس نے سعی کی ہے۔

(۲) وکان سعیکم مشکورا (دہر ع ۱)

تمہاری کوشش خوب کامیاب ہوئی۔

(۳) تلك امة قد خلت لها ما کسبت ولکم ما کسبتم (بقرہ ع ۱۶)

وہ امت گذر چکی ہے، جو کچھ اُس نے کمایا تھا، اُسے ملیگا، جو تم کماؤ گے وہ تمہیں ملیگا۔

صبر اور پرہیزگاری کا درجہ

وان تصبروا و تتقوا فان ذلك من عزم الامور،

اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری رکھو، تو یہ ایک عالی ہمتی کا کام ہے۔

حکمت اور دانش کا درجہ

ومن یؤتی الحکمة فقد اوتی خیرا کثیرا،

اور جسے حکمت (حقیقی فلسفہ) دیا گیا، اُسے نہایت سعادتمندی حاصل ہوئی۔

صبر کا ثمرہ

وجعلنا منھم ائمة یھدون بامرنا لما صبروا (سجدہ ع ۳)

جب بنی اسرائیل نے صبر اختیار کیا تو ہمنے اُن میں ایسے مقتدائے قوم کئے جو ہمارے حکم کے مطابق اور لوگوں کی رہنمائی کرتے تھے۔

قطع طمع

ولا تمدن عینیك الی ما متعنا به ازواجا منھم،

کافروں کی مختلف قوموں کو جو ہمنے دنیاوی حظوظ سے بہرہ مند کیا ہے تو اُسکی طرف آنکھیں اٹھا کر نہ دیکھ،

دنیاوی عروج میں آخرت کو نہ بھولنا

ولا تنس نصیبك من الدنیا (قصص ع ۸)

اے قارون تو دنیا کے گھمنڈ میں آکر اپنے بہرۂ نجات کو فراموش نہ کر۔

تہلکہ سے بچنا

ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکة

اپنے تئیں آپ ہلاکت میں نہ ڈالو۔

افترا اور جھوٹ ایمان کی ضد ہیں

انما یفتری الکذب الذین لا یومنون بایات اللہ (النحل ع ۱۴)

جھوٹ افترا وہی باندھتے ہیں، جو خدا کی آیات پر ایمان نہیں رکھتے۔

قطعی حرام چیزیں

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الفواحش ما ظهر منها وما بطن والاثم والبغی بغیر الحق وان تشرکوا باللہ ما لم ینزل بہ سلطانا وان تقولوا علی اللہِ ما لا تعلمون۔ (الاعراف - ع ۴)

اے محمد سنا دیجئے کہ میرے پروردگار نے حرام کر دیا ہے (۱) فحش کی سب قسموں کو جو کھلی ہیں یا چھپی ہیں (۲) اور گناہ کو (۳) اور ناحق بغاوت کو (۴) اور خدا کے ساتھ کسی کو شریک بنانے کو جس پر کوئی بھی دلیل موجود نہیں (۵) اور خدا پر ایسی بات جوڑ لینے کو جسے تم نہیں جانتے۔

خدا کی عبادت الٰہی بپتسمہ ہے

صبغة اللہ ومن احسن من اللہ صبغة ونحن لہ عابدون (البقرہ - ع ۱۶)

ہم نے خدا ہی کا رنگ اختیار کیا ہے، کیا خدا سے بڑھ کر بھی کوئی اچھا رنگ دینے والا ہے؟ اور ہم تو اُسی کی عبادت کرتے ہیں۔

تحریر و انشا دانی کی تعریف

والقلم وما یسطرون

میں قلم کی اور اسکے لکھے ہوئے علوم کی قسم کھاتا ہوں

ارباب عقل و دانش کے لئے الٰہی نشانات

ان فی خلق السمٰوٰت والارض واختلاف اللیل والنهار والفلك التی تجری فی البحر بما ینفع الناس وما انزل اللہ من السماء من ماء فاحیا بہ الارض بعد موتها وبث فیها من کل دابة وتصریف الریاح والسحاب المسخر بین السماء والارض لآیات لقوم یعقلون (البقرہ ع ۲۰)

زمین و آسمان کے پیدا کرنے، رات دن کے آنے جانے، وہ کشتیاں اور جہاز جو لوگوں کی مفید اشیائے تجارت لیکر دریاؤں اور سمندروں میں چلتے ہیں آسمانوں کی طرف سے خدا کے پانی اُتارنے اور مُردہ زمین کو اُسکے ذریعہ از سرِ نو زندگی بخشنے، زمین میں ہر ایک قسم کے جانور پیدا کرکے پراگندہ کر دینے، مختلف قسم کی ہوائیں بدلنے، اور اُن بادلوں میں جو آسمان و زمین کے بیچ میں تابع حکم نظر آتے ہیں، بیشک عقلمندوں کیلئے خدا کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔

قسم کھانے کی ممانعت

(۱) ولا تطع کل حلاف مهین (قلم ع ۱)

تو کسی ایسے ذلیل کی بات مت مان جو بہت قسمیں کھانے والا ہے۔

(۲) ولا تجعلوا اللّٰه عرضة لایمانکم (بقرہ ع ۲۸)

خدا کے نام کو اپنی قسموں کا ہدف نہ بناؤ۔

(۳) واحفظوا ایمانکم (مائدہ۔ ع ۱۲)

قسموں کی نگہداشت کیا کرو۔

صلح کلی کی دعوت | یا ایہا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن انہ لکم عدو مبین (البقرہ۔ ع ۲۸)

ایمان والو! دین اسلام میں (جو مبنی بر امن ہے) بالکلیہ ہمہ تن داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو۔ وہ تمہارا کھلا کھلا دشمن ہے۔

اصلاح باہمی کا حکم | وتصلحوا بین الناس (بقرہ ع ۲۸) واصلحوا ذات بینکم۔ (انفال ع ۱)

لوگوں کے درمیان صلح کرادیا کرو۔

آپس کے منازعات اور جھگڑوں کی اصلاح کر لیا کرو۔

عفو و درگذر کی تعلیم | ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللّٰه لکم (النور۔ ع ۳)

لازم ہے، کہ معافی دو اور درگذر کرو، کیا تم پسند نہیں کرتے، کہ خدا تم کو بخش دے۔

۸۔ سچی تعلیم کی صداقت خود بخود آشکارا ہو جاتی ہے | سنریہم ایاتنا فی الافاق وفی انفسہم حتی یتبین لہم انہ الحق۔ (حم سجدہ ع ۶)

ہم اپنی قدرت کی نشانیاں، جو اطراف عالم میں پھیلی ہوئی ہیں اور خود انکی ذات و نفوس میں بھی موجود ہیں ضرور انہیں دکھاوینگے، اور بالآخر اُن کو معلوم ہو جائیگا کہ یہ تعلیم بالکل سچی ہے۔

سلطنت کے اصول

(۱) حاکمان عدالت کے لئے علم کا ہونا ضروری ہے | وداود وسلیمان اذ یحکمان فی الحرث اذ نفشت فیہ غنم القوم وکنا لحکمہم شاہدین۔ ففہمنٰہا سلیمان وکلا اتینا حکما وعلما (انبیاء)

حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا قصہ بیان کیجئے جبکہ وہ ایک کھیت کے بارہ میں فیصلہ صادر کر رہے تھے، جس میں رات کیوقت انکی قوم کے گوسپند چر گئے تھے، اور ہم اُنکے فیصلہ کرتے وقت حاضر و ناظر تھے، سو اس معاملہ میں ہمنے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ایک خاص سمجھ عنایت کی، اور

دونوں کو ہم نے عام طور پر حکومت اور علم عطا کیا تھا۔

۲۔ نقص امن کی ممانعت

ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحہا۔ (اعراف ع ۳)

کسی سرزمین میں اصلاح ہو جانے کے بعد خرابی نہ کرو۔

۳۔ ظلم باعث زوال ہے

وکم قصمنا من قریۃ کانت ظالمۃ وانشأنا بعدہا قوماً اخرین (انبیاء۔ ع ۲)

کتنے شہروں کو ہمنے انکے ظلم کے باعث توڑ مروڑ ڈالا۔ اور انکی تباہی کے بعد ہمنے ایک دوسری قوم انکی بجائے پیدا کر دی۔

۴۔ نیکوکاری باعث قیام ہے

وما کان ربک لیہلک القرٰی بظلم واہلہا مصلحون۔ (ہود۔ ع ۱۰)

ایسا نہیں کہ تیرا پروردگار آباد شہروں کو انکے باشندوں کے نیکوکار ہونے کے باوجود ظلم سے تباہ کر دے۔

۵۔ جنگ کے لئے تیار رہنا ہی جنگ سے بچنے کی تدبیر ہے

واعدوا لہم ما استطعتم من قوۃ رباط الخیل ترہبون بہ عدو اللہ وعدوکم۔ (انفال ۔ آیت ۶۰)

جہاں تک ممکن ہو اپنی طاقت بڑھاؤ اور گھوڑوں کو آمادہ پیکار رکھو جس سے تم ان لوگوں کے دلوں میں رعب ڈال سکو جو خدا کے دشمن اور تمہارے بھی دشمن ہیں۔

۶۔ ارکان دولت کے مشورہ پر کاروبار کرنا

وشاورہم فی الامر (آل عمران۔ ع ۱۷)

حکومت کے کاموں میں لوگوں سے مشورہ کر لیا کرو۔

(۲) وامرہم شوری بینہم (شوری ع ۴)

مسلمانوں کی حکومت باہمی مشورہ پر ہے

(۳) یاایہا الملاء افتونی فی امری ماکنت قاطعۃ امراً حتی تشہدون (نمل ع ۳)

اے سردارو، میری حکومت میں تم مجھے فتوی دو تمہاری موجودگی کے بغیر مجھ کو کسی بڑے کام کا فیصلہ نہیں کرنا ہے

تعلیم و تعلّم

(۱) علم و حکمت کی باتوں کا سُننا۔ اُن پر غور کرنا، بہترین صورت کو اختیار کرنا

فبشّر عبادِ الّذین یستمعون القول فیتّبعون احسنه اولٰٓئك الذین ھدٰھم الله واولٰٓئك ھم اولوا الالباب (زمر ع ۲)

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے اُن بندوں کو بشارت سُنا دیجئے جو علم و حکمت کی گفتار کو سُنتے اور اُسکی بہترین صورت کو اختیار کر کے اُسکی پیروی کرتے ہیں۔

یہی ہیں وہ لوگ جنہیں خدا نے ہدایت بخشی اور یہی لوگ کھرے عقلمند ہیں۔

(۲) غیر اقوام سے علم اخذ کرنا

(۱) ھل عندکم من علمٍ فتخرجوہ لنا (انعام۔ ع ۱۸)

کیا تمہارے پاس کچھ علم ہے، پس اُسے ہمارے لئے ظاہر کرو۔

نظام تبلیغ دین

(۱) دین کی دعوت دینے والی جماعت کا قیام ضروری ہے

ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولٰٓئك ھم المفلحون (آل عمران ع ۱۱)

تم میں ایک ایسا گروہ ضرور ہونا چاہئے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے، اچھے کاموں کا حکم دے اور بُرے کاموں سے منع کرے۔ ایسے ہی لوگ کامیاب ہونگے۔

(۲) ہر ایک قوم کا شخص داعیان دین کی جماعت میں ہو سکتا ہے

فلولا نفر من کل فرقةٍ منھم طائفة لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلّھم یحذرون۔ (توبہ ع ۱۵)

ہر ایک فرقہ و قوم میں سے ایک گروہ اس غرض کیلئے کیوں نہیں کھڑا ہوتا کہ وہ دین میں سمجھ حاصل کریں اور جب فارغ التحصیل ہوں تو اپنی قوم کی ہمدردی کرتے اُنہیں خدا کی ناراضمندی کی باتوں سے ڈرائیں جس کا نتیجہ ہوگا کہ قوم بُری باتوں سے بچنے لگے گی۔

تہذیب اخلاق

(۱) جنس اناث کی تعریف

مَن یُنشّؤا فی الحِلیة وھو فی الخصام غیر مبین (زخرف ع ۲)

آرائش و زیور کے اندر پلتی ہے، اور لڑائی پیکار سے علیحدہ رہتی ہے۔

۲۔ میاں بیوی کی تعریف	ھن لباس لکم	بیویاں اپنے شوہروں کے لئے، اور شوہر اپنی
وانتم لباس لھن (بقرہ۔ ع ۲۳)		بیویوں کے لئے لباس ہیں۔

لباس انسان کو گرمی سردی سے بچاتا، لباس انسان کے حسن وجمال کو ترقی دیتا لباس سے پہننے والے کی تہذیب وتمیز کا اندازہ کیا جا سکتا ہے، لباس لباس پہننے والے کے عیوب کو چھپاتا ہے، اسی طرح زن وشوہر کے باہمی تعلقات ہونے چاہئیں، وہ گرم وسرد زمانہ سے ایک دوسرے کا بچاؤ ہوں، ایک دوسرے کا حُسن وجمال باہمی الفت سے ترقی کرے، عورت کو دیکھ کر اُس کے شوہر کی تہذیب اور شوہر کو دیکھ کر عورت کی تمیز کا اندازہ کیا جا سکے، ایک دوسرے کے رازدار ہوں۔

خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ (الروم۔ ع ۳)	خدا نے تمہاری جنس سے تمہارے لئے بیویاں بنائیں تاکہ تسکین پکڑو، اور میاں بیوی کے درمیان خدا نے محبت اور پیار ڈال دیا۔
۳۔ میاں بیوی کے حقوق (۱) الرّجال قوّامون علی النساء (نساء۔ ع ۶)	مرد عورتوں پر نگراں ہیں۔
(۲) ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف وللرجال علیھن درجۃ (البقرہ۔ ع ۲۸)	عورتوں کے شوہروں پر ویسے ہی حقوق ہیں جیسے شوہروں کے عورتوں پر ہیں۔ اور مردوں کو اُن پر درجہ ہے۔
۴۔ کمال درجہ کی محبت کو ایمان کہتے ہیں۔ والذین اٰمنوا اشد حُبًّا للّٰہ (بقرہ۔ ع ۲۰)	مومن خدا کی محبت میں زیادہ ثابت قدم ہیں۔
۵۔ بلندی درجات کا سبب ایمان اور علم ہیں۔ یرفع اللّٰہ الذین اٰمنوا منکم والذین اوتو العلم درجات (المجادلہ۔ ع ۲)	خدا تعالیٰ مومنوں کے اور اُن لوگوں کے جنہیں علم سے بہرہ مند کیا گیا ہے۔ درجے اور رتبے بلند فرماتا ہے۔

روبحر پر تسلط کرنے، بہترین پاکیزہ اصول پر چلنے کی وجہ سے انسان کو دیگر مخلوق پر فضیلت ہے

ولقد کرّمنا بنی آدم وحملنٰهم فی البر والبحر ورزقنٰهم من الطیبٰت وفضلنٰهم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا (بنی اسرائیل ع ١٧)

ضرور ہمنے انسان کو عزت دی ہے اور خشکی و تری میں اُن کو سوار کرکے پھرایا (خشکی و تری میں سفر کرنے کے وسائل سمجھائے)، اور الوانِ نعمت سے اُن کا رزق مقرر کیا، اور اپنی بہت سی مخلوقات پر اُن کو شرف بخشا۔

انسان کا اشرف ہونا ہی ردّ شرک کی دلیل ہے

قال اغیر الله ابغیکم الٰها وهو فضلکم علی العٰلمین (اعراف ع ١٦)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، کہ کیا میں تمہارے لئے اور معبود ڈھونڈھ لاؤں؟ حالانکہ اُس نے تمہیں تمام عالم پر فضیلت عنایت فرمائی ہے۔

انسان کو ہر ادنیٰ ہستی سے سبق حاصل کرنا چاہئے

یا ویلتیٰ اعجزت ان اکون مثل هذا الغراب فاُواری سوأة اخی فاصبح من النٰدمین

اے کاش مجھ سے اتنا بھی تو نہ ہوسکا کہ اس کوّے کی طرح اپنے بھائی کی مُردہ لاش کو خاک سے چھپا دیتا۔ یہ سمجھ کر اُسے سخت ندامت ہوئی۔

دیکھنے والے کے لئے ہر چیز میں ایک نشان ہے

وکاین من ایة فی السمٰوٰت والارض یمرّون علیها وهم عنها معرضون

زمین و آسمان میں قدرت کاملہ کی کس قدر نشانیاں موجود ہیں، جن سے وہ یونہی منہ پھیر کر گزر جاتے ہیں۔

سیاحت سے فہم بڑھتا ہے اور معلومات کا اضافہ ہوتا ہے

افلم یسیروا فی الارض فتکون لهم قلوب یعقلون بها او اٰذان یسمعون بها (حج ع ٦)

اُنہوں نے اطراف عالم میں سیاحت کیوں نہ کی جس سے ان کو دل ہائے دانا اور گوش ہائے شنوا حاصل ہوتے۔

اندھا وہ ہے، جس کا دل اندھا ہے

فانها لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور (حج ع ٦)

حقیقت حال یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوجاتیں بلکہ وہ دل اندھے ہوجاتے ہیں جو سینوں میں پوشیدہ ہیں۔

حرام چیزیں طیب نہیں طیب چیزیں حرام نہیں

یا ایها الناس

اے سب لوگو! زمین میں جو پاکیزہ حلال اشیاء

کلوا مما فی الارض حلالاً طیباً ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن (۲-۱۶۸)

خدا نے پیدا کی ہیں، کھاؤ پیو اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو۔

حلال طیب چیزوں کا ترک استعمال شیطانی کام ہے

کلوا مما فی الارض حلالاً طیباً ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن (۲-۱۶۸)

زمین کی سب پاکیزہ حلال اشیاء کھاؤ، اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو۔

بصیرت و ہدایت اسی دنیا میں حاصل ہو سکتی ہے

ومن کان فی ھٰذہٖ اعمٰی فھو فی الاٰخرۃ اعمٰی واضل سبیلا

جو شخص اس دنیا میں اندھا ہوگا، تو وہ آخرت میں زیادہ اندھا اور زیادہ گمراہ ہوگا۔

ایمان ہی کے ذریعے سے ہر ایک اعلیٰ منزلت پا سکتے ہیں

ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین (آل عمران ع ۱۴)

آپ اپنے کو ذلیل نہ سمجھو، اور رنجیدہ نہ ہو، تم ہی سب سے برتر ہوگے۔ اگر تم ایماندار ہو۔

تمدن

۱۔ چرندو پرند میں ایک تمدن کا پایا جانا۔ لوازم حیات میں انسان کا بھی انہی جیسے اصول پر کاربند ہونا

(۱) وما من دابۃ فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم۔ ما فرطنا فی الکتاب من شیئٍ ثم الی ربھم یحشرون (۶-۳۸)

روئے زمین پر کوئی ایسا جاندار یا اوڑنے والا پرندہ نہیں ہے جنکی تمہاری ہی طرح قومیں اور جتھے نہ ہوں، ہم نے اپنی کتاب میں کسی چیز کا بیان ترک نہیں کیا۔ پھر ان سب کو آخر کار خدا ہی کی طرف اکٹھا ہو کر جانا ہے۔

۲۔ موجودات عالم انسان کے فائدے کے لئے ہیں

ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعاً (۲-۲۹)

خدا وہ ذات کبریا ہے جس نے تمہارے فوائد و منافع کے لئے روئے زمین کی تمام اشیاء پیدا کی ہیں۔

۳۔ لوگ اپنی اپنی مختلف قابلیتوں سے مختلف کام انجام دیتے ہیں

(۱) کل یعمل علی شاکلتہ

ہر ایک شخص اپنی جبلت کے موافق عمل کرتا ہے۔

(۲) الم تر ان اللہ یسجد لہ من فی السموات ومن فی الارض والشمس والقمر والنجوم والجبال والشجر والدواب وکثیر من الناس وکثیر حق علیہ العذاب۔ (حج - ع ۲)

کیا تم نہیں دیکھ رہے، کہ آسمان اور زمین کی سب مخلوق (مثلاً) سورج، چاند، تارے، پہاڑ، درخت، حیوان اور انسان کا بڑا حصہ خدا کا فرمانبردار ہے، پھر بھی بہت ایسے لوگ رہ جاتے ہیں جن پر عذاب کا ہونا درست ٹھہرا۔

(۳) فاما من اعطی واتقی وصدق بالحسنی۔ فسنیسرہ للیسری واما من بخل واستغنی وکذب بالحسنی فسنیسرہ للعسری۔

جس شخص نے (خدا کی راہ میں کچھ) دیا اور پرہیزگاری بھی کی اور خدا کے بہترین وعدوں کی تصدیق کی اُس کو ہم نہایت آسانی کے ساتھ آسان طریقہ پر (دین اسلام پر، فطرت کے راستے پر جو بمقتضائے الدین یسر نہایت آسان طریقہ ہے) چلائینگے، لیکن برخلاف اسکے جس نے بخل ورزی کی اور اپنے تئیں (خدا کی اطاعت سے) بے نیاز خیال کیا اور خدا کے بہترین وعدوں کو جھٹلایا تو اُس کیلئے (ترک معونت و توفیق کر کے اور اپنی عنایت سے اُسکو محروم کر کے) وہی دشوار طریقہ (جو درحقیقت بسبب خلاف فطرت صحیح ہونیکے نہایت دشوار ہی بباعث ترک کرنے لطف و عنایت کے) آسان کر دیں گے۔

۴۔ سیاست مدن کے قیام اور انتظام کے لئے مختلف طبقات کی ضرورت اور ہر ایک طبقہ کا اس مناسبت کے بقا و قیام اور دوام انتظام کے لئے ذمہ دار ہونا۔

هو الذی جعلکم خلٰئف الارض ورفع بعضکم فوق بعض درجات لیبلوکم فی ما اتاکم ان ربک سریع العقاب وانہ لغفور رحیم (انعام ع ۲۰)

خدا وہ ذات کبریا ہے جس نے تمہیں روئے زمین پر (موالید ثلاثہ کے مختلف اقسام میں انواع تصرف کرنے کیلئے) اپنا خلیفہ بنایا (یعنی ودائع قدرت ظاہر کرنے کیلئے تمہیں اپنا جارحہ تصرف بنایا) اور حسن انتظام کے لئے تمہارے مختلف درجے یا طبقے قرار دیئے جس سے یہ غرض ہے کہ تمہیں اپنے عطا کردہ کمالات میں آزمائے (کہ تم اُن بالقوہ کمالات کو معرض ظہور میں لا کر اپنے

تئیں خلیفۃ اللہ ثابت کرتے ہو یا اپنی فطری استعداد کو مسوخ کرکے اسفل سافلین کا خطاب حاصل کرتے ہو) ضرور تیرا پروردگار جلدی عذاب بھی دینے والا ہے اور وہ یقیناً بخشنے والا مہربان بھی ہے۔

۵۔ مساوات حقوق کا تاکیدی حکم عدل کی تاکید	ووضع المیزان الا تطغوا فی المیزان واقیموا الوزن بالقسط و لا تخسروا المیزان۔ (الرحمن ع ۱)	اور خدا نے ایک میزان مقرر کی کہ تم اُس میزان میں کسی طرح طغیانی (افراط و تفریط) نہ کرو، اور انصاف کے ساتھ معیار کو درست رکھو، اور میزان مقرر کردہ الٰہی میں کسی قسم کی تقصیر نہ کرو۔
۶۔ بہترین شخص وہ ہے جو نسل انسانی کا خیر خواہ ہے	کُنتُم خَیرَ اُمَّۃٍ اُخرِجَت لِلنَّاسِ تَأمُرُونَ بِالمَعرُوفِ وَتَنہَونَ عَنِ المُنکَرِ وَتُؤمِنُونَ بِاللّٰہِ (آل عمران۔ ع ۱۲)	تم لوگ (اے امت محمدیہ) باقی لوگوں کیلئے ایک بہترین قوم صفحہ ہستی پر لائے گئے ہو تم سب لوگوں کو مطابق شرع و فطرت کے حکم دیتے، برائیوں سے منع کرتے اور خدا کی ذات و صفات پر یقین کامل رکھتے ہو۔
۷۔ اخوت کی بنیاد	انما المومنون اخوۃ (الحجرات ع)	تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔
۸۔ مال کی تعریف۔ دولت قیام قومی کا سبب ہے	ولا تؤتوا السفہاء اموالکم التی جعل اللہ لکم قیاما۔ (نساء ع ۱)	اور تم اپنے اموال جو اللہ نے تمہارے لئے قوام زندگی بنائے ہیں بیوقوفوں کے ہاتھ میں مت دیا کرو۔
۹۔ نقر و تنگدستی کی برائی	الشیطان یعدکم الفقر و یأمرکم بالفحشاء واللہ یعدکم مغفرۃ منہ وفضلا۔ واللہ واسع علیم۔ (بقرہ۔ ع ۳۷)	شیطان تمہیں تنگدستی کا خوف دلاتا ہے اور اس بناپر تمہیں بخل و امساک کا حکم دیتا ہے (برخلاف اسکے) خدا تمہیں اپنے فضل و بخشش کی امید دلاتا ہے اور خدا بہت فراخ رحمت والا (حقائق امور کو) جاننے والا ہے۔
۱۰۔ اسراف کی برائی بخل کا نہ ہونا بھی بہبودی ہے	ومن یوق شح نفسہ فاولئک ھم المفلحون (۶۷ - ۱۴)	جن کو جبلی بخل اور لالچ سے خدا نے محفوظ رکھا وہی (آخرت میں) کامیاب ہونگے۔

۱۲ میانہ روی رحمٰن کے بندے بخیل و مسرف نہیں ہوتے

وَالَّذِیْنَ اِذَا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذلک قواما (الفرقان ع ۵)

خدائے مہربان کے خاص بندوں کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ جب وہ خرچ کرنے لگتے ہیں۔ تو نہ تو فضول خرچ کرتے ہیں اور نہ تنگ چشمی کرتے ہیں بلکہ (میانہ روی کرکے) بیچ کا مستقیم راستہ اختیار کرتے ہیں۔

۱۳ بحری تجارت خصوصاً نفع بخش ہے

والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس (۲-۱۶۳)

اور وہ کشتیاں اور جہاز (بھی خدا کی قدرت کی نشانیاں ہیں) جو لوگوں کی مفید اشیائے تجارت لیکر دریا اور سمندر میں (برابر) چلی جاتی ہیں۔

اللہ کے ہاں بہتر اور ہمیشہ رہنے والی نعمتیں کن لوگوں کے لئے ہیں

وما عند اللہ خیر وابقی للذین اٰمنوا الخ (الشوریٰ۔ ع ۴)

بہتر اور باقی رہنے والا اجر ان لوگوں کے لئے ہے (۱) جو ایمان لائے ہیں۔ اور اپنے رب پر توکل رکھتے ہیں۔ (۲) جو لوگ بڑے بڑے گناہوں بیحیائی اور فحش سے پرہیز کرتے ہیں۔ (۳) اور جب انہیں غصہ آتا ہے۔ تو درگزر کیا کرتے ہیں (۴) اور جو اپنے پروردگار کے حکموں کو قبول کر لیتے ہیں۔ (۵) اور جو نماز کو قائم رکھتے ہیں۔ (۶) اور جن کا کام باہمی شوری پر ہے۔ (۷) اور جو اللہ کے دئیے ہوئے رزق میں سے خرچ کرتے ہیں۔ (۸) اور جو دوسرے کی طرف سے زیادتی (حملہ) ہونے پر (صرف) اپنا بدلہ لیتے ہیں۔ اور برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے۔ (۹) ہاں جو (دوسرے کی زیادتی) معاف کرے اور اس سے نیکی کرے تو اس کا ثواب اللہ کے اوپر ہے۔ اللہ تو ظلم کرنیوالوں کو ہرگز پسند نہیں کرتا (۱۰) تاہم جو کوئی (دوسرے سے) ظلم کا بدلہ لیتا ہے اسپر کچھ الزام نہیں۔ (۱۱) الزام تو ان لوگوں پر ہے جو نسل انسان پر ظلم کرتے۔ اور ملک میں ناروا بغاوت پھیلاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (۱۲) جو شخص (دوسرے کی زیادتی پر) صبر کرتا۔ اسے معاف کر دیتا ہے تو یہ بات بڑی بلند ہمت کی ہے۔

تمام شد

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم

قصیدہ در نعتِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم

دلم ز سینہ ربود آں جمالِ نورانی
کہ حسن را بہ تماشای اوست حیرانی

جمالِ معنی و زینِ کمال و حسنِ جلال
مطاعِ خلق و ضیای جہانِ ظلمانی

محمدؐ اسم و حبیبِ الٰہ و خواجۂ کل
نویدِ رحمت و پیمانِ عفوِ یزدانی

گزیدہ فقر کہ فرماں روای ملکِ ابد
بمشتِ خاک ندارد ہوای سلطانی

نبوت ست یکے قصۂ آسمان پایہ
کہ ہم تتمۂ او آمدی و ہم بانی

عرب بچاہِ جہالت فتادہ بود بسر
بسر گرفت ز تو افسرِ ہمہ دانی

نمیرد آنکہ ز جامِ ولای تو نوشد
کجاست مائلِ ظلمات شاہِ یونانی

بہ نزلِ عام تو مہمان نشستہ صد عالم
عجب نز آنکہ بعالم نزیل و مہمانی

درِ نجات کشودی بروئے احمر و سود
گہے کہ بست بر ایشاں یہود و نصرانی

حدیثِ پاکِ تو آں جامع الکلم کہ ازو
رسد بفوز چہ یونانی و چہ سوڈانی

جہاں شنید ز فمِ تو آں کلامِ خدا
کہ دادہ بود خبر زو کلیمِ عمرانی

بداں جناب کہ جبریل را نہ پر و پر
تراست رفتن و از شوق حلقہ جنبانی

دلت گواه بصدق نظارۂ حشمت
نگاہ پاک تو بینائے صُنع رحمانی

توئی کہ از تو تمدّن روان تازہ گرفت
توئی کہ کندہ ز عالم بنای رہبانی

توئی کہ نام نہی خمر را مخمر عقل
توئی کہ ام خبائث شراب اخوانی

توئی کہ صدق ہمہ ہستاں پدید کنی
توئی کہ عظمت پیشینیان درخشانی

ز تو مبرہن و روشن تقوّم مرداں
ز تو معیّن و محکم حقوق نسوانی

فتوت تو امت را دہد فتات لقب
ز شوکت تو موالی کنند سُلطانی

تو عذر خواه شوی بہر قوم از رحمن
ز سنگ چوں شکنند قوم رو ندانی

تو قاتلان عم و دخت را نمائی عفو
بپاس خاطر ایمانی و مسلمانی

پئے ہلاک جفا پیشگان رضا ندہی
کہ نسل شاں مگر آید بدیں وفّانی

ز عدل و رحم تو صد بہرہ یافتند اعدا
بحرب ہا کہ نمودند جمع خذلانی

دو شاہد اند مرا خیبر و حنین کہ تو
دہی بجود ہر آنچہ بفتح بستانی

بزور و کوشش افواج ہیچ حاجت نیست
ترا کہ فتح مبین شد بلاغ قرآنی

خدا یکے و پیامش بسوی خلق یکے
تو خلق را بسوئے آن پیام میخوانی

تو باب مسلم کشائی بروئے دشمن و دوست
تو دوستی بدل دشمنان بپا لانی

یتیمی تو تسلی ست مر یتامی را — که به ز مهر پدر هست عون ربانی

تو عبد خوانده شدی و رموز دانست — که برتر است عبودیت از سلیمانی

تو آفتابی و از حمد سر برآورده — تو ماه و بر فلک مجد نور افشانی

فزون تر از تو کسی نه حمد گفت جهان — نه برتر از تو کسی گفت حمد ربانی

ترا محمد و احمد زمین خواند و زمان — حمید باشد و محمود ذات سبحانی

بما رؤف و رحیمی۔ خدا رؤف و رحیم — دگر چه سود که گویم سخن بنادانی

تو رحمتی و جهان آفرین ما رحمان — هزار شکر رسیدم بگنج پنهانی

سخن ز واجب و ممکن نه از ادب باشد — طفیل تست همه کارگاه امکانی

ز استعاره و تشبیه بس بلند ستی — بہ بیمثالی خود هم بخویش میمانی

چه خوش بشان تو صدیق گفت گوهر سفت — که کرد روی تو بر دعوئی تو برهانی

مبلغان تو دادند این پیام بخلق — که نصح خلق بود لازم مسلمانی

مبشران تو دادند این نوید بما — که کار دین همه تبشیر هست و آسانی

طفیل تست که بعد از هزار قرن بلد — بگوش عالمیان شد نوید ارزانی

که دین یافت کمال و تمام شد نعمت — گزید نوع بشر را رضائے دیّانی

صلوٰة بر تو خدای و فرشتگان خوانند
کجا ثنائے تو آید ز انسی و جانی

گر از شے ست آلهی مرا بدرگاهت
امید هست که از لطف رو نه گردانی

دمے که روح مجرد شود ز پیکر خاک
دمے که مرگ نماید بدرد درمانی

دران مغاک که تنگ ست و تار چون دل من
جمال او بنمائی چو صبح نورانی

بهار تازه بچشم فرشتگان بخشی
مراز تنگی گور و سوال برهانی

سمی فارس صدق عطا بفرمائی
یک از هزار ابن نیز صدق سلمانی

احقر راجی شفاعت و غفران قاضی محمد سلیمان سلمان

ولد حاجی مولوی قاضی احمد شاه مرحوم مغفور

منصورپوری

علاقه ریاست پٹیاله

عبد الواحد کاتب ولد مولوی عبد العزیز صاحب سکنه قلعه میهاں سنگھ ضلع گوجرانواله ۱۹۲۴ء سنه مئی

فہرست کتب دفتر رحمۃ للعالمین عطروالہ دروازہ پٹیالہ

مصنفہ

قاضی محمد سلیمان صاحب بہ سلمان منصور پوری

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
رحمۃ للعالمین حصہ اول		رحمۃ للعالمین حصہ دوم	للعہ
سفرنامہ حجاز بمعہ تصویرات	عہ	والصلوۃ والسلام	عہ
غایت المرام	۸ر	تائید الاسلام	۸ر
معراج المومنین	۶ر	کیا اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے	۴ر
مہر نبوت		استقامت	۳ر
برہان		انجیلو میں خدا کا بیٹا	۲ر
ایک عرض			

مصنفہ

حافظ عبد الرحمن صاحب امرتسری

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
کتاب الصرف	۱۲ر	کتاب النحو	۹ر
عربی بول چال حصہ اول	۱۲ر	عربی بول چال حصہ دوم	۱۲ر
سفرنامہ بلاد اسلامیہ	۱۲ عہ		

ملنے کا پتہ

خلیفہ شیخ ہدایت اللہ منیجر دفتر رحمۃ للعالمین عطروالہ دروازہ پٹیالہ

تاجروں کو ایک ... کی خریداری کا آرڈر آنے پر ... کمیشن دیجائیگی۔